GABA

فضائلِ اعمال

حکایاتِ صحابہؓ

فضائلِ قرآن مجید

فضائلِ نماز

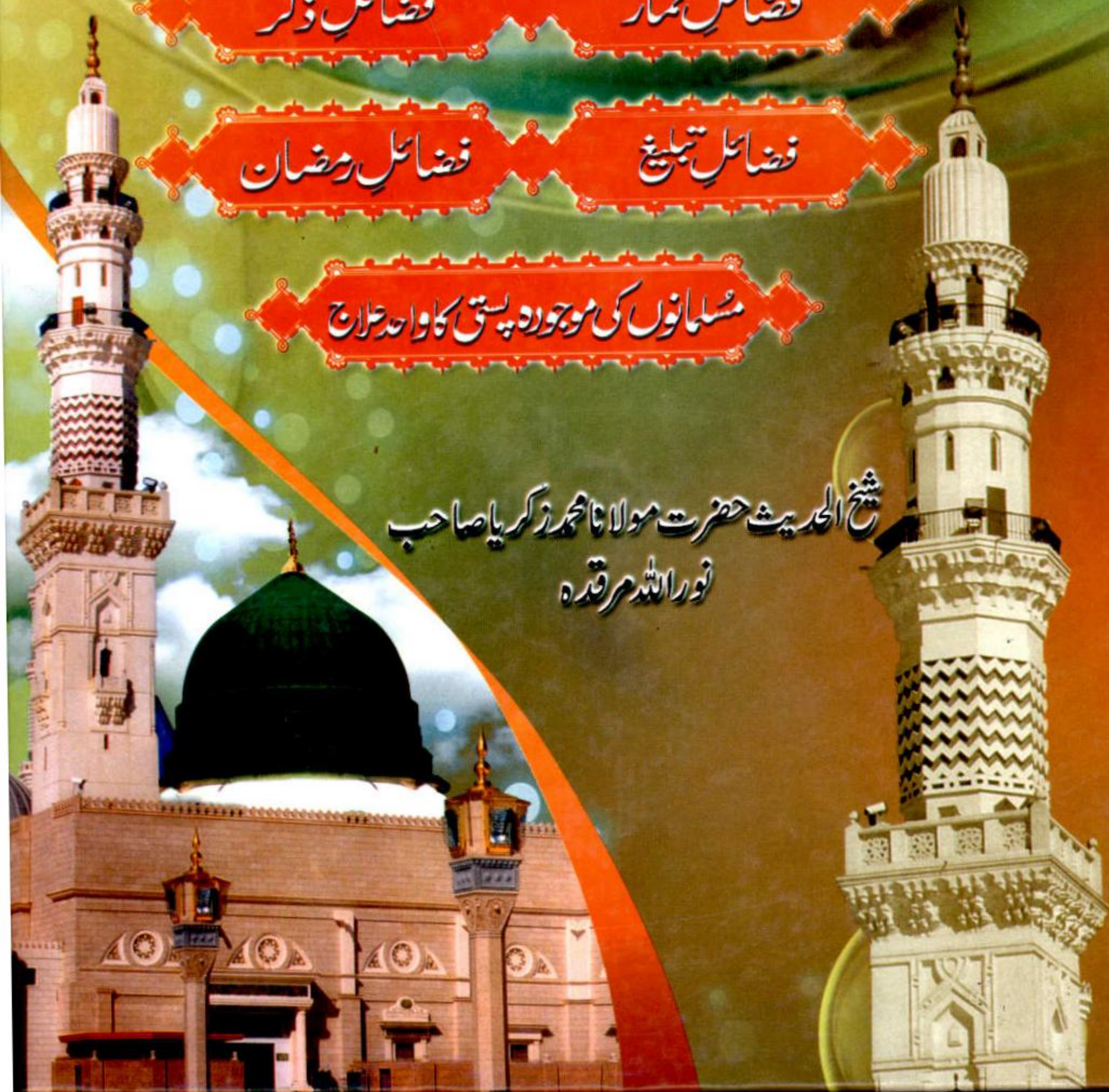
فضائلِ ذکر

فضائلِ تبلیغ

فضائلِ رمضان

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
نور اللہ مرقدہ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائلِ اعمال

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ

GABA گابا سنز اردو منزل، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 021-32636565-32628266

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکایاتِ صحابہؓ

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ

GABA

گابا سنز اردو منزل، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 021-32636565-32628266

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

تمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَاَتۡبَاعِہِ الۡحُمَاۃِ لِلدِّیۡنِ الۡقَوِیۡمِ

امابعد اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اور میرے مربّی و محسن کا ارشاد ۱۳۵۳ھ میں ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصّے بالخصوص کم سن صحابہؓ اور عورتوں کی دینداری کی کچھ حالت اردو میں لکھی جائے۔ تاکہ جو لوگ قصّوں کے شوقین ہیں وہ واہی تباہی جھوٹی حکایات کے بجائے اگر ان کو دیکھیں تو ان کے لئے دینی ترقی کا سبب ہو اور گھر کی عورتیں اگر راتوں میں بچّوں کو جھوٹی کہانیوں کے بجائے ان کو سنائیں تو بچّوں کے دل میں صحابہؓ کی محبّت اور عظمت کے ساتھ دینی امور کی طرف رغبت پیدا ہو۔ میرے لئے اس ارشاد کی تعمیل بہت ہی ضروری تھی کہ احسانات میں ڈوبے ہوئے ہونے کے علاوہ اللہ والوں کی خوشنودی دو جہان میں فلاح کا سبب ہوتی ہے۔ مگر اس کے باوجود اپنی کم مائگی سے یہ امید نہ ہوئی کہ میں اس خدمت کو مرضی کے موافق ادا کر سکتا ہوں۔ اس لئے چار برس تک بار بار اس ارشاد کو سنتا رہا اور اپنی نا اہلیت سے شرمندہ ہوتا رہا۔ کہ صفر ۱۳۵۷ھ میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کے لئے دماغی کام سے روک دیا گیا۔ تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو اس بابرکت مشغلہ میں گذار دوں کہ اگر یہ اوراق پسند خاطر نہ ہوئے تب بھی میرے یہ خالی اوقات تو بہترین اور بابرکت مشغلہ میں گذر ہی جائیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کے قصّے اُن کے حالات یقیناً اس قابل ہیں کہ ان کی تحقیق اور تفتیش کی جائے اور ان سے سبق حاصل کیا جائے۔ بالخصوص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت جس کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے لاڈلے نبی اور پیارے رسول کی مصاحبت کے لئے چُنا اس کی مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے۔ اس کے علاوہ اللہ والوں کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ صوفیا کے سردار حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ حکایتیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس سے مریدین کے دلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ کسی نے دریافت کیا کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے۔ فرمایا ہاں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (ترجمہ) اور پیغمبروں کے قصّوں میں سے ہم یہ سارے قصّے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں (ایک فائدہ تو یہ ہوا) اور ان قصّوں

ہیں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو خود بھی راست اور واقعی ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے اور اچھے کام کرنے کی یاد دہانی ہے"۔ (بیان القرآن) ایک ضروری بات یہ بھی دل میں جمالینے کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہوں یا بزرگوں کے حالات اسی طرح مسائل کی کتابیں ہوں یا معتبر لوگوں کے وعظ وارشادات، یہ ایسی چیزیں نہیں ہوتیں کہ ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد ہمیشہ کو ختم کر دیا جائے بلکہ اپنی حالت اور استعداد کے موافق بار بار دیکھتے رہنا چاہیئے۔ ابو سلیمان دارانی ایک بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک واعظ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ ان کے وعظ نے میرے دل پر اثر کیا مگر جب وعظ ختم ہوا تو وہ اثر بھی ختم ہو گیا میں دوبارہ ان کی مجلس میں حاضر ہوا۔ تو اس وعظ کا اثر فارغ ہونے کے بعد گھر کے راستہ میں بھی رہا تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا۔ تو اس کا اثر گھر میں پہنچنے پر بھی رہا۔ میں نے گھر جا کر اللہ کی نافرمانی کے جو اسباب تھے سب توڑ دیئے اور اللہ کا راستہ اختیار کر لیا۔ اسی طرح دینی کتابوں کا بھی حال ہے کہ محض سرسری طور پر ایک مرتبہ اُن کے پڑھ لینے سے اثر کم ہوتا ہے اس لئے کبھی کبھی پڑھتے رہنا چاہیئے۔ پڑھنے والوں کی سہولت اور مضامین کے دل نشین ہونے کے خیال سے میں نے اس رسالہ کو بارہ ۱۲ بابوں اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب

دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مشقت کا جھیلنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کے پھیلانے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں ان کا برداشت کرنا تو درکنار اُس کا ارادہ کرنا بھی ہم جیسے نالائقوں سے دشوار ہے. تاریخ کی کتابیں ان واقعات سے بھری ہوئی ہیں. مگر ان پر عمل کرنا تو علیحدہ رہا ہم اُن کے معلوم کرنے کی بھی تکلیف نہیں کرتے۔ اس باب میں چند قصّوں کو نمونہ کے طور پر ذکر کرنا ہے. ان میں سب سے پہلے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قصّہ سے ابتدا کرتا ہوں کہ حضورؐ کا ذکر برکت کا ذریعہ ہے۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے سفر کا قصّہ

نبوت مل جانے کے بعد نو برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہو گئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے. اکثر کفارِ مکّہ آپ کو اور آپ کے صحابہؓ کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ مذاق اڑاتے تھے اور جو ہو سکتا تھا اُس سے درگذر نہ کرتے تھے حضورؐ کے چچا ابوطالب بھی ان ہی نیک دل لوگوں میں تھے جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضورؐ کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے۔ دسویں سال میں جب ابوطالب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلۂ ثقیف کی بڑی جماعت ہے اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے۔ وہاں پہنچ کر قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول کی یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا. مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا کم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نووارد مہمان کی خاطر مدارات کرتے صاف جواب دے دیا اور نہایت بے رُخی اور بداخلاقی سے پیش آئے۔ اُن لوگوں نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ آپ یہاں قیام فرمالیں. جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف ہوں گے اور مہذب گفتگو کریں گے اُن میں سے ایک شخص بولا کہ اوہو آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرا بولا کہ اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور ملتا ہی نہیں تھا جس کو رسول بنا کر بھیجتے. تیسرے نے کہا میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا اس لئے کہ اگر تو واقعی

نبی ہے جیسا کہ دعویٰ ہے تو تیری بات سے انکار کر دینا مصیبت سے خالی نہیں۔ اور اگر جھوٹ ہے تو میں ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد ان لوگوں سے ناامید ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا۔ کہ آپ تو ہمت اور استقلال کے پہاڑ تھے۔ مگر کسی نے بھی قبول نہ کیا۔ بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضورؐ سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ اور جہاں تمہاری چاہت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اُن سے بالکل مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو اُن لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ کا مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں، پتھر ماریں حتیٰ کہ آپؐ کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہو گئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں واپس ہوئے جب راستہ میں ایک جگہ ان شریروں سے اطمینان ہوا تو حضورؐ نے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى بَعِيْدٍ يَّتَجَهَّمُنِيْ اَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ اَمْرِيْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِيْ وَلٰكِنَّ عَافِيَتَكَ هِيَ اَوْسَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ تُنْزِلَ بِيْ غَضَبَكَ اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ كذا في سيرة ابن هشام قلت و اختلفت الروايات في الفاظ الدعاء

اے اللہ تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بیکسی کی اور لوگوں میں ذلت و رسوائی کی۔ اے ارحم الراحمین تو ہی ضعفا کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے۔ کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رُو ہوتا ہے، اور منہ چڑھاتا ہے یا کہ کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرہ کے اُس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو، تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے۔ جب تک تُو راضی نہ ہو نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

كما في قرة العيون

مالک الملک کی شان قہاری کو اس پر جوش آنا ہی تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سنی اور ان کے جوابات سنے۔ اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں، اس کے بعد اس فرشتہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو میں اس کی تعمیل کروں، اگر ارشاد ہو تو

دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملادوں جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں یا اور جو سزا آپ تجویز فرمائیں حضورؐ کی رحیم و کریم ذات نے جواب دیا کہ میں اللہ سے اس کی امید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں اور اس کی عبادت کریں

ف یہ ہیں اخلاق اس کریم ذات کے جس کے ہم لوگ نام لیوا ہیں کہ ہم ذرا سی تکلیف سے کسی کی معمولی سی گالی دیدینے سے ایسے بھڑک جاتے ہیں کہ پھر عمر بھر اس کا بدلہ نہیں اترتا ظلم پر ظلم اس پر کرتے رہتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں اپنے محمدی ہونے کا، نبی کے پیرو بننے کا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی سخت تکلیف اور مشقت اٹھانے کے باوجود نہ بد دعا فرماتے ہیں نہ کوئی بدلہ لیتے ہیں۔

(۲) قصہ حضرت انس بن نضرؓ کی شہادت کا

حضرت انس بن نضرؓ ایک صحابی تھے جو بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کو اس چیز کا صدمہ تھا اس پر اپنے نفس کو ملامت کرتے تھے کہ اسلام کی پہلی عظیم الشان لڑائی اور تو اس میں شریک نہ ہو سکا۔ اس کی تمنا تھی کہ کوئی دوسری لڑائی ہو تو حوصلے پورے کروں، اتفاق سے احد کی لڑائی پیش آگئی جس میں یہ بڑی بہادری اور دلیری سے شریک ہوئے۔ احد کی لڑائی میں اول اول تو مسلمانوں کو فتح ہوئی مگر آخر میں ایک غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ وہ غلطی یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو ایک خاص جگہ مقرر فرمایا تھا کہ تم لوگ اتنے میں نہ کہوں اس جگہ سے نہ ہٹنا کہ وہاں سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا جب مسلمانوں کو شروع میں فتح ہوئی تو کافروں کو بھاگتا ہوا دیکھ کر یہ لوگ بھی اپنی جگہ سے یہ سمجھ کر ہٹ گئے کہ اب جنگ ختم ہو چکی اس لئے بھاگتے ہوئے کافروں کا پیچھا کیا جائے اور غنیمت کا مال حاصل کیا جائے۔ اس جماعت کے سردار نے منع بھی کیا کہ حضورؐ کی ممانعت تھی تم یہاں سے نہ ہٹو۔ مگر ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ حضورؐ کا ارشاد صرف لڑائی کے وقت کے واسطے تھا۔ وہاں سے ہٹ کر میدان میں پہنچ گئے۔ بھاگتے ہوئے کافروں نے اس جگہ کو خالی دیکھ کر اس طرف سے آکر حملہ کر دیا۔ مسلمان بے فکر تھے اس اچانک بے خبری کے حملہ سے مغلوب ہو گئے اور دونوں طرف سے کافروں کے بیچ میں آگئے جس کی وجہ سے اِدھر اُدھر پریشان بھاگ رہے تھے۔ حضرت انسؓ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک دوسرے صحابی حضرت سعد بن معاذؓ آرہے ہیں۔ ان سے کہا کہ اے سعد کہاں جارہے ہو۔ خدا کی قسم جنت کی خوشبو اُحد کے پہاڑ سے آرہی ہے یہ کہکر تلوار تو ہاتھ میں تھی ہی کافروں کے ہجوم میں گھس گئے اور اتنے شہید نہیں ہو گئے واپس نہیں ہوئے۔ شہادت کے بعد ان کے بدن کو دیکھا گیا تو چھلنی ہو گیا تھا۔ اسّی سے زیادہ زخم تیر اور تلوار کے بدن پر تھے۔ اُن کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا۔

ف جو لوگ اخلاص اور سچّی طلب کے ساتھ اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں ان کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے ۔ یہ حضرت انسؓ زندگی ہی میں جنت کی خوشبو سونگھ رہے تھے ۔ اگر اخلاص آدمی میں ہو جاوے تو دنیا میں بھی جنّت کا مزہ آنے لگتا ہے ۔ میں نے ایک معتبر شخص سے جو حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص خادم ہیں ۔ حضرت کا مقولہ سُنا ہے کہ "جنّت کا مزہ آرہا ہے ۔" فضائل[1] رمضان میں اس قصّہ کو لکھ چکا ہوں ۔

(۳) صلح حدیبیہ اور ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ کا قصّہ

۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے ارادہ سے مکّہ تشریف لے جارہے تھے ۔ کفّارِ مکّہ کو اس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلّت سمجھے اس لئے مزاحمت کی اور حدیبیہ میں آپ کو رُکنا پڑا ۔ جاں نثار صحابہؓ ساتھ تھے جو حضورؐ پر جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے ۔ لڑنے کو تیار ہو گئے ۔ مگر حضورؐ نے مکّہ والوں کی خاطر سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہؓ کی لڑائی پر مستعدی اور بہادری کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی اس قدر رعایت فرمائی کہ اُن کی ہر شرط کو قبول فرمالیا ۔ صحابہؓ کو اس طرح دب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار تھا ۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سامنے کیا ہو سکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرماں بردار ۔ اس لئے حضرت عمرؓ جیسے بہادروں کو بھی دبنا پڑا ۔ صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں اُن شرطوں میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اس کو مکّہ واپس کر دیں اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہو کر چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے ۔ یہ صلحنامہ ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابو جندلؓ ایک صحابی تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس امید پر پہنچے کہ ان لوگوں کی حمایت میں جاکر اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا ۔ ان کے باپ سہیل نے جو اس صلحنامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے فتح مکّہ میں مسلمان ہوئے ۔ انھوں نے صاحبزادے کے طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر اصرار کیا ۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صلحنامہ مرتب بھی نہیں ہوا اس لئے ابھی پابندی کس بات کی مگر انھوں نے اصرار کیا ۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ ایک آدمی مجھے مانگا ہی دے دو ، مگر وہ لوگ ضد پر تھے نہ مانا ۔ ابو جندلؓ نے مسلمانوں کو پکار کر فریاد بھی کی کہ میں مسلمان ہو کر آیا اور کتنی مصیبتیں اُٹھا چکا اب واپس کیا جارہا ہوں ۔

---

[1] رسالہ فضائل رمضان عکسی

اُس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گذر رہی ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے مگر حضورؐ کے ارشاد سے واپس ہوئے حضورؐ نے تسلی فرمائی اور صبر کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالےٰ شانہٗ تمہارے لئے راستہ نکالیں گے۔ صلحنامہ کے مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی ابو بصیرؓ بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچے کفار نے اُن کو واپس بلانے کے لئے دو آدمی بھیجے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب وعدہ واپس فرمادیا۔ ابو بصیرؓ نے عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہؐ میں مسلمان ہو کر آیا۔ آپ مجھے کفار کے پنجہ میں پھر بھیجتے ہیں آپؐ نے ان سے بھی صبر کرنے کو ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ انشاء اللہ عنقریب تمہارے واسطے راستہ کھلے گا۔ یہ صحابی ان دونوں کافروں کے ساتھ واپس ہوئے۔ راستہ میں ان میں سے ایک سے کہنے لگے کہ یار تیری یہ تلوار تو بڑی نفیس معلوم ہوتی ہے۔ شیخی باز آدمی ذراسی بات میں پھول ہی جاتا ہے وہ نیام سے نکال کر کہنے لگا کہ ہاں میں نے بہت سے لوگوں پر اس کا تجربہ کیا۔ یہ کہہ کر تلوار ان کے حوالہ کردی انھوں نے اسی پر اس کا تجربہ کیا۔ دوسرا ساتھی یہ دیکھ کر کہ ایک کو تو نمٹادیا اب میرا نمبر ہے۔ بھاگا ہوا مدینہ آیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ساتھی مرچکا ہے اب میرا نمبر ہے۔ اس کے بعد ابو بصیرؓ پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ اپنا وعدہ پورا فرما چکے کہ مجھے واپس کردیا اور مجھ سے کوئی عہد ان لوگوں کا نہیں ہے جس کی ذمہ داری ہو، وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ لڑائی بھڑکانے والا ہے۔ کاش کوئی اس کا معین مددگار ہوتا۔ وہ اس کلام سے سمجھ گئے کہ اب بھی اگر کوئی میری طلب میں آئے گا تو میں واپس کردیا جاؤں گا۔ اس لئے وہ وہاں سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آپڑے۔ مکہ والوں کو اس قصہ کا حال معلوم ہوا۔ تو ابو جندلؓ بھی جن کا قصہ پہلے گذرا۔ چھپ کر وہیں پہنچ گئے۔ اسی طرح جو شخص مسلمان ہوتا وہ اُن کے ساتھ جا ملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہو گئی جنگل میں جہاں نہ کھانے کا کوئی انتظام، نہ وہاں باغات اور آبادیاں، اس لئے ان لوگوں پر جو گذری ہوگی وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر یہ لوگ بھاگتے تھے، اُن کا ناطقہ بند کردیا۔ جو قافلہ ادھر کو جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے حتیٰ کہ کفار مکہ نے پریشان ہو کر حضورؐ کی خدمت میں عاجزی اور منت کر کے اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلالیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہو جائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھلے لکھا ہے کہ حضورؐ کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا ہے تو ابو بصیرؓ مرض الموت میں گرفتار تھے۔ حضورؐ کا والا نامہ ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہ وارضاہٗ۔

ف آدمی اگر اپنے دین پر پکا ہو، بشرطیکہ دین بھی سچا ہو تو بڑی سے بڑی طاقت اس کو نہیں مٹا

سکتی اور مسلمان کی مدد کا تو اللہ کا وعدہ ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۴ حضرت بلال حبشی رضؓ کا اسلام اور مصائب

حضرت بلالؓ حبشی مشہور صحابی ہیں جو مسجدِ نبویؐ کے ہمیشہ مؤذن رہے شروع میں ایک کافر کے غلام تھے اسلام لے آئے جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دئے جاتے تھے۔ امیہ بن خلف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینہ پر پتھر کی بڑی چٹان رکھدیتا تھا تاکہ وہ حرکت نہ کرسکیں۔ اور کہتا تھا کہ یا اس حال میں مرجائیں اور زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں مگر وہ اس حالت میں بھی اَحَدٌ اَحَدٌ کہتے تھے یعنی معبود ایک ہی ہے۔ رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تاکہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جاویں یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔ عذاب دینے والے اکتا جاتے۔ کبھی ابوجہل کا نمبر آتا۔ کبھی امیہ بن خلف کا۔ کبھی اوروں کا اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کردے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں دیکھا تو ان کو خرید کر آزاد فرمایا۔

ف چونکہ عرب کے بُت پرست اپنے بتوں کو بھی معبود کہتے تھے اس لئے اُن کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم توحید کی تھی جس کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر ایک ہی ایک کا ورد تھا۔ یہ تعلق اور عشق کی بات ہے ہم جھوٹی محبتوں میں دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت ہو جاتی ہے اس کا نام لینے میں لطف آتا ہے بے فائدہ اس کو رٹا جاتا ہے تو اللہ کی محبت کا کیا کہنا جو دین اور دنیا میں دونوں جگہ کام آنے والی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت بلالؓ کو ہر طرح سے ستایا جاتا تھا سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ مکّہ کے لڑکوں کے حوالہ کر دیا جاتا کہ وہ اُن کو گلی کوچوں میں چکّر دیتے پھریں اور یہ تھے کہ ”ایک ہی ایک ہے“ کی رٹ لگاتے تھے، اسی کا یہ صلہ ملا کہ پھر حضورؐ کے دربار میں مؤذّن بنے اور سفر حضر میں ہمیشہ اذان کی خدمت ان کے سپرد ہوتی حضورؐ کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضورؐ کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہو گیا اس لئے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے جتنے دن ہیں جہاد میں گذار دوں اس لئے جہاد میں شرکت کی نیت سے چل دیئے ایک عرصہ تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک مرتبہ حضورؐ کی خواب میں زیارت کی حضورؐ نے فرمایا بلال یہ کیا ظلم ہے ہمارے پاس کبھی نہیں آتے تو آنکھ کھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضرت حسنؓ حسینؓ نے اذان کی فرمائش کی۔ لاڈلوں کی فرمائش ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی۔ اذان کہنا شروع کی اور مدینہ میں حضورؐ کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا عورتیں تک روتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں۔ چند روز قیام کے بعد واپس ہوئے اور ۲۰ھ کے قریب دمشق میں وصال ہوا۔ (اسد الغابہ)

⑤ حضرت ابوذر غفاریؓ کا اسلام

حضرت ابوذر غفاریؓ مشہور صحابی ہیں جو بعد میں بڑے زاہدوں اور بڑے علماء میں سے ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ابوذرؓ ایسے علم کو حاصل کئے ہوئے ہیں جس سے لوگ عاجز ہیں مگر انھوں نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے جب ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہنچی تو انھوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے واسطے مکّہ بھیجا۔ کہ جو شخص یہ دعوے کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں اس کے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں۔ وہ مکّہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جاکر کہا کہ میں نے ان کو اچھی عادتوں اور عمدہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے۔ ابوذرؓ کی اس مجمل بات سے تشفی نہ ہوئی۔ تو خود سامانِ سفر کیا اور مکّہ پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے۔ حضورؐ کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مُسافر ہے، مُسافروں کی، غریبوں کی، پردیسیوں کی خبر گیری، ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا اِن حضرات کی گھُٹی میں پڑا ہوا تھا۔ اس لئے ان کو اپنے گھر لے آئے۔ میزبانی فرمائی لیکن اس کے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو کیوں آئے۔ مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا صبح کو پھر مسجد میں آگئے۔ اور دن بھر اسی حال میں گذرا کہ خود پتہ نہ چلا اور دریافت کسی سے کیا نہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضورؐ کے ساتھ دشمنی کے قصّے بہت مشہور تھے۔ آپ کو اور آپ کے ملنے والوں کو ہر طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ ان کو خیال ہوا ہو کہ صحیح حال معلوم نہیں ہوگا اور بدگمانی کی وجہ سے مفت کی تکلیف علیحدہ رہی۔ دوسرے دن شام کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے بظاہر جس غرض کے لئے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوئی اس لئے پھر اپنے گھر لے گئے اور رات کو کھلایا سُلایا مگر پوچھنے کی اس رات کو بھی نوبت نہ آئی تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی۔ تو حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا کہ تم کس کام سے آئے ہو، کیا غرض ہے۔ تو حضرت ابوذرؓ نے اوّل ان کو قسم اور عہد پیمان دیئے اس بات کے کہ وہ صحیح بتائیں۔ اس کے بعد اپنی غرض بتلائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ وہ بیشک اللہ کے رسولؐ ہیں اور صبح کو جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا میں وہاں تک پہنچادوں گا لیکن مخالفت کا زور ہے اس لئے راستہ میں اگر مجھے کوئی شخص ایسا ملا جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم پر کوئی اندیشہ ہو تو میں پیشاب کرنے لگوں گا یا اپنا جوتہ درست کرنے لگوں گا تم سیدھے چلے چلنا میرے ساتھ ٹھیرنا نہیں جس کی وجہ سے تمہارا میرا ساتھ ہونا معلوم نہ ہو۔ چنانچہ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیچھے پیچھے حضورؐ کی خدمت

میں پہنچے وہاں جا کر بات چیت ہوئی۔ اسی وقت مسلمان ہو گئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا۔ چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ جب ہمارا غلبہ ہو جائے اس وقت چلے آنا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کلمۂ توحید کو اُن بے ایمانوں کے بیچ میں چلّا کے پڑھوں گا چنانچہ اسی وقت مسجدِ حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا پھر کیا تھا چاروں طرف سے لوگ اٹھے اور اس قدر مارا کہ زخمی کر دیا مرنے کے قریب ہو گئے حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ جو اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے اُن کے اوپر بچانے کے لئے لیٹ گئے۔ اور لوگوں سے کہا کہ کیا ظلم کرتے ہو۔ یہ شخص قبیلۂ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے راستہ میں پڑتا ہے۔ تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے۔ اگر یہ مرگیا تو شام کا جانا آنا بند ہو جائے گا۔ اس پر اُن لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں وہاں کا راستہ بند ہو جانا مصیبت ہے اس لئے ان کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر اسی طرح انھوں نے جا کر آواز بلند کلمہ پڑھا اور لوگ اس کلمہ کے سننے کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ اس لئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ دوسرے دن بھی حضرت عباسؓ نے اسی طرح ان کو سمجھا کر ہٹایا کہ تمہاری تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔

ف حضورؐ کے اس ارشاد کے باوجود کہ اپنے اسلام کو چھپاؤ۔ اُن کا یہ فعل حق کے اظہار کا ولولہ اور غلبہ تھا کہ جب یہ دین حق ہے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے جس سے ڈر کر چھپایا جائے۔ اور حضورؐ کا منع فرمانا شفقت کی وجہ سے تھا کہ ممکن ہے تکالیف کا تحمل نہ ہو، ورنہ حضورؐ کے حکم کے خلاف صحابہؓ کی یہ مجال ہی نہ تھی چنانچہ اس کا کچھ نمونہ مستقل باب میں آرہا ہے۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی دین کے پھیلانے میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت فرما رہے تھے اس لئے حضرت ابوذرؓ نے سہولت پر عمل کے بجائے حضورؐ کے اتّباع کو ترجیح دی۔ یہی ایک چیز تھی کہ جس کی وجہ سے ہر قسم کی ترقی دینی اور دنیوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قدم چوم رہی تھی اور ہر میدان اُن کے قبضہ میں تھا کہ جو شخص بھی ایک مرتبہ کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام کے جھنڈے کے نیچے آجاتا تھا بڑی سے بڑی قوت بھی اس کو روک نہ سکتی تھی اور نہ بڑے سے بڑا ظلم اس کو دین کی اشاعت سے ہٹا سکتا تھا۔

(۶) حضرت خبابؓ بن الارت کی تکلیفیں

حضرت خَبّاب بن الارتؓ بھی انھی مبارک ہستیوں میں ہیں جنھوں نے امتحان کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا اور اللہ کے راستہ میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ شروع ہی میں پانچ چھ آدمیوں کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ اس لئے بہت زمانہ تک تکلیفیں اٹھائیں۔ لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں

ڈال دیا جاتا جس سے گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے رہتے تھے۔ اکثر اوقات بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹایا جاتا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل کر گر گیا تھا۔ یہ ایک عورت کے غلام تھے اس کو خبر پہنچی کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے اُن کے سر کو اس نے داغ دینی تھی حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرصہ کے بعد اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت خبابؓ سے اُن تکالیف کی تفصیل پوچھی جو ان کو پہنچائی گئیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری کمر دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے کمر دیکھ کر فرمایا۔ کہ ایسی کمر تو کسی کی دیکھی ہی نہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا۔ میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی۔ ان حالات کے باوجود جب اسلام کو ترقی ہوئی اور فتوحات کا دروازہ کھلا تو اس پر رویا کرتے تھے کہ خدانخواستہ ہماری تکالیف کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں تو نہیں مل گیا۔ حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافِ عادت بہت ہی لمبی نماز پڑھی۔ صحابہؓ نے اس کے متعلق عرض کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ رغبت و ڈر کی نماز تھی میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی تھیں دو اُن میں سے قبول ہوئیں اور ایک کو انکار فرما دیا۔ میں نے یہ دُعا کی کہ میری ساری امت قحط سے ہلاک نہ ہو جائے یہ قبول ہو گئی۔ دوسری یہ دعا کی کہ ان پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کو بالکل مٹا دے یہ بھی قبول ہو گئی۔ تیسری یہ دعا کی کہ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے نہ ہوں یہ بات منظور نہیں ہوئی۔ حضرت خبابؓ کا انتقال سینتیس ۳۷ سال کی عمر میں ہوا اور کوفہ میں سب سے پہلے صحابی یہی دفن ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گذر ان کی قبر پر ہوا۔ تو ارشاد فرمایا۔ اللہ خبابؓ پر رحم فرمائیں۔ اپنی رغبت سے مسلمان ہوا اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گذار دی اور مصیبتیں برداشت کیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو قیامت کو یاد رکھے اور حساب کتاب کی تیاری کرے اور گذارہ کے قابل مال پر قناعت کرے اور اپنے مولیٰ کو راضی کر لے۔[1]

ف حقیقت میں مولیٰ کو راضی کر لینا انہی لوگوں کا حصّہ تھا کہ ان کی زندگی کا ہر کام مولیٰ ہی کی رضا کے واسطے تھا۔

(۷) حضرت عمارؓ اور ان کے والدین کا ذکر

حضرت عمارؓ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ مکہ کی سخت گرم اور ریتلی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف گذر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت فرماتے۔ آخر ان کے والد حضرت یاسرؓ اسی حالت تکلیف میں وفات پا گئے۔ کہ ظالموں نے مرتے تک چین نہ لینے دیا اور ان کی والدہ حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں ابوجہل ملعون نے ایک

ح ۲ [1] اسد الغابۃ

برچھا مارا جس سے وہ شہید ہوگئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں حالانکہ بوڑھی تھیں ضعیف تھیں مگر اُس بدنصیب نے کسی چیز کا بھی خیال نہیں کیا۔ اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمارؓ کی بنائی ہوئی ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت عمارؓ نے کہا کہ حضورؐ کے لئے ایک مکان سایہ کا بنانا چاہیئے جس میں تشریف رکھا کریں دوپہر کو آرام فرمالیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ سکیں۔ تو قبا میں حضرت عمارؓ نے اول پتھر جمع کئے اور پھر مسجد بنائی لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مزے میں آکر کہنے لگے کہ اب جاکر دوستوں سے ملیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی جماعت سے ملیں گے، اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا، اُس نے دودھ سامنے کیا اس کو پیا اور پی کر کہنے لگے کہ میں نے حضورؐ سے سُنا کہ تو دُنیا میں سب سے آخری چیز دودھ پیئے گا اس کے بعد شہید ہوگئے۔ اس وقت چورانوے [۹۴] برس کی عمر تھی۔ بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے [۵]

⑧ حضرت صہیبؓ کا اسلام

حضرت صہیبؓ بھی حضرت عمارؓ ہی کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقمؓ صحابی کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازہ پر دونوں اتفاقیہ اکٹھے ہوگئے۔ ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضورؐ کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اُس زمانہ میں اس قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آنا تھا وہ پیش آیا۔ ہر طرح ستائے گئے، تکلیفیں پہنچائی گئیں آخر تنگ آکر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری ہی جگہ جاکر آرام سے زندگی بسر کرلیں۔ اس لئے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات نہ پاسکے چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا۔ اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لئے گئی انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیرانداز ہوں اتنے ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تم لوگ مجھ تک نہیں آسکو گے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا۔ یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے اس کے بعد جو تم سے ہوسکے کرنا۔ اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتلاسکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں وہ سب تم لے لو۔ اس پر وہ لوگ راضی ہوگئے اور اپنا مال دے کر جان چھڑائی اسی بارہ میں آیت پاک وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ؁

نازل ہوئی۔[1] (ترجمہ) بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہیں۔ حضورؐ اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے۔ صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی۔ صہیبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ اس وقت کھجور نوش فرما رہے تھے اور میری آنکھ دُکھ رہی تھی، میں بھی ساتھ کھانے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آنکھ تو دُکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ اُس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو تندرست ہے۔ حضورؐ یہ جواب سُن کر ہنس پڑے۔ حضرت صہیبؓ بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے اُن سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ کا جب وصال ہونے لگا تو ان ہی کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی۔[2]

⑨ حضرت عمرؓ کا قصّہ

حضرت عمرؓ جن کے پاک نام پر آج مسلمانوں کو فخر ہے اور جن کے جوش ایمانی سے آج تیرہ سو برس بعد تک کافروں کے دل میں خوف ہے۔ اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے مقابلہ اور تکلیف پہنچانے میں بھی ممتاز تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے درپے رہتے تھے۔ ایک روز کفّار نے مشورہ کی کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے جو محمدؐ کو قتل کر دے۔ عمرؓ نے کہا کہ میں کروں گا۔ لوگوں نے کہا کہ بیشک تمہیں کر سکتے ہو۔ عمرؓ تلوار لٹکائے ہوئے اٹھے اور چل دیئے۔ اسی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جن کا نام حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہے اور بعضوں نے اور صاحب لکھے ہیں ملے۔ انھوں نے پوچھا کہ عمرؓ کہاں جا رہے ہو۔ کہنے لگے کہ محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے فکر میں ہوں (نعوذ باللہ) سعد نے کہا کہ بنو ہاشم اور بنو زہرہ اور بنو عبد مناف سے کیسے مطمئن ہو گئے وہ تم کو بدلہ میں قتل کر دیں گے۔ اس جواب پر بگڑ گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہو گیا۔ لا پہلے تجھی کو نمٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی، اور حضرت سعدؓ نے بھی یہ کہہ کر کہ ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تلوار سنبھالی۔ دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعدؓ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے، تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں، یہ سنتا تھا کہ غصّہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔ وہاں حضرت خبابؓ جن کا ذکر نمبر ۲ پر گذرا، کواڑ بند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کواڑ کھلوائے۔ ان کی آواز سے حضرت خبابؓ تو جلدی سے اندر چھپ گئے اور وہ صحیفہ بھی جلدی میں باہر ہی رہ گیا جس پر آیات قرآنی لکھی ہوئی تھیں۔ ہمشیرہ نے کواڑ کھولے

حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس کو بہن کے سر پر مارا جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بھی بددین ہوگئی۔ اس کے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کہ کیا کر رہے تھے اور یہ آواز کس کی تھی۔ بہنوئی نے کہا کہ بات چیت کر رہے تھے۔ کہنے لگے "کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا" بہنوئی نے کہا کہ اگر دوسرا دین حق ہو تب، یہ سننا تھا کہ ان کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور زمین پر گرا کر خوب مارا۔ بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ان کے منہ پر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ بھی آخر عمرؓ ہی کی بہن تھیں۔ کہنے لگیں کہ عمرؓ ہم کو اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہوگئے بیشک ہم مسلمان ہوگئے ہیں جو تجھ سے ہو سکے تو کر لے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کی نگاہ اس صحیفہ پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا اور غصہ کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہوگیا تھا۔ اور بہن کے اس طرح خون میں بھر جانے سے شرم سی بھی آ رہی تھی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے دکھلاؤ یہ کیا ہے بہن نے کہا کہ تو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ ہر چند اصرار کیا مگر وہ بے وضو اور غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور اس کو لے کر پڑھا اس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا اور اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ تک پڑھا تھا کہ حالت ہی بدل گئی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ یہ الفاظ سن کر حضرت خبابؓ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمرؓ تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کل شب پنجشنبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ عمرؓ اور ابوجہل میں جو تجھے زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔ (یہ دونوں قوت میں مشہور تھے) معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوگئی۔ اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔ ؎ ان کا مسلمان ہونا تھا کہ کفار کے حوصلے پست ہونا شروع ہوگئے۔ مگر پھر بھی یہ نہایت مختصر جماعت تھی اور وہ سارا مکہ بلکہ سارا عرب اس لئے اور بھی جوش پیدا ہوا اور جلسے کر کے مشورہ کر کے ان حضرات کو ناپید کرنے کی کوشش ہوتی تھی اور طرح طرح کی تدبیریں کی جاتی تھیں۔ تاہم اتنا ضرور ہوا کہ مسلمان مکہ کی مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ ؎

(۱۰) مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شعب ابی طالب میں قید ہونا

مسلمانوں کو اور اُن کے سردار فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار سے تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور آئے دن اُن میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ

کو اس کی اجازت فرمادی کہ وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں تو بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت فرمائی۔ حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کے رحم دل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی۔ چنانچہ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ مکہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ جاسکیں مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے۔ وہاں پہنچ کر ان کو یہ خبر ملی کہ مکہ والے سب مسلمان ہوگئے اور اسلام کو غلبہ ہوگیا۔ اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن واپس آگئے۔ لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور تکلیفیں پہنچانے میں مصروف ہیں تو بڑی دقت ہوئی۔ ان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہوگئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے۔ اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے جو تراسی ۸۳ مرد اور اٹھارہ عورتیں بتلائی جاتی ہیں متفرق طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔ بعض صحابہؓ نے دونوں ہجرتیں کیں اور بعض نے ایک۔ کفار نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے تو ان کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحفے تحائف لے کر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کے لئے بھی بہت سے تحفے لے کر گیا اور اس کے خواص اور پادریوں کے لئے بھی بہت سے ہدیئے لے کر گیا۔ جا کر اول پادریوں اور حکام سے ملا اور ہدیئے دے کر اُن سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیا اور پھر بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا۔ اوّل بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت خور حکام نے تائید کی۔ انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ ہماری قوم کے چند بے وقوف لڑکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہوگئے جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ جانتے ہیں اور آپ کے ملک میں آکر رہنے لگے۔ ہم کو شرفائے مکہ نے اور اُن لوگوں کے باپ چچا اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ ان کو واپس لائیں۔ آپ ان کو ہمارے سپرد کر دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جن لوگوں نے میری پناہ پکڑی ہے بغیر تحقیق ان کو حوالہ نہیں کر سکتا۔ اول اُن سے بلا کر تحقیق کر لوں اگر یہ صحیح ہوا تو حوالہ کر دوں گا چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔ مسلمان اول بہت پریشان ہوئے کیا کریں مگر اللہ کے فضل نے مدد کی اور ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیئے اور صاف بات کہنا چاہیئے۔ بادشاہ کے یہاں پہنچ کر سلام کیا کسی نے اعتراض کیا کہ تم نے بادشاہ کو آدابِ شاہی کے موافق سجدہ نہیں کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو ہمارے نبی نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے بعد بادشاہ نے اُن سے حالات دریافت کئے۔ حضرت جعفرؓ آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے، نہ اللہ کو جانتے تھے نہ اُس کے رسولوں سے واقف

تھے، پتھروں کو پُوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بُرے کام کرتے تھے۔ رشتہ ناتوں کو توڑتے تھے ہم میں کا قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا تھا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے اپنا ایک رسول بھیجا جس کے نسب کو، اس کی سچائی کو، اس کی امانتداری کو، پرہیز گاری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی طرف بُلایا اور پتھروں اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا۔ اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔ بُرے کاموں سے منع کیا۔ اُس نے ہم کو سچ بولنے کا حکم دیا۔ امانت داری کا حکم کیا، صلۂ رحمی کا حکم کیا، پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ نماز، روزہ، صدقہ خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کیے، زنا بدکاری، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا، کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے بُرے اعمال سے منع فرمایا۔ ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی، ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی۔ جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور ہم کو ہر طرح ستایا۔ ہم لوگ مجبور ہوکر تمہاری پناہ میں اپنے نبی کے ارشاد سے آئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا جو قرآن تمہارے نبیؐ لے کر آئے ہیں وہ کچھ مجھے سُناؤ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی اول کی آیتیں پڑھیں جس کو سن کر بادشاہ بھی رو دیا اور اس کے پادری بھی جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہوگئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور جو کلام حضرت موسیٰؑ لے کر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں اور ان لوگوں سے صاف انکار کر دیا کہ میں ان کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت اٹھانا پڑی، آپس میں صلاح کر کے ایک شخص نے کہا کہ کل میں ایسی تدبیر کروں گا کہ بادشاہ ان کی جڑ ہی کاٹ دے۔ ساتھیوں نے کہا بھی کہ ایسا نہیں چاہیئے۔ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہوگئے مگر پھر بھی رشتہ دار ہیں مگر اس نے نہ مانا۔ دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، اُن کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن کے بلانے سے ہمیں اور بھی زیادہ پریشانی ہوئی۔ بہرحال گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں کیا کہتے ہو، انہوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پر اُن کی شان میں نازل ہوا۔ کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں اُس کی روح ہیں اور اُس کے کلمہ ہیں جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریمؑ کی طرف ڈالا۔ نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ بھی اس کے سوا کچھ نہیں فرماتے۔ پادری لوگ آپس میں کچھ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ نجاشی نے کہا تم جو چاہے کہو۔ اس کے بعد نجاشی نے اُن کے تحفے واپس کر دیئے اور مسلمانوں سے کہا تم امن سے ہو جو تمہیں ستائے اس کو تاوان دینا پڑے گا اور اس کا اعلان بھی کرا دیا کہ جو شخص ان کو ستائے گا اس کو تاوان دینا ہوگا[1] اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام

---

[1] خمیس

اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس وفد کو ذلّت سے واپس آنا پڑا۔ تو پھر کفّارِ مکّہ کا جتنا بھی غصّہ جوش کرتا ظاہر ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے نے ان کو اور بھی جلا رکھا تھا اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ لوگوں کا اُن سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بجھے۔ اس لئے سردارانِ مکّہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کھلم کھلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے لیکن قتل کر دینا بھی آسان کام نہ تھا۔ اس لئے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتھے اور اونچے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے۔ وہ اگرچہ اکثر مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جو مسلمان نہیں تھے وہ بھی حضورؐ کے قتل ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے۔ اس لئے ان سب کفار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو المطلب کا بائیکاٹ کیا جاوے۔ نہ ان کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے نہ ان سے کوئی خرید و فروخت کرے نہ بات چیت کرے نہ اُن کے گھر جائے نہ اُن کو اپنے گھر میں آنے دے۔ اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قتل کے لئے حوالہ نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا بلکہ یکم محرم ۷ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکایا گیا۔ تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ سب حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند رہے کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے۔ نہ مکّہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے۔ نہ باہر کے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا معمولی سا سامان غلّہ وغیرہ جو اُن لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گذرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے بیتاب ہو کر روتے اور چلاتے اور ان کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔ آخر تین برس کے بعد اللہ کے فضل سے وہ صحیفہ دیمک کی نذر ہوا اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی۔ تین برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گذرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گذری ہوں گی وہ ظاہر ہے لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے بلکہ اس کی اشاعت فرماتے رہے۔ ف

یہ تکالیف اور مشقتیں ان لوگوں نے اٹھائی ہیں جن کے آج ہم نام لیوا کہلاتے ہیں اور اپنے کو ان کا متبع بتلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم لوگ ترقی کے باب میں صحابہ کرامؓ جیسی ترقیوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن کسی وقت ذرا غور کر کے یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ ان حضرات نے قربانیاں کتنی فرمائیں اور ہم نے دین کی خاطر اسلام کی خاطر مذہب کی خاطر کیا کیا۔ کامیابی ہمیشہ کوشش اور سعی کے مناسب ہوتی ہے ہم لوگ

چاہتے ہیں کہ عیش وآرام بددینی اور دنیا طلبی میں کافروں کے دوش بدوش چلیں اور اسلامی ترقی ہمارے ساتھ ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ۔۔۔ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

(ترجمہ) مجھے خوف ہے اعرابی کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ یہ راستہ کعبہ کی دوسری جانب ترکستان کی طرف جاتا ہے۔

دوسرا باب ، اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کا خوف اور ڈر

دین کے ساتھ اس جانفشانی کے باوجود جس کے قصے ابھی گذرے اور دین کے لئے اپنی جان مال آبرو سب کچھ فنا کر دینے کے بعد جس کا نمونہ ابھی آپ دیکھ چکے ہیں اللہ جل شانہٗ کا خوف اور ڈر جس قدر ان حضرات میں پایا جاتا تھا اللہ کرے کہ اس کا کچھ شمّہ ہم سے سیہ کاروں کو بھی نصیب ہوجائے۔ مثال کے طور پر اس کے بھی چند قصے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) آندھی کے وقت حضورؐ کا طریقہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابر، آندھی وغیرہ ہوتی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرۂ انور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا اور چہرہ کا رنگ فق ہوجاتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَافِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَافِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ (ترجمہ) "یا اللہ اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو، بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔ اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اس کی بھلائی چاہتا ہوں، یا اللہ میں اس ہوا کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی۔ اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں" اور جب بارش شروع ہوجاتی تو چہرہ پر انبساط شروع ہوتا میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ سب لوگ جب ابر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے۔ مگر آپؐ پر ایک گرانی محسوس ہوتی ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا، عائشہؓ! مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہی عذاب دیا گیا اور وہ ابر کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ اس ابر میں ہمارے لئے پانی برسایا جائے گا حالانکہ اس میں عذاب تھا[1] اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ

[1] درمنثور

الآیۃ (ترجمہ) اُن لوگوں نے (یعنی قوم عاد نے) جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل تو ہم پر بارش برسانے والا ہے (ارشاد خداوندی ہوا کہ نہیں برسنے والا نہیں بلکہ یہ وہی (عذاب ہے) جس کی تم جلدی مچاتے تھے (اور نبیؑ سے کہتے تھے کہ اگر تُو سچا ہے تو ہم پر عذاب لا) ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو اپنے رَبّ کے حکم سے ہلاک کردے گی چنانچہ وہ لوگ اُس آندھی کی وجہ سے ایسے تباہ ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔[1] ف یہ اللہ کے خوف کا حال اسی پاک ذات کا ہے جس کا سید الاولین والآخرین ہونا خود اسی کے ارشاد سے سب کو معلوم ہے۔ خود کلام پاک میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ اُن میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں۔ اس وعدۂ خداوندی کے باوجود پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف الٰہی کا یہ حال تھا کہ ابر اور آندھی کو دیکھ کر پہلی قوموں کے عذاب یاد آجاتے تھے اسی کے ساتھ ایک نگاہ اپنے حال پر بھی کرنا ہے کہ ہم لوگ ہر وقت گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اور زلزلوں اور دوسری قسم کے عذابوں کو دیکھ کر بجائے اس سے متاثر ہونے کے توبہ استغفار نماز وغیرہ میں مشغول ہونے کے دوسری قسم قسم کی لغو تحقیقات میں پڑ جاتے ہیں۔

(۲) اندھیرے میں حضرت انسؓ کا فعل

نضرؒ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی زندگی میں ایک مرتبہ دن میں اندھیرا چھا گیا میں حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضورؐ کے زمانے میں بھی اس قسم کی چیزیں پیش آتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا خدا کی پناہ حضورؐ کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیز ہو جاتی تھی تو ہم لوگ قیامت کے آجانے کے خوف سے مسجدوں میں دوڑ جاتے تھے۔ ایک دوسرے صحابی ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا معمول تھا کہ جب آندھی چلتی تو حضورؐ گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔[2] ف آج کسی بڑے سے بڑے حادثہ مصیبت بلا میں بھی مسجد کسی کو یاد آتی ہے۔ عوام کو چھوڑ کر خواص میں بھی اس کا اہتمام کچھ پایا جاتا ہے۔ آپ خود ہی اس کا جواب اپنے دل میں سوچیں۔

(۳) سورج گرہن میں حضورؐ کا عمل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہو گیا۔ صحابہؓ کو فکر ہوئی کہ اس موقع پر حضورؐ کیا عمل فرمائیں گے کیا کریں گے اس کی تحقیق کی جائے۔ جو حضرات اپنے اپنے کام میں مشغول تھے چھوڑ کر دوڑے ہوئے آئے۔ نو عمر لڑکے جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے ان کو چھوڑ کر

---

[1] بیان القرآن وغیرہ [2] جمع الفوائد

لپکے ہوئے آئے تاکہ یہ دیکھیں کہ حضورؐ اس وقت کیا کریں گے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کسوف کی نماز پڑھی جو اتنی لانبی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے اور فرماتے تھے اے رب کیا آپ نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ آپ ان لوگوں کو میرے موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے اور ایسی حالت میں بھی عذاب نہ فرمائیں گے کہ وہ لوگ استغفار کرتے رہیں۔ (سورۂ انفال میں اللہ جل شانہٗ نے اس کا وعدہ فرما رکھا ہے (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ) پھر حضورؐ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو اور آفتاب یا چاند گرہن ہو جائے تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو۔ جب کبھی ایسی حالت پیش آئے نماز پڑھو، دعا مانگو، صدقہ کرو۔

④ حضورؐ کا تمام رات روتے رہنا

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ط اے اللہ اگر آپ ان کو سزا دیں جب بھی آپ مختار ہیں کہ یہ آپ کے بندے ہیں اور آپ ان کے مالک، اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو جرائم پر سزا دے اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو بھی آپ مختار ہیں کہ آپ زبردست قدرت والے ہیں تو معافی پر بھی قدرت ہے اور حکمت والے ہیں تو معافی بھی حکمت کے موافق ہو گی[1]۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک شب تمام رات وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہو گا کہ دنیا میں تو سب ملے جلے رہے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جاوے تھوڑا ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہو گا یا فرماں برداروں میں۔

⑤ حضرت ابوبکرؓ پر اللہ کا ڈر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو باجماع اہل سنت انبیاء کے علاوہ تمام دنیا کے آدمیوں سے افضل ہیں اور ان کا جنتی ہونا یقینی ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ جنتیوں کی ایک جماعت کا سردار بتایا۔ اور جنت کے سب دروازوں سے اُن کی پکار اور بلاوے کی خوشخبری دی اور یہ بھی فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے ابوبکرؓ جنت میں داخل ہوں گے

---

[1] بیان القرآن

اس سب کے باوجود فرمایا کرتے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔ کبھی فرماتے کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرۃ میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں کاش ابوبکرؓ بھی تجھ جیسا ہوتا۔[1] ربیعہؓ اسلمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر مجھ میں اور حضرت ابوبکرؓ میں کچھ بات بڑھ گئی اور انھوں نے مجھے کوئی سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گذرا۔ فوراً ان کو خیال ہوا۔ مجھ سے فرمایا کہ تو بھی مجھے کہہ دے تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہنے سے انکار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یا تو کہہ لو ورنہ میں حضورؐ سے جا کر عرض کروں گا۔ میں نے اس پر بھی جوابی لفظ کہنے سے انکار کیا۔ وہ تو اُٹھ کر چلے گئے۔ بنو اسلم کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی اچھی بات ہے کہ خود ہی تو زیادتی کی اور خود ہی الٹی حضورؐ سے شکایت کریں۔ میں نے کہا تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں۔ یہ ابوبکر صدیقؓ ہیں اگر یہ خفا ہو گئے تو اللہ کا لاڈلا رسولؐ مجھ سے خفا ہو جائے گا اور اس کی خفگی سے اللہ تعالیٰ شانہٗ ناراض ہو جائیں گے تو ربیعہؓ کی ہلاکت میں کیا تردد ہے۔ اس کے بعد میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ تجھے جواب میں اور بدلہ میں کہنا نہیں چاہیے۔ البتہ اس کے بدلہ میں یوں کہہ کہ اے ابوبکرؓ اللہ تمہیں معاف فرماویں ف یہ ہے اللہ کا خوف کہ ایک معمولی سے کلمہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بدلہ کا اس قدر فکر اور اہتمام ہوا کہ اوّل خود درخواست کی اور پھر حضورؐ کے واسطہ سے اس کا ارادہ فرمایا کہ ربیعہ بدلہ لے لیں۔ آج ہم سینکڑوں باتیں ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ اس کا آخرت میں بدلہ بھی لیا جائے گا یا حساب کتاب بھی ہوگا۔

(۶) حضرت عمرؓ کی حالت

حضرت عمرؓ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے، کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ کبھی فرماتے، کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی کام میں مشغول تھے۔ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپ چل کر مجھے بدلہ دلوا دیجئے۔ آپؓ نے اس کے ایک دُرّہ مار دیا کہ جب میں اس کام کے لئے بیٹھتا ہوں اس وقت تو آتے نہیں جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آ کر کہتے ہیں کہ بدلہ دلوا۔ وہ شخص چلا گیا۔ آپؓ نے آدمی بھیج کر اس کو بُلوایا اور دُرّہ اس کو دے کر فرمایا کہ بدلہ لے لو، اس نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا۔ گھر تشریف لائے دو رکعت نماز

[1] تاریخ الخلفاء

پڑھی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو خطاب کر کے فرمایا، اے عمرؓ تو کمینہ تھا اللہ نے تجھ کو اونچا کیا تو گمراہ تھا اللہ نے تجھ کو ہدایت کی تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزّت دی، پھر لوگوں کا بادشاہ بنایا، اب ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوادے تو تُو اس کو مارتا ہے۔ کل کو قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دے گا۔ بڑی دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے[ل۱]۔ آپؓ کے غلام حضرت اسلمؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حرہ[ل۲] کی طرف جا رہا تھا۔ ایک جگہ آگ جلتی ہوئی جنگل میں نظر آئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاید یہ کوئی قافلہ ہے جو رات ہو جانے کی وجہ سے شہر میں نہیں گیا، باہر ہی ٹھیر گیا چلو اس کی خیر خبر لیں۔ رات کو حفاظت کا انتظام کریں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا ایک عورت ہے جس کے ساتھ چند بچّے ہیں جو رو رہے ہیں اور چلّا رہے ہیں۔ اور ایک دیگچی چولھے پر رکھی ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے اور اس کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ انھوں نے سلام کیا اور قریب آنے کی اجازت لے کر اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ بچّے کیوں رو رہے ہیں عورت نے کہا کہ بھوک سے لاچار ہو کر رو رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اس دیگچی میں کیا ہے۔ عورت نے کہا کہ پانی بھر کر بہلانے کے واسطے آگ پر رکھدی ہے کہ ذرا ان کو تسلّی ہو جائے اور سو جائیں۔ امیر المومنین عمرؓ کا اور میرا اللہ ہی کے یہاں فیصلہ ہوگا کہ میری اس تنگی کی خبر نہیں لیتے۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے بھلا عمرؓ کو تیرے حال کی کیا خبر ہے۔ کہنے لگی کہ وہ ہمارے امیر بنے ہیں اور ہمارے حال کی خبر بھی نہیں رکھتے۔ اسلمؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مجھے ساتھ لے کر واپس ہوئے اور ایک بوری میں بیت المال میں سے کچھ آٹا اور کھجوریں اور چربی اور کچھ کپڑے اور کچھ درہم لئے۔ غرض اس بوری کو خوب بھر لیا اور فرمایا کہ یہ میری کمر پر رکھدے میں نے عرض کیا کہ میں لے چلوں، آپؓ نے فرمایا کہ نہیں میری کمر پر رکھدے۔ دو تین مرتبہ جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا کیا قیامت میں بھی میرے بوجھ کو تُو ہی اٹھائے گا اس کو میں ہی اٹھاؤں گا اس لئے کہ قیامت میں مجھ ہی سے اس کا سوال ہوگا۔ میں نے مجبور ہو کر بوری کو آپ کی کمر پر رکھدیا۔ آپ نہایت تیزی کے ساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں پہنچ کر اس دیگچی میں آٹا اور کچھ چربی اور کھجوریں ڈالیں اور اس کو چلانا شروع کیا اور چولھے میں خود ہی پھونک مارنا شروع کیا۔ اسلمؓ کہتے ہیں کہ آپ کی گنجان داڑھی سے دُھواں نکلتا ہوا میں دیکھتا رہا حتّٰی کہ حریرہ سا تیار ہو گیا۔ اس کے بعد آپؓ نے اپنے دستِ مبارک سے نکال کر ان کو کھلایا۔ وہ سیر ہو کر خوب ہنسی کھیل میں مشغول ہو گئے اور جو بچا تھا وہ دوسرے وقت کے واسطے ان کے حوالے کر دیا۔ وہ عورت بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم تھے اس کے مستحق کہ بجائے حضرت عمرؓ کے تم ہی خلیفہ بنائے جاتے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو تسلّی دی اور فرمایا کہ جب تم خلیفہ کے

ل۱ اسد الغابہ ل۲ مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

پاس جاؤگی تو مجھ کو بھی وہیں پاؤگی۔ حضرت عمرؓ اس کے قریب ہی ذرا ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلے آئے اور فرمایا کہ میں اس لئے بیٹھا تھا کہ میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھا تھا میرا دل چاہا کہ تھوڑی دیر ان کو ہنستے ہوئے بھی دیکھوں[1]۔ صبح کی نماز میں اکثر سورۂ کہف، طٰہٰ وغیرہ بڑی سورتیں پڑھتے اور روتے کہ کئی کئی صفوں تک آواز جاتی۔ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ پر پہنچے تو روتے روتے آواز نہ نکلی۔ تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔ ف یہ ہے اللہ کا خوف اس شخص کا جس کے نام سے بڑے بڑے نامور بادشاہ ڈرتے تھے کانپتے تھے۔ آج بھی ساڑھے تیرہ سو برس کے زمانہ تک اس کا دبدبہ مانا ہوا ہے آج کوئی بادشاہ نہیں حاکم نہیں کوئی معمولی سا امیر بھی اپنی رعایا کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے؟

⑦ حضرت ابن عباسؓ کی نصیحت

وہبؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ظاہری بینائی جانے کے بعد میں ان کو لئے جا رہا تھا وہ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر ایک مجمع سے کچھ جھگڑے کی آواز آ رہی تھی۔ فرمایا مجھے اس مجمع کی طرف لے چلو میں اس طرف لے گیا۔ وہاں پہنچ کر آپؓ نے سلام کیا۔ اُن لوگوں نے بیٹھنے کی درخواست کی تو آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے خاص بندوں کی جماعت وہ لوگ ہیں جن کو اس کے خوف نے چپ کر رکھا ہے۔ حالانکہ وہ نہ عاجز ہیں نہ گونگے بلکہ فصیح لوگ ہیں۔ بولنے والے ہیں سمجھ دار ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ذکر نے ان کی عقلوں کو اُڑا رکھا ہے اُن کے دل اس کی وجہ سے ٹوٹے رہتے ہیں اور زبانیں چپ رہتی ہیں اور جب اس حالت پر ان کو پختگی میسر ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ سے نیک کاموں میں وہ جلدی کرتے ہیں تم لوگ اُن سے کہاں ہٹ گئے۔ وہبؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دو آدمیوں کو بھی ایک جگہ جمع نہیں دیکھا۔ ف حضرت ابن عباسؓ اللہ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دو نالیاں سی بن گئی تھیں۔ اوپر کے قصہ میں حضرت ابن عباسؓ نے نیک کاموں پر اہتمام کا یہ ایک سہل نسخہ بتلایا کہ اللہ کی عظمت اور اس کی بڑائی کا سوچ کیا جائے کہ اس کے بعد ہر قسم کا نیک عمل سہل ہے اور پھر وہ یقیناً اخلاص سے بھرا ہوا ہوگا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں اگر تھوڑا سا وقت بھی ہم لوگ اس سوچنے کی خاطر نکال لیں تو کیا مشکل ہے؟

⑧ تبوک کے سفر میں قوم ثمود کی بستی پر گذر

غزوۂ[2] تبوک مشہور غزوہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے حضور اقدس صلی اللہ

---

[1] اشہر مشاہیر منتخب کنز العمال [2] غزوہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود شریک ہوئے ہوں۔

علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے اور بہت بڑا لشکر لے کر شام کے راستے سے مدینہ کو آ رہا ہے۔ اس خبر پر ۵ رجب ۹؁ھ پنجشنبہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقابلہ کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے۔ چونکہ زمانہ سخت گرمی کا تھا اور مقابلہ بھی سخت تھا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اعلان فرما دیا تھا کہ روم کے بادشاہ سے مقابلہ کے لئے چلنا ہے تیاری کر لی جائے۔ اور حضورؐ نے خود اس کے لئے چندہ فرمانا شروع کیا۔ یہی لڑائی ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے آئے اور جب اُن سے پوچھا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا تو فرمایا کہ اُن کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑ آیا۔ اور حضرت عمرؓ گھر کے پورے سامان میں سے آدھا لے آئے جس کا قصہ [1] باب ۶ میں آتا ہے اور حضرت عثمان غنیؓ نے ایک تہائی لشکر کا پورا سامان مہیا فرمایا اور اسی طرح ہر شخص اپنی حیثیت سے زیادہ ہی لایا۔ اس کے باوجود چونکہ عام طور سے تنگی تھی اس لئے دس دس آدمی ایک اونٹ پر تھے کہ نوبت بنوبت اس پر سوار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام جیش العسرۃ (تنگی کا لشکر) بھی تھا۔ یہ لڑائی نہایت ہی سخت تھی کہ سفر بھی دُور کا تھا اور موسم بھی اس قدر سخت کہ گرمی کی انتہا نہیں تھی اور اس کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ میں کھجور کے پکنے کا زمانہ زور پر تھا کہ سارے باغ بالکل پکے ہوئے کھڑے تھے اور کھجور ہی پر مدینہ طیبہ والوں کی زندگی کا زیادہ دار و مدار تھا کہ سال بھر کی روزی کے جمع کرنے کا گویا یہی زمانہ تھا۔ ان حالات میں یہ وقت مسلمانوں کے لئے نہایت سخت امتحان کا تھا کہ ادھر اللہ کا خوف، حضورؐ کا ارشاد جس کی وجہ سے بغیر جائے نہ بنتی تھی اور دوسری جانب یہ ساری دقتیں کہ ہر وقت مستقل روک تھی۔ بالخصوص سال بھر کی محنت اور پکے پکائے درختوں کا یوں بے یار و مددگار چھوڑ جانا جتنا مشکل تھا وہ ظاہر ہے مگر اس سب کے باوجود اللہ کا خوف ان حضرات پر غالب تھا اس لئے بجز منافقین اور معذورین جن میں عورتیں اور بچے بھی داخل تھے اور وہ لوگ بھی جو بضرورت مدینہ طیبہ میں چھوڑے گئے یا کسی قسم کی سواری نہ مل سکنے کی وجہ سے روتے ہوئے رہ گئے تھے جن کے بارے میں تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ نازل ہوئی اور سب ہی حضرات ہمرکاب تھے۔ البتہ تین حضرات بلا عذر کے شریک نہیں تھے جن کا قصہ آئندہ آ رہا ہے۔ راستہ میں قوم ثمود کی بستی پر گذر ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن سے اپنے چہرۂ انور کو ڈھانک لیا اور اونٹنی کو تیز کر دیا اور صحابہؓ کو بھی حکم فرمایا کہ یہاں سے تیز چلو اور ظالموں کی بستیوں میں سے روتے ہوئے گذرو اور اس سے ڈرتے ہوئے گذرو کہ تم پر بھی خدانخواستہ وہ عذاب کہیں نازل نہ ہو جائے جو اُن پر نازل ہوا تھا۔[1] ف اللہ کا پیارا نبی اور لاڈلا

[1] اسلام خمیس

رسول عذاب والی جگہ سے ڈرتا ہوا خوف کرتا ہوا گذرتا ہے اور اپنے جان نثار دوستوں کو جو اس سخت مجبوری کے وقت میں بھی جاں نثاری کا ثبوت دیتے ہیں روتے ہوئے جانے کا حکم فرماتا ہے کہ خدانخواستہ وہ عذاب ان پر نہ نازل ہو جائے۔ ہم لوگ کسی بستی میں زلزلہ آجائے تو اس کو سیر گاہ بناتے ہیں۔ کھنڈروں کی تفریح کو جاتے ہیں اور رونا تو درکنار رونے کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔

⑨ تبوک میں حضرت کعبؓ کی غیر حاضری اور توبہ

اسی تبوک کی لڑائی میں معذورین کے علاوہ اسی سے زیادہ تو منافق انصار میں سے تھے اور اتنے ہی تقریباً بدوی لوگوں میں سے۔ ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت باہر کے لوگوں میں سے ایسی تھی جو شریک نہیں ہوئے اور اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ دوسروں کو بھی لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ کہہ کر روکتے تھے کہ گرمی میں نہ نکلو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ کی گرمی بہت سخت ہے۔ ان کے علاوہ تین سچے پکے مسلمان بھی ایسے تھے جو بلا کسی قوی عذر کے اس لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے۔ ایک کعبؓ بن مالک، دوسرے ہلال بن امیہؓ تیسرے مرارہ بنؓ ربیع۔ یہ تینوں حضرات کسی نفاق یا عذر سے نہیں ٹھیرے بلکہ خوشحالی ہی سبب رہ جانے کا بن گئی۔ کعبؓ اپنی سرگذشت جو اس موقع پر پیش آئی مفصل سناتے ہیں جو آئندہ آرہی ہے:۔

مرارہؓ بن ربیع کا باغ خوب پھل رہا تھا ان کو خیال ہوا کہ اگر میں چلا گیا تو یہ سب ضائع ہو جائے گا۔ ہمیشہ میں لڑائیوں میں شریک ہوتا ہی رہا ہوں اگر اس مرتبہ رہ گیا تو کیا مضائقہ ہے اس لئے ٹھہر گئے۔ مگر جب تنبہ ہوا تو چونکہ باغ ہی اس کا سبب ہوا تھا اس لئے سب کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔

ہلالؓ کے اہل و اعزہ جو کہیں کہیں گئے ہوئے تھے اتفاق سے اس موقع پر سب جمع ہو گئے ان کو بھی یہی خیال ہوا کہ ہمیشہ شرکت کرتا ہی رہتا ہوں اگر اس موقع پر نہ جاؤں تو کیا حرج ہے اس لئے ٹھہر گئے مگر تنبہ ہونے پر سب سے تعلقات منقطع کر لینے کا ارادہ کیا کہ یہ تعلقات ہی اس لڑائی میں شرکت نہ کر سکنے کا سبب ہوئے۔

حضرت کعبؓ کا قصہ احادیث میں کثرت سے آتا ہے وہ اپنی سرگذشت بڑی تفصیل سے سنایا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا قوی و مالدار نہیں تھا جتنا کہ تبوک کے وقت تھا اُس وقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اونٹنیاں تھیں اس سے پہلے کبھی بھی دو اونٹنیاں میرے پاس ہونے کی نوبت نہیں آئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اس کا اظہار نہیں ہوتا تھا بلکہ دوسری جانبوں کے احوال دریافت فرماتے تھے۔ مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دُور کا تھا۔ ان کے علاوہ دشمنوں کی بھی بہت بڑی جماعت تھی، اس لئے صاف اعلان فرما دیا تھا تاکہ لوگ تیاری کر لیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضورؐ کے ساتھ

ہوگئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں نہ پتہ چلے تو دشوار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے۔ میں بھی سامانِ سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا مگر شام ہوجاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وسعت حاصل ہے جب ارادہ پختہ کروں گا فوراً ہوجائے گا۔ حتّٰی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روانہ بھی ہوگئے اور مسلمان آپؐ کے ساتھ ساتھ مگر میرا سامانِ سفر تیار نہ ہوا پھر بھی یہی خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیار کر کے جا ملوں گا۔ اسی طرح آج کل پر ٹلتا رہا حتّٰی کہ حضورؐ کے وہاں پہنچنے کا زمانہ تقریباً آگیا۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہوسکا۔ اب میں جب مدینہ طیّبہ میں ادھر اُدھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بدنما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے اور حضورؐ نے بھی تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعبؓ نظر نہیں پڑتے کیا بات ہوئی۔ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہؐ اس کو اپنے مال و جمال کی اکڑ نے روکا حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ غلط کہا ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ نہیں بولے حتّٰی کہ چند روز میں میں نے واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج و غم سوار ہوا اور بڑا فکر ہوا۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضورؐ کے غصّہ سے جان بچالوں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کرلوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھ دار سے مشورہ کرتا رہا۔ مگر جب مجھے معلوم ہوگیا کہ حضورؐ تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان ہی لی۔ حضورؐ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں چنانچہ حسب معمول حضورؐ تشریف فرما رہے اور منافق لوگ آکر جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن کو اللہ کے سپرد فرماتے رہے کہ اتنے میں مَیں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضورؐ نے ناراضگی کے انداز میں تبسّم فرمایا اور اعراض فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا نبیؐ اللہ آپؐ نے اعراض فرمالیا۔ میں خدا کی قسم نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردّد ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں آ، میں قریب ہوکر بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے روکا کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر میں کسی دنیادار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصّہ سے معقول عذر کے ساتھ خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے لیکن آپؐ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اگر آج جھوٹ سے آپؐ کو راضی کرلوں تو قریب ہے کہ اللہ جل جلالہٗ مجھ سے ناراض ہوں گے اور اگر آپؐ سے صاف صاف عرض کردوں تو آپؐ کو غصّہ

آئے گا لیکن قریب ہے کہ اللہ کی پاک ذات آپؐ کے عتاب کو زائل فرمادے گی اس لئے سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہیں تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہیں ہوا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اُٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ شانہ فرمائینگے میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ اگر تو کوئی عذر کر کے حضورؐ سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضورؐ کا استغفار تیرے لئے کافی تھا میں نے اُن سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انہوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو ملا جو تجھ کو ملا۔ ایک ہلالؓ بن امیہ، دوسرے مرارۃ بنؓ ربیع۔ میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری[1] ہیں وہ بھی میرے شریکِ حال ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرمادی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ غصہ اسی پر آتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے اور تنبیہ اسی کو کی جاتی ہے جس میں اس کی اہلیت بھی ہو جس میں اصلاح وصلاح کی قابلیت ہی نہ ہو اس کو تنبیہ ہی کون کرتا ہے۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کرنے لگے اور گویا دنیا ہی بدل گئی حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے۔ در و دیوار اوپرے بن گئے۔ مجھے سب سے زیادہ اس کا فکر تھا کہ میں اس حال میں مر گیا تو حضورؐ جنازے کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدانخواستہ حضورؐ کا وصال ہو گیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا۔ نہ میری نماز پڑھے گا کہ حضورؐ کے ارشاد کے خلاف کون کرسکتا ہے۔ غرض ہم لوگوں نے پچاس دن اسی حال میں گذارے۔ میرے دونوں ساتھی تو شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا چلتا پھرتا بازار میں جاتا۔ نمازوں میں شریک ہوتا۔ مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضورؐ کے لب مبارک جواب کے لئے ہلے یا نہیں۔ نماز کے بعد حضورؐ کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضورؐ مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو حضورؐ مجھے دیکھتے اور جب میں اُدھر متوجہ ہوتا تو حضورؐ منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرمالیتے

غرض یہی حالات گذرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کرنا مجھ پر بہت ہی بھاری ہو گیا تو میں ابو قتادہؓ کی دیوار پر چڑھا وہ میرے رشتہ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے۔

---

[1] بدری وہ لوگ کہلاتے ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ ان کی بزرگی اور بڑائی مسلّم ہے۔ احادیث میں بھی ان کی فضیلت آئی ہے کتنی ہی حدیثوں میں ان کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی ان سے خوش ہونے کی بشارتیں آئی ہیں ۱۲

میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے۔ انہوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ پھر قسم دے کر پوچھا۔ انہوں نے کہا اللہ جانے اور اس کا رسولؐ۔ یہ کلمہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قبطی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلّہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعبؓ بن مالک کا پتہ بتا دو۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کرکے بتایا وہ میرے پاس آیا اور غسّان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لا کر دیا اس میں لکھا ہوا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے تمہیں اللہ ذلّت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے۔ تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے (دنیا کا قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بڑے کی طرف سے اگر چھوٹوں کو تنبیہ ہوتی ہے تو ان کو بہکانے والے اور زیادہ کھونے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور خیر خواہ بن کر اس قسم کے الفاظ سے اشتعال دلایا ہی کرتے ہیں) کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر انا اللہ پڑھی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے۔ اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ یہ ایک اور مصیبت آئی اور اس خط کو لے جا کر میں نے ایک تنور میں پھونک دیا اور حضورؐ سے جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ کے اعراض کی وجہ سے میری یہ حالت ہوگئی کہ کافر مجھ میں طمع کرنے لگے۔ اسی حالت میں چالیس روز ہم پر گذرے تھے کہ حضورؐ کا قاصد میرے پاس حضورؐ کا یہ ارشاد لا لے کر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا منشا ہے اس کو طلاق دے دوں، کہا نہیں بلکہ علیحدگی اختیار کر لو، اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہدیا کہ تو اپنے میکہ میں چلی جا جب تک اللہ تعالیٰ شانہٗ اس امر کا فیصلہ فرمائیں وہیں رہنا۔ ہلالؓ بن امیہ کی بیوی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں۔ کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہو گا تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر آپؐ اجازت دیں اور آپ کو گرانی نہ ہو تو میں کچھ کام کاج ان کا کر دیا کروں حضورؐ نے فرمایا مضائقہ نہیں لیکن صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس چیز کی طرف تو ان کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا آج تک ان کا وقت روتے ہی گذر رہا ہے۔ کعبؓ[1] کہتے ہیں۔ مجھ سے بھی کہا گیا کہ ہلال کی طرح تو بھی اگر بیوی کی خدمت کی اجازت لے لے تو شاید مل جائے۔ میں نے کہا وہ بوڑھے ہیں۔ میں جوان ہوں، نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے

---

[1] ممکن ہے بیوی نے کہا ہو کہ بیویوں سے علیحدگی کا حکم اب تک نہیں ہوا تھا یا کسی بچے یا منافق نے کہا ہو کہ صحابہؓ تو بولتے ہی نہ تھے۔ ۱۲

اس لئے میں جرأت نہیں کرتا۔ غرض اس حال میں دس روز اور گذرے کہ ہم سے بات چیت میل جول چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر ہو رہی تھی کہ سَلع پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعبؓ خوشخبری ہو تم کو، میں اتنا ہی سن کر سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب سے پہلے پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے ہوئے آئے، میں جو کپڑے پہن رہا تھا وہ نکال کر بشارت دینے والے کی نذر کر دیئے۔ خدا کی قسم ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری مِلک میں نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لے کر لوگ گئے۔ میں جب مسجد نبویؐ میں حاضر ہوا تو وہ لوگ جو خدمتِ اقدس میں حاضر تھے، مجھے مبارکباد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابوطلحہؓ نے بڑھ کر مبارکباد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔ میں نے حضورؐ کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرۂ انور کھِل رہا تھا اور انوار خوشی کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوشی کے وقت میں چاند کی طرح سے چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جائداد جو ہے وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے کہ یہ ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی، کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا کہ بہتر ہے خیبر کا حصہ رہنے دیا جائے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دی اس لئے میں نے عہد کر لیا کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا[1]۔ ف یہ ہے صحابۂ کرامؓ کی اطاعت اور دینداری کا اور اللہ کے خوف کا نمونہ کہ ہمیشہ جنگ میں یہ حضرات شریک رہے۔ ایک مرتبہ کی غیر حاضری پر کیا کیا عتاب ہوا اور اس کو کس فرماں برداری سے برداشت کیا کہ پچاس دن رو کر گذار دیئے اور مال جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا تھا وہ بھی صدقہ کر دیا اور کافروں نے طمع دلائی تو بجائے مشتعل ہونے کے اور زیادہ پشیمان ہوئے اور اس کو بھی اللہ کا عتاب اور حضورؐ کے اعراض کی وجہ سے سمجھا کہ میرے دین کا ضعف اس درجہ تک پہنچ گیا کہ کافروں کو اس کی طمع ہونے لگی کہ وہ مجھے بے دین بنا دیں۔ ہم لوگ بھی مسلمان ہیں اللہ اور اس کے پاک رسولؐ کے ارشادات بھی سامنے ہیں۔ بڑے سے بڑا حکم نماز ہی کا لے لو کہ ایمان کے

---

[1] اگرچہ کپڑے کے سوا اور مال موجود تھا مگر اس وقت کی عام زندگی یہی تھی کہ فضول چیزیں زیادہ نہ ہوتی تھیں اس لئے کپڑے دو ہی تھے ۱۲ [2] درمنثور فتح الباری

بعد اس کے برابر کوئی چیز بھی نہیں۔ کتنے ہیں جو اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ بھی کیسی کرتے ہیں۔ اس کے بعد زکوٰۃ اور حج کا تو پوچھنا ہی کیا کہ اس میں تو مال بھی خرچ ہوتا ہے۔

(۱۰) صحابہؓ کے ہنسنے پر حضورؐ کی تنبیہ اور قبر کی یاد

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھِل کھِلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھِل رہے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کیا کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو۔ لہٰذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں۔ مٹی کا گھر ہوں کیڑوں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مومن قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا مبارک ہے۔ بہت اچھا کیا تُو آ گیا۔ جتنے آدمی زمین پر چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے زیادہ پسند تھا۔ آج جب تُو میرے پاس آیا ہے تو میرے بہترین سلوک کو دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ قبر جہاں تک مُردے کی نظر پہنچ سکے وہاں تک وسیع ہو جاتی ہے اور ایک دروازہ اس میں جنّت کا کھُل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوا اور خوشبوئیں اس کو آتی رہتی ہیں۔ اور جب کوئی بدکردار قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا نامبارک ہے بُرا کیا جو تو آیا۔ زمین پر جتنے آدمی چلتے تھے اُن سب میں تجھ ہی سے مجھے زیادہ نفرت تھی۔ آج جب تُو میرے حوالہ ہوا ہے تو میرے برتاؤ کو بھی دیکھ لے گا۔ اس کے بعد وہ اس طرح سے اس کو دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں ایک دوسرے میں گھُس جاتی ہیں اور سَتّر اژدہے اس پر ایسے مسلط ہو جاتے ہیں کہ اگر ایک بھی زمین پر پھونکار مارے تو اس کے اثر سے زمین پر گھاس تک باقی نہ رہے۔ وہ اس کو قیامت تک ڈستے رہتے ہیں اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنّت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے[1]۔ ف اللہ کا خوف بڑی ضروری اور اہم چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کسی گہری سوچ میں رہتے تھے اور موت کا یاد کرنا اس کے لئے مفید ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نسخہ ارشاد فرمایا، کبھی کبھی موت کو یاد کرتے رہنا بہت ہی ضروری اور مفید ہے۔

(۱۱) حضرت حنظلہؓ کو نفاق کا ڈر

حضرت حنظلہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضورؐ کی مجلس میں تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس سے قلوب نرم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اپنی حقیقت ہمیں ظاہر ہو گئی۔ حضورؐ کی مجلس سے اٹھ کر میں گھر آیا بیوی بچے پاس آ گئے اور کچھ دنیا کا ذکر تذکرہ شروع ہو گیا اور بچوں

---

[1] مشکوٰۃ

کے ساتھ ہنسنا بولنا بیوی کے ساتھ مذاق شروع ہوگیا اور وہ حالت جاتی رہی جو حضورؐ کی مجلس میں تھی۔ دفعۃً خیال آیا کہ میں پہلے سے کس حال میں تھا اب کیا ہوگیا میں نے اپنے دل میں کہا کہ تُو تو منافق ہوگیا کہ ظاہر میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو وہ حال تھا اور اب گھر میں آکر یہ حالت ہوگئی۔ میں اس پر افسوس اور رنج کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گھر سے نکلا کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ سامنے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لا رہے تھے، میں نے ان سے عرض کیا کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ وہ یہ سُن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو، ہرگز نہیں۔ میں نے صورت بیان کی کہ ہم لوگ جب حضورؐ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضورؐ دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں اور جب حضورؐ کے پاس سے آجاتے ہیں تو بیوی بچّوں اور جائداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اس کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ بات تو ہم کو بھی پیش آتی ہے اس لئے دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جاکر حنظلہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں تو منافق ہوگیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا بات ہوئی۔ حنظلہؓ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپؐ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تب تو ہم ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن جب خدمتِ اقدس سے چلے جاتے ہیں تو جاکر بیوی بچّوں اور گھر باہر کے دھندوں میں لگ کر بھول جاتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تمہارے سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن حنظلہ بات یہ ہے کہ گاہے گاہے گاہے گاہے۔ ؎ف یعنی آدمی کے ساتھ انسانی ضرورتیں بھی لگی ہوئی ہیں جن کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ کھانا پینا، بیوی بچّے اور ان کی خیر خبر لینا یہ بھی ضروری چیزیں ہیں۔ اس لئے اس قسم کے حالات کبھی کبھی حاصل ہوتے ہیں نہ ہر وقت یہ حاصل ہوتے ہیں اور نہ اس کی امید رکھنا چاہئے۔ یہ فرشتوں کی شان ہے کہ ان کو کوئی دوسرا دھندا ہی نہیں۔ نہ بیوی بچے نہ فکرِ معاش اور نہ دنیوی قصّے اور انسان کے ساتھ چونکہ بشری ضروریات لگی ہوئی ہیں اس لئے وہ ہر وقت ایک سی حالت پر نہیں رہ سکتا لیکن غور کی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کی کتنی فکر تھی کہ ذرا سی بات سے کہ حضورؐ کے سامنے جو حالت ہماری ہوتی ہے وہ بعد میں نہیں رہتی اس سے اپنے منافق ہونے کا ان کو فکر ہوگیا۔ عشق است و ہزار بدگمانی عشق جس سے ہوتا ہے اس کے متعلق ہزار طرح کی بدگمانی اور فکر ہو جاتا ہے۔ بیٹے سے محبت ہو اور وہ کہیں سفر میں چلا جائے پھر دیکھئے ہر وقت خیریت کی خبر کا فکر رہتا ہے اور جو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہاں طاعون ہے یا فساد ہوگیا پھر خدا جانے کتنے خطوط اور تار پہنچیں گے ؎ (احیاء، مسلم)

تکمیل۔ اللہ کے خوف کے متفرق احوال

قرآن شریف کی آیات اور حضورؐ کی احادیث اور بزرگوں کے واقعات میں اللہ جل شانہٗ سے ڈرنے کے متعلق جتنا کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا احاطہ تو دشوار ہے لیکن مختصر طور پر اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ دین کے ہر کمال کا زینہ اللہ کا خوف ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بہت رویا کرتے تھے حتیٰ کہ روتے روتے آنکھیں بھی بیکار ہوگئی تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا تو فرمانے لگے کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ آیا تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابیؓ پر حضورؐ کا گذر ہوا وہ پڑھ رہے تھے جب فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ پر پہنچے تو بدن کے بال کھڑے ہوگئے۔ روتے روتے دم گھٹنے لگا اور کہہ رہے تھے ہائے جس دن آسمان پھٹ جاویں گے (یعنی قیامت کے دن) میرا کیا حال ہوگا۔ ہائے میری بربادی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔ ایک انصاری نے تہجد پڑھا اور پھر بیٹھ کر بہت روئے کہنے تھے اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلا دیا۔ عبداللہؓ بن رواحہ ایک صحابی ہیں رو رہے تھے۔ بیوی بھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگیں پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو، کہنے لگیں کہ جس وجہ سے تم روتے ہو۔ عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ جہنم پر تو گذرنا ہے ہی۔ نہ معلوم نجات ہوسکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا۔ [1] زرارۃ بن اوفی ایک مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ الآیۃ پر جب پہنچے تو فوراً گر گئے اور انتقال ہوگیا۔ لوگ اٹھا کر گھر تک لائے۔ حضرت خلیدؒ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ پر پہنچے تو اس کو بار بار پڑھنے لگے تھوڑی دیر میں گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ کتنی مرتبہ اس کو پڑھو گے تمہارے اس بار بار کے پڑھنے سے چار جِن مر چکے ہیں۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ پڑھتے پڑھتے جب وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ پر پہنچے تو ایک چیخ ماری اور تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ اور بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے گذرے ہیں۔ حضرت فضیلؒ مشہور بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کا خوف ہر خیر کی طرف رہبری کرتا ہے۔ حضرت شبلیؒ کے نام سے سب ہی واقف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب بھی میں اللہ سے ڈرا ہوں اس کی وجہ سے مجھ پر حکمت او عبرت کا ایسا دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے نہیں کھلا۔ حدیث میں آیا ہے اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا اور دو بے فکریاں نہیں دیتا۔ اگر دنیا میں مجھ سے بے فکر رہے تو قیامت میں ڈراتا ہوں، اور دنیا میں ڈرتا رہے تو آخرت میں بے فکری عطا کرتا ہوں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اس کو ہر چیز ڈراتی ہے۔ یحییٰؒ

[1] قیام اللیل

بن معاذ کہتے ہیں کہ آدمی بیچارہ اگر جہنم سے اتنا ڈرنے لگے جتنا تنگدستی سے ڈرتا ہے تو سیدھا جنت میں جائے۔ ابو سلیمان دارانیؒ کہتے ہیں کہ جس دل سے اللہ کا خوف جاتا رہتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ذرا سا آنسو خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو نکل کر چہرہ پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔ حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ میرے نبیؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسا دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔ حضرت عقبہؓ بن عامر ایک صحابی ہیں انھوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ آپؐ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہو۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے۔ میرے آقاؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو، دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہوں گے جن کو اللہ جل شانہٗ اپنا سایہ عطا فرماویں گے۔ ایک وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ سے آنسو بہنے لگیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد ہے جو رو سکتا ہو وہ روئے اور جس کو رونا نہ آئے وہ رونے کی صورت ہی بنالے۔ محمدؒ بن منکدر جب روتے تھے تو آنسوؤں کو اپنے منہ اور ڈاڑھی سے پونچھتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی جہاں آنسو پہنچے ہوں۔ ثابت بنانیؒ کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ طبیب نے کہا کہ ایک بات کا وعدہ کر لو آنکھ اچھی ہو جاوے گی کہ رویا نہ کرو۔ کہنے لگے آنکھ میں کوئی خوبی ہی نہیں اگر وہ روئے نہیں۔ یزیدؒ بن میسرہ کہتے ہیں کہ رونا سات وجہ سے ہوتا ہے۔ خوشی[1] سے، جنون[2] سے، درد[3] سے، گھبراہٹ[4] سے، دکھلاوے[5] سے، نشہ[6] سے اور اللہ[7] کے خوف سے۔ یہی ہے وہ رونا کہ اس کا ایک آنسو بھی آگ کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے۔ کعبؓ احبار کہتے ہیں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کروں۔ ان کے علاوہ اور بھی ہزاروں ارشادات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد میں اور اپنے گناہوں کی فکر میں رونا کیمیا ہے اور بہت ہی ضروری اور مفید۔ اور اپنے گناہوں پر نظر کر کے یہی حالت ہونا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی امید میں بھی کمی نہ ہو، یقیناً اللہ کی رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔ حضرت

عمرؓ کا ارشاد ہے کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جہنم میں داخل کر دو تو مجھے اللہ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور اگر یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جنت میں داخل کر دو تو مجھے اپنے اعمال سے یہ خوف ہے کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔ اس لئے دونوں چیزوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا اور رکھنا چاہیئے۔ بالخصوص موت کے وقت میں امید کا معاملہ زیادہ ہونا چاہیئے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اللہ تعالےٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہوا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو انھوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ ایسی احادیث مجھے سناؤ جن سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ امید بڑھتی ہو۔

تیسرا باب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زہد اور فقر کے بیان میں

اس بارہ میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول اور اس کے واقعات جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ چیز حضورؐ کی خود اختیار فرمائی ہوئی اور پسند کی ہوئی تھی۔ اتنی کثرت سے حدیث کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ ان کا مثال کے طور پر بھی جمع کرنا مشکل ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ فقر مومن کا تحفہ ہے۔

(۱) حضورؐ کا پہاڑوں کو سونا بنا دینے سے انکار

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لئے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جاوے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں تاکہ جب بھوکا ہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں، تیری تعریف کروں۔ [۱] ف یہ اس ذات مقدس کا حال ہے جس کے ہم نام لیوا ہیں اور اس کی امت میں ہونے پر فخر ہے جس کی ہر بات ہمارے لئے قابل اتباع ہے۔

(۲) حضرت عمرؓ کے وسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضورؐ کے گذر کی حالت

بیویوں کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہ جاؤں گا تاکہ ان کو تنبیہ ہو اور علیحدہ اوپر ایک حجرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہو گئی کہ حضورؐ نے سب کو طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ اس وقت اپنے گھر تھے جب یہ خبر سنی تو دوڑے ہوئے تشریف لائے مسجد میں دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے حضورؐ کے رنج اور غصہ کی وجہ سے رو رہے ہیں بیبیاں بھی سب اپنے گھروں میں رو رہی ہیں۔ اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ بھی مکان میں رو رہی تھیں۔ فرمایا کہ اب کیوں رو رہی ہے کیا میں ہمیشہ اس سے ڈرایا نہیں کرتا تھا کہ حضورؐ کی ناراضگی کی کوئی بات نہ کیا کر۔ اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں ایک جماعت

[۱] ترمذی

منبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے مگر شدتِ رنج سے بیٹھا نہ گیا تو حضورؐ جس جگہ تشریف فرما تھے اس کے قریب تشریف لے گئے اور حضرت رباحؓ ایک غلام کے ذریعہ سے جو دوباری کے زینہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اندر حاضری کی اجازت چاہی۔ انھوں نے حاضرِ خدمت ہو کر حضرت عمرؓ کے لئے اجازت مانگی مگر حضورؐ نے سکوت فرمایا کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت رباحؓ نے آکر یہی جواب حضرت عمرؓ کو دے دیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا مگر کوئی جواب نہیں ملا حضرت عمرؓ مایوس ہو کر منبر کے پاس آ بیٹھے مگر بیٹھا نہ گیا۔ تو پھر تھوڑی دیر میں حاضر ہو کر حضرت رباحؓ کے ذریعہ سے اجازت چاہی۔ اسی طرح تین مرتبہ پیش آیا کہ بیتابی سے غلام کے ذریعہ اجازت حاضری کی مانگتے۔ اُدھر سے جواب میں سکوت اور خاموشی ہی ہوتی۔ تیسری مرتبہ جب لوٹنے لگے تو حضرت رباحؓ نے آواز دی اور کہا کہ تمہیں حاضری کی اجازت ہو گئی حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی چیز بچھی ہوئی نہیں ہے اس وجہ سے جسم اطہر پر بوریے کے نشانات بھی ابھر آئے ہیں۔ خوبصورت بدن پر نشانات صاف نظر آیا ہی کرتے ہیں اور سرہانے ایک چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی میں نے سلام کیا اور سب سے اول تو یہ پوچھا کیا آپؐ نے بیویوں کو طلاق دے دی۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اس کے بعد میں نے دل بستگی کے طور پر حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے مگر جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ انصار کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں۔ ان کو دیکھ کر قریش کی عورتیں بھی اس سے متاثر ہو گئیں، اس کے بعد میں نے ایک آدھ بات اور کی جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ گھر کا کل سامان یہ تھا تین چمڑے بغیر دباغت دیئے ہوئے اور ایک مٹھی جو ایک کونے میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اِدھر اُدھر نظر دوڑا کر دیکھا تو اس کے سوا کچھ نہ ملا۔ میں دیکھ کر رو دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیوں نہ روؤں کہ یہ بوریئے کے نشانات آپؐ کے بدن مبارک پر پڑ رہے ہیں اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو میرے سامنے ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ دعا کیجئے کہ آپؐ کی اُمت پر بھی وسعت ہو۔ یہ روم و فارس بے دین ہونے کے باوجود کہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ ان پر تو یہ وسعت، یہ قیصر و کسریٰ تو باغوں اور نہروں کے درمیان ہوں اور آپؐ اللہ کے رسولؐ اور اس کے خاص بندہ ہو کر یہ حالت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے لیٹے تھے۔ حضرت عمرؓ کی یہ بات سن کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ عمرؓ کیا اب تک اس بات کے اندر شک میں پڑے ہوئے ہو۔ سنو، آخرت کی وسعت دنیا کی وسعت سے بہت بہتر ہے۔ ان کفار کی طیبات اور اچھی چیزیں دنیا میں مل گئیں اور ہمارے لئے آخرت میں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے لئے

استغفار فرمائیں کہ واقعی میں نے غلطی کی[1]۔ ف یہ دین و دنیا کے بادشاہ اور اللہ کے لاڈلے رسولؐ کا طرزِ عمل ہے کہ بوریئے پر کوئی چیز بچھی ہوئی بھی نہیں۔ نشانات بدن پر پڑے ہوئے ہیں۔ گھر کے ساز و سامان کا حال بھی معلوم ہو گیا اس پر ایک شخص نے دعا کی درخواست کی تو تنبیہ فرمائی۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپؓ کے گھر میں حضورؐ کا بستر کیسا تھا۔ فرمایا کہ ایک چمڑہ کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی حضرت حفصہؓ سے بھی کسی نے پوچھا کہ آپؓ کے گھر میں حضورؐ کا بستر کیسا تھا، فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے حضورؐ کے نیچے بچھا دیتی تھی۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھادوں تو زیادہ نرم ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے بچھا دیا۔ حضورؐ نے صبح کو فرمایا کہ رات کیا بچھا دیا تھا۔ ہم نے عرض کر دیا کہ وہی ٹاٹ تھا اس کو چوہرا کر دیا تھا۔ فرمایا۔ اس کو ویسا ہی کر دو جیسا پہلے تھا۔ اس کی نرمی رات کو اٹھنے میں مانع بنتی ہے[2]۔ اب ہم لوگ اپنے نرم نرم اور روئیں دار گدوں پر بھی نگاہ ڈالیں کہ اللہ نے کس قدر وسعت فرما رکھی ہے اور پھر بھی بجائے شکر کے ہر وقت تنگی کی شکایت ہی زبان پر رہتی ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہؓ کی بھوک میں حالت

حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ کتان کے کپڑے میں ناک صاف کر کے فرمانے لگے کیا کہنے ابوہریرہؓ کے آج کتان کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے حالانکہ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حجرہ کے درمیان بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجنون سمجھ کر پاؤں سے گردن دباتے تھے۔ حالانکہ جنون نہیں تھا بلکہ بھوک تھی ف یعنی بھوک کی وجہ سے کہ کئی کئی روز کا فاقہ ہو جاتا تھا۔ بے ہوشی ہو جاتی تھی اور لوگ سمجھتے تھے کہ جنون ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں مجنون کا علاج گردن کو پاؤں سے دبانے سے کیا جاتا تھا حضرت ابوہریرہؓ بڑے صابر اور قانع لوگوں میں تھے۔ کئی کئی وقت فاقہ میں گذر جاتے تھے۔ حضورؐ کے بعد اللہ نے فتوحات فرمائیں تو ان پر تونگری آئی۔ اس کے ساتھ ہی بڑے عابد تھے ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتی اُس پر تسبیح پڑھا کرتے۔ جب وہ ساری تھیلی خالی ہو جاتی تو باندی اس کو پھر بھر کر پاس رکھ دیتی۔ ان کا یہ بھی معمول تھا کہ خود اور بیوی اور خادم تین آدمی رات کے تین حصے کر لیتے اور نمبروار ایک شخص تینوں میں سے عبادت میں مشغول رہتا[3]۔ میں نے اپنے والد صاحبؒ سے سنا کہ میرے دادا صاحبؒ کا بھی تقریباً یہی معمول تھا کہ رات کو ایک بجے تک والد صاحبؒ مطالعہ میں مشغول رہتے۔ ایک بجے دادا صاحبؒ تہجد کے لئے اٹھتے تو تقاضا فرما کر والد صاحبؒ کو سلا دیتے۔ اور خود تہجد میں مشغول ہو جاتے اور صبح سے تقریباً پون گھنٹہ قبل میرے تائے صاحبؒ کو تہجد کے لئے جگا دیتے اور خود اتباع سنت میں آرام فرماتے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ اِتِّبَاعَهُمْ

[1] فتح [2] شمائل [3] تذکرۃ الحفاظ

④ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بیت المال سے وظیفہ

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے یہاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اور اسی سے گذر اوقات تھا جب خلیفہ بنائے گئے تو حسبِ معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کے لئے تشریف لے چلے۔ راستہ میں حضرت عمرؓ ملے، پوچھا کہاں چلے، فرمایا بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر تم تجارت میں مشغول ہو گئے تو خلافت کے کام کا کیا ہوگا۔ فرمایا پھر اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ عرض کیا کہ ابو عبیدہؓ جن کو حضورؐ نے امین ہونے کا لقب دیا ہے اُن کے پاس چلیں وہ آپ کے لئے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیں گے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے ایک مہاجری کو جو اوسطاً ملتا تھا نہ کم نہ زیادہ وہ مقرر فرما دیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ خریدوں۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں کچھ دنوں میں اتنی مقدار ہو جائے گی۔ آپؓ نے اجازت فرما دی۔ اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کئے۔ آپ نے فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے۔ اس لئے جو اہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرما دیا۔ اور آئندہ کے لئے اتنی مقدار جتنا انھوں نے روزانہ جمع کیا تھا اپنی تنخواہ میں سے کم کر دیا۔ ف اتنے بڑے خلیفہ اور بادشاہ پہلے سے اپنی تجارت بھی کرتے تھے اور وہ ضروریات کو کافی بھی تھی جیسا کہ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے جو بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو آپؓ نے فرمایا کہ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میرا پیشہ تجارت میرے اہل و عیال کے خرچ کو ناکافی نہیں تھا لیکن اب خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کے کاروبار میں مشغولی ہے اس لئے بیت المال سے میرے اہل و عیال کا کھانا مقرر ہوگا۔ اس کے باوجود حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہونے لگا تو حضرت عائشہؓ کو وصیت فرمائی کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بیت المال کی ہیں وہ میرے بعد آنے والے خلیفہ کے حوالہ کر دی جائیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی دینار یا درہم نہیں تھا ایک اونٹنی دودھ کی۔ ایک پیالہ، ایک خادم تھا۔ بعض روایات میں ایک اوڑھنا ایک بچھونا بھی آیا ہے یہ اشیاء حضرت عمرؓ کے پاس جب نیابت میں پہنچیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائیں کہ اپنے سے بعد والے کو مشقت میں ڈال گئے۔[1]

⑤ حضرت عمر فاروقؓ کا بیت المال سے وظیفہ

حضرت عمرؓ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ جب خلیفہ بنائے گئے تو بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں تجارت کیا کرتا تھا۔ اب تم لوگوں نے اس میں مشغول کر دیا۔

[1] فتح

اس لئے اب گذارہ کی کیا صورت ہو۔ لوگوں نے مختلف مقداریں تجویز کیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ توسط کے ساتھ جو تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو کافی ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا۔ اور متوسط مقدار تجویز ہو گئی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ ایک مجلس میں جس میں خود حضرت علیؓ بھی تھے اور حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ شریک تھے یہ ذکر آیا کہ حضرت عمرؓ کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہئے کہ گذر میں تنگی ہوتی ہے۔ مگر ان سے عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لئے ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ جو حضورؐ کی بیوی ہونے کی وجہ سے ام المؤمنین بھی تھیں اُن کی خدمت میں یہ حضرات تشریف لے گئے اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کی اجازت اور رائے معلوم کرنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ہم لوگوں کے نام معلوم نہ ہوں۔ حضرت حفصہؓ نے جب حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے نام دریافت کئے۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ان کے نام معلوم ہو جاتے تو ان کے چہرے بدل دیتا۔ یعنی ایسی سخت سزائیں دیتا۔ کہ منہ پر نشان پڑ جاتے۔ تو ہی بتا کہ حضورؐ کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ دو کپڑے گیروی رنگ کے جن کو حضورؐ جمعہ کے دن یا کسی وفد کی وجہ سے پہنتے تھے۔ پھر فرمایا کہ کون سا کھانا تیرے یہاں عمدہ سے عمدہ کھایا۔ عرض کیا کہ ہمارا کھانا جَو کی روٹی تھی۔ ہم نے گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبہ کی تلچھٹ الٹ کر اس کو ایک مرتبہ چُپڑ دیا تو حضورؐ خود بھی اس کو مزے لے کر نوش فرما رہے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ فرمایا کون سا بستر عمدہ ہوتا تھا جو تیرے یہاں بچھاتے تھے۔ عرض کیا ایک موٹا سا کپڑا تھا گرمی میں اس کو چوہرا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھا لیتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ فرمایا کہ حفصہؓ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے کہ حضورؐ نے اپنے طرز عمل سے ایک اندازہ مقرر فرما دیا۔ اور امید (آخرت) پر کفایت فرمائی میں بھی حضورؐ کا اتباع کروں گا۔ میری مثال اور میرے دو ساتھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مثال ان تین شخصوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے۔ پہلا شخص ایک توشہ لے کر چلا اور مقصد کو پہنچ گیا۔ دوسرے نے بھی پہلے کا اتباع کیا اور اسی کے طریقہ پر چلا وہ بھی پہلے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر تیسرے شخص نے چلنا شروع کیا۔ اگر وہ ان دونوں کے طریقہ پر چلے گا تو ان کے ساتھ مل جائے گا اور اگر ان کے طریقہ کے خلاف چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔[1] **ف** یہ اس شخص کا حال ہے جس سے دنیا کے بادشاہ ڈرتے تھے کانپتے تھے کہ کس زاہدانہ زندگی کے ساتھ عمر گذار دی۔ ایک مرتبہ آپؓ خطبہ پڑھ رہے تھے اور آپ کی لنگی میں بارہ پیوند تھے جن میں سے ایک چمڑہ کا بھی تھا۔ ایک

[1] اشہر

مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لانے میں دیر ہوئی تو تشریف لاکر معذرت فرمائی کہ مجھے اپنے کپڑے دھونے میں دیر ہوئی اور ان کپڑوں کے علاوہ اور تھے نہیں [1] ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کھانا نوش فرما رہے تھے غلام نے آکر عرض کیا کہ عتبہؓ بن ابی فرقد حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت فرمائی اور کھانے کی تواضع فرمائی۔ وہ شریک ہو گئے تو ایسا موٹا کھانا تھا کہ نگلا نہ گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ چھنے ہوئے آٹے کا کھانا بھی تو ہو سکتا تھا۔ آپؓ نے فرمایا کیا سب مسلمان میدہ کھا سکتے ہیں۔ عرض کیا کہ سب تو نہیں کھا سکتے فرمایا کہ افسوس تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی ساری لذتیں دنیا ہی میں ختم کر دوں [2] اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں واقعات ان حضرات کرام کے ہیں۔ ان کا اتباع نہ اب ہو سکتا ہے نہ ہر شخص کو کرنا چاہئے کہ قویٰ ضعیف ہیں جس کی وجہ سے تحمل بھی ان کا اس زمانہ میں دشوار ہے اسی وجہ سے اس زمانہ میں مشائخِ تصوف ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں دیتے جس سے ضعف پیدا ہو کہ قوتیں پہلے ہی سے ضعیف ہیں ان حضرات کو اللہ جل شانہٗ نے قوتیں بھی عطا فرمائی تھیں البتہ یہ ضروری ہے کہ اتباع کی خواہش اور تمنا ضرور رکھنا چاہئے کہ اس کی وجہ سے آرام طلبی میں کچھ کمی واقع ہو اور نگاہ کچھ تو نیچی رہے اور اس زمانہ کے مناسب اعتدال پیدا ہو جائے کہ ہم لوگ ہر وقت لذاتِ دنیا میں بڑھتے جاتے ہیں اور ہر شخص اپنے سے زیادہ مال و دولت والے کی طرف نگاہ رکھتا ہے اور اس حسرت میں مرا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ وسعت میں ہے۔

(۶) حضرت بلالؓ کا حضورؐ کے لئے ایک مشرک سے قرض

حضرت بلالؓ سے ایک صاحب نے پوچھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا صورت ہوتی تھی حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کے پاس کچھ جمع تو رہتا ہی نہیں تھا یہ خدمت میرے سپرد تھی جس کی صورت یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھوکا آتا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرما دیتے۔ میں کہیں سے قرض لے کر اس کو کھانا کھلا دیتا۔ کوئی ننگا آتا تو مجھے ارشاد فرما دیتے میں کسی سے قرض لے کر اس کو کپڑا بنا دیتا، یہ صورت ہوتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے ملا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے وسعت اور ثروت حاصل ہے تو کسی سے قرض نہ لیا کر جب ضرورت ہوا کرے، مجھ ہی سے قرض لے لیا کر۔ میں نے کہا اس سے بہتر کیا ہوگا اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ جب ارشادِ عالی ہوتا اس سے قرض لے آیا کرتا۔ اور ارشادِ والا کی تعمیل کر دیتا۔ ایک مرتبہ میں وضو کر کے اذان کہنے کے لئے کھڑا ہی تھا کہ وہی مشرک ایک جماعت کے ساتھ آیا اور کہنے لگا او حبشی میں اُدھر متوجہ ہوا تو ایک دم بے تحاشا گالیاں دینے لگا اور بُرا بھلا جو منہ میں آیا کہا اور کہنے لگا کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں۔ میں نے کہا قریب ختم کے ہے۔ کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں اگر مہینہ کے ختم تک میرا سب قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرضہ میں غلام بناؤں گا اور اسی طرح بکریاں چراتا پھرے گا جیسا پہلے تھا۔ یہ کہہ کر

[1] اشہر [2] اسد الغابہ

چلا گیا مجھ پر دن بھر جو گذرنا چاہیئے تھا۔ وہی گذرا۔ تمام دن رنج و صدمہ سوار رہا اور عشار کی نماز کے بعد حضورؐ کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ نہ آپؐ کے پاس اس وقت ادا کرنے کو فوری انتظام ہے اور نہ کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام کر سکتا ہوں وہ ذلیل کرے گا۔ اس لئے اگر اجازت ہو تو اتنے قرض اترنے کا انتظام ہو میں کہیں روپوش ہو جاؤں جب آپؐ کے پاس کہیں سے کچھ آجائے گا میں حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ عرض کر کے میں گھر آیا، تلوار لی ڈھال اٹھائی جوتہ اٹھایا۔ یہ ہی سامان سفر تھا اور صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا کہ صبح کے قریب کہیں چلا جاؤں گا۔ صبح قریب ہی تھی کہ ایک صاحب دوڑے ہوئے آئے کہ حضورؐ کی خدمت میں جلدی چلو، میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ چار اونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا تھا بیٹھی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ خوشی کی بات سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضہ کی بیباقی کا انتظام فرما دیا۔ یہ اونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور ان کا سب سامان بھی فدک کے رئیس نے یہ نذرانہ مجھے بھیجا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خوشی خوشی ان کو لے کر گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مسجد میں انتظار فرماتے رہے۔ میں نے واپس آکر عرض کیا کہ حضور اللہ کا شکر ہے حق تعالیٰ نے سارے قرضہ سے آپؐ کو سبکدوش کر دیا اور اب کوئی چیز بھی قرضہ کی باقی نہیں رہی۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ سامان میں سے بھی کچھ باقی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں کچھ باقی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کر دے تاکہ مجھے راحت ہو جائے۔ میں گھر میں بھی اس وقت تک نہیں جانے کا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ تمام دن گذر جانے کے بعد عشار کی نماز سے فراغت پر حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ بچا ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں میں نے عرض کیا کہ کچھ موجود ہے ضرورت مند آئے نہیں۔ تو حضورؐ نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشار کے بعد پھر حضورؐ نے فرمایا کہو جی کچھ ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب نمٹ گیا۔ حضورؐ نے اللہ جل جلالہ کی حمد و ثنا فرمائی۔ حضورؐ کو یہ ڈر ہوا کہ خدانخواستہ موت آجائے اور کچھ حصہ مال کا آپؐ کی ملک میں رہے۔ اس کے بعد گھروں میں تشریف لے گئے اور بیویوں سے ملے[1]۔ ف اللہ والوں کی یہ بھی خواہش رہتی ہے کہ ان کی ملک میں مال و متاع کچھ نہ رہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کیا پوچھنا جو سارے نبیوں کے سردار، سارے اولیا کے سرتاج، حضورؐ کو اس کی خواہش کیوں نہ ہوتی کہ میں دُنیا سے بالکل فارغ جاؤں۔ میں نے معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہٗ کا معمول یہ تھا کہ جب نذرانوں کی رقم کچھ جمع ہو جاتی تو اہتمام سے منگوا کر سب تقسیم فرما دیتے اور وصال سے قبل تو اپنے پہننے کے کپڑے وغیرہ بھی اپنے خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہٗ کو دے دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ بس اب تم سے مستعار لے کر پہن لیا کروں گا اور

[1] بذل

اپنے والد[1] صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے بارہا دیکھا کہ مغرب کے بعد جو کوئی روپیہ پاس ہوتا وہ کسی قرضخواہ کو دیدیتے کہ کئی ہزار کے مقروض تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ یہ جھگڑے کی چیز میں رات کو اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس نوع کے بہت سے حالات اکابر کے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر شیخ کا ایک ہی رنگ ہو مشائخ کے الوان مختلف ہوتے ہیں اور چمن کے پھولوں میں ہر پھول کی صورت سیرت ممتاز ہوتی ہے۔

(۷) حضرت ابوہریرہؓ کا بھوک میں مسئلہ دریافت کرنا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اس وقت ہماری حالتیں دیکھتے کہ ہم میں سے بعضوں کو کئی کئی وقت تک اتنا کھانا نہیں ملتا تھا جس سے کمر سیدھی ہو سکے۔ میں بھوک کی وجہ سے جگر کو زمین سے چپٹا دیتا اور کبھی پیٹ کے بل پڑا رہتا تھا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں راستہ میں بیٹھ گیا جہاں کو ان حضرات کا راستہ تھا۔ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گذرے، میں نے اُن سے کوئی بات پوچھنا شروع کر دی خیال تھا کہ یہ بات کرتے ہوئے گھر تک لیتے جائیں گے اور پھر عادت شریفہ کے موافق جو موجود ہوگا اس میں تواضع ہی فرمائیں گے۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا (غالباً ذہن منتقل نہیں ہوا یا اپنے گھر کا حال معلوم ہوگا کہ وہاں بھی کچھ نہیں) اس کے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ ان کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میری حالت اور غرض سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا ابوہریرہؓ میرے ساتھ آؤ۔ میں ساتھ ہو لیا حضورؐ گھر تشریف لے گئے۔ میں ساتھ اندر حاضری کی اجازت لے کر حاضر ہوا۔ گھر میں ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا جو خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے۔ عرض کیا فلاں جگہ سے حضورؐ کے لئے ہدیہ میں آیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہؓ جاؤ، اہل صفہ کو بلا لاؤ، اہل صفہ اسلام کے مہمان شمار ہوتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے نہ گھر تھا نہ در نہ ٹھکانا۔ نہ کھانے کا کوئی مستقل انتظام، ان حضرات کی مقدار کم و بیش ہوتی رہتی تھی مگر اس قصہ کے وقت ستر تھی۔ حضورؐ کا معمول یہ بھی تھا کہ ان میں سے دو دو چار چار کو کسی کھاتے پیتے صحابی کا کبھی کبھی مہمان بھی بنا دیتے اور خود اپنا معمول یہ تھا کہ کہیں سے صدقہ آتا تو ان لوگوں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں شرکت نہ فرماتے اور کہیں سے ہدیہ آتا تو ان کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس میں شرکت فرماتے۔ حضورؐ نے بلانے کا حکم دیا۔ مجھے گراں تو ہوا کہ اس دودھ کی مقدار ہی کیا ہے جس پر سب کو بلا لاؤں۔ سب کا کیا بھلا ہوگا۔ ایک آدمی کو بھی مشکل سے کافی ہوگا اور پھر بلانے کے بعد مجھ ہی کو پلانے کا حکم ہوگا اس لئے نمبر بھی اخیر میں آئے گا جس میں بچنے کا بھی نہیں لیکن حضورؐ کی اطاعت بغیر چارہ ہی کیا تھا۔ میں گیا اور

---

[1] یعنی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سب کو بلا لایا۔ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لے ان کو پلا۔ میں ایک ایک شخص کے پیالہ حوالہ کرتا اور وہ خوب سیر ہوکر پیتا اور پیالہ مجھے واپس دیتا اسی طرح سب کو پلایا اور سب سیر ہو گئے۔ تو حضورﷺ نے پیالہ دست مبارک میں لے کر مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا پھر فرمایا کہ بس اب تو میں اور تُو ہی باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک۔ فرمایا کہ لے پی۔ میں نے پیا۔ ارشاد فرمایا۔ اور پی۔ میں نے اور پیا۔ بالآخر میں نے عرض کیا یارسول اللہﷺ اب میں نہیں پی سکتا۔ اس کے بعد حضورﷺ نے سب کا بچا ہوا خود نوش فرمایا۔

(۸) حضورﷺ کا صحابہؓ سے دو شخصوں کے بارے میں سوال

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے کہ ایک شخص سامنے سے گذرا۔ حضورﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے عرض کیا کہ یارسول اللہ شریف لوگوں میں ہے واللہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں نکاح کا پیام دیدے تو قبول کیا جائے کسی کی سفارش کردے تو مانی جائے حضورﷺ سُن کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ایک اور صاحب سامنے سے گذرے حضورﷺ نے ان کے متعلق بھی سوال کیا لوگوں نے کہا۔ یارسول اللہ ایک مسلمان فقیر ہے کہیں منگنی کرے تو بیاہا نہ جائے کہیں سفارش کرے تو قبول نہ ہو، بات کرے تو کوئی متوجہ نہ ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس پہلے جیسوں سے اگر ساری دُنیا بھر جائے تو ان سب سے یہ شخص بہتر ہے۔ ف مطلب یہ ہے کہ محض دنیاوی شرافت اللہ کے یہاں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ ایک مسلمان فقیر جس کی دنیا میں کوئی بھی وقعت نہ ہو اس کی بات کہیں بھی نہ سنی جاتی ہو اللہ کے نزدیک سینکڑوں اُن شرفا سے بہتر ہے جن کی بات دنیا میں بڑی وقعت سے دیکھی جاتی ہو اور ہر شخص ان کی بات سننے اور ماننے کو تیار ہو لیکن اللہ کے یہاں اس کی کوئی وقعت نہ ہو۔ دنیا کا قیام ہی اللہ والوں کی برکت سے ہے۔ یہ تو حدیث میں خود موجود ہے کہ جس دن دنیا میں اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا قیامت آجائے گی اور دنیا کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ اللہ کے پاک نام ہی کی یہ برکت ہے کہ یہ دُنیا کا سارا نظام قائم ہے۔

(۹) حضورﷺ سے محبت کرنے والے پر فقر کی دوڑ

ایک صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہﷺ مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے۔ انھوں نے پھر یہی عرض کیا کہ مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ حضورﷺ نے پھر یہی ارشاد فرمایا جب تین مرتبہ یہ سوال وجواب ہوا تو حضورﷺ نے فرمایا کہ اچھا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اوڑھنے بچھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس لئے کہ مجھ سے محبت رکھنے والوں کی طرف فقر ایسے زور سے دوڑتا ہے جیسا کہ پانی کی رَو نیچان کی طرف دوڑتی ہے۔ ف یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تو اکثر فقر وفاقہ میں رہتے ہی۔ اکابر محدثین، اکابر صوفیا، اکابر فقہا بھی تونگری میں زیادہ نہیں رہے،

⑩ سریۃ العنبر میں فقر کی حالت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب ۸ھ میں سمندر کے کنارے ایک لشکر تین سو آدمیوں کا جن پر حضرت ابو عبیدہؓ امیر بنائے گئے تھے، بھیجا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تھیلی میں کھجوروں کا توشہ بھی ان کو دیا۔ پندرہ روز ان حضرات کا وہاں قیام رہا اور توشہ ختم ہو گیا حضرت قیسؓ نے جو اس قافلہ میں تھے مدینہ منورہ میں قیمت ادا کرنے کے وعدہ پر قافلہ والوں سے اونٹ خرید کر ذبح کرنا شروع کئے اور تین اونٹ روزانہ ذبح کرتے۔ مگر تیسرے دن امیر قافلہ نے اس خیال سے کہ سواریاں ختم ہو گئیں تو واپسی بھی مشکل ہو جائے گی ذبح کی ممانعت کی اور سب لوگوں کے پاس اپنی اپنی جو کچھ کھجوریں موجود تھیں جمع کر کے ایک تھیلی میں رکھ لیں، اور ایک ایک کھجور روزانہ تقسیم فرمایا کرتے جس کو چوس کر یہ حضرات پانی پی لیتے اور رات تک کے لئے یہی کھانا تھا، کہنے کو مختصر سی بات ہے مگر لڑائی کے موقع پر جب کہ قوت اور طاقت کی بھی ضرورت ہو، ایک کھجور پر دن بھر گذار دینا دل و جگر کی بات ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے جب یہ قصہ لوگوں کو حضورؐ کے بعد سنایا تو ایک شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت ایک کھجور کیا کام دیتی ہو گی۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی قدر جب معلوم ہوئی جب وہ بھی نہ رہی کہ اب بجز فاقہ کے کچھ نہ تھا۔ درخت کے خشک پتے جھاڑتے اور پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے اور ہر تنگی کے بعد اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے یہاں سے سہولت ہوتی ہے حق تعالیٰ نے ان تکالیف اور مشقتوں کے بعد سمندر میں سے ایک مچھلی ان لوگوں کو پہنچائی جس کو عنبر کہتے ہیں اتنی بڑی تھی کہ اٹھارہ روز تک یہ حضرات اس میں سے کھاتے رہے اور مدینہ منورہ پہنچنے تک اس کا گوشت توشوں میں ساتھ تھا حضورؐ کے سامنے جب سفر کا مفصل قصہ سنایا گیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا ایک رزق تھا جو تمہاری طرف بھیجا گیا۔ ف مشقت اور تکالیف اس دنیا میں ضروری ہیں اور اللہ والوں کو خاص طور پر پیش آتی ہیں۔ اسی وجہ سے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ مشقت میں رکھا جاتا ہے۔ پھر جو سب سے افضل ہوں۔ پھر ان کے بعد جو لبقیہ میں افضل ہوں۔ آدمی کی آزمائش اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتی ہے اور ہر مشقت کے بعد اللہ کی طرف سے اس کے لطف و فضل سے سہولت بھی عطا ہوتی ہے۔ یہ بھی غور کیا کریں کہ ہمارے بڑوں پر کیا کیا گذر چکا اور یہ سب دین ہی کی خاطر تھا۔ اس دین کے پھیلانے میں جس کو آج ہم اپنے ہاتھوں سے کھو رہے ہیں ان حضرات نے فاقے کئے۔ پتے چابے۔ اپنے خون بہائے اور اس کو پھیلایا جس کو ہم آج باقی بھی نہیں رکھ سکتے۔

چوتھا باب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ کے بیان میں

حضرات صحابۂ کرامؓ کی ہر عادت، ہر خصلت اس قابل ہے کہ اس کو چنا جائے اور اس کا اتباع کیا جائے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے لاڈلے اور محبوب رسولؐ کی مصاحبت کے لئے اس جماعت کو چنا اور چھانٹا حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کے بہترین قرن اور زمانہ میں بھیجا گیا[1] اس لئے ہر اعتبار سے یہ زمانہ خیر کا تھا اور زمانہ کے بہترین آدمی حضورؐ کی صحبت میں رکھے گئے۔

(۱) حضورؐ کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک عورت کا پیام کھانے کی درخواست لے کر پہنچا۔ حضورؐ خدام سمیت تشریف لے گئے اور کھانا سامنے رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لقمہ چبا رہے ہیں نگلا نہیں جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت مالک کی بغیر اجازت لے لیا گیا۔ اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ریوڑ میں بکری خریدنے آدمی بھیجا تھا وہاں ملی نہیں۔ پڑوسی نے بکری خریدی تھی۔ میں نے اس کے پاس قیمت سے لینے کو بھیجا وہ تو ملے نہیں۔ ان کی بیوی نے بکری بھیج دی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قیدیوں کو کھلا دو۔[2] ف حضورؐ کی علو شان کے مقابلہ میں ایک مشتبہ چیز کا گلے میں اٹک جانا کوئی ایسی اہم بات نہیں کہ حضورؐ کے ادنیٰ غلاموں کو بھی اس قسم کے واقعات پیش آجاتے ہیں۔

(۲) حضورؐ کا صدقہ کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات جاگتے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے۔ ازواج مطہرات میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آج نیند نہیں آتی۔ ارشاد فرمایا کہ ایک کھجور پڑی ہوئی تھی میں نے اٹھا کر کھا لی تھی کہ ضائع نہ ہو، اب مجھے یہ فکر ہے کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔ ف اقرب یہی ہے کہ وہ حضورؐ کی اپنی ہی ہو گی مگر چونکہ صدقہ کا مال بھی حضورؐ کے یہاں آتا تھا۔ اس شبہ کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات بھر نیند نہ آئی کہ خدانخواستہ وہ صدقہ کی ہو اور اس صورت میں صدقہ کا مال کھایا گیا ہو۔ یہ تو آقا کا حال ہے کہ محض شبہ پر رات بھر کروٹیں بدلیں اور نیند نہیں آئی۔ اب غلاموں کا حال دیکھو کہ رشوت، سود، چوری، ڈاکہ ہر قسم کا ناجائز مال کس سرخروئی سے کھاتے ہیں اور ناز سے اپنے کو غلامانِ محمدؐ شمار کرتے ہیں۔

(۳) حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ایک کاہن کے کھانے سے قے کرنا

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا جو غلہ[3] کے طور پر اپنی آمدنی میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی

[1] شفا [2] ابوداؤد [3] حاشیہ صفحہ ۵۱ پر دیکھئے۔

خدمت میں پیش کیا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمالیا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعہ سے کمایا آج دریافت نہیں فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی، اب بتاؤ۔ عرض کیا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں ایک قوم پر گذر رہا ہوا اور اُن پر منتر پڑھا۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کر رکھا تھا۔ آج میرا گذر ادھر کو ہوا تو ان کے یہاں شادی ہو رہی تھی انھوں نے یہ مجھے دیا تھا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تُو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اس کے بعد حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ وہ بھی بھوک کی شدت کی حالت میں کھایا گیا نہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ پانی سے قے ہو سکتی ہے۔ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ لقمہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپؓ پر رحم فرمائیں یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو میں اس کو نکالتا میں نے حضورﷺ سے سنا ہے کہ جو بدن مال حرام سے پرورش پائے آگ اس کے لئے بہتر ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمہ سے پرورش نہ پا جائے۔ [1] ف حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس قسم کے واقعات متعدد بار پیش آئے کہ احتیاط مزاج میں زیادہ تھی۔ تھوڑا سا بھی شبہ ہو جاتا تھا تو قے فرماتے۔ بخاری شریف میں ایک اور قصہ اسی قسم کا ہے کہ کسی غلام نے زمانۂ جاہلیت میں کوئی کہانت یعنی غیب کی بات نجومیوں کے طور پر کسی کو بتلائی تھی وہ اتفاق سے صحیح ہو گئی۔ ان لوگوں نے اس غلام کو کچھ دیا جس کو انہوں نے اپنی مقررہ رقم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لا کر دیدیا۔ حضرتؓ نے نوش فرمایا اور پھر جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کیا۔ ان واقعات میں غلاموں کا مال ضروری نہیں کہ ناجائز ہی ہو دونوں احتمال ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال احتیاط نے اس مشتبہ مال کو بھی گوارا نہ کیا۔

(۴) حضرت عمرؓ کی صدقہ کے دودھ سے قے

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا کہ اس کا مزہ کچھ عجیب سا نیا سا معلوم ہوا جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کیسا ہے کہاں سے آیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ فلاں جنگل میں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے کہ میں وہاں گیا تو اُن لوگوں نے دودھ نکالا جس میں سے مجھے بھی دیا۔ حضرت عمرؓ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور سارے کا سارا قے فرما دیا۔ [2] ف ان حضرات کو اس کا ہمیشہ فکر رہتا تھا کہ مشتبہ مال بھی بدن کا جزنہ بنے چہ جائے کہ بالکل حرام جیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں شائع ہو گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) غلام پر کوئی تعداد معین کر دی جائے کہ اتنا روزانہ یا ماہوار ہمیں دیدیا کرو باقی جو کماؤ وہ تمہارا یہ غلہ کہلاتا ہے یہ جائز ہے۔ اور اس طرح صحابہؓ کے زمانہ میں بھی غلاموں سے مقرر کر لیا جاتا تھا۔ [1] منتخب کنز العمال [2] موطا امام مالکؒ

⑤ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا احتیاطاً باغ وقف کرنا

ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ بیت المال سے کچھ لوں مگر عمرؓ نے نہ مانا کہ دقت ہوگی اور تمہاری تجارت کی مشغولی سے مسلمانوں کا حرج ہوگا۔ اس مجبوری سے مجھے لینا پڑا اس لئے اب میرا فلاں باغ اس کے عوض میں دیدیا جائے۔ جب حضرت ابوبکرؓ کا وصال ہوگیا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا اور والد کی وصیت کے موافق وہ باغ دیدیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ شانہ تمہارے باپ پر رحم فرمائیں۔ انھوں نے یہ چاہا کہ کسی کو لب کشائی کا موقع ہی نہ دیں (کتاب الاموال) ف غور کرنے کی بات ہے کہ اول تو وہ مقدار ہی کیا تھی جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لی۔ اس کے بعد لینا بھی اہل الرائے کے اصرار سے تھا اور مسلمانوں کے نفع کی وجہ سے اس میں بھی جتنی ممکن سے ممکن احتیاط ہوسکتی تھی اس کا اندازہ قصہ ۴ باب ۳ سے معلوم ہوگیا کہ بیوی نے تنگی اٹھا کر پیٹ کاٹ کر کچھ دام میٹھے کے لئے جمع کئے تو ان کو بیت المال میں جمع فرمادیا اور اتنی مقدار مستقل کم کردی اس سب کے بعد یہ آخری فعل ہے کہ جو کچھ لیا اس کا بھی معاوضہ داخل کردیا۔

⑥ حضرت علی بنؒ معبد کا کرایہ کے مکان سے تحریر کو خشک کرنا

علی بن معبدؒ ایک محدث ہیں۔ فرماتے ہیں میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے کچھ لکھا اور اس کو خشک کرنے کے لئے مٹی کی ضرورت ہوئی۔ کچی دیوار تھی۔ مجھے خیال آیا کہ اس پر سے ذرا سی کھرچ کے تحریر پر ڈال لوں۔ پھر خیال آیا کہ مکان کرایہ کا ہے (جو رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا گیا نہ مٹی لینے کے واسطے) مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اتنی ذرا سی مٹی میں کیا مضائقہ ہے معمولی چیز ہے۔ میں نے مٹی لے لی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں جو یہ فرمارہے ہیں کہ کل قیامت کو معلوم ہوگا یہ کہنا کہ معمولی مٹی کیا چیز ہے۔ ف 'کل معلوم ہوگا' کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کے درجات بہت زیادہ ہیں۔ کمال درجہ یہ یقیناً تھا کہ اس سے بھی احتراز کیا جاتا اگرچہ عرفاً معمولی چیز شمار ہونے سے جواز کی حد میں تھا (احیاء)

⑦ حضرت علیؓ کا ایک قبر پر گذر

کمیلؓ ایک شخص ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک مرتبہ جارہا تھا۔ وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مقبرہ والو، اے بوسیدگی والو، اے وحشت اور تنہائی والو، کیا خبر ہے کیا حال ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہوگئے۔ اولادیں یتیم ہوگئیں۔ بیویوں نے دوسرے خاوند کرلئے۔ یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی تو کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ کمیل! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ

تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا، اے کمیل قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔ ؎۱ ف یعنی آدمی جو کچھ اچھا یا بُرا کام کرتا ہے وہ اس کی قبر میں محفوظ رہتا ہے جیسا کہ صندوق میں، متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ نیک اعمال اچھے آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں جو میت کے جی بہلانے اور اُنس پیدا کرنے کے لئے رہتا ہے اور اس کی دل داری کرتا ہے اور بُرے اعمال بُری صورت میں بدبودار بن کر آتے ہیں جو اور بھی اذیت کا سبب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آدمی کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں اس کا مال جیسا کہ عرب میں دستور تھا اس کے رشتہ دار اور اس کے اعمال، دو چیزیں مال اور رشتہ دار دفن کر کے واپس آجاتے ہیں عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری مثال اور تمہارے اہل وعیال اور مال و اعمال کی مثال کیا ہے صحابہؓ کے دریافت فرمانے پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے اس وقت ایک بھائی کو وہ بلائے اور پوچھے کہ بھائی تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے، اس وقت تو میری کیا مدد کرے گا۔ وہ جواب دیتا ہے کہ تیری تیمارداری کروں گا، علاج کروں گا، ہر قسم کی خدمت کروں گا اور جب تو مر جائے گا تو نہلاؤں گا کفن پہناؤں گا اور کاندھے پر اٹھا کر لے جاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکر خیر کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بھائی تو اہل وعیال ہیں۔ پھر وہ دوسرے بھائی سے یہی سوال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا تیرا واسطہ زندگی کا ہے جب تو مر جائے گا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں گا۔ یہ بھائی مال ہے۔ پھر وہ تیسرے بھائی کو بلا کر پوچھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں قبر میں تیرا ساتھی ہوں، وحشت کی جگہ تیرا دل بہلانے والا ہوں۔ جب تیرا حساب کتاب ہونے لگے تو نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ کر اس کو جھکاؤں گا یہ بھائی عمل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اب بتلاؤ کون سا بھائی کارآمد ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہی بھائی کارآمد ہے، پہلے دو تو بے فائدہ ہی رہے۔ ؎۲

(۸) حضورؐ کا ارشاد، جس کا کھانا حرام ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ خود پاک ہیں اور پاک ہی مال قبول فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کو اُسی چیز کا حکم دیا جس کا اپنے رسولوں کو حکم فرمایا، چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ اے رسولو پاک چیزوں کو کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ اے ایمان والو ہمارے دیئے ہوئے پاک رزق میں سے کھاؤ۔ اس کے بعد حضورؐ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ لمبے لمبے سفر کرتا (اور مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے) اور اس کے ساتھ

؎۱ منتخب کنز ؎۲ ایضاً

ہی بکھرے ہوئے بالوں والا غبار آلود کپڑوں والا (یعنی پریشان حال)، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے اے اللہ اے اللہ لیکن کھانا بھی اس کا حرام ہے پینا بھی حرام ہے لباس بھی حرام ہے۔ ہمیشہ حرام ہی کھایا تو اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے۔ ؎۱ ف لوگوں کو ہمیشہ سوچ رہتا ہے کہ مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں لیکن حالات کا اندازہ اس حدیث شریف سے کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے کبھی کافر کی بھی دعا قبول فرما لیتے ہیں چہ جائیکہ فاسق کی لیکن متقی کی دعا اصل چیز ہے۔ اسی لئے متقیوں سے دعا کی تمنا کی جاتی ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں ان کو بہت ضروری ہے کہ حرام مال سے احتراز کریں اور ایسا کون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ میری دعا مقبول نہ ہو۔

(۹) حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو مشک تولنے سے انکار

حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک مرتبہ بحرین سے مشک آیا، ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا۔ آپؓ کی اہلیہ حضرت عاتکہؓ نے عرض کیا، میں تول دوں گی۔ آپؓ نے سن کر سکوت فرمایا تھوڑی دیر میں پھر یہی ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول دیتا تاکہ میں تقسیم کر دیتا۔ آپؓ کی اہلیہ نے پھر یہی عرض کیا۔ آپؓ نے سکوت فرمایا۔ تیسری دفعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تُو اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیر لے اور اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو۔ ف یہ کمال احتیاط تھی اور اپنے آپ کو محل تہمت سے بچانا، ورنہ جو بھی تولے گا اُس کے ہاتھ کو تو لگے ہی گا۔ اس لئے اس کے جواز میں کوئی تردد نہ تھا لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی کے لئے اس کو گوارا نہ فرمایا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ مشک تولا جا رہا تھا تو انھوں نے اپنی ناک بند فرمالی اور ارشاد فرمایا کہ مشک کا نفع تو خوشبو ہی سونگھنا ہے۔ ؎۲ ف یہ ہے احتیاط ان صحابہؓ اور تابعینؒ کی اور ہمارے بڑوں کی، پیشواؤں کی۔

(۱۰) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا حجاج کے حاکم کو حاکم نہ بنانا

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ صاحب حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے اُن حاکم کو معزول کر دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے تو حجاج بن یوسف کے یہاں تھوڑے ہی زمانہ کام کیا۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ بُرا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تُو اس کے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا۔ ؎۳ ف مطلب یہ ہے کہ پاس رہنے کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ جو شخص متقیوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر غیر معمولی اور غیر محسوس طریقہ سے تقویٰ کا اثر پڑتا ہے اور جو فاسقوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر فسق کا اثر ہوتا ہے

؎۱ جمع الفوائد ؎۲ احیاء ؎۳ ایضاً

اسی وجہ سے بُری صحبت سے روکا جاتا ہے۔ آدمی تو در کنار جانوروں تک کے اثرات پاس رہنے سے آتے ہیں حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ فخر اور بڑائی اونٹ اور گھوڑے والوں میں ہوتی ہے اور مسکنت بکری والوں ہیں۔

لہ حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے کہ اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی اور بُرے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔ ۲ہ

پانچواں باب نماز کا شغف اور شوق اور اس میں خشوع و خضوع

نماز ساری عبادتوں میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے۔ قیامت میں ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہوتا ہے۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ کفر اور اسلام کے درمیان میں نماز ہی آڑ ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے ارشادات اس بارہ میں وارد ہیں جو میرے ایک دوسرے رسالہ[۳] میں مذکور ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے. میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے اور کوئی شخص میرا قرب اُس چیز کی بہ نسبت زیادہ حاصل نہیں کرسکتا جو میں نے اس پر فرض کی ہے یعنی سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی مجھ سے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نوافل کی وجہ سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو پھر میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے سُنے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھے اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُس کو عطا کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو پناہ دیتا ہوں۔ ۴ہ ف آنکھ، کان بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا دیکھنا، سننا، چلنا پھرنا سب میری خوشی کے تابع بن جاتا ہے اور کوئی بات بھی میری خلافِ مرضی نہیں ہوتی۔ کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو فرائض کے بعد نوافل پر کثرت کی توفیق ہو اور یہ دولت نصیب ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے مجھے اور میرے دوستوں کو بھی نصیب فرمائیں۔

(۲) حضورﷺ کا تمام رات نماز پڑھنا

ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ حضورﷺ کی کوئی عجیب بات جو آپؓ نے دیکھی ہو وہ

لہ بخاری ۲ہ جمع ۳ہ رسالہ فضائل نماز عکسی ہے ہر کتب خانہ سے مل سکتا ہے ۴ہ جمع الفوائد

سُنادیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کی کون سی بات عجیب نہ تھی۔ ہر بات عجیب ہی تھی۔ ایک دن رات کو تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے۔ پھر فرمانے لگے، لے چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں، یہ فرماکر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے پھر رکوع فرمایا اس میں بھی اسی طرح روتے رہے پھر سجدہ کیا اس میں بھی اسی طرح روتے رہے، پھر سجدہ سے اٹھے اس میں بھی اسی طرح روتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے آکر صبح کی نماز کے لئے آواز دی۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ آپ اتنے روئے حالانکہ آپؐ معصوم ہیں اگلے پچھلے سب گناہوں کی (اگر بالفرض ہوں بھی تو) مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں شکر گذار نہ بنوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آل عمران کا اخیر رکوع۔ [1] یہ متعدد روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر لمبی نماز پڑھا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آگیا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ آپ اتنی مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ آپؐ بخشے بخشائے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ [2]

(۳) حضورؐ کا چار رکعت میں چھ پارے پڑھنا

حضرت عوفؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا حضورؐ نے مسواک فرمائی، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی میں بھی حضورؐ کے ساتھ نماز میں شریک ہوگیا حضورؐ نے سورۂ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی اور جو آیت رحمت کی آتی حضورؐ اس جگہ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے اور جو آیت عذاب کی آتی اُس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے۔ سورۃ کے ختم پر رکوع کیا اور اتنا ہی لمبا رکوع کیا جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی، اور رکوع میں سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْعَظَمَۃِ پڑھتے جاتے تھے۔ پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورۂ آل عمران پڑھی اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔ اس طرح چار رکعتوں میں سوا چھ سپارے ہوتے ہیں۔ یہ کتنی لمبی نماز ہوئی ہوگی جس میں ہر آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب پر دیر تک دعا کا مانگنا اور پھر اتنا ہی لمبا رکوع اور سجدہ تھا۔ حضرت حذیفہؓ بھی اپنا ایک قصہ حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اسی طرح سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چار رکعتوں میں چار سورتیں سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ مائدہ کے ختم تک پڑھیں ف ان چار سورتوں کے سوا چھ سیپارے ہوتے ہیں جو حضورؐ نے چار رکعتوں میں پڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی تھی جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب پر ٹھیرنا اور دعا مانگنا پھر اتنا ہی لمبا رکوع سجدہ۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس طرح چار رکعات

[1] اقامۃ الحجۃ [2] بخاری

میں کس قدر وقت خرچ ہوا ہوگا۔ بعض مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ آل عمران مائدہ تین سورتیں پڑھیں جو تقریباً پانچ پارے ہوتے ہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب نماز میں چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَہٗ

⑷ حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت ابن زبیرؓ و حضرت علیؓ وغیرہ کی نمازوں کے حالات

مجاہدؒ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا حال نقل کرتے ہیں کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی گڑی ہوئی ہے۔ [۱] یعنی بالکل حرکت نہیں ہوتی تھی علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نماز سیکھی، اور انہوں نے حضورؐ سے یعنی جس طرح حضورؐ نماز پڑھتے تھے اسی طرح ابوبکر صدیقؓ پڑھتے تھے اور اسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ۔ ثابتؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز ایسی ہوتی تھی کہ گویا لکڑی ایک جگہ گاڑ دی۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ ابن زبیرؓ جب سجدہ کرتے تو اس قدر لمبا اور بے حرکت ہوتا تھا کہ چڑیاں آ کر کمر پر بیٹھ جاتیں۔ بعض مرتبہ اتنا لمبا رکوع کرتے کہ تمام رات صبح تک رکوع ہی میں رہتے۔ بعض اوقات سجدہ اتنا ہی لمبا ہوتا کہ پوری رات گذر جاتی جب حضرت ابن زبیرؓ سے لڑائی ہو رہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اڑا اور حضرت ابن زبیرؓ کے حلق اور داڑھی کے درمیان کو گذرا مگر نہ ان کو کوئی انتشار ہوا نہ رکوع سجدہ مختصر کیا۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے بیٹا جس کا نام ہاشم تھا پاس سو رہا تھا۔ چھت میں سے ایک سانپ گرا اور بچہ پر لپٹ گیا۔ وہ چلّایا۔ گھر والے سب دوڑے ہوئے آئے۔ شور مچ گیا۔ اس سانپ کو مارا۔ ابن زبیرؓ اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے۔ سلام پھیر کر فرمانے لگے۔ کچھ شور کی سی آواز آئی تھی کیا تھا۔ بیوی نے کہا اللہ تم پر رحم کرے بچہ کی تو جان بھی گئی تھی تمہیں پتہ ہی نہ چلا۔ فرمانے لگے تیرا ناس ہو، اگر نماز میں دوسری طرف توجہ کرتا تو نماز کہاں باقی رہتی۔ (ہدایہ وغیرہ) حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ میں جب ان کے خنجر مارا گیا جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا تو ہر وقت خون بہتا تھا اور اکثر غفلت بھی ہو جاتی تھی لیکن اس حالت میں بھی جب نماز کے لئے متنبہ کئے جاتے تو اسی حالت میں نماز ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔ حضرت عثمانؓ تمام رات جاگتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کر لیتے [۲] حضرت علیؓ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے فرمایا کہ اُس امانت کا وقت ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس کے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمل کیا ہے خلفؒ بن ایوبؓ سے کسی نے پوچھا کہ تمہیں نماز میں مکھیاں دق نہیں

[۱] تاریخ الخلفاء [۲] منتخب کنز

کرتیں۔ فرمایا کہ فاسق لوگ حکومت کے کوڑے کھاتے ہیں اور حرکت نہیں کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور اپنے صبر و تحمل پر اکڑتے ہیں کہ اتنے کوڑے مارے میں ہلا تک نہیں میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کر جاؤں۔ مسلم بن یسار جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری بات کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔ ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کا ایک حصہ گرا۔ لوگ اس کی وجہ سے دوڑے وہاں جمع ہوئے۔ شور و شغب ہوا مگر ان کو پتہ ہی نہ چلا۔ حاتم اصمؒ سے کسی نے ان کی نماز کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وضو کے بعد اس جگہ پہنچ کر جہاں نماز پڑھوں تھوڑی دیر بیٹھتا ہوں کہ بدن کے تمام حصے میں سکون پیدا ہو جاتے۔ پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اس طرح کہ بیت اللہ کو اپنی نگاہ کے سامنے سمجھتا ہوں اور پل صراط کو پاؤں کے نیچے جنت کو دائیں طرف اور جہنم کو بائیں طرف۔ اور موت کے فرشتے کو اپنے پیچھے کھڑا ہوا خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ یہ آخری نماز ہے اس کے بعد پورے خشوع خضوع سے نماز پڑھتا ہوں اور اس کے بعد امید اور ڈر کے درمیان رہتا ہوں کہ نہ معلوم قبول ہوئی یا نہیں۔ [1]

(۵) ایک مہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری اور انصاری کا نماز میں تیر کھانا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے شب کو ایک جگہ قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چوکیدارہ کون کرے گا۔ ایک مہاجری اور ایک انصاری حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرتِ عباد بنؓ بشر نے عرض کیا کہ ہم دونوں کریں گے۔ حضورؐ نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا بتا دی کہ اس پر دونوں قیام کرو۔ دونوں حضرات وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر انصاری نے مہاجری سے کہا کہ رات کو دو حصوں پر منقسم کر کے ایک حصہ میں آپ سو رہیں میں جاگتا رہوں۔ دوسرے حصہ میں آپ جاگیں میں سوتا رہوں کہ دونوں کے تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے۔ اگر کوئی خطرہ جاگنے والے کو محسوس ہو تو اپنے ساتھی کو جگالے۔ رات کا پہلا آدھا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجری سو گئے۔ انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا اور دور سے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر تیر مارا اور جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دوسرا اور پھر اسی طرح تیسرا تیر مارا اور ہر تیر اُن کے بدن میں گھستا رہا اور یہ ہاتھ سے اس کو بدن سے نکال کر پھینکتے رہے اس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا، سجدہ کیا۔ نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ وہ تو ایک کی جگہ دو کو دیکھ کر بھاگ گیا کہ نہ معلوم کتنے ہوں۔ مگر ساتھی نے جب اٹھ کر دیکھا تو انصاری کے بدن سے تین جگہ سے خون ہی خون بہہ رہا تھا۔ مہاجر نے فرمایا سبحان اللہ تم نے مجھے شروع ہی میں نہ جگا لیا۔ انصاری نے فرمایا کہ میں نے

[1] احیاء

ایک سورۃ (سورۂ کہف) شروع کر رکھی تھی میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ اب بھی مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو میں بار بار تیر لگنے سے مرجاؤں اور حضورؐ نے جو حفاظت کی خدمت سپرد کر رکھی ہے وہ فوت ہو جائے۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں مرجاتا مگر سورۃ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔ ؎۱

ف یہ تھی اُن حضرات کی نماز اور اس کا شوق کہ تیر پر تیر کھائے جائیں اور خون ہی خون ہو جائے مگر نماز کے لطف میں فرق نہ پڑے۔ ایک ہماری نماز ہے کہ اگر مچھر بھی کاٹ لے تو نماز کا خیال جاتا رہے۔ بھڑ کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہاں ایک فقہی مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ خون نکلنے سے ہمارے امام یعنی امام اعظمؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ ممکن ہے کہ ان صحابی کا مذہب بھی یہی ہو۔ یا اس وقت تک اس مسئلہ کی تحقیق نہ ہوئی ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف فرما نہ تھے یا اس وقت تک یہ حکم ہوا ہی نہ ہو۔

⑥ حضرت ابوطلحہؓ کا نماز میں خیال آجانے سے باغ وقف کرنا

حضرت ابوطلحہؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک پرندہ اُڑا اور چونکہ باغ گنجان تھا اس لئے اس کو جلدی سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا۔ کبھی اِس طرف کبھی اُس طرف اُڑتا رہا اور نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا ان کی نگاہ اس پر پڑی اور اس منظر کی وجہ سے ادھر خیال لگ گیا اور نگاہ اس پرندے کے ساتھ پھرتی رہی دفعۃً نماز کا خیال آیا تو سہو ہو گیا کہ کونسی رکعت ہے، نہایت قلق ہوا کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی کہ نماز میں بھول ہوئی فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ عرض کر کے درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اس لئے میں اس کو اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ آپؐ جہاں دل چاہے اس کو صرف فرما دیجئے۔ اسی طرح ایک اور قصہ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں پیش آیا کہ ایک انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کھجوریں پکنے کا زمانہ شباب پر تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ اور کثرت سے جھکے پڑے تھے نگاہ خوشوں پر پڑی اور کھجوروں سے بھرے ہونے کی وجہ سے بہت ہی اچھے معلوم ہوئے۔ خیال اِدھر لگ گیا جس کی وجہ سے یہ بھی یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔ اس کے رنج اور صدمہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس کی وجہ سے یہ ٹھان لی کہ اس باغ ہی کو اب نہیں رکھنا جس کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی چنانچہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا کہ یہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں اس کو جو چاہے کیجئے انہوں نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں میں خرچ فرمادی۔ ؎۲

ف یہ ایمان کی غیرت ہے کہ نماز جیسی اہم چیز میں خیال آجانے سے پچاس ہزار درہم کا باغ ایک دم صدقہ کر دیا۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قول جمیل میں صوفیہ کی نسبت

؎۱ بیہقی، ابوداؤد ؎۲ موطا امام مالک

کی قسمیں تحریر فرماتے ہوئے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ یہ نسبت ہے اللہ کی اطاعت کو ماسوٰی پر مُقدّم رکھنا اور اس پر غیرت کرنا کہ ان حضرات کو اس پر غیرت آئی کہ اللہ کی اطاعت میں کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کیوں ہوئی؟

(۷) حضرت ابن عباسؓ کا نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی آنکھ میں جب پانی اُتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بنادیں، لیکن پانچ دن تک آپؓ کو احتیاط کرنا پڑیگی کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اونچی لکڑی پر کرنا ہوگا۔ انھوں نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، واللہ ایک رکعت بھی اس طرح پڑھنا مجھے منظور نہیں، حضورﷺ کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑ دے وہ حق تعالیٰ شانہٗ سے ایسی طرح ملے گا کہ حق سبحانہٗ وتقدّس اس پر ناراض ہوں گے [1]

ف اگرچہ شرعاً نماز اس طرح سے مجبوری کی حالت میں پڑھنا جائز ہے اور یہ صورت نماز چھوڑنے کی وعید میں داخل نہیں ہوتی مگر حضراتِ صحابہؓ کو نماز کے ساتھ جو شغف تھا اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنے کی اس قدر اہمیت تھی اسکی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے آنکھ بنوانے کو بھی پسند نہ کیا کہ ان حضرات کے نزدیک ایک نماز پر ساری دنیا قربان تھی۔ آج ہم بے حیائی سے جو چاہے ان مر مٹنے والوں کی شان میں منہ سے نکالیں جب کل اُن کا سامنا ہوگا اور یہ فدائی میدانِ حشر کی سیر کے لُطف اُڑا رہے ہوں گے جب حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ کیا تھے اور ہم نے اُن کے ساتھ کیا برتاؤ کیا

(۸) صحابہؓ کا نماز کے وقت فوراً دکانیں بند کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ جماعت کا وقت ہوگیا دیکھا کہ فوراً سب کے سب اپنی اپنی دکانیں بند کرکے مسجد میں داخل ہوگئے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انھی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ نور پارہ ۱۸) ترجمہ پوری آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ بیچنا۔ وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی [2] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے لیکن جب اذان کی آواز سُنتے تو سب کچھ چھوڑ کر فوراً مسجد میں چلے جاتے۔ ایک جگہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ لوگ تاجر تھے مگر ان کی تجارت اُن کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ اذان ہوگئی انھوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے سامان کو چھوڑ کر نماز کی طرف چل دیے

[1] در منثور [2] ماخوذ از بیان القرآن

ابن مسعودؓ نے فرمایا یہی لوگ ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ نے لَاتُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ سے یاد فرمایا۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانہٗ تمام دنیا کو ایک جگہ جمع فرمائیں گے تو ارشاد ہوگا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو خوشی اور رنج دونوں حالتوں میں اللہ کی حمد کرنے والے تھے؟ تو ایک مختصر جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں میں اپنی خواب گاہ سے دُور رہتے اور اپنے رب کو خوف اور رغبت کے ساتھ یاد کرتے تھے تو ایک دوسری مختصر جماعت اٹھے گی اور وہ بھی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت یا بیع یا اللہ کے ذکر سے نہیں روکتا تھا تو ایک تیسری جماعت مختصر سی کھڑی ہوگی اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوگی۔ اس کے بعد بقیہ لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا۔ لہ

(۹) حضرت خبیبؓ کا قتل کے وقت نماز پڑھنا اور زیدؓ و عاصمؓ کا قتل

اُحد کی لڑائی میں جو کافر مارے گئے تھے اُن کے عزیزوں میں انتقام کا جوش زور پر تھا۔ سلافہ نے جس کے دو بیٹے اس لڑائی میں مارے گئے تھے مَنّت مانی تھی کہ اگر عاصم کا (جنھوں نے اس کے بیٹوں کو قتل کیا تھا) سر ہاتھ آجائے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔ اس لئے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دوں گی۔ سفیان بن خالد کو اس لالچ نے آمادہ کیا کہ وہ اُن کا سر لانے کی کوشش کرے چنانچہ اس نے عضل وقارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا۔ ان لوگوں نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اور حضور اقدسؐ سے تعلیم و تبلیغ کے لئے اپنے ساتھ چند حضرات کو بھیجنے کی درخواست کی اور حضرت عاصمؓ کے بھی ساتھ بھیجنے کی درخواست کی کہ ان کا وعظ پسندیدہ بتلایا۔ چنانچہ حضورؐ نے دس آدمیوں کو اور بعض روایات میں چھ آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا جن میں حضرت عاصمؓ بھی تھے۔ راستہ میں جا کر ان لے جانے والوں نے بد عہدی کی اور دشمنوں کو مقابلہ کے لئے بلا یا جو دو سو آدمی تھے اور اُن میں سے سو آدمی بہت مشہور تیر انداز تھے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے ان حضرات کو مکہ والوں کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ راستہ میں بنو لحیان کے دو سو آدمیوں سے مقابلہ ہوا۔ یہ مختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر جس کا نام فدفد تھا چڑھ گئی۔ کفار نے کہا کہ ہم تمہارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے۔ صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلہ میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ آجاؤ ہم تم کو قتل نہ کریں گے مگر انہوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا حضرت عاصمؓ نے ساتھیوں سے جوش میں کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا مگر گھبرانے کی بات نہیں۔ شہادت کو غنیمت سمجھو، تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں

لہ درمنثور

تمہاری منتظر ہیں ۔ یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا مقابلوں کا مجمع کثیر تھا آخر شہید ہو گئے اور دعا کی کہ یا اللہ اپنے رسول ﷺ کو ہمارے قصّہ کی خبر کر دے چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس واقعہ کا علم حضور ﷺ کو ہو گیا اور چونکہ عاصم ؓ یہ بھی سُن چکے تھے کہ سلافہ نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی مَنّت مانی ہے اس لئے مرتے وقت دعا کی کہ یا اللہ میرا سر تیرے راستہ میں کاٹا جا رہا ہے تو ہی اس کا محافظ ہے وہ دعا بھی قبول ہوئی اور شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا اور بعض روایتوں میں بھِڑوں کا ایک غول بھیج دیا جنھوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کافروں کو خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اُڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے مگر رات کو ایک بارش کی رَو آئی اور ان کی نعش کو بہا کر لے گئی ۔ اسی طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے غرض تین باقی رہ گئے حضرت خبیب ؓ اور زید ؓ بن دثنہ اور عبداللہ بن ؓ طارق ۔ ان تینوں حضرات سے پھر انہوں نے عہد پیمان کیا کہ تم نیچے آ جاؤ ہم تم سے بدعہدی نہ کریں گے ۔ یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے اور نیچے اترنے پر کفار نے ان کی کمانوں کی تانت اتار کر ان کی مشکیں باندھیں ۔ حضرت عبداللہ بن ؓ طارق نے فرمایا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے میں تمہارے ساتھ ہر گز نہ جاؤں گا ۔ اِن شہید ہونے والوں کا اقتدا ہی مجھے پسند ہے ۔ انھوں نے زبردستی ان کو کھینچنا چاہا مگر یہ نہ ٹلے ، تو ان لوگوں نے ان کو بھی شہید کر دیا ۔

صرف دو حضرات ان کے ساتھ رہے جن کو لے جا کر ان لوگوں نے مکّہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا ۔ ایک حضرت زید بن ؓ دثنہ جن کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹ کے بدلہ میں خریدا تا کہ اپنے باپ امیہ کے بدلہ میں قتل کرے ۔ دوسرے حضرت خبیب ؓ جن کو حُجیر بن ابی اہاب نے سو اونٹ کے بدلہ میں خریدا تا کہ اپنے باپ کے بدلہ میں ان کو قتل کرے ۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا ۔ کہ انہوں نے بدر میں حارث کو قتل کیا تھا ۔ صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زید ؓ کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا کہ قتل کر دیئے جاویں ۔ اس کا تماشا دیکھنے کے واسطے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے جن میں ابوسفیان بھی تھا ۔ اُس نے حضرت زید ؓ سے شہادت کے وقت پوچھا کہ اے زید تجھ کو خدا کی قسم سچ کہنا کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن تیرے بدلہ میں ماری جائے اور تجھ کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل و عیال میں خوش و خرم رہے ۔ حضرت زید ؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ہیں وہیں اُن کے ایک کانٹا بھی چبھے اور ہم اپنے گھر آرام سے رہیں ۔ یہ جواب سُن کر قریش حیران رہ گئے ۔ ابوسفیان نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو جتنی اُن سے محبت دیکھی اس کی نظیر کہیں نہیں دیکھی ۔ اس کے بعد حضرت زید ؓ شہید کر دیئے گئے ۔

حضرت خبیب ؓ ایک عرصہ تک قید میں رہے ۔ حجیر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہو گئیں کہتی ہیں کہ جب خبیب ؓ ہم لوگوں کی قید میں تھے تو ہم نے دیکھا کہ خبیب ؓ ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ آدمی

کے سر کے برابر ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھارہے تھے اور مکّہ میں اس وقت انگور بالکل نہیں تھا۔ وہی کہتی ہیں کہ جب ان کے قتل کا وقت قریب آیا تو انہوں نے صفائی کے لئے اُسترہ مانگا وہ دیدیا گیا۔ اتفاق سے ایک کمسن بچہ اس وقت خبیبؓ کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ اُسترہ اُن کے ہاتھ میں ہے اور بچہ اُن کے پاس یہ دیکھ کر گھبرائے حضرت خبیبؓ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ کو قتل کردوں گا؟ ایسا نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد ان کو حرم سے باہر لایا گیا اور سُولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنّا ہو تو بتاؤ، انہوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اور اللہ جلّ شانہٗ کی ملاقات قریب ہے۔ چنانچہ مہلت دی گئی۔ انھوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر کی وجہ سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اس کے بعد سُولی پر لٹکا دیئے گئے تو انہوں نے دعا کی یا اللہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا آخری سلام پہنچادے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اسی وقت سلام پہنچایا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا وعلیکم السلام یا خبیبؓ! اور ساتھیوں کو اطلاع فرمائی کہ خبیبؓ کو قریش نے قتل کردیا حضرت خبیبؓ کو جب سولی پر چڑھایا گیا تو چالیس کافروں نے نیزے لے کر چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا اور بدن کو چھلنی کردیا۔ اس وقت کسی نے قسم دے کر یہ بھی پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردیں اور تم کو چھوڑ دیں۔ انھوں نے فرمایا واللہ العظیم! مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے فدیہ میں ایک کانٹا بھی حضورؐ کو چبھے۔ [1]

ف ویسے تو ان قصّوں کا ہر ہر لفظ عبرت ہے لیکن اس قصہ میں دو چیزیں خاص طور سے قابل قدر قابلِ عبرت ہیں، ان حضرات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وعشق کہ اپنی جان جائے اور اس کے بدلہ میں اتنا لفظ کہنا بھی گوارا نہیں کہ حضورؐ کو کسی قسم کی تکلیف معمولی سی بھی پہنچ جائے۔ اس لئے کہ حضرت خبیبؓ سے صرف زبان سے ہی کہلانا چاہتے تھے اور صرف زبان سے کہنا ہی تھا ورنہ بدلہ میں حضورؐ کو تکلیف پہنچانے پر تو ان کفار کو بھی قدرت نہ تھی بلکہ وہ لوگ خود ہی ہر وقت تکلیف پہنچانے کی کوشش میں رہتے تھے جس میں بدلا بے بدلا سب برابر تھا۔ دوسری چیز نماز کی عظمت اور اس کا شغف کہ ایسے آخری وقت میں عام طور سے بیوی بچوں کو آدمی یاد کرتا ہے۔ صورت دیکھنا چاہتا ہے پیام وسلام کہتا ہے مگر ان حضرات کو پیام وسلام دینا ہے تو حضورؐ کو اور آخری تمنّا ہے تو دو رکعت نماز کی۔

(۱۰) حضورؐ کی جنت میں معیت کے لئے نماز کی مدد

حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گذارتا تھا اور تہجد کے وقت وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک مصلّیٰ وغیرہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ

[1] فتح الاسلام

علیہ وسلم نے میری خدمات سے خوش ہو کر فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ جنت میں آپ کی رفاقت۔ آپ نے فرمایا اور کچھ کہ بس یہی چیز مطلوب ہے، آپ نے فرمایا اچھا میری مدد کیجیو سجدوں کی کثرت سے ۔[۱]

ف اس میں تنبیہ ہے اس امر پر کہ صرف دعا پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھنا چاہیئے بلکہ کچھ طلب اور عمل کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں سب سے اہم نماز ہے کہ جتنی اس کی کثرت ہوگی اتنے ہی سجدے زیادہ ہوں گے۔ جو لوگ اس سہارے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ فلاں پیر فلاں بزرگ سے دعا کرائیں گے سخت غلطی ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے اس دنیا کو اسباب کے ساتھ چلایا ہے۔ اگرچہ بے اسباب ہر چیز پر قدرت ہے اور قدرت کے اظہار کے واسطے کبھی ایسا کر بھی دیتے ہیں۔ لیکن عام عادت یہی ہے کہ دنیا کے کاروبار اسباب سے لگا رکھے ہیں۔ حیرت ہے کہ ہم لوگ دنیا کے کاموں میں تو تقدیر پر اور صرف دعا پر بھروسہ کر کے کبھی نہیں بیٹھتے بڑی اس طرح کی کوشش کرتے ہیں مگر دین کے کاموں میں تقدیر اور دعا بیچ میں آجاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کی دعا نہایت اہم ہے مگر حضورؐ نے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ سجدوں کی کثرت سے میری دعا کی مدد کرنا۔

چھٹا باب ایثار و ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

ایثار کہتے ہیں اپنی ضرورت کے وقت دوسرے کو ترجیح دینا۔ اوّل تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر ادا، ہر عادت ایسی ہی ہے جس کی برابری تو درکنار اس کا کچھ بھی کسی خوش قسمت کو نصیب ہو جائے تو عین سعادت ہے لیکن بعض عادتیں ان میں سے ایسی ممتاز ہیں کہ انہی کا حصہ تھیں۔ ان کے منجملہ ایثار ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کلام اللہ شریف میں اس کی تعریف فرمائی اور يُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر ۹) میں اس صفت کو ذکر فرمایا کہ وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں گو اُن پر فاقہ ہی ہو۔

(۱) صحابیؓ کا مہمان کی خاطر چراغ بُجھا دینا

ایک صحابیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی حالت کی اطلاع دی۔ حضورؐ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا کہیں کچھ نہ ملا تو حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول کرے۔ ایک انصاری صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ میں مہمانی کروں گا ان کو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ یہ حضورؐ کے مہمان ہیں جو اکرام کر سکے اس میں کسر نہ کرنا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم بچوں کے قابل کچھ تھوڑا سا رکھا ہے اور کچھ بھی گھر میں نہیں۔ صحابیؓ نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سلادیجیو اور جب وہ سوجائیں تو کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھ جاویں گے اور تو چراغ کے درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر اس کو بجھا دینا۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی اور

[۱] ابوداؤد

بچوں نے فاقہ سے رات گذاری جس پر یہ آیت یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ نازل ہوئی ترجمہ اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ اُن پر فاقہ ہی ہو۔

ف اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو صحابہؓ کے یہاں پیش آئے چنانچہ ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا لکھا ہے۔

(۲) روزہ دار کے لئے چراغ بجھا دینا

ایک صحابیؓ روزہ پر روزہ رکھتے تھے۔ افطار کے لئے کوئی چیز کھانے کی میسر نہ آتی تھی۔ ایک انصاری صحابی حضرت ثابتؓ نے تاڑ لیا۔ بیوی سے کہا کہ میں رات کو ایک مہمان کو لاؤں گا جب کھانا شروع کریں تو تم چراغ کو درست کرنے کے حیلہ سے بجھا دینا اور اتنے مہمان کا پیٹ نہ بھر جائے خود نہ کھانا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا ساتھ میں سب شریک رہے جیسے کھا رہے ہوں۔ صبح کو حضرت ثابتؓ جب حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ رات کا تمھارا اپنے مہمان کے ساتھ کا برتاؤ حق تعالیٰ شانہٗ کو بہت ہی پسند آیا۔ ؎[1]

(۳) ایک صحابیؓ کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا

حضرت اُبی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا مال وصول کرنے کے لئے بھیجا میں ایک صاحب کے پاس گیا اور اُن سے ان کے مال کی تفصیل معلوم کی تو اُن پر ایک اونٹ کا بچہ ایک سالہ واجب تھا میں نے اُن سے اس کا مطالبہ کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک سال کا بچہ نہ دودھ کے کام کا نہ سواری کے کام کا۔ انھوں نے ایک نفیس عمدہ جوان اونٹنی سامنے کی کہ یہ لے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں لے سکتا کہ مجھے عمدہ مال لینے کا حکم نہیں۔ البتہ اگر تم یہی دینا چاہتے ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہیں اور آج کا پڑاؤ فلاں جگہ تمہارے قریب ہی ہے حضورؐ کی خدمت میں جا کر پیش کر دو۔ اگر منظور فرما لیا تو مجھے انکار نہیں ورنہ میں معذور ہوں۔ وہ اس اونٹنی کو لے کر میرے ساتھ ہو لئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس آپؐ کے قاصد زکوٰۃ کا مال لینے آئے تھے اور خدا کی قسم مجھے آج تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ رسول اللہؐ یا ان کے قاصد نے میرے مال میں کبھی تصرف فرمایا ہو اس لئے میں نے اپنا سارا مال سامنے کر دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اس میں ایک سالہ اونٹ کا بچہ زکوٰۃ کا واجب ہے حضورؐ ایک سال کے بچہ سے نہ تو دودھ کا ہی نفع ہے نہ سواری کا اس لئے میں نے ایک عمدہ جوان اونٹنی پیش کی تھی جس کو انہوں نے قبول نہیں فرمایا اس لئے میں خود لے کر حاضر ہوا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم پر واجب تو وہی ہے جو انہوں نے بتلائی مگر تم اپنی طرف سے اس سے زیادہ اور عمدہ مال دو تو قبول ہے اللہ تمہیں اس کا اجر مرحمت فرمائیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ یہ حاضر ہے۔ حضورؐ نے قبول فرما لیا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ف یہ زکوٰۃ کے مال کا منظر ہے آج بھی اسلام کے بہت سے

؎[1] در منثور

دعویدار ہیں اور حضورؐ کی محبت کا دم بھی بھرتے ہیں لیکن زکوٰۃ کے ادا کرنے میں زیادتی کا تو کیا ذکر ہے۔ پوری مقدار بھی ادا کرنا موت ہے۔ جو اونچے طبقے والے زیادہ مال والے کہلاتے ہیں ان کے یہاں تو اکثر و بیشتر اس کا ذکر ہی نہیں لیکن جو متوسط حیثیت کے لوگ ہیں اور اپنے کو دین دار بھی سمجھتے ہیں وہ بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ جو خرچ اپنے عزیز رشتہ داروں میں یا کسی دوسری جگہ مجبوری سے پیش آجائے اس میں زکوٰۃ ہی کی نیت کرلیں۔

(۴) حضرات شیخین کا صدقہ میں مقابلہ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اتفاقاً اس زمانہ میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا۔ میں نے کہا آج میرے پاس اتفاق سے مال موجود ہے اگر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی بھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر خوشی خوشی میں گھر گیا اور جو کچھ بھی گھر میں رکھا تھا اس میں سے آدھا لے آیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا کہ چھوڑ آیا۔ حضورؐ نے فرمایا آخر کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا آدھا چھوڑ آیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جو کچھ رکھا تھا سب لے آئے حضورؐ نے فرمایا ابوبکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ انھوں نے فرمایا ان کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑ آیا۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول پاکؐ کے نام کی برکت اور ان کی رضا اور خوشنودی کو چھوڑ آیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت ابوبکرؓ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

ف خوبیوں اور نیکیوں میں اس کی کوشش کرنا کہ دوسرے سے بڑھ جاؤں یہ مستحسن اور مندوب ہے قرآن پاک میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے۔ یہ قصہ غزوۂ تبوک کا ہے۔ اس وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کی خاص طور سے ترغیب فرمائی تھی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے حوصلہ کے موافق بلکہ ہمت و وسعت سے زیادہ اعانتیں فرمائیں جن کا ذکر باب ۲ کے قصہ ۸ میں بھی مختصر طور پر گذرا ہے

جزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین (احسن الجزاء)

(۵) صحابہؓ کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مرنا

حضرت ابوجہم بن حذیفہؓ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جاں کنی شروع تھی۔ میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں انھوں نے اشارے سے ہاں کی اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے آہ کی۔ میرے چچازاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا میں ان کے پاس پانی لے کر گیا وہ ہشام بن ابی العاص تھے اُن کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اُن کے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے۔ انھوں نے آہ کی۔ ہشامؓ نے مجھے ان کے پاس جانے

اشارہ کردیا یہ اُن کے پاس پانی لے کر پہنچا تو ان کا دم نکل چکا تھا۔ ہشامؓ کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جان بحق ہو چکے تھے ان کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس لوٹا تو اتنے میں وہ بھی ختم ہو چکے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون۔[1]

ف اس نوع کے متعدد واقعات کتب حدیث میں ذکر کئے گئے۔ کیا انتہا ہے اس ایثار کی کہ اپنا بھائی آخری دم توڑ رہا ہو اور پیاسا ہو ایسی حالت میں کسی دوسرے کی طرف توجہ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس کو پیاسا چھوڑ کر دوسرے کو پانی پلانے چلا جائے۔ اور ان مرنے والوں کی روحوں کو اللہ جل شانہٗ اپنے لطف وفضل سے نوازیں کہ مرنے کے وقت بھی جب ہوش وحواس سب ہی جواب دیدیتے ہیں یہ لوگ ہمدردی میں جان دیتے ہیں۔

(۶) حضرت حمزہؓ کا کفن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ غزوۂ احد میں شہید ہوگئے اور بیدرد کافروں نے آپؓ کے کان ناک وغیرہ اعضا کاٹ دئے اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کئے۔ لڑائی کے ختم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہؓ شہیدوں کی نعشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز وتکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں حضورؐ نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہیں ایسے ظلموں کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہوگا۔ ان کے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو۔ انھوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضورؐ نے دیکھنے کو منع فرمادیا انھوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دئے گئے اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے۔ ہم اس پر راضی ہیں میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی۔ حضرت زبیرؓ نے حضورؐ سے جاکر اس کلام کو ذکر کیا تو حضورؐ نے اس جواب کو سُن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرمادی۔ آکر دیکھا انا للہ پڑھی اور ان کے لئے استغفار اور دعا کی۔

ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آرہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا دیکھو عورت کو روکو۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں، میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں۔ میں جلدی سے روکنے کے لئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسا میرے مارا اور کہا پرے ہٹ میں نے کہا کہ حضورؐ نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہوگئیں۔ اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کے لئے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی۔ ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔ ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہ کو کفنانے لگے تو برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیلؓ تھا۔ ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا جیسا کہ حضرت حمزہؓ کا تھا۔ ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو۔ اس لئے ہم نے دونوں کے لئے ایک

[1] درایہ

ایک کپڑا تجویز کر دیا مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا دوسرا چھوٹا تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آجائے گا وہ ان کے کفن میں لگایا جائے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیلؓ کے حصہ میں آیا اور چھوٹا حضرت حمزہؓ کے حصہ میں آیا جو اُن کے قد سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔ [1] ابن سعدؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہؓ جب دو کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کی نعش پر پہنچیں تو ان کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا۔ حضرت حمزہؓ کا کپڑا بڑا تھا۔ یہ روایت مختصر ہے اور خمیس کی روایت مفصل ہے

ف یہ دو جہان کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کے لئے دو کپڑے دیتی ہیں اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بے کفن رہے ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصہ میں آتا ہے جو کئی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے غریب پروری اور مساوات کے دعوے دار اگر اپنے دعوؤں میں سچے ہیں تو ان پاک ہستیوں کا اتباع کریں جو کہکر نہیں بلکہ کر کے دکھلا گئے۔ ہم لوگوں کو اپنے لئے ان کا پیرو کہنا بھی شرم کی بات ہے۔

⑦ بکرے کی سری کا چکر کاٹ کر واپس آنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیؓ کو کسی شخص نے بکری کی سری ہدیہ کے طور پر دی۔ انہوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورت مند ہیں، کنبہ والے ہیں وہ اور ان کے گھر والے زیادہ محتاج ہیں اس لئے ان کے پاس بھیجدی، ان کو ایک تیسرے صاحب کے متعلق یہی خیال پیدا ہوا اور ان کے پاس بھیجدی۔ غرض اسی طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صحابیؓ کے گھر لوٹ آئی۔ [2]

ف اس قصہ سے ان حضرات کا عام طور سے محتاج اور ضرورت مند ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی کہ ہر شخص کو دوسرے کی ضرورت اپنے سے مقدم معلوم ہوتی تھی۔

⑧ حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو زچگی میں لے جانا

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں بسا اوقات رات کو چوکیدارہ کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گذر ہوا۔ دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا لگا ہوا ہے جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کر کے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں۔ امیر المؤمنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت پیش کر کے مدد چاہنے کے

[1] خمیس [2] در منثور

واسطے آیا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ میں سے آواز کیسی آرہی ہے۔ اِن صاحب نے کہا میاں جاؤ اپنا کام کرو۔ آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتادو کچھ تکلیف کی آواز ہے۔ ان صاحب نے کہا کہ عورت کی ولادت کا وقت قریب ہے، درد زہ ہو رہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے! انہوں نے کہا کوئی نہیں، آپ وہاں سے اٹھے اور مکان تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت ام کلثوم رضؓ سے فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر سے تمہارے لئے آئی ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک گاؤں کی رہنے والی بیچاری تنہا ہے۔ اس کو درد زہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں تمہاری صلاح ہو تو میں تیار ہوں۔ اور کیوں نہ تیار ہوتیں کہ یہ بھی آخر حضرت سیدہ فاطمہ رضؓ کی ہی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو تیل گودڑ وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو۔ وہ لے کر چلیں حضرت عمر رضؓ خود پیچھے پیچھے ہو لئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ام کلثوم رضؓ تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپ نے آگ جلا کر اس ہانڈی میں دانے اُبالے گھی ڈالا اتنے میں ولادت سے فراغت ہوگئی۔ اندر سے حضرت ام کلثوم رضؓ نے آواز دے کر عرض کیا۔ امیر المومنین رضؓ اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجئے۔ امیر المومنین کا لفظ جب اُن صاحب کے کان میں پڑا تو وہ بڑے گھبرائے۔ آپ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں۔ وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھدی کہ اس عورت کو بھی کچھ کھلادیں۔ حضرت ام کلثوم رضؓ نے اس کو کھلایا۔ اس کے بعد ہانڈی باہر دیدی۔ حضرت عمر رضؓ نے اس بدو سے کہا کہ لو تم بھی کھاؤ۔ رات بھر تمہاری جاگنے میں گذر گئی۔ اس کے بعد اہلیہ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لے آئے اور ان صاحب سے فرمادیا کہ کل آنا تمہارے لئے انتظام کر دیا جائے گا۔[1]

ف ہمارے زمانے کا کوئی بادشاہ یا رئیس نہیں کوئی معمولی حیثیت کا مالدار بھی ایسا ہے جو غریب کی ضرورت میں مسافر کی مدد کے واسطے اس طرح بیوی کو رات کو جنگل میں لے جائے اور خود اپنے آپ چولھا دھونک کر پکائے۔ مال دار کو چھوڑیئے کوئی دیندار بھی ایسا کرتا ہے سوچنا چاہیئے کہ جن کے نام لیوا ہیں اور ان جیسی برکات کی ہر بات میں امید رکھتے ہیں کوئی کام بھی ہم اُن جیسا کر لیتے ہیں۔

(۹) ابو طلحہ رضؓ کا باغ وقف کرنا

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ رضؓ انصاری مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑے باغ والے تھے ان کا ایک باغ تھا جس کا نام بیرحاء تھا۔ وہ ان کو بہت ہی زیادہ محبوب تھا مسجد نبوی کے قریب تھا۔ پانی بھی اس میں نہایت شیریں اور افراط سے تھا حضور ﷺ بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ جب قرآن شریف کی آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ

[1] اشہر

ترجمہ (تم نیکی کے کامل درجہ کو نہیں پہنچ سکتے جب تک ایسی چیزوں سے خرچ نہ کرو گے جو تم کو پسند ہیں. نازل ہوئی تو ابو طلحہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنا باغ بیرحا سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محبوب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اس لئے وہ اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں آپؐ جیسا مناسب سمجھیں اس کے موافق اس کو خرچ فرمادیں حضورؐ نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ بہت ہی عمدہ مال ہے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو اپنے اہلِ قرابت میں تقسیم کر دو۔ ابو طلحہؓ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرمادیا۔ [1]

ف ہم بھی اپنا کوئی محبوب ترین مال جائداد کوئی ایک آدھ وعظ سن کر قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھ کر یا سن کر اس طرح بیدھڑک خیرات کر دیتے ہیں۔ اگر وقف وغیرہ کرنے کا خیال بھی آتا ہے تو زندگی سے مایوس ہو جانے کے بعد یا وارثوں سے خفا ہو کر ان کو محروم کرنے کی نیت سے اور برس کے برس اس سوچ میں لگا دیتے ہیں کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ میری زندگی میں تو میرے ہی کام آئے بعد میں جو ہو وہ ہوتا رہے۔ ہاں نام و نمود کی کوئی چیز ہو، یا بیاہ شادی کی تقریب ہو تو سودی قرض سے بھی انکار نہیں۔

(۱۰) حضرت ابوذرؓ کا اپنے خادم کو تنبیہ فرمانا

حضرت ابوذر غفاریؓ مشہور صحابی ہیں جن کے اسلام لانے کا قصہ بابؑ کے [۵] پر گذر چکا۔ یہ بڑے زاہد لوگوں میں تھے۔ مال نہ اپنے پاس جمع رکھتے تھے نہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا جمع رکھے۔ مال دار لوگوں سے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔ اس لئے حضرت عثمانؓ کے حکم سے رَبذہ میں رہنے لگے تھے جو جنگل میں ایک معمولی سی آبادی تھی۔ حضرت ابوذرؓ کے پاس چند اونٹ تھے اور ایک ناتوان ضعیف سا چرواہا تھا جو ان کی خبر گیری کرتا تھا اسی پر گذر تھا۔ ایک شخص قبیلہ بنو سلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمنا ظاہر کی کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے فیوض سے استفادہ کروں میں آپ کے چرواہے کی مدد کرتا رہوں گا اور آپ کی برکات سے فائدہ بھی حاصل کروں گا حضرت ابوذرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دوست وہ ہے جو میری اطاعت کرے۔ اگر تم بھی میری اطاعت کے لئے تیار ہو شوق سے رہو۔ کہنا نہ مانو تو تمہاری ضرورت نہیں۔ سلیمی صاحب نے عرض کیا کس چیز میں آپ اپنی اطاعت چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میں اپنے مال میں سے کسی چیز کے خرچ کا حکم کروں تو عمدہ سے عمدہ مال خرچ کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے قبول کیا اور رہنے لگا۔ اتفاق سے ایک دن ان سے کسی نے ذکر کیا کہ پانی پر کچھ لوگ رہتے ہیں جو ضرورت مند ہیں کھانے کے محتاج ہیں۔ مجھ سے فرمایا ایک اونٹ لے آؤ۔ میں گیا میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عمدہ اونٹ ہے جو نہایت قیمتی نہایت کار آمد اور سواری میں مطیع۔ میں نے حسب وعدہ اس کو لے جانے کا ارادہ

[1] در منثور

کیا۔ مگر مجھے خیال ہوا کہ غربا کو کھلانا ہی تو ہے اور یہ اونٹ بہت زیادہ کار آمد ہے حضرت کی اور متعلقین کی ضرورت کا ہے اس کو چھوڑ کر اس سے ذرا کم درجہ کی عمدہ اونٹنی کہ اس اونٹ کے علاوہ اور باقی سب سے بہتر تھی لے کر حاضر خدمت ہوا۔ فرمایا کہ تم نے خیانت کی۔ میں سمجھ گیا اور واپس آکر وہی اونٹ لے گیا۔ پاس بیٹھنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں جو اللہ کے واسطے ایک کام کریں دو آدمی اُٹھے۔ انھوں نے اپنے کو پیش کیا۔ فرمایا کہ اس کو ذبح کرو اور ذبح کے بعد گوشت کاٹ کر جتنے گھر پانی پر آباد ہیں ان کو شمار کر کے ابوذرؓ کا یعنی اپنا گھر بھی ایک عدد ان میں شمار کر لو اور سب کو برابر تقسیم کر دو۔ میرے گھر بھی اتنا ہی جائے جتنا ان میں سے ہر گھر میں جائے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور تقسیم کر دیا۔

اس کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا کہ تو نے میری وصیت عمدہ مال خرچ کرنے کی جان بوجھ کر چھوڑی یا بھول گیا تھا۔ اگر بھول گیا تھا تو معذور ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بھولا تو نہیں تھا میں نے اوّل اسی اونٹ کو لیا تھا مگر مجھے خیال ہوا کہ یہ بہت کار آمد ہے۔ آپ کو اکثر اس کی ضرورت رہتی ہے محض اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا کہ محض میری ضرورت سے چھوڑا تھا۔ عرض کیا کہ محض آپ کی ضرورت سے چھوڑا تھا۔ فرمایا اپنی ضرورت کا دن بتاؤں۔ میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن میں قبر کے گڑھے میں اکیلا ڈال دیا جاؤں گا۔ وہ دن میری ضرورت اور احتیاج کا ہے۔ مال کے اندر تین حصہ دار ہیں۔ ایک تقدیر جو مال کے لے جانے میں کسی چیز کا انتظار نہیں کرتی اچھا بُرا ہر قسم کا لے جاتی ہے۔ دوسرا وارث جو اس کے انتظار میں ہے تُو مرے تو وہ لے لے اور تیسرا حصہ دار تُو خود ہے۔ اگر ہو سکتا ہو اور تیری طاقت میں ہو تو تینوں حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ اس لئے جو مال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس کو میں اپنے لئے آگے چلتا کروں تاکہ وہ میرے لئے جمع رہے۔[1]

ف تین حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن کا مطلب یہ ہے کہ جو ہو سکے اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ جمع کر لے ایسا نہ ہو کہ مقدر غالب آجائے اور وہ مال تجھ سے ضائع ہو جائے یا تُو مر جائے اور وہ دوسروں کے قبضہ میں آجائے کہ بعد میں کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ آل اولاد بیوی بچے سب تھوڑے بہت دنوں رو کر چپ ہو جائیں گے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ مرنے والے کے لئے بھی کچھ صدقہ خیرات کر دیں۔ اور اس کو یاد رکھیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ حالانکہ اس کا مال صرف وہ ہے جو کھا لیا اور ختم کر دیا یا پہن لیا اور پرانا کر دیا یا اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا اور اپنے لئے خزانہ میں جمع کر دیا اس کے سوا جو کچھ ہے وہ دوسروں کا مال ہے لوگوں کے لئے جمع کر رہا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے دریافت فرمایا تم میں سے ایسا کون شخص ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے سے اچھا لگے

[1] درمنثور

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ایسا کون ہوگا جس کو دوسرے کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو حضورؐ نے فرمایا کہ اپنا مال صرف وہی ہے جو آگے بھیجدیا جائے اور جو چھوڑ دیا وہ وارث کا مال ہے۔ [1]

(۱۱) حضرت جعفرؓ کا قصّہ

حضرت جعفرؓ طیار حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی ہیں۔ اوّل تو یہ سارا ہی گھرانہ اور خاندان بلکہ آل اولاد سخاوت، کرم شجاعت بہادری میں ممتاز رہے اور رہیں لیکن حضرت جعفرؓ مساکین کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور زیادہ اٹھنا بیٹھنا غرباہی کے ساتھ ہوتا تھا۔ کفار کی تکالیف سے تنگ ہوکر اول حبشہ کی ہجرت کی اور کفار نے وہاں بھی پیچھا کیا تو نجاشی کے یہاں اپنی صفائی پیش کرنا پڑی جس کا قصہ پہلے باب کے نمبر ۱۰ پر گذرا۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی اور غزوہ موتہ میں شہید ہوئے جس کا قصہ اگلے باب کے ختم پر آرہا ہے۔ ان کے انتقال کی خبر پر حضورؐ ان کے گھر تعزیت کے طور پر تشریف لے گئے اور ان کے صاحبزادوں عبداللہ اور عون اور محمد کو بلایا وہ سب کم عمر تھے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ساری ہی اولاد میں باپ کا رنگ تھا۔ مگر عبداللہ میں سخاوت کا مضمون بہت زیادہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب قطب السخاء سخاوت کا قطب تھا۔ سات برس کی عمر میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئی انہی عبداللہؓ بن جعفر سے کسی شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں سفارش کرائی۔ ان کی سفارش پر اس کا کام ہوگیا تو اس نے نذرانہ کے طور پر چالیس ہزار درہم بھیجے انہوں نے واپس کر دیئے کہ ہم لوگ اپنی نیکی کو فروخت نہیں کیا کرتے۔ ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار درہم نذرانہ میں آئے اسی مجلس میں تقسیم فرمادیئے۔ ایک تاجر بہت سی شکر لے کر آیا مگر بازار میں فروخت نہ ہوئی۔ اس کو فکر و رنج ہوا عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور لوگوں میں مفت لٹا دو۔ رات کو قبیلہ میں جو مہمان آجاتا تھا وہ ان کے یہاں سے کھانا پینا ہر قسم کی ضروریات پوری کرتا۔ [2] حضرت زبیرؓ ایک لڑائی میں شریک تھے۔ ایک دن اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت فرمائی کہ میرا خیال یہ ہے کہ آج میں شہید ہوجاؤں گا۔ تم میرا قرضہ ادا کر دینا اور فلاں فلاں کام کرنا۔ یہ وصیتیں کرکے اسی دن شہید ہوگئے۔ صاحبزادہ نے جب قرضہ کو جوڑا تو بائیس لاکھ درہم تھے اور یہ قرضہ بھی اس طرح ہوا تھا کہ امانتدار بہت مشہور تھے۔ لوگ اپنی امانتیں بہت کثرت سے رکھتے۔ یہ فرمادیتے کہ رکھنے کی جگہ تو میرے پاس نہیں یہ رقم قرض ہے۔ جب تمہیں ضرورت ہولے لینا۔ یہ کہکر اس کو صدقہ کر دیتے اور یہ بھی وصیت کی کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے کہدینا۔ عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں مولیٰ کو نہ سمجھا میں نے

[1] مشکوٰۃ [2] اصابہ

پوچھا کہ آپ کے مولیٰ کون؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے تمام قرضہ ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ جب کوئی دقت پیش آتی میں کہتا کہ اے زبیر کے مولیٰ فلاں کام نہیں ہوتا وہ فوراً ہو جاتا۔ یہ عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابن عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ میرے والد کے قرضہ کی فہرست میں تمہارے ذمہ دس لاکھ درم لکھے ہیں۔ کہنے لگے کہ جب چاہو لے لو اس کے بعد معلوم ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی میں دوبارہ گیا میں نے کہا کہ وہ تو تمہارے ان کے ذمہ ہیں۔ کہنے لگے کہ میں نے معاف کر دیئے۔ میں نے کہا کہ میں معاف نہیں کراتا کہنے لگے کہ جب تمہیں سہولت ہو دیدینا۔ میں نے کہا اس کے بدلہ میں زمین لے لو غنیمت کے مال میں زمین بہت سی آئی ہوئی تھی۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا اچھا۔ میں نے ایک زمین ان کو دیدی جو معمولی حیثیت کی تھی۔ پانی وغیرہ بھی اس میں نہیں تھا۔ انہوں نے فوراً قبول کر لی اور غلام سے کہا کہ اس زمین میں مصلیٰ بچھادے۔ اس نے مصلیٰ بچھادیا۔ دو رکعت نماز وہاں پڑھی اور بہت دیر تک سجدہ میں پڑے رہے۔ نماز سے فارغ ہو کر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس نے کھودنا شروع کیا۔ ایک پانی کا چشمہ وہاں سے ابلنے لگا[1]

ف ان حضرات صحابۂ کرامؓ کے یہاں یہ اور اس قسم کی چیزیں جو اس باب میں لکھی گئیں کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ان حضرات کی عام عادتیں ایسی ہی تھیں۔

ساتواں باب: بہادری، دلیری اور موت کا شوق

جس کا لازمی نتیجہ بہادری ہے کہ جب آدمی مرنے ہی کے سر ہو جائے تو پھر سب کچھ کر سکتا ہے ساری بزدلی سوچ فکر زندگی ہی کے واسطے ہے اور جب مرنے کا اشتیاق پیدا ہو جائے تو نہ مال کی محبت رہے نہ دشمن کا خوف۔ کاش مجھے بھی ان سچوں کے طفیل یہ دولت نصیب ہو جاتی۔

① ابن جحشؓ اور ابن سعدؓ کی دعا

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے غزوہ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ اے سعد آؤ مل کر دعا کریں۔ ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق دعا کرے دوسرا آمین کہے کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا فرمائی۔ اول حضرت سعدؓ نے دعا کی یا اللہ جب کل کو لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا ہو وہ مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اس پر زور دار حملہ کروں۔ پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما کہ میں اس کو تیرے راستے میں قتل کروں اور اس کی غنیمت حاصل کروں۔ حضرت عبداللہؓ نے آمین کہی اور اس کے بعد حضرت عبداللہؓ نے دعا کی اے اللہ کل کو میدان میں ایک بہادر سے مقابلہ کرا جو سخت حملہ والا ہو میں اس پر شدت سے حملہ کروں وہ بھی

[1] اسد الغابہ

مجھ پر زور سے حملہ کرے اور پھر وہ مجھے قتل کر دے پھر میرے ناک کان کاٹ لے۔ پھر قیامت میں جب تیرے حضورؐ میں پیشی ہو تو تو کہے کہ عبداللہ تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے۔ میں عرض کروں یا اللہ تیرے اور تیرے رسولؐ کے راستے میں کاٹے گئے، پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعدؓ نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی اور دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح سے قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھی[1] سعدؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دُعا سے بہتر تھی میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک تاگے میں پروئے ہوئے ہیں۔ اُحد کی لڑائی میں اُن کی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی حضورؐ نے ان کو ایک ٹہنی عطا فرمائی جو اُن کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی اور عرصہ تک بعد میں رہی اور دو سَو دینار کو فروخت ہوئی[2] دینار سونے کے ایک سکّہ کا نام ہے۔

ف اس قصہ میں جہاں ایک جانب کمال بہادری ہے کہ بہادر دشمن سے مقابلہ کی تمنّا ہے وہاں دوسری جانب کمال عشق بھی کہ محبوب کے راستے میں بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی تمنّا کرے اور آخر میں جب وہ پوچھیں کہ یہ سب کیوں ہوا تو میں عرض کروں کہ تمہارے لئے ؎

مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں
رہے گا کوئی تو تیغِ سِتم کے یادگاروں میں

(۲) اُحد کی لڑائی میں حضرت علیؓ کی بہادری

غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی تھی جس کی بڑی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر عمل نہ کرنا تھی جس کا ذکر باب ۱ قصہ ۲ میں گذر چکا۔ اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے بیچ میں آ گئے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے ایک جتھے کے بیچ میں آ گئے اور کفّار نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ صحابہؓ اس خبر سے بہت پریشان حال تھے اور اسی وجہ سے بہت سے بھاگے بھی اور ادھر اُدھر متفرق ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ جب کفّار نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے حضورؐ کو اول زندوں میں تلاش کیا نہ پایا۔ پھر شہدا میں جا کر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ حضورؐ لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوئے اس لئے اپنے پاک رسولؐ کو آسمان پر اٹھا لیا اس لئے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں بھی تلوار لے کر کافروں کے جتھے میں گھس جاؤں یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ میں نے تلوار لے کر حملہ کیا یہاں تک کہ کفّار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میری نگاہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑ گئی تو بیحد مسرّت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ جل شانہٗ نے

[1] خمیس [2] اصابہ

ملائکہ کے ذریعہ سے اپنے محبوبؐ کی حفاظت کی۔ میں حضورؐ کے پاس جاکر کھڑا ہوا کہ ایک جماعت کی جماعت کفّار کی حضورؐ پر حملہ کے لئے آئی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ علیؓ ان کو روکو۔ میں نے تنہا نے اس جماعت کا مقابلہ کیا اور اُن کے منھ پھیر دیئے اور بعضوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد پھر ایک اور جماعت حضورؐ پر حملہ کی نیت سے بڑھی۔ آپؐ نے پھر حضرت علیؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ انھوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے آکر حضرت علیؓ کی اس جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضورؐ نے فرمایا اِنَّہٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ بیشک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا وَاَنَا مِنْکُمَا میں تم دونوں سے ہوں[1]

ف ایک تنہا آدمی کا جماعت سے بھڑ جانا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کو تنہا پاکر مرجانے کی نیت سے کفّار کے جمگھٹے میں گھس جانا۔ جہاں ایک طرف حضورؐ کے ساتھ سچی محبّت اور عشق کا پتہ دیتا ہے وہاں دوسری جانب کمال بہادری اور دلیری جرأۃ کا بھی نقشہ ہے۔

(۳) حضرت حنظلہؓ کی شہادت

غزوۂ احد میں حضرت حنظلہؓ اول سے شریک نہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی نئی شادی ہوئی تھی بیوی سے ہمبستر ہوئے تھے۔ اس کے بعد غسل کی تیاری کر رہے تھے اور غسل کے لئے بیٹھ بھی گئے سر کو دھو رہے تھے کہ ایک دم مسلمانوں کی شکست کی آواز کان میں پڑی جس کی تاب نہ لاسکے۔ اسی حالت میں تلوار ہاتھ میں لی اور لڑائی کے میدان کی طرف بڑھے چلے گئے اور کفار پر حملہ کیا اور برابر بڑھتے چلے گئے کہ اسی حالت میں شہید ہوگئے چونکہ شہید کو اگر جنبی نہ ہو تو بغیر غسل دیئے دفن کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کو بھی اسی طرح کر دیا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ملائکہ ان کو غسل دے رہے ہیں حضورؐ نے صحابہؓ سے ملائکہ کے غسل دینے کا تذکرہ فرمایا۔ ابوسعید ساعدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کا یہ ارشاد سُن کر حنظلہؓ کو جاکر دیکھا تو ان کے سر سے غسل کا پانی ٹپک رہا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پر تحقیق فرمایا تو ان کے بغیر نہائے جانے کا قصہ معلوم ہوا[2]۔ یہ بھی کمال بہادری ہے۔ بہادر آدمی کو اپنے ارادہ میں تاخیر کرنا دشوار ہوتا ہے اسی لئے اتنا انتظار بھی نہیں کیا کہ غسل پورا کر لیتے۔

(۴) عمرو بن جموحؓ کی تمنائے شہادت

حضرت عمرو بن جموحؓ پاؤں سے لنگڑے تھے ان کے چار بیٹے تھے جو اکثر حضور کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے اور لڑائیوں میں شرکت بھی کرتے تھے۔ غزوۂ احد میں عمرو بن جموحؓ کو بھی شوق پیدا

[1] قرۃ العیون [2] ایضاً

ہوا کہ میں بھی جاؤں۔ لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو، لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا دشوار ہے۔ انھوں نے فرمایا کیسی بُری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں۔ بیوی نے بھی ابھارنے کے لئے طعنہ کے طور پر کہا کہ میں تو دیکھ رہی ہوں کہ وہ لڑائی سے بھاگ کر لوٹ آیا۔ عمروؓ نے یہ سُن کر ہتھیار لئے اور قبلہ کی طرف منھ کر کے دعا کی اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ (اے اللہ مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹائیو) اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے منع کرنے کا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو معذور کیا ہے تو نہ جانے میں کیا حرج ہے۔ انھوں نے پھر خواہش کی تو آپؐ نے اجازت دیدی۔ ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمروؓ کو لڑائی میں دیکھا کہ اکڑتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں۔ اُن کا ایک بیٹا بھی اُن کے پیچھے دوڑا ہوا جاتا تھا۔ دونوں لڑتے رہے حتیٰ کہ دونوں شہید ہوئے ان کی بیوی اپنے خاوند اور بیٹے کی نعش کو اونٹ پر لاد کر دفن کے لئے مدینہ لانے لگیں تو وہ اونٹ بیٹھ گیا۔ بڑی دقّت سے اس کو مار کر اٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی مگر وہ احد ہی کی طرف کا منھ کرتا تھا۔ اُن کی بیوی نے حضورؐ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے۔ کیا عمروؓ چلتے ہوئے کچھ کہہ کر گئے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منھ کر کے یہ دُعا کی تھی اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ آپؐ نے فرمایا اسی وجہ سے یہ اونٹ اس طرف نہیں جاتا[1]۔ ف اسی کا نام ہے جنت کا شوق اور یہی ہے وہ سچا عشق اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا جس کی وجہ سے صحابہؓ کہاں سے کہاں پہنچ گئے کہ ان کے جذبے مرنے کے بعد بھی ویسے ہی رہتے۔ بہتیری کوشش کی کہ اونٹ چلے مگر وہ یا تو بیٹھ جاتا یا اُحد کی طرف چلتا تھا۔

⑤ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت

حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام لانے سے پہلے بڑے ناز کے پلے ہوئے اور مال دار لڑکوں میں تھے ان کے باپ ان کے لئے دو دو سو درم کا جوڑا خرید کر پہناتے تھے۔ نوعمر تھے بہت زیادہ ناز و نعمت میں پرورش پاتے تھے۔ اسلام کے شروع ہی زمانے میں گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے اور اسی حالت میں رہتے۔ کسی نے ان کے گھر والوں کو بھی خبر کر دی۔ انھوں نے ان کو باندھ کر قید کر دیا کچھ روز اسی حالت میں گذرے اور جب موقع ملا تو چھپ کر بھاگ گئے اور جو لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے ان کے ساتھ ہجرت کر کے چلے گئے وہاں سے واپس آکر مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی اور زہد و فقر کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور ایسی تنگی کی حالت تھی کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف فرما تھے۔ حضرت مصعبؓ سامنے سے گذرے۔ ان کے پاس صرف ایک چادر تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور ایک جگہ بجائے کپڑے کے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس حالت اور اس پہلی حالت کا تذکرہ فرماتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ غزوۂ اُحد میں مہاجرین کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ جب مسلمان نہایت پریشانی کی حالت میں منتشر ہو رہے تھے تو یہ جمے ہوئے کھڑے تھے ایک کافر ان کے قریب آیا اور تلوار سے ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جاوے اور مسلمانوں کو گویا کھلی شکست ہو جائے۔ انھوں نے فوراً دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ ڈالا۔ انھوں نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر سینہ سے جھنڈے کو چمٹا لیا کہ گرے نہیں۔ اس نے ان کے تیر مارا جس سے شہید ہو گئے مگر زندگی میں جھنڈے کو نہ گرنے دیا۔ اس کے بعد جھنڈا گرا جس کو فوراً دوسرے شخص نے اٹھا لیا۔ جب ان کو دفن کرنے کی نوبت آئی تو صرف ایک چادر ان کے پاس تھی جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی۔ اگر سر کی طرف سے ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کی جاتی تو سر کھل جاتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ چادر کو سر کی جانب کر دیا جائے اور پاؤں پر اذخر کے پتے ڈال دیئے جائیں۔[1]

ف یہ آخری زندگی ہے اس نازک اور نازوں میں پلے ہوئے کی جو دو سو درم کا جوڑا پہنتا تھا کہ آج اس کو کفن کی ایک چادر بھی پوری نہیں ملتی اور اس پر ہمت یہ کہ زندگی میں جھنڈا نہ گرنے دیا۔ دونوں ہاتھ کٹ گئے مگر پھر بھی اس کو نہ چھوڑا۔ بڑے نازوں کے پلے ہوئے تھے مگر ایمان ان لوگوں کے دلوں میں کچھ ایسی طرح سے جمتا تھا کہ پھر وہ اپنے سوا کسی چیز کو بھی نہ چھوڑتا تھا۔ روپیہ پیسہ راحت آرام ہر قسم کی چیز سے ہٹا کر اپنے میں لگا لیتا تھا۔

⑥ قادسیہ کی لڑائی میں حضرت سعدؓ کا خط

عراق کی لڑائی کے وقت حضرت عمرؓ کا ارادہ خود لڑائی میں شرکت فرمانے کا تھا۔ عوام اور خواص دونوں قسم کے مجمعوں سے کئی روز تک اس میں مشورہ ہوتا رہا کہ حضرت عمرؓ کا خود شریک ہونا زیادہ مناسب ہے یا مدینہ رہ کر لشکروں کے روانہ کرتے رہنے کا انتظام زیادہ مناسب ہے عوام کی رائے تھی کہ خود شرکت مناسب ہے اور خواص کی رائے تھی کہ دوسری صورت زیادہ بہتر ہے مشورہ کی گفتگو میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھی تذکرہ آگیا۔ ان کو سب نے پسند کر لیا کہ ان کو اگر بھیجا جاوے تو بہت مناسب ہے پھر حضرت عمرؓ کے جانے کی ضرورت نہیں حضرت سعدؓ بڑے بہادر اور عرب کے شیروں میں شمار ہوتے تھے۔ غرض یہ تجویز ہوگئی اور ان کو بھیج دیا گیا۔ جب قادسیہ پر حملہ کے لئے پہنچے تو شاہ کسریٰ نے ان کے مقابلہ کے لئے رستم کو جو مشہور پہلوان تھا تجویز کیا۔ رستم نے ہر چند

[1] قرۃ، اصابہ

کوشش کی اور بادشاہ سے بار بار اس کی درخواست کی کہ مجھے اپنے پاس رہنے دیں. خوف کا غلبہ تھا مگر اظہار اس کا کرتا تھا کہ میں یہاں سے لشکروں کے بھیجنے میں اور صلاح مشورہ میں مدد دوں گا۔ مگر بادشاہ نے جس کا نام یزدجرد تھا، قبول نہ کیا اور اس کو مجبوراً جنگ میں شریک ہونا پڑا[1] حضرت سعدؓ جب روانہ ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان کو وصیت فرمائی جس کے الفاظ کا مختصر ترجمہ یہ ہے "سعد تمہیں یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم حضورؐ کے ماموں کہلاتے ہو اور حضورؐ کے صحابیؓ ہو، اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں دھوتے بلکہ بُرائی کو بھلائی سے دھوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے اس کے یہاں صرف اس کی بندگی مقبول ہے۔ اللہ کے یہاں شریف رذیل سب برابر ہیں سب ہی اس کے بندے ہیں اور وہ سب کا رب ہے اس کے انعامات بندگی سے حاصل ہوتے ہیں ہر امر میں اس چیز کو دیکھنا جو حضورؐ کا طریقہ تھا وہی عمل کی چیز ہے۔ میری اس نصیحت کو یاد رکھنا۔ تم ایک بہت بڑے کام کے لئے بھیجے جا رہے ہو، اس سے چھٹکارا صرف حق کے اتباع سے ہو سکتا ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو خوبی کا عادی بنانا، اللہ کے خوف کو اختیار کرنا اور اللہ کا خوف دو باتوں میں جمع ہوتا ہے۔ اس کی اطاعت میں اور گناہ سے پرہیز کرنے میں۔ اور اللہ کی اطاعت جس کو بھی نصیب ہوئی دنیا سے بغض اور آخرت کی محبت سے نصیب ہوئی"[2] اس کے بعد حضرت سعدؓ نہایت بشاشت سے لشکر لے کر روانہ ہوئے جس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے رستم کو لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں فَإِنَّ مَعِيَ قَوْمًا يُحِبُّونَ الْمَوْتَ كَمَا يُحِبُّونَ الْأَعَاجِمُ الْخَمْرَ بیشک میرے ساتھ ایسی جماعت ہے جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم لوگ شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو[3]

ف شراب کے دل دادوں سے پوچھو کہ اس میں کیا مزہ ہے جو لوگ موت کو ایسا محبوب رکھتے ہوں کامیابی کیوں نہ اُن کے قدم چومے۔

(۷) حضرت وہب بن قابوسؓ کی احد میں شہادت

حضرت وہبؓ بن قابوسؓ ایک صحابی ہیں جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے۔ بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسّی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے پوچھا کہ حضورؐ کہاں تشریف لے گئے؟ معلوم ہوا کہ اُحد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں۔ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضورؐ کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک جماعت کفّار کی حملہ کرتی ہوئی آئی۔ حضورؐ نے فرمایا جو ان کو منتشر کر دے، وہ جنت میں میرا ساتھی ہے۔ حضرت وہبؓ نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ حضورؐ نے ان کو

[1] اشتہر [2] ایضاً [3] سیری عزیزی اول

جنت کی خوشخبری دی۔ اس کا سننا تھا کہ تلوار لے کر کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور شہید ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہبؓ جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی اور شہید ہونے کے بعد حضورؐ کو میں نے دیکھا کہ وہبؓ کے سرہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تم سے راضی ہو میں تم سے راضی ہوں۔ اس کے بعد حضورؐ نے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا باوجودیکہ اس لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زخمی تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہبؓ کے عمل پر آیا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لے کر پہنچوں۔[1]

ف ان پر رشک اس خاص کارنامہ کی وجہ سے ہے کہ جان کو جان نہیں سمجھا ورنہ خود حضرت عمرؓ اور دوسرے حضرات کے دوسرے کارنامے اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔

(۸) بیر معونہ کی لڑائی

بیر معونہ کی ایک مشہور لڑائی ہے جس میں ستّر صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت پوری کی پوری شہید ہوئی جن کو قرّا کہتے ہیں اس لئے کہ سب حضرات قرآن مجید کے حافظ تھے اور سوائے چند مہاجرین کے اکثر انصار تھے۔ حضورؐ کو ان کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ کیونکہ یہ حضرات رات کا اکثر حصہ ذکر و تلاوت میں گذارتے تھے اور دن کو حضورؐ کی بیبیوں کے گھروں کی ضروریات لکڑی پانی وغیرہ پہنچایا کرتے تھے۔ اس مقبول جماعت کو نجد کا رہنے والا قوم بنی عامر کا ایک شخص جس کا نام عامر بن مالک اور کنیت ابو براء تھی اپنے ساتھ اپنی پناہ میں تبلیغ اور وعظ کے نام سے لے گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد بھی فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے اصحاب کو مضرت نہ پہنچے مگر اس شخص نے بہت زیادہ اطمینان دلایا۔ آپؐ نے ان ستّر صحابہؓ کو ہمراہ کر دیا اور ایک والا نامہ عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامر کا رئیس تھا تحریر فرمایا جس میں اسلام کی دعوت تھی۔ یہ حضرات مدینہ سے رخصت ہو کر بیر معونہ پہنچے تو ٹھیر گئے اور دو ساتھی ایک حضرت عمرو بن امیہؓ، دوسرے حضرت منذر بن عمروؓ سب کے اونٹوں کو لے کر چرانے کے لئے تشریف لے گئے اور حضرت حرامؓ اپنے ساتھ دو حضرات کو ساتھیوں میں سے لے کر عامر بن طفیل کے پاس حضورؐ کا والا نامہ دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ قریب پہنچ کر حضرت حرامؓ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھیر جاؤ میں آگے جاتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ کوئی دغا نہ کی گئی تو تم بھی چلے آنا ورنہ یہیں سے واپس ہو جانا کہ تین کے مارے جانے سے ایک کا مارا جانا بہتر ہے۔

عامر بن طفیل اس عامر بن مالک کا بھتیجا تھا جو ان صحابہؓ کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کو اسلام سے اور مسلمانوں سے خاص عداوت تھی۔ حضرت حرامؓ نے والا نامہ دیا تو اس نے غصہ میں پڑھا بھی نہیں بلکہ حضرت حرامؓ کے ایک ایسا نیزہ مارا جو پار نکل گیا۔

[1] اصابہ۔ قرہ

حضرت حرامؓ "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" (رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا) کہہ کر جاں بحق ہوئے۔ اس نے نہ اس کی پرواہ کی کہ قاصد کو مارنا کسی قوم کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ اور نہ اس کا لحاظ کیا کہ میرا چچا ان حضرات کو اپنی پناہ میں لایا ہے۔ ان کو شہید کرنے کے بعد اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور اس پر آمادہ کیا کہ ان مسلمانوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ لیکن ان لوگوں نے ابو براء کی پناہ کی وجہ سے تردّد کیا۔ تو اس نے آس پاس کے اور لوگوں کو جمع کیا اور بہت بڑی جماعت کے ساتھ ان ستّر صحابہؓ کا مقابلہ کیا یہ حضرات آخر کہاں تک مقابلہ کرتے اور چاروں طرف سے کفّار میں گھرے ہوئے تھے۔ بجز ایک کعبؓ بن زید کے جن میں کچھ زندگی کی رمق باقی تھی اور کفّار ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ باقی سب شہید ہو گئے۔ حضرت منذرؓ اور عمروؓ جو اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مردار خور جانور اُڑ رہے تھے۔ دونوں حضرات یہ کہکر لوٹے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا۔ یہاں آکر دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو شہید پایا اور سواروں کو خون کی بھری ہوئی تلواریں لئے ہوئے ان کے گرد چکر لگاتے دیکھا۔ یہ حالت دیکھ کر دونوں حضرات ٹھٹکے اور باہم مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ عمروؓ بن امیہ نے کہا کہ چلو واپس چل کر حضورؐ کو اطلاع دیں۔ مگر حضرت منذرؓ نے جواب دیا کہ خبر تو ہو ہی جاوے گی۔ میرا تو دل نہیں مانتا کہ شہادت کو چھوڑوں اور اس جگہ سے چلا جاؤں جہاں ہمارے دوست پڑے سو رہے ہیں۔ آگے بڑھو اور ساتھیوں سے جا ملو۔ چنانچہ دونوں آگے بڑھے اور میدان میں کود گئے۔ حضرت منذرؓ شہید ہوئے اور حضرت عمروؓ بن امیہ گرفتار ہوئے مگر چونکہ عامر کی ماں کے ذمّہ کسی منّت کے سلسلہ میں ایک غلام کا آزاد کرنا تھا۔ اس لئے عامر نے ان کو اس منت میں آزاد کیا۔[1] ان حضرات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام حضرت عامرؓ بن فہیرہ بھی تھے۔ ان کے قاتل جبار بن سلمی کہتے ہیں کہ میں نے جب ان کے برچھا مارا اور وہ شہید ہوئے تو انہوں نے کہا فُزْتُ وَاللّٰهِ خدا کی قسم میں کامیاب ہوا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کو اُڑی چلی گئی۔ میں بہت متحیّر ہوا اور میں نے بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ میں نے خود برچھا مارا وہ مرے لیکن پھر بھی وہ کہتے ہیں میں کامیاب ہو گیا تو وہ کامیابی کیا تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ کامیابی جنت کی تھی۔ اس پر میں مسلمان ہو گیا۔[2]

ف یہ ہی ہیں وہ لوگ ہیں جن پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے بیشک موت اُن کے لئے شراب سے زیادہ محبوب تھی اور کیوں نہ ہوتی جب دنیا میں کام ہی ایسے کئے تھے جن پر اللہ کے یہاں کی سرخروئی یقینی تھی اسی لئے جو مرتا تھا وہ کامیاب ہوتا تھا۔

(۹) حضرت عمیرؓ کا قول کہ کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے

غزوۂ بدر میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے

[1] اسلام [2] خمیس

ارشاد فرمایا کہ اٹھو اور بڑھو ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین سے کہیں زیادہ ہے اور متقیوں کے واسطے بنائی گئی ہے۔ حضرت عمیر بن الحمام ایک صحابی ہیں وہ بھی سن رہے تھے کہنے لگے واہ واہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ واہ واہ کس بات پر کہا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ تمنا ہے کہ میں بھی ان میں سے ہوتا۔ آپ نے فرمایا تم بھی ان میں سے ہو۔ اس کے بعد جھولی میں سے چند کھجوریں نکال کر کھانے لگے۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے ختم ہونے کا انتظار جو ہا تھ میں ہیں بڑی لمبی زندگی ہے کہاں تک انتظار کروں گا یہ کہکر ان کو پھینک دیا اور تلوار لے کر مجمع میں گھس گئے اور شہید ہونے تک لڑتے رہے۔[1]

ف حقیقت میں یہی لوگ جنت کے قدردان ہیں اور اس پر یقین رکھنے والے ہم لوگوں کو بھی اگر یقین نصیب ہو جائے تو ساری باتیں سہل ہو جائیں۔

(۱۰) حضرت عمرؓ کی ہجرت

حضرت عمرؓ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ بچہ بچہ ان کی بہادری سے واقف اور شجاعت کا معترف ہے۔ اسلام کے شروع میں جب مسلمان سب ہی ضعف کی حالت میں تھے حضور ﷺ نے خود اسلام کی قوت کے واسطے عمرؓ کے مسلمان ہونے کی دعا کی اور قبول ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ کعبہ کے قریب اس وقت تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ جب تک کہ عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اوّل اوّل ہر شخص نے ہجرت چھپ کر کی۔ مگر جب عمرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں ڈالی کمان ہاتھ میں لی اور بہت سے تیر ساتھ لئے اول مسجد میں گئے۔ طواف اطمینان سے کیا، پھر نہایت اطمینان سے نماز پڑھی۔ اس کے بعد کفار کے مجمعوں میں گئے اور فرمایا کہ جس کا یہ دل چاہے کہ اس کی ماں اس کو روئے اس کی بیوی رانڈ ہو اس کے بچے یتیم ہوں وہ مکہ سے باہر آ کر میرا مقابلہ کرے۔ یہ الگ الگ جماعتوں کو سنا کر تشریف لے گئے۔ کسی ایک شخص کی بھی ہمت نہ پڑی کہ پیچھا کرتا۔[2]

(۱۱) غزوۂ موتہ کا قصہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں کے پاس تبلیغی دعوت نامے ارسال فرمائے تھے۔ ان میں ایک خط حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کے ہاتھ بُصریٰ کے بادشاہ کے پاس بھی بھیجا تھا جب یہ موتہ پہنچے تو شرجیل غسانی نے جو قیصر کے حکام میں سے ایک شخص تھا ان کو قتل کر دیا۔ قاصدوں کا قتل کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں۔ حضور ﷺ کو یہ بات بہت گراں ہوئی اور آپ نے تین ہزار کا ایک لشکر تجویز فرما کر حضرت زید بن حارثہؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شہید

ح لے طبقات ابن سعد ۲ اسد الغابہ

ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر بنائے جائیں وہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو عبداللہ بنؓ رواحہ امیر ہوں۔ وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو دل چاہے امیر بنا لیں۔ ایک یہودی اس گفتگو کو سن رہا تھا۔ اُس نے کہا یہ تینوں تو ضرور شہید ہوں گے۔ پہلے انبیاء کی اس قسم کے کلام کا یہی مطلب ہوتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید جھنڈا بنا کر حضرت زیدؓ کے حوالے فرمایا اور خود مع ایک جماعت کے ان حضرات کو رخصت فرمانے تشریف لے گئے۔ شہر کے باہر جب پہنچانے والے واپس آنے لگے تو ان مجاہدین کے لئے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو سلامتی کے ساتھ کامیابی کے ساتھ واپس لائے اور ہر قسم کی بُرائی سے محفوظ رکھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اس کے جواب میں تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے رب سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی تلوار ہو جس سے میرے خون کے فوارے چھوٹنے لگیں یا ایسا برچھا ہو جو آنتوں اور کلیجہ کو چیرتا ہوا نکل جائے اور جب لوگ میری قبر پر گذریں تو یہ کہیں کہ اللہ نجھ غازی کو رشید اور کامیاب کرے واقعی تُو تو رشید اور کامیاب تھا۔ اس کے بعد یہ حضرات روانہ ہو گئے۔ شرحبیل کو بھی ان کی روانگی کا علم ہوا۔ وہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ یہ حضرات کچھ آگے چلے تو معلوم ہوا کہ خود ہرقل روم کا بادشاہ بھی ایک لاکھ فوج ساتھ لئے ہوئے مقابلہ کے لئے آرہا ہے۔ ان حضرات کو اس خبر سے تردد ہوا کہ اتنی بڑی جمعیت کا مقابلہ کیا جاوے یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جاوے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے للکار کر فرمایا اے لوگو! تم کس بات سے گھبرا رہے ہو، تم کس چیز کے ارادہ سے نکلے ہو، تمہارا مقصود شہید ہو جانا ہے۔ ہم لوگ کبھی بھی قوت اور آدمیوں کی کثرت کے زور پر نہیں لڑے۔ ہم صرف اس دین کی وجہ سے لڑے ہیں جس کی وجہ سے اللہ نے ہمیں اکرام نصیب فرمایا ہے آگے بڑھو۔ دو کامیابیوں میں سے ایک تو ضروری ہے یا شہادت یا غلبہ، یہ سُن کر مسلمانوں نے ہمت کی اور آگے بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ موتہ پر پہنچ کر لڑائی شروع ہو گئی حضرت زیدؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہنچے۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ شرحبیل کا بھائی بھی مارا گیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ خود شرحبیل بھی بھاگ کر ایک قلعہ میں چھپ گیا اور ہرقل کے پاس مدد کے لئے آدمی بھیجا۔ اُس نے تقریباً دو لاکھ فوج بھیجی اور لڑائی زور سے ہوتی رہی حضرت زیدؓ شہید ہوئے تو حضرت جعفرؓ نے جھنڈا لیا اور اپنے گھوڑے کے خود ہی پاؤں کاٹ دیئے۔ تاکہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے اے لوگو کیا ہی اچھی ہے جنت اور کیا ہی اچھا ہے اس کا قریب ہونا۔ کتنی بہترین چیز ہے اور کتنا ٹھنڈا ہے اس کا پانی۔

اور ملک روم کے لوگوں پر عذاب کا وقت آگیا۔ مجھ پر بھی لازم ہے کہ ان کو ماروں۔
یہ اشعار پڑھے اور اپنے گھوڑے کے پاؤں خود ہی کاٹ چکے تھے کہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آوے اور تلوار لے کر کافروں کے مجمع میں گھس گئے۔ امیر ہونے کی وجہ سے جھنڈا بھی انہی کے پاس تھا۔ اول جھنڈا دائیں ہاتھ میں لیا۔ کافروں نے دایاں ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جائے۔ انھوں نے فوراً بائیں ہاتھ میں لیا۔ انھوں نے وہ بھی کاٹا۔ تو انھوں نے دونوں بازوؤں سے اس کو تھاما اور منہ سے مضبوط پکڑلیا۔ ایک شخص نے پیچھے سے ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جس سے یہ گر پڑے۔ اس وقت ان کی عمر تینتیس ۳۳ سال کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے بعد میں نعشوں میں سے حضرت جعفرؓ کو جب اٹھایا تو ان کے بدن کے اگلے حصہ میں نوے ۹۰ زخم تھے۔ جب یہ شہید ہو گئے تو لوگوں نے عبداللہ بن رواحہؓ کو آواز دی۔ وہ لشکر کے ایک کونہ میں گوشت کا ٹکڑا کھا رہے تھے کہ تین دن سے کچھ چکھنے کو بھی نہ ملا تھا۔ وہ آواز سنتے ہی گوشت کے ٹکڑے کو پھینک کر اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہ جعفرؓ تو شہید ہو جائیں اور تو دنیا میں مشغول رہے۔ آگے بڑھے اور جھنڈا لے کر قتال شروع کر دیا۔ انگلی میں زخم آیا۔ وہ لٹک گئی تو انھوں نے پاؤں سے اس کٹی ہوئی انگلی کو دبا کر ہاتھ کھینچا وہ الگ ہو گئی اس کو پھینک دیا اور آگے بڑھے۔ اس گھمسان اور پریشانی کی حالت میں تھوڑا سا تردد بھی پیش آیا کہ نہ ہمت۔ نہ مقابلہ کی طاقت۔ لیکن اس تردد کو تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا۔ او دل کس چیز کا اب اشتیاق باقی ہے جس کی وجہ سے تردد ہے کیا بیوی کا ہے تو اس کو تین طلاق۔ یا غلاموں کا ہے تو وہ سب آزاد۔ یا باغ کا ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ۔ اس کے بعد چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ قسم ہے او دل تجھے، اُترنا ہوگا خوشی سے اُتر یا ناگواری سے اُتر۔ تجھے اطمینان کی زندگی گذارتے ہوئے ایک زمانہ گذر چکا۔ سوچ تُو آخر تُو ایک قطرۂ منی ہے۔ دیکھ کافر لوگ مسلمانوں پر کھنچے ہوئے آرہے ہیں تجھے کیا ہوا کہ جنت کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تو قتل نہ ہوا تو ویسے بھی آخر مرے ہی گا۔ اس کے بعد گھوڑے سے اترے۔ ان کے چچازاد بھائی گوشت کا ایک ٹکڑا لائے کہ ذرا سا کھا لو کمر سیدھی کر لو۔ کئی دن سے کچھ نہیں کھایا۔ انھوں نے لے لیا۔ اتنے میں ایک جانب سے حملے کی آواز آئی اس کو پھینک دیا اور تلوار لے کر جماعت میں گھس گئے۔ اور شہید ہونے تک تلوار چلاتے رہے۔ [۱]

ف صحابہؓ کی پوری زندگی کا یہی نمونہ ہے۔ ان کا ہر قصہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے شوق کا سبق دیتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تو پوچھنا ہی کیا۔ تابعین پر بھی یہی رنگ چڑھا ہوا تھا۔

[۱] خمیس

ایک قصہ پر اس باب کو ختم کرتا ہوں جو دوسرے رنگ کا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کے نمونے تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ اب حکومت کے سامنے کا منظر بھی دیکھ لیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

حضرت سعید بن جبیرؓ اور حجاج کی گفتگو:- حجاج کا ظلم وستم دنیا میں مشہور ہے گو اس زمانہ کے بادشاہ باوجود ظلم وستم کے دین کی اشاعت کا کام بھی کرتے رہتے تھے لیکن پھر بھی دین دار اور عادل بادشاہوں کے لحاظ سے وہ بدترین شمار ہوتے تھے اور اس وجہ سے لوگ اُن سے بیزار تھے۔ سعیدؓ بن جبیر نے بھی ابن الاشعث کے ساتھ مل کر حجاج کا مقابلہ کیا۔ حجاج عبد الملک بن مروان کی طرف سے حاکم تھا۔ سعیدؓ بن جُبیر مشہور تابعی ہیں اور بڑے علماء میں سے ہیں حکومت اور بالخصوص حجاج کو ان سے بغض وعداوت تھی اور چونکہ مقابلہ کیا تھا اس لئے عداوت کا ہونا بھی ضروری تھا۔ مقابلہ میں حجاج ان کو گرفتار نہ کرسکا۔ یہ شکست کے بعد چھپ کر مکہ مکرمہ چلے گئے حکومت نے اپنے ایک خاص آدمی کو مکہ کا حاکم بنایا اور پہلے حاکم کو اپنے پاس بلالیا۔ اس نئے حاکم نے جاکر خطبہ پڑھا جس کے اخیر میں عبدالملک بن مروان بادشاہ کا یہ حکم بھی سنایا کہ جو شخص سعیدؓ بن جبیر کو ٹھکانا دے اس کی خیر نہیں۔ اس کے بعد اس حاکم نے خود اپنی طرف سے بھی قسم کھائی کہ جس کے گھر میں وہ ملے گا اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کے گھر کو نیز اس کے پڑوسیوں کے گھر کو ڈھاؤں گا غرض بڑی دقت سے مکہ کے حاکم نے ان کو گرفتار کرکے حجاج کے پاس بھیجدیا۔ اس کو غصہ نکالنے اور ان کو قتل کرنے کا موقع مل گیا۔ سامنے بلایا اور پوچھا: حجاج: تیرا کیا نام ہے۔ سعیدؓ: میرا نام سعید ہے۔ حجاج: کس کا بیٹا ہے۔ سعید: جبیر کا بیٹا ہوں (سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے۔ اور جبیر کے معنی اصلاح کی ہوئی چیز۔ اگرچہ ناموں میں معنی اکثر مقصود نہیں ہوتے لیکن حجاج کو ان کے نام کا اچھے معنی والا ہونا پسند نہیں آیا۔ اس لئے کہا۔ نہیں تو شقی بن کسیر ہے۔ شقی کہتے ہیں۔ بدبخت کو اور کسیر ٹوٹی ہوئی چیز۔ سعید: میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ حجاج: تو بھی بدبخت تیری ماں بھی بدبخت۔ سعید: غیب کا جاننے والا تیرے علاوہ اور شخص ہے (یعنی علام الغیوب) حجاج: دیکھ میں اب تجھے موت کے گھاٹ اتارتا ہوں۔ سعید: تو میری ماں نے میرا نام درست رکھا۔ حجاج: اب میں تجھ کو زندگی کے بدلہ کیسا جہنم رسید کرتا ہوں۔ سعید: اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو تجھ کو معبود بنالیتا۔ حجاج: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تیرا کیا عقیدہ ہے۔ سعید: وہ رحمت کے نبی تھے اور اللہ کے رسول تھے جو بہترین نصیحت کے ساتھ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔ حجاج: خلفاء کی نسبت تیرا کیا خیال ہے۔ سعید:

میں ان کا محافظ نہیں ہوں۔ ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے۔ حجاج: میں ان کو بُرا کہتا ہوں یا اچھا۔ سعید: جس چیز کا مجھے علم نہیں ہیں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے اپنا ہی حال معلوم ہے۔ حجاج: ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ تیرے نزدیک کون ہے۔ سعید: جو سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کرنے والا تھا۔ بعض کتب میں بجائے اس کے یہ جواب ہے کہ ان کے حالات بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ حجاج: سب سے زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا۔ سعید: اس کو وہی جانتا ہے جو دل کے بھیدوں اور چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے۔ حجاج: حضرت علیؓ جنت میں ہیں یا دوزخ میں۔ سعید: اگر میں جنت اور جہنم میں جاؤں اور وہاں والوں کو دیکھ لوں تو بتلا سکتا ہوں۔ حجاج: میں قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا۔ سعید: میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطلع کیا جاؤں۔ حجاج: تو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ سعید: میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا حجاج: تو کبھی ہنستا کیوں نہیں۔ سعید: کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں اور وہ شخص کیا ہنسے جو مٹی سے بنا ہو اور قیامت میں اس کو جانا ہو اور دنیا کے فتنوں میں دن رات رہتا ہو۔ حجاج: میں تو ہنستا ہوں۔ سعید: اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہم کو بنایا ہے۔ حجاج: میں تجھے قتل کرنے والا ہوں۔ سعید: میری موت کا سبب پیدا کرنے والا اپنے کام سے فارغ ہو چکا۔ حجاج: میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں۔ سعید: اللہ پر کوئی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اپنا مرتبہ معلوم نہ کرلے اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے۔ حجاج: میں کیوں نہیں جرأت کر سکتا حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور تو باغیوں کی جماعت کے ساتھ ہے۔ سعید: میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود ہی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا حجاج: ہم جو کچھ امیر المؤمنین کے لئے جمع کرتے ہیں اس کو تو کیسا سمجھتا ہے۔ سعید: میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا۔ حجاج نے سونا چاندی کپڑے وغیرہ منگا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ سعید: یہ اچھی چیزیں ہیں اگر اپنی شرط کے موافق ہوں۔ حجاج: شرط کیا ہے۔ سعید: یہ کہ تُو ان سے ایسی چیزیں خریدے جو بڑے گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دن امن پیدا کرنے والی ہوں، ورنہ ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دے گی۔
حجاج: ہم نے جو جمع کیا یہ اچھی چیز نہیں۔ سعید: تُو نے جمع کیا تو ہی اس کی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے۔ حجاج: کیا تو اس میں سے کوئی چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ سعید: میں صرف اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اللہ پسند کرے۔ حجاج: تیرے لئے ہلاکت ہو۔ سعید: ہلاکت اس شخص کے لئے ہے جو جنت سے ہٹا کر

جہنم میں داخل کردیا جائے۔ حجاج: (دق ہوکر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقہ سے قتل کروں۔ سعید: جس طرح سے قتل ہونا اپنے لئے پسند ہو۔ حجاج: کیا تجھے معاف کردوں۔ سعید: معافی اللہ کے یہاں کی معافی ہے۔ تیرا معاف کرنا کوئی چیز بھی نہیں۔ حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کردو۔ سعید باہر لائے گئے اور ہنسے۔ حجاج کو اس کی اطلاع دی گئی۔ پھر بلایا اور پوچھا۔ حجاج: تو کیوں ہنسا۔ سعید: تیری اللہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم سے۔ حجاج: میں اس کو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کی۔ پھر جلاد سے خطاب کرکے کہا۔ میرے سامنے اس کی گردن اڑاؤ۔ سعید: میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ نماز پڑھی پھر قبلہ رُخ ہوکر وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ پڑھا یعنی میں نے اپنا منہ اُس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان زمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر ادھر متوجہ ہوا اور نہیں ہوں مشرکین سے۔ حجاج: اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کردو کہ انھوں نے بھی اپنے دین میں تفریق کی اور اختلاف پیدا کیا۔ چنانچہ فوراً پھیر دیا گیا۔ سعید: فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اَلْكَافِي بِالسَّرَائِرِ۔ جدھر تم منہ پھیرو اُدھر بھی خدا ہے جو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ حجاج: اوندھا ڈال دو (یعنی زمین کی طرف منہ کردو) ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ سعید: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ ہم نے زمین ہی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ اٹھائیں گے۔ حجاج: اس کو قتل کردو۔ سعید: میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تو اُس کو محفوظ رکھنا۔ جب میں تجھ سے قیامت کے دن ملوں گا۔ تو لے لوں گا۔ اس کے بعد وہ شہید کردیئے گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ان کے انتقال کے بعد بدن سے خون بہت زیادہ نکلا جس سے حجاج کو بھی حیرت ہوئی۔ اپنے طبیب سے اس کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کہ ان کا دل نہایت مطمئن تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا اس لئے خون اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا بخلاف اور لوگوں کے کہ خوف سے اُن کا خون پہلے ہی خشک ہوجاتا ہے۔ ؎۱

ف اس قصہ کے سوال جواب میں کتب میں کمی زیادتی بھی ہے اور بھی بعض سوال جواب نقل کئے گئے۔ ہمیں تو نمونہ ہی دکھانا تھا۔ اس لئے اسی پر اکتفا کیا گیا۔ تابعین کے اس قسم کے قصے بہت زیادہ ہیں حضرت امام اعظمؒ امام مالکؒ امام احمد بن حنبل وغیرہ حضرات اسی حق گوئی کی وجہ سے ہمیشہ مشقتیں برداشت فرماتے رہے۔ لیکن حق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

؎۱ علمائے سلف کتاب الامامت والسیاست

آٹھواں باب علمی ولولہ اور اس کا انہماک

چونکہ اصل دین کلمۂ توحید ہے اور وہی سب کمالات کی بنیاد ہے۔ جب تک وہ نہ ہو کوئی کارِ خیر بھی مقبول نہیں اس لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہمت بالخصوص ابتدائی زمانہ میں زیادہ تر کلمۂ توحید کے پھیلانے اور کفّار سے جہاد کرنے میں مشغول تھی اور وہ علمی انہماک کے لئے فارغ و یکسو نہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان مشاغل کے ساتھ ان کا انہماک اور شوق و شغف جس کا ثمرہ آج چودہ سو برس تک علوم قرآن و حدیث کا بقا ہے۔ ایک کھلی ہوئی چیز ہے۔ ابتدائے اسلام کے بعد جب کچھ فراغت ان حضرات کو میسر ہو سکی اور جماعت میں بھی کچھ اضافہ ہوا تو آیت کلام اللہ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ؁ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ مسلمانوں کو یہ نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ اُن کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقیماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ وہ قوم کو جب وہ اُن کے پاس واپس آویں ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں[1]۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اِنْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا اور اِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ؁ سے جو عموم معلوم ہوتا ہے اس کو مَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً نے منسوخ کر دیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حق تعالیٰ شانہ نے جامعیت عطا فرمائی تھی اور اس وقت کے لئے یہ چیز نہایت ہی ضروری تھی۔ کہ وہی ایک مختصر سی جماعت دین کے سارے کام سنبھالنے والی تھی۔ مگر تابعین کے زمانہ میں جب اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی بڑی جماعت اور جمعیت ہو گئی۔ نیز صحابۂ کرام جیسی جامعیت بھی باقی نہ رہی تو ہر ہر شعبۂ دین کے لئے پوری توجہ سے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ محدثین کی مستقل جماعت بننی شروع ہو گئی جن کا کام احادیث کا ضبط اور ان کا پھیلانا تھا۔ فقہا کی علیحدہ جماعت ہوئی صوفیا قرّاء، مجاہدین غرض دین کے ہر ہر شعبہ کو مستقل سنبھالنے والے پیدا ہوئے۔ اس وقت کے لئے یہ ہی چیز مناسب اور ضروری تھی۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو ہر شعبہ میں کمال اور ترقی دشوار تھی۔ اس لئے کہ ہر شخص تمام چیزوں میں انتہائی کمال پیدا کرلے۔ یہ بہت دشوار ہے۔ یہ صفت حق تعالیٰ شانہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہی کو عطا فرمائی تھی۔ اس لئے اس باب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور دیگر حضرات کے واقعات بھی ذکر کئے جائیں گے

[1] بیان القرآن

(۱) فتوے کا کام کرنے والی جماعت کی فہرست

اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کی مشغولی کے باوجود سب ہی علمی مشغلہ میں ہر وقت منہمک تھے۔ اور ہر شخص ہر وقت جو کچھ حاصل کرلیتا تھا اس کو پھیلانا پہنچانا یہی اس کا مشغلہ تھا۔ لیکن ایک جماعت فتوے کے ساتھ مخصوص تھی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی فتوے کا کام کرتی تھی۔ وہ حضرات ذیل ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، عمار بن یاسرؓ، حذیفہؓ، سلمان فارسیؓ، زید بن ثابتؓ، ابوموسیٰؓ، ابوالدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [۱]

ف یہ ان حضرات کے کمال علم کی بات ہے کہ حضورؐ کی موجودگی میں یہ لوگ اہل فتویٰ شمار کئے جاتے تھے۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مجموعہ کو جلا دینا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانچسو احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں، کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے۔ غرض تمام رات اسی بے چینی میں گذری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں اٹھالا۔ میں لے کر آئی۔ آپؓ نے ان کو جلادیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مرجاؤں اور یہ میرے پاس ہوں ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو اور وہ واقع میں معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو جس کا وبال مجھ پر ہو۔ [۲]

ف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ تو علمی کمال اور شغف تھا کہ انھوں نے پانچسو احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر صحابہؓ رضی اللہ عنہم کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا۔ اسی وجہ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایتیں بہت کم نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو ممبروں پر بیٹھ کر بے دھڑک احادیث نقل کردیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر وقت کے حاضر باش سفر حضر کے ساتھی ہجرت کے رفیق۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑے عالم حضرت ابوبکرؓ تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے وصال کے بعد جب بیعت کا قصہ پیش آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تقریر فرمائی تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہیں چھوڑی جس میں انصار کی فضیلت آئی ہو اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنی تقریر میں نہ فرمادی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک پر کتنا عبور تھا اور احادیث کس قدر یاد تھیں۔

[۱] تلقیح [۲] تذکرۃ الحفاظ

مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث کی آپ سے منقول ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں۔

(۳) تبلیغ حضرت مصعب بن عمیرؓ

مصعب بن عمیرؓ جن کا ایک قصہ ساتویں باب کے نمبرہ پر بھی گذر چکا ہے ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی اس جماعت کے ساتھ جو سب سے پہلے منیٰ کی گھاٹی میں مسلمان ہوئی تھی تعلیم اور دین کے سکھانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں ہر وقت تعلیم اور تبلیغ میں مشغول رہتے۔ لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے اور دین کی باتیں سکھلاتے تھے۔ اسعد بن زرارہؓ کے پاس ان کا قیام تھا اور مقری (پڑھانے والا۔ مدرس) کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ سعد بن معاذؓ اور اسیدؓ بن حضیرؓ یہ دونوں سرداروں میں تھے۔ ان کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ سعدؓ نے اسید سے کہا کہ تم اسعد کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ ہم نے یہ سُنا ہے کہ تم کسی پردیسی کو اپنے ساتھ لے آئے ہو جو ہمارے ضعیف لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے بہکاتا ہے۔ وہ اسعد کے پاس گئے اور اُن سے سختی سے یہ گفتگو کی۔ اسعدؓ نے کہا کہ تم ان کی بات سن لو، اگر تمہیں پسند آئے قبول کر لو، اگر سننے کے بعد ناپسند ہو تو روکنے کا مضائقہ نہیں۔ اسید نے کہا کہ یہ انصاف کی بات ہے۔ سننے لگے حضرت مصعبؓ نے اسلام کی خوبیاں سنائیں اور کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کیں۔ حضرت اسیدؓ نے کہا کیا ہی اچھی باتیں ہیں اور کیا ہی بہتر کلام ہے۔ جب تم اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے ہو تو کس طرح داخل کرتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم نہاؤ پاک کپڑے پہنو اور کلمہ شہادت پڑھو۔ حضرت اسیدؓ نے اسی وقت سب کام کئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد یہ سعد کے پاس گئے اور ان کو بھی اپنے ہمراہ لائے۔ ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی۔ سعد بن معاذ بھی مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہوتے ہی اپنی قوم بنو الاشہل کے پاس گئے اُن سے جا کر کہا کہ میں تم لوگوں کی نگاہ میں کیسا آدمی ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہم میں سب سے افضل اور بہتر ہو۔ اس پر سعد نے کہا کہ مجھے تمہارے مردوں اور عورتوں سے کلام حرام ہے جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ۔ ان کے اس کہنے سے قبیلہ اشہل کے سب مرد عورت مسلمان ہو گئے اور حضرت مصعبؓ ان کو تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے۔ ؎

ف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عام دستور تھا کہ جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا وہ مستقل ایک مبلغ ہوتا اور جو بات اسلام کی اس کو آتی تھی اس کا پھیلانا اور دوسروں تک پہنچانا اُس کی زندگی کا ایک مستقل کام تھا جس میں نہ کھیتی مانع تھی نہ تجارت نہ پیشہ نہ ملازمت۔

؎ تلقیح

④ حضرت اُبی بن کعبؓ کی تعلیم

حضرت اُبی بن کعب مشہور صحابہؓ اور مشہور قاریوں میں ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ عرب میں لکھنے کا عام دستور نہیں تھا اسلام کے بعد سے اس کا چرچا ہوا لیکن یہ پہلے سے واقف تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہ کر وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ قرآن شریف کے بڑے ماہر تھے اور ان لوگوں میں تھے جنھوں نے حضورؐ کی زندگی ہی میں تمام قرآن شریف حفظ کرلیا تھا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بڑے قاری ابی بن کعبؓ ہیں تہجد میں آٹھ راتوں میں قرآن پاک کے ختم کرنے کا اہتمام تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن شریف سُناؤں۔ عرض کیا یارسول اللہؐ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر کہا۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں تمہارا نام لے کر کہا۔ یہ سُن کر فرطِ خوشی سے رونے لگے ع ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے۔

جندب بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تو مسجد نبوی میں حدیث پڑھانے والے متعدد حضرات تھے اور شاگردوں کے حلقے متفرق طور پر علیحدہ علیحدہ ہر استاد کے پاس موجود تھے میں ان حلقوں پر گذرتا ہوا ایک حلقہ پر پہنچا جس میں ایک صاحب مسافرانہ ہیئت کے ساتھ صرف دو کپڑے بدن پر ڈالے ہوئے بیٹھے حدیث پڑھا رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ بتایا کہ مسلمانوں کے سردار اُبی بن کعبؓ ہیں۔ میں ان کے حلقۂ درس میں بیٹھ گیا جب حدیث سے فارغ ہوئے تو گھر جانے لگے۔ میں بھی پیچھے ہولیا۔ وہاں جاکر دیکھا ایک پرانا سا گھر خستہ حالت نہایت معمولی سامان زاہدانہ زندگی۔[1] حضرت اُبیؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرا امتحان لیا) ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں سب سے بڑی آیت (برکت اور فضل کے اعتبار سے) کونسی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے دوبارہ سوال فرمایا۔ مجھے ادب مانع ہوا میں نے پھر وہی جواب دیا تیسری مرتبہ پھر ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا آیۃ الکرسی۔ حضورؐ خوش ہوئے اور فرمایا۔ اللہ تجھے تیرا علم مبارک کرے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے ایک آیت چھوٹ گئی حضرت ابیؓ نے نماز میں لقمہ دیا۔ حضورؐ نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ کس نے بتایا۔ حضرت ابیؓ نے عرض کیا میں نے بتایا تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرا بھی یہ گمان تھا کہ تم نے ہی بتایا ہوگا۔[2]

ف یہ حضرت ابیؓ باوجود اس علمی شغف اور قرآن پاک کی مخصوص خدمات کے حضورؐ کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک ہوئے ہیں حضورؐ کا کوئی جہاد ایسا نہیں جس میں ان کی شرکت نہ ہوئی ہو۔

[1] طبقات [2] مسند احمد

⑤ حضرت حذیفہ رضؓ کا اہتمام فتن

حضرت حذیفہ رضؓ مشہور صحابہ میں ہیں۔ صاحب السر (بھیدی) ان کا لقب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین اور فتنوں کا علم ان کو بتایا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک جتنے فتنے آنے والے ہیں سب کو نمبر وار بتایا تھا۔ کوئی ایسا فتنہ جس میں تین سو آدمیوں کے بقدر لوگ شریک ہوں حضورؐ نے نہیں چھوڑا بلکہ اس فتنہ کا حال اور اس کے مقتدا کا حال مع اس کے نام کے نیز اس کی ماں کا نام اس کے باپ کا نام اس کے قبیلہ کا نام صاف صاف بتادیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں کہ لوگ حضورؐ سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں بُرائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا تاکہ اس سے بچا جائے۔ ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ خیر و خوبی جس پر آج کل آپ کی برکت سے ہم لوگ ہیں اس کے بعد بھی کوئی بُرائی آنے والی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں بُرائی آنے والی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس بُرائی کے بعد پھر بھلائی لوٹ کر آئے گی یا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حذیفہ اللہ کا کلام پڑھ اور اس کے معانی پر غور کر اس کے احکام کی اتباع کر (مجھے فکر سوار تھا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس بُرائی کے بعد بھلائی ہوگی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں پھر بھلائی ہوگی لیکن دل ایسے نہیں ہوں گے۔ جیسے پہلے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بھلائی کے بعد پھر بُرائی ہوگی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو آدمیوں کو گمراہ کریں گے اور جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر مسلمانوں کی کوئی متحدہ جماعت ہو اور ان کا کوئی بادشاہ ہو تو اس کے ساتھ ہو جانا ورنہ ان سب فرقوں کو چھوڑ کر ایک کونہ میں علیحدہ بیٹھ جانا یا کسی درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جانا اور مرنے تک وہیں بیٹھے رہنا۔ چونکہ ان کو منافقوں کا حال حضورؐ نے سب کا بتلادیا تھا اسلئے حضرت عمرؓ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حکام میں کوئی منافق تو نہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے عرض کیا کہ ایک منافق ہے مگر میں نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا۔ غالباً اپنی فراست سے پہچان لیا ہوگا۔ جب کوئی شخص مرجاتا تو حضرت عمرؓ تحقیق فرماتے کہ حذیفہؓ ان کے جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں۔ اگر حذیفہؓ شریک ہوتے تو حضرت عمرؓ بھی نماز پڑھتے ورنہ وہ بھی نہ پڑھتے۔ حضرت حذیفہ رضؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو نہایت گھبراہٹ اور بے چینی میں رو رہے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ فرمایا کہ دنیا کے چھوٹنے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ موت تو مجھے محبوب

ہے البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ مجھے اس کی خبر نہیں کہ میں اللہ کی ناراضی پر جا رہا ہوں یا خوشنودی پر۔ اس کے بعد کہا کہ یہ میری دنیا کی آخری گھڑی ہے۔ یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے۔ اس لئے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما۔ [۱]

(۶) حضرت ابو ہریرہؓ کا احادیث کو حفظ کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ نہایت مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں اور اتنی کثرت سے ان سے حدیثیں نقل ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ نقل کی ہوئی موجود نہیں۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ ۷ھ میں یہ مسلمان ہو کر تشریف لائے اور ۱۱ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اتنی قلیل مدت میں جو تقریباً چار برس ہوتی ہے اتنی زیادہ حدیثیں کیسے یاد ہوئیں۔ خود حضرت ابو ہریرہؓ اس کی وجہ بتاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ بہت روایتیں نقل کرتے ہیں۔ میرے مہاجر بھائی تجارت پیشہ تھے بازار میں آنا جانا پڑتا تھا اور میرے انصاری بھائی کھیتی کا کام کرتے تھے اس کی مشغولی ان کو درپیش رہتی تھی اور ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو کچھ کھانے کو مل جاتا تھا۔ اس پر قناعت کئے پڑا رہتا تھا۔ ایسے اوقات میں موجود ہوتا تھا۔ جس میں وہ نہیں ہوتے تھے اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا جن کو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضورؐ سے حافظہ کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا۔ چادر بچھا۔ میں نے چادر بچھائی۔ حضورؐ نے دونوں ہاتھوں سے اس میں کچھ اشارہ فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا اس چادر کو ملا لے۔ میں نے اپنے سینہ سے ملا لیا! اس کے بعد سے کوئی چیز نہیں بھولا۔ [۲]

ف: اصحاب صفہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گویا خانقاہ کے رہنے والے تھے۔ ان حضرات کے اخراجات کا کوئی خاص نظم نہیں تھا۔ گویا حضورؐ کے مہمان تھے جو کہیں سے کچھ ہدیہ یا صدقہ کے طور پر آتا اس پر ان کا زیادہ تر گذر تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھے۔ بسا اوقات کئی کئی وقت کے فاقے بھی ان پر گذر جاتے تھے۔ بعض اوقات بھوک کی وجہ سے جنون کی سی حالت ہو جاتی تھی جیسا کہ تیسرے باب کے قصہ ۳ و ۸ میں گذرا۔ لیکن اس کے باوجود احادیث کا کثرت سے یاد کرنا ان کا مشغلہ تھا۔ جس کی بدولت آج سب سے زیادہ احادیث انہی کی بتائی جاتی ہیں۔ ابن جوزیؒ نے تلقیح میں لکھا ہے کہ پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں ۵۳۷۴ ان سے مروی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جنازہ کے متعلق ایک حدیث بیان کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے اس کو ایک

[۱] ابو داؤد و اسد الغابہ [۲] بخاری

قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک شریک رہے اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط کی مقدار اُحد کے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس حدیث میں کچھ تردد ہوا۔ انھوں نے فرمایا ابوہریرہؓ سوچ کر کہو۔ ان کو غصہ آگیا۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور جا کر عرض کیا کہ میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ یہ قیراط والی حدیث آپؓ نے حضورؐ سے سُنی۔ انھوں نے فرمایا ہاں سنی ہے۔ ابوہریرہؓ فرمانے لگے کہ مجھے حضورؐ کے زمانہ میں نہ تو باغ میں کوئی درخت لگانا تھا نہ بازار میں مال بیچنا تھا۔ میں تو حضورؐ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مل جائے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا بیشک تم ہم لوگوں سے زیادہ حاضر باش تھے اور احادیث کو زیادہ جاننے والے[1] اس کے ساتھ ہی ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں بارہ ہزار مرتبہ روزانہ استغفار پڑھتا ہوں اور ایک تاگہ ان کے پاس تھا جس میں ایک ہزار گرہ لگی ہوئی تھی۔ رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک اس کو سبحان اللہ کے ساتھ پورا نہ کر لیتے تھے[2]

(۷) قتلِ مسیلمہ و قرآن کا جمع کرنا

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسیلمہ کذاب کا جس نے حضورؐ کے سامنے ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اثر بڑھنے لگا۔ اور چونکہ عرب میں ارتداد بھی زور شور سے شروع ہو گیا تھا اس سے اس کو اور بھی تقویت پہنچی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس سے لڑائی کی حق تعالیٰ شانہٗ نے اسلام کو قوت عطا فرمائی اور مسیلمہ قتل ہوا لیکن اس لڑائی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی۔ بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی حضرت عمرؓ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس لڑائی میں قاری بہت شہید ہو گئے اگر اسی طرح ایک دو لڑائی میں اور شہید ہو گئے تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے اس کو ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ایسے کام کی کیسے جرأت کرتے ہو جس کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ اس پر اصرار فرماتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے بالآخر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے بھی موافق ہو گئی تو حضرت زید بن ثابتؓ کو جن کا قصہ باب ۱۱ قصہ ۵ پر آ رہا ہے۔ بُلایا۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اول اپنی اور حضرت عمرؓ کی ساری گفتگو نقل فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم جوان ہو اور دانشمند تم پر کسی قسم کی بدگمانی بھی نہیں اور ان سب باتوں کے علاوہ یہ کہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تم وحی کے لکھنے پر

[1] مسند احمد [2] تذکرہ

مامور رہ چکے ہو۔ اس لئے اس کام کو تم کرو۔ لوگوں کے پاس سے قرآن پاک جمع کرو اور اس کو ایک جگہ نقل کردو۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ حکم فرماتے کہ فلاں پہاڑ کو توڑ کر ادھر سے اُدھر منتقل کردو تو یہ حکم بھی میرے لئے قرآن پاک جمع کرنے کے حکم سے سہل تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہیں جس کو حضورؐ نے نہیں کیا۔ وہ حضرات مجھے سمجھاتے رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زیدؓ سے کہا کہ اگر تم عمرؓ کی موافقت کرو تو میں اس کا حکم دوں اور نہیں تو پھر میں بھی ارادہ نہ کروں۔ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ طویل گفتگو کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے میرا بھی اسی جانب شرح صدر فرما دیا کہ قرآن پاک کو یک جا جمع کیا جائے چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد میں لوگوں کے پاس جو قرآن شریف متفرق طور پر لکھا ہوا تھا اور جو اِن حضرات صحابہ کرام کے سینوں میں بھی محفوظ تھا۔ سب کو تلاش کر کے جمع کیا۔[1]

ف اس قصہ میں اوّل تو ان حضرات کے اتباع کا اہتمام معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کا منتقل کرنا اُن کے لئے اس سے سہل تھا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس کو حضورؐ نے نہیں کیا۔ اس کے بعد کلام پاک کا جمع کرنا جو دین کی اصل ہے۔ اللہ نے ان حضرات کے اعمال نامہ میں رکھا تھا۔ پھر حضرت زیدؓ نے اتنا اہتمام اس کے جمع فرمانے میں کیا کہ کوئی آیت بغیر لکھی ہوئی نہیں لیتے تھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں ان ہی سے جمع کرتے تھے اور حفاظ کے سینوں سے اس کا مقابلہ کرتے تھے اور چونکہ تمام قرآن شریف متفرق جگہوں میں لکھا ہوا تھا۔ اس لئے اس کی تلاش میں گو محنت ضرور کرنا پڑی مگر سب مل گیا۔ اُبی بن کعبؓ جن کو خود حضورؐ نے قرآن پاک کا سب سے زیادہ ماہر بتایا ان کی اعانت کرتے تھے۔ اس محنت سے کلام اللہ شریف کو ان حضرات نے سب سے پہلے جمع فرمایا۔

(۸) حضرت ابن مسعودؓ کی احتیاط روایت حدیث میں

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بڑے مشہور صحابہ میں ہیں اور ان صحابہؓ میں شمار ہے جو فتوے کے مالک تھے۔ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اور حبشہ کی ہجرت بھی کی تھی تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ شریک رہے ہیں اور مخصوص خادم ہونے کی وجہ سے صاحب النعل، صاحب الوسادۃ، صاحب المطہرۃ۔ جوتے والے، تکیہ والے، وضو کے پانی والے۔ یہ القاب بھی ان کے ہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خدمتیں اکثر ان کے سپرد رہتی تھیں۔ حضورؐ کا ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ امیر بناؤں تو عبد اللہ بن مسعودؓ کو بناؤں۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ تمہیں ہر وقت حاضری کی اجازت ہے حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف بالکل ایسی طرح پڑھنا ہو جس طریقہ سے اُترا ہے تو عبد اللہ بن مسعودؓ کے

[1] بخاری

طریقہ کے موافق پڑھے۔ حضورﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ابن مسعودؓ جو حدیث تم سے بیان کریں۔ اس کو سچ سمجھو۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب یمن سے آئے تو ایک زمانہ تک ابن مسعودؓ کو اہلبیت میں سے سمجھتے رہے اس لئے کہ اتنی کثرت سے ان کی اور ان کی والدہ کی آمد و رفت حضورﷺ کے گھر میں بھی جیسی گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے[1] لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابوعمرو شیبانیؒ کہتے ہیں کہ میں ایک سال تک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ میں نے کبھی ان کو حضورﷺ کی طرف منسوب کرکے بات کرتے نہیں سنا لیکن کبھی اگر حضورﷺ کی طرف کوئی بات منسوب کردیتے تھے تو بدن پر کپکپی آجاتی تھی۔ عمرو بن میمونؒ کہتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کو ایک سال تک ابن مسعودؓ کے پاس آتا رہا۔ میں نے کبھی حضورﷺ کی طرف نسبت کرکے بات کرتے نہیں سنا۔ ایک مرتبہ حدیث بیان فرماتے ہوئے زبان پر یہ جاری ہوگیا کہ حضورﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو بدن کانپ گیا آنکھوں میں آنسو بھر آئے پیشانی پر پسینہ آگیا رگیں پھول گئیں اور فرمایا انشاء اللہ یہی فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب تھا یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم[2]

ف یہ تھی ان حضرات صحابہؓ کرام کی احتیاط حدیث شریف کے بارے میں اس لئے کہ حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ جو میری طرف سے جھوٹ نقل کرے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے اس خوف کی وجہ سے یہ حضرات باوجودیکہ مسائل حضورﷺ کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ حضورﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ خدانخواستہ جھوٹ نہ نکل جائے۔ اس کے بالمقابل ہم اپنی حالتیں دیکھتے ہیں کہ بیدھڑک بے تحقیق حدیث نقل کردیتے ہیں ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ حالانکہ حضورﷺ کی طرف منسوب کرکے بات کا نقل کرنا بڑی سخت ذمہ داری ہے۔ فقہ حنفی انہی عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ تر لیا گیا ہے۔

⑨ حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس حدیث کے لئے جانا

کثیر بن قیسؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی وجہ سے آیا ہوں۔ میں نے سُنا ہے کہ وہ آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ ابوالدرداءؓ نے پوچھا کوئی اور تجارتی کام نہیں تھا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ ابوالدرداءؓ نے پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہ تھی کہا نہیں۔ صرف حدیث ہی معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں! ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کوئی راستہ علم حاصل کرنے کیلئے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کیلئے جنت کا راستہ سہل فرما دیتے ہیں اور فرشتے اپنے پر طالب علم کی خوشنودی کے واسطے بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لئے آسمان زمین کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں حتیٰ کہ مچھلیاں جو پانی میں رہتی ہیں وہ بھی استغفار

[1] بخاری [2] مقدمہ دارمی مسند احمد

کرتی ہیں اور عالِم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ جو شخص علم کو حاصل کرتا ہے وہ ایک بڑی دولت کو حاصل کرتا ہے۔ لہ

ف حضرت ابوالدرداءؓ فقہائے صحابہؓ میں ہیں حکیم الامت کہلاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کی نبوت کے وقت میں تجارت کیا کرتا تھا۔ میں نے مسلمان ہونے کے بعد چاہا کہ تجارت اور عبادت دونوں کو جمع کر دوں مگر دونوں اکٹھی نہ رہ سکیں تو مجھے تجارت چھوڑنا پڑی۔ اب میرا دل یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ بالکل دروازہ ہی پر دکان ہو جس کی وجہ سے ایک بھی نماز فوت نہ ہو اور روزانہ چالیس دینار کا نفع ہو اور میں ان سب کو صدقہ کر دوں۔ کسی نے پوچھا کہ ایسی تجارت سے کیوں خفا ہوئے کہ نماز بھی نہ جائے اور اتنا نفع روزانہ کا اللہ کے راستہ میں خرچ ہو۔ پھر بھی پسند نہیں کرتے۔ فرمایا حساب تو دینا ہی پڑے گا۔ ابوالدرداء یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے موت سے محبت ہے۔ اپنے مولیٰ سے ملاقات کے شوق میں اور فقر سے محبت ہے تواضع کے واسطے اور بیماری سے محبت ہے گناہ دھلنے کے واسطے۔ ٢ه

اوپر کے قصہ میں ایک حدیث کی خاطر اتنا طویل سفر کیا ہے۔ ان حضرات کے یہاں حدیث حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا کچھ اہم نہیں تھا۔ ایک ایک حدیث سننے اور معلوم کرنے کے لئے دُور دور کا سفر طے کر لینا ان حضرات کو بہت سہل تھا۔ شعبیؒ ایک مشہور محدث ہیں۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ اپنے کسی شاگرد کو ایک مرتبہ حدیث سنائی اور فرمایا کہ لے گھر بیٹھے مفت مل گئی ورنہ اس سے کم کیلئے بھی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا کہ ابتداء میں حدیث کا مخزن مدینہ طیبہ ہی تھا۔ علمی شغف رکھنے والے حضرات نے بڑے بڑے طویل سفر علم کی خاطر اختیار فرمائے ہیں۔ سعید بن المسیبؒ جو ایک مشہور تابعی ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دنوں پیدل چلا ہوں۔ امام الائمہ امام بخاریؒ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے ۲۰۵ھ میں یعنی گیارہ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی۔ عبداللہ بن مبارکؒ کی سب تصانیف بچپن ہی میں حفظ کر لی تھیں۔ اپنے شہر میں جتنی احادیث مل سکیں ان کو حاصل کر لینے کے بعد ۲۱۶ھ میں سفر شروع کیا۔ والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے یتیم تھے۔ والدہ سفر میں ساتھ تھیں۔ اس کے بعد بلخ، بغداد، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص، دمشق ان شہروں میں گئے اور ہر جگہ جو ذخیرہ حدیث کا مل سکا حاصل فرمایا اور ایسی نوعمری میں استاد حدیث بن گئے تھے کہ منہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہیں نکلا تھا۔ کہتے ہیں کہ میری اٹھارہ برس کی عمر تھی۔ جب میں نے صحابہؓ اور تابعین کے فیصلے تصنیف کئے۔ حاشدؒ اور ان کے ایک ساتھی کہتے

لہ ابن ماجہ ٢ه تذکرہ

ہیں کہ امام بخاریؒ ہم لوگوں کے ساتھ اُستاد کے پاس جایا کرتے۔ ہم لوگ لکھتے اور بخاریؒ ویسے ہی واپس آجاتے۔ ہم نے کئی روز گذر جانے پر ان سے کہا کہ تم وقت ضائع کرتے ہو، وہ چپ ہو گئے۔ جب کئی مرتبہ کہا تو کہنے لگے کہ تم نے دق ہی کر دیا۔ لاؤ تم نے کیا لکھا۔ ہم نے اپنا مجموعہ احادیث نکالا۔ جو پندرہ ہزار حدیثوں سے زیادہ مقدار میں تھا۔ انھوں نے اس سب کو حفظ سنا دیا ہم دنگ رہ گئے۔

(۱۰) حضرت ابن عباسؓ کا انصاری کے پاس جانا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضورؐ کا تو وصال ہو گیا ابھی تک صحابہ کرامؓ کی بڑی جماعت موجود ہے۔ آؤ اُن سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کریں۔ ان انصاری نے کہا۔ کیا ان صحابہ کرام کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئیں گے۔ صحابہؓ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے۔ غرض ان صاحب نے تو ہمت کی نہیں۔ میں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انھوں نے حضورؐ سے سُنی ہے اُن کے پاس جاتا اور تحقیق کرتا۔ مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا۔ بعض لوگوں کے پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ وہ سو رہے ہیں تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا۔ گو ہوا سے منہ پر اور بدن پر مٹی بھی پڑتی رہتی مگر میں وہیں بیٹھا رہتا۔ جب وہ اٹھتے تو جس بات کو معلوم کرنا تھا وہ دریافت کرتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضورؐ کے چچا زاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی مجھے بُلا لیتے مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں اس لئے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا۔ بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو۔ میں کہتا بہت دیر سے۔ وہ کہتے کہ تم نے بُرا کیا۔ مجھے اطلاع کر دیتے۔ میں کہتا۔ میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ۔ حتیٰ کہ ایک وقت میں یہ نوبت بھی آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کے واسطے میرے پاس جمع ہونے لگے۔ تب اُن انصاری صاحب کو بھی قلق ہوا۔ کہنے لگے کہ یہ لڑکا ہم سے زیادہ ہوشیار تھا۔ [1]

مختلف علمی کارنامے ف یہی چیز تھی جس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے وقت میں حبر الامۃ اور بحر العلم کا لقب دلوایا۔ جب ان کا وصال ہوا تو طائف میں تھے۔ حضرت علیؓ کے صاحبزادہ محمدؒ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس امت کا امام ربانی آج رخصت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ آیتوں کے شان نزول جاننے میں سب سے ممتاز ہیں۔ حضرت عمرؓ ان کو علماء کی ممتاز صف میں جگہ دیتے تھے۔ یہ سب اسی جانفشانی کا ثمرہ تھا ورنہ اگر یہ صاحبزادگی کے زعم میں رہتے تو یہ مراتب کیسے حاصل ہوتے۔ خود آقائے نامدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ح [1] دارمی [2] مختلف علمی کارنامے

کا ارشاد ہے کہ جن سے علم حاصل کرو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ بخاریؒ میں مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص پڑھنے میں حیا کرے یا تکبر کرے وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھ کو ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کر دے یا بیچ دے۔ یحییٰ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ علم تن پروری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم کو بے دلی اور استغنا کے ساتھ حاصل کرے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہاں جو شخص خاکساری اور تنگ دستی کے ساتھ حاصل کرنا چاہے وہ کامیاب ہو سکتا ہے مغیرہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے استاد ابراہیمؒ سے ایسے ڈرتے تھے جیسا کہ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں یحییٰ بن معینؒ بہت بڑے محدث ہیں امام بخاریؒ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ محدثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے اتنا کسی دوسرے کو کرتے میں نے نہیں دیکھا امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سُنا ہے کہ جو استاد کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس قصہ میں جہاں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے اساتذہ کے ساتھ تواضع اور انکساری معلوم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی علم کا شغف اور اہتمام بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی حدیث کا ہونا معلوم ہوتا فوراً جاتے اس کو حاصل فرماتے خواہ اس میں کتنی ہی مشقت محنت اور تکلیف اٹھانا پڑتی اور حق یہ ہے کہ بے محنت اور مشقت کے علم تو در کنار معمولی سی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور یہ تو ضرب المثل ہے مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّيَالِي جو شخص بلند مرتبوں کا طالب ہو گا راتوں کو جاگے گا۔

حارث بن یزیدؒ ابن شبرمہؒ قعقاعؒ مغیرہؒ چاروں حضرات عشاء کی نماز کے بعد علمی بحث شروع کرتے۔ صبح کی اذان تک ایک بھی جدا نہ ہوتا۔ لیثؒ بن سعد کہتے ہیں کہ امام زہریؒ عشاء کے بعد باوضو بیٹھ کر حدیث کا سلسلہ شروع فرماتے تو صبح کر دیتے۔ [1] دراوردیؒ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں عشاء کے بعد سے ایک مسئلہ میں بحث شروع فرماتے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کوئی طعن تشنیع ہوتی نہ تغلیط اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی اور اسی جگہ صبح کی نماز پڑھتے۔[2] ابن فراتؒ بغدادی ایک محدث ہیں۔ جب انتقال ہوا تو اٹھارہ صندوق کتابوں کے چھوڑے جن میں سے اکثر خود اپنے قلم کی لکھی ہوئی تھیں اور کمال یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک صحت نقل اور عمدگی ضبط کے اعتبار سے ان کا لکھا ہوا حجت بھی ہے۔ ابن جوزیؒ مشہور محدث ہیں تین سال کی عمر میں باپ نے مفارقت کی یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ لیکن محنت کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ گھر سے دُور نہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ منبر پر کہا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ ڈھائی سو سے زیادہ خود ان کی اپنی تصنیفات ہیں

[1] دارمی [2] مقامہ ۵۴

کہتے ہیں کہ کوئی وقت ضائع نہیں جاتا تھا۔ چار جز روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ درس کا یہ عالم تھا کہ مجلس میں بعض مرتبہ ایک لاکھ سے زیادہ شاگردوں کا اندازہ کیا گیا۔ امراء، وزراء سلاطین تک مجلسِ درس میں حاضر ہوتے تھے۔ ابن جوزیؒ خود کہتے ہیں کہ ایک لاکھ آدمی مجھ سے بیعت ہوئے اور بیس ہزار میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سب کے باوجود شیعوں کا زور تھا۔ اس وجہ سے تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں[1]۔ احادیث لکھنے کے وقت میں قلموں کا تراشہ جمع کرتے رہتے تھے۔ مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے نہانے کا پانی اسی سے گرم کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ صرف غسلِ میت کے پانی گرم کرنے ہی کے لئے کافی نہ تھا بلکہ گرم کرنے کے بعد بچ بھی گیا تھا۔ یحییٰ ابن معینؒ حدیث کے مشہور استاذ ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ ابن جریرؒ طبری مشہور مورخ ہیں صحابہؓ اور تابعینؒ کے احوال کے ماہر چالیس سال تک ہمیشہ چالیس ورق روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ ان کے انتقال پر شاگردوں نے روزانہ کی لکھائی کا حساب لگایا تو بلوغ کے بعد سے مرنے تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط نکلا۔ ان کی تاریخ مشہور ہے عام طور سے ملتی ہے۔ جب اس کی تصنیف کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہو گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اندازاً کتنی بڑی ہوگی۔ کہنے لگے تقریباً تیس ہزار ورق پر آئے گی۔ لوگوں نے کہا اس کے پورا کرنے سے پہلے عمریں فنا ہو جائیں گی۔ کہنے لگے کہ انا للہ ہمتیں پست ہوگئیں۔ اُس کے بعد مختصر کیا اور تقریباً تین ہزار ورق پر لکھی۔ اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا وہ بھی مشہور ہے اور عام طور سے ملتی ہے۔ دارقطنیؒ حدیث کے مشہور مصنف ہیں۔ حدیث حاصل کرنے کے لئے بغداد، بصرہ، کوفہ، واسط، مصر اور شام کا سفر کیا۔ ایک مرتبہ استاذ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ استاذ پڑھ رہے تھے اور یہ کوئی کتاب نقل کر رہے تھے۔ ایک ساتھی نے اعتراض کیا کہ تم دوسری طرف متوجہ ہو، کہنے لگے کہ میری اور تمہاری توجہ میں فرق ہے۔ بتاؤ استاذ نے اب تک کتنی حدیثیں سُنائیں۔ وہ سوچنے لگے۔ دارقطنیؒ نے کہا کہ شیخ نے اٹھارہ حدیثیں سنائی ہیں۔ پہلی یہ تھی۔ دوسری یہ تھی۔ اسی طرح ترتیب وار سب کی سب مع سند کے سُنادیں۔ حافظ اثرمؒ ایک محدث ہیں۔ احادیث کے یاد کرنے میں بڑے مشّاق تھے۔ ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے۔ وہاں خراسان کے دو بڑے استاذ حدیث آئے ہوئے تھے اور حرم شریف میں دونوں علیحدہ علیحدہ درس دے رہے تھے۔ ہر ایک کے پاس پڑھنے والوں کا ایک بڑا مجمع موجود تھا۔ یہ دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور دونوں کی حدیثیں ایک ہی وقت میں لکھ ڈالیں

[1] تذکرہ

عبد اللہ بن مبارکؒ مشہور محدث ہیں۔ حدیث حاصل کرنے میں ان کی محنتیں مشہور ہیں۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے چار ہزار استاذوں سے حدیث حاصل کی ہے۔ علی بن الحسنؒ کہتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی۔ میں اور ابن مبارکؒ مسجد سے عشاء کے بعد نکلے۔ دروازہ پر ایک حدیث میں گفتگو شروع ہو گئی۔ میں بھی کچھ کہتا رہا وہ بھی فرماتے رہے۔ وہیں کھڑے کھڑے صبح کی اذان ہو گئی

حمیدیؒ ایک مشہور محدث ہیں جنہوں نے بخاریؒ اور مسلمؒ کی احادیث کو ایک جگہ جمع بھی کیا ہے۔ رات بھر لکھتے تھے اور گرمی کے موسم میں جب گرمی بہت ستاتی تو ایک لگن میں پانی بھر لیتے اور اس میں بیٹھ کر لکھتے سب سے الگ رہتے تھے۔ شاعر بھی ہیں ان کے شعر ہیں ؎

لِقَاءُ النَّاسِ لَيْسَ يُفِيْدُ شَيْئًا ... سِوَى الْهَذْيَانِ مِنْ قِيْلٍ وَّقَالٍ

فَاَقْلِلْ مِنْ لِقَاءِ النَّاسِ اِلَّا ... لِاَخْذِ الْعِلْمِ اَوْ اِصْلَاحِ حَالٍ

ترجمہ: لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی بجز قیل وقال کی بکواس کے اس لئے لوگوں کی ملاقات کم کر بجز اس کے کہ علم حاصل کرنے کے واسطے استاذ سے یا اصلاح نفس کے واسطے کسی شیخ سے ملاقات ہو۔

امام طبرانیؒ مشہور محدث ہیں۔ بہت سی تصانیف فرمائی ہیں کسی نے ان کی کثرت تصانیف کو دیکھ کر پوچھا کہ کس طرح لکھیں۔ کہنے لگے کہ تیس برس بوریئے پر گذار دیئے۔ یعنی رات دن بوریئے پر پڑے رہتے تھے۔ ابو العباس شیرازیؒ کہتے ہیں کہ میں نے طبرانیؒ سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ بڑی شدت کے ساتھ ناسخ اور منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا اس میں جتنے محدثین تھے سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا اور جب کوئی باہر سے محدث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو تو اس کی تحقیق کرو۔ ایک علمی مجلس امام صاحبؒ کے یہاں تھی جس میں محدث فقیہ اہل لغت کا مجمع تھا۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس مجلس میں اس پر بحث ہوتی۔ اور بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ بحث رہتی، اس کے بعد جب کوئی بات طے ہوتی تو وہ مذہب قرار دی جاتی اور لکھ لی جاتی۔

امام ترمذیؒ کے نام سے کون ناواقف ہوگا۔ احادیث کا کثرت سے یاد کرنا اور یاد رکھنا ان کی خصوصی شان تھی اور قوتِ حافظہ میں ضرب المثل تھے۔ بعض محدثین نے ان کا امتحان لیا اور چالیس حدیثیں ایسی سنائیں جو غیر معروف تھیں۔ امام ترمذیؒ نے فوراً سنادیں خود امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک شیخ کی احادیث کے دو جزو نقل کئے تھے۔ اتفاق سے خود ان شیخ سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے درخواست کی کہ وہ دونوں جزو احادیث

کے استاذ سے سُن بھی لوں۔ انھوں نے قبول کر لیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جزو میرے پاس ہیں مگر استاد کی خدمت میں گیا تو بجائے ان کے دو سادے جزو ہاتھ میں تھے۔ استاذ نے سنانا شروع کیا اتفاقاً اُن کی نظر پڑی تو میرے ہاتھ میں سادے جز دیکھے۔ ناراض ہو کر فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی۔ میں نے قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ جو سناتے ہیں وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ استاد کو یقین نہ آیا۔ فرمایا اچھا سناؤ۔ میں نے سب حدیثیں سنا دیں۔ فرمایا کہ یہ تم کو پہلے سے یاد ہوں گی۔ میں نے عرض کیا کہ اور نئی حدیثیں سنا دیجئے۔ انھوں نے چالیس حدیثیں اور سنا دیں۔ میں نے ان کو بھی فوراً سُنا دیا۔ اور ایک بھی غلطی نہیں کی۔

محدثینؒ نے جو جو محنتیں احادیث کے یاد کرنے میں اُن کو پھیلانے میں کی ہیں اُن کا اتباع تو در کنار ان کا شمار بھی مشکل ہے۔ قرطمہؒ ایک محدث ہیں زیادہ مشہور بھی نہیں ہیں۔ ان کے ایک شاگرد داؤدؒ کہتے ہیں کہ لوگ ابو حاتمؒ وغیرہ کے حافظہ کا ذکر کرتے ہیں میں نے قرطمہؒ سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ میں ان کے پاس گیا۔ کہنے لگے کہ ان کتب میں سے جونسی دل چاہے اٹھا لو، میں سنا دوں گا۔ میں نے کتاب الاشربہ اٹھائی وہ ہر باب کے اخیر سے اول کی طرف پڑھتے گئے اور پوری کتاب سُنا دی۔ ابوزرعہؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ اسحٰق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ حدیثیں میں نے جمع کی ہیں اور تیس ہزار مجھے ازبر یاد ہیں۔ خفافؒ کہتے ہیں کہ اسحٰقؒ نے گیارہ ہزار حدیثیں اپنی یاد سے ہمیں لکھوائیں اور پھر اُن کو نمبروار سُنایا۔ نہ کوئی حرف کم ہوا نہ زیادہ۔ ابو سعد اصبہانیؒ بغدادی سولہ سال کی عمر میں ابو نصرؒ کی احادیث سننے کے لئے بغداد پہنچے۔ راستے میں اُن کے انتقال کی خبر سنی بے ساختہ رو پڑے چیخیں نکل گئیں۔ کہ اُن کی سند کہاں ملے گی۔ اتنا رنج کہ رونے میں چیخیں نکل جائیں جب ہی ہو سکتا ہے جب کسی چیز کا عشق ہو جائے۔ ان کو مسلم شریف پوری حفظ یاد تھی اور حفظ ہی طلبہ کو لکھوایا کرتے تھے۔ گیارہ حج کئے۔ جب کھانا کھانے بیٹھتے تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ ابو عمر ضریرؒ پیدائشی نابینا تھے مگر حفاظ حدیث میں شمار ہیں۔ علم فقہ، تاریخ، فرائض، حساب میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ابو الحسینؒ اصفہانی کو بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں یاد تھیں۔ بالخصوص بخاری شریف کا تو یہ حال تھا کہ جو کوئی سند پڑھتا اس کا متن یعنی حدیث پڑھ دیتے اور جو متن پڑھتا اس کی سند پڑھ دیتے تھے۔

شیخ تقی الدینؒ بعلبکی نے چار مہینے میں مسلم شریف تمام حفظ کر لی تھی اور جمع بین الصحیحین کے بھی حافظ تھے۔ صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ قرآن پاک کے بھی حافظ تھے۔ کہتے ہیں کہ سورۂ انعام ساری ایک دن میں

حفظ کرلی تھی۔ ابن السُّنیؒ امام نسائی کے مشہور شاگرد ہیں۔ حدیث لکھنے میں اخیر تک مشغول رہے ان کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ میرے والدؒ نے لکھتے لکھتے دوات میں قلم رکھا اور دونوں ہاتھ دعا کے واسطے اٹھائے اور اسی حال میں انتقال ہوگیا۔ علامہ ساجیؒ نے بچپن میں فقہ حاصل کیا۔ اس کے بعد علم حدیث کا شغل رہا۔ ہرات میں دس برس قیام کیا جس میں چھ مرتبہ ترمذی شریف اپنے ہاتھ سے لکھی ابن مَندۃؒ سے غرائب شعبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی حال میں ابن مندۃؒ کا عشاء کی نماز کے بعد انتقال ہوا پڑھنے والے سے پڑھانے والے کا ولولہ علمی ہے کہ اخیر وقت تک پڑھاتے رہے، ابوعمر وخفافؒ کو ایک لاکھ حدیثیں ازبر تھیں۔ امام بخاریؒ کے استاذ عاصم بن علیؒ جب بغداد پہنچے تو شاگردوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ اکثر ایک لاکھ سے زائد ہوجاتے تھے۔ ایک مرتبہ اندازہ لگایا گیا تو ایک لاکھ بیس ہزار ہوئے۔ اسی وجہ سے بعض الفاظ کو کئی کئی مرتبہ کہنا پڑتا ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ "حدثنا اللیث" کو چودہ مرتبہ کہنا پڑا۔ ظاہر بات ہے کہ سوا لاکھ آدمیوں کو آواز پہنچانے کے واسطے بعض لفظوں کو کئی کئی مرتبہ کہنا ہی پڑے گا۔ ابو مسلم بصریؒ جب بغداد پہنچے تو ایک بڑے میدان میں حدیث کا درس شروع ہوا سات آدمی کھڑے ہوکر لکھواتے تھے جس طرح عید کی تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ سبق کے بعد دواتیں شمار کی گئیں تو چالیس ہزار سے زیادہ تھیں اور جو لوگ صرف سننے والے تھے وہ ان سے علیحدہ۔ فریابیؒ کی مجلس میں اسی طرح لکھوانے والے تین سو سولہ تھے اس سے مجمع کا اندازہ اپنے آپ ہوجاتا ہے اس محنت اور مشقت سے یہ پاک علم آج تک زندہ ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کرکے بخاری شریف لکھی ہے جس میں سات ہزار دو سو چھتر حدیثیں ہیں اور ہر حدیث لکھتے وقت دو رکعت نفل نماز پڑھ کر حدیث لکھی ہے جب یہ بغداد پہنچے تو وہاں کے محدثین نے ان کا امتحان لیا۔ اس طرح کہ دس آدمی متعین ہوئے۔ ان میں سے ہر شخص نے دس دس حدیثیں چھانٹیں جن کو بدل بدل کران سے پوچھا۔ یہ ہر سوال کے جواب میں مجھے معلوم نہیں کہتے رہے جب دس کے دس پوچھ چکے تو انھوں نے سب سے پہلے پوچھنے والے کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم نے سب سے پہلی حدیث یہ پوچھی تھی۔ تم نے اس طرح بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ دوسری حدیث یہ پوچھی تھی وہ اس طرح تم نے بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ غرض اسی طرح سو کی سو حدیثیں ترتیب وار بیان فرمادیں کہ ہر حدیث کو اول اس طرح پڑھتے جس طرح امتحان لینے والے نے پڑھا تھا۔ پھر کہتے کہ یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے امام مسلمؒ نے چودہ برس کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی۔ اسی میں اخیر تک مشغول رہے

خود کہتے ہیں کہ میں نے تین لاکھ احادیث میں سے چھانٹ کر مسلم شریف تصنیف کی ہے جس میں بارہ ہزار حدیثیں ہیں۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سنی ہیں جن میں سے انتخاب کر کے سنن ابوداؤد شریف تصنیف کی ہے جس میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں۔ یوسف مزی مشہور محدث ہیں۔ اسماء رجال کے امام ہیں۔ اوّل اپنے شہر میں فقہ اور حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حلب، حماۃ بعلبک وغیرہ کا سفر کیا۔ بہت سی کتابیں اپنے قلم سے لکھیں۔ تہذیب الکمال دوسو جلدوں میں تصنیف کی اور کتاب الاطراف اسّی جلدوں سے زیادہ میں۔ ان کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر چپ رہتے۔ بات کسی سے بہت ہی کم کرتے تھے۔ اکثر اوقات کتاب کے دیکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ حاسدوں کی عداوت کا شکار بھی بنے مگر انتقام نہیں لیا۔ ان حضرات کے حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ بڑی بڑی کتابیں ان کے حالات۔ اور جانفشانیوں کا احاطہ نہیں کر سکیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند حضرات کے دوچار واقعات کا ذکر اس لئے کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ علم حدیث جو آج ساڑھے تیرہ سو برس تک نہایت آب وتاب سے باقی ہے وہ کس محنت اور جانفشانی سے باقی رکھا گیا ہے اور جو لوگ علم حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے آپ کو طالب علم کہتے ہیں وہ کتنی محنت اور مشقت اس کے لئے گوارا کرتے ہیں اگر ہم لوگ یہ چاہیں کہ ہم اپنی عیش وعشرت راحت وآرام سیر وتفریح اور دنیا کے دوسرے مشاغل میں لگے رہیں اور حضورؐ کے پاک کلام کا یہ شیوع اسی طرح باقی رہے تو ایں خیال است ومحال است وجنوں کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

نواں باب حضورؐ کی فرماں برداری اور امتثال حکم

اور یہ دیکھنا کہ حضورؐ کا منشاء مبارک کیا ہے۔ ویسے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر فعل فرماں برداری تھا اور گذشتہ قصوں سے بھی یہ بات خوب روشن ہے لیکن خاص طور سے چند قصے اس باب میں اس لئے ذکر کئے جاتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی حالتوں کا اس باب سے خاص طور پر مقابلہ کر کے دیکھیں کہ ہم اللہ کی اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرماں برداری کہاں تک کرتے ہیں۔ جب پر ہم لوگ ہر وقت اس کے بھی منتظر رہتے ہیں کہ وہ برکات وترقیات اور ثمرات جو صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوتے تھے ہمیں بھی حاصل ہوں۔ اگر واقعی ہم لوگ اس چیز کے متمنی ہیں تو ہمیں بھی وہ کرنا چاہیئے جو وہ حضرات کر کے دکھلا گئے ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا چادر کو جلا دینا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا میرے اوپر ایک چادر تھی جو کسم کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا یہ کیا اوڑھ رکھا ہے۔ مجھے اس سوال سے حضورؐ کی ناگواری کے آثار معلوم ہوئے۔ گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انھوں نے چولھا جلا رکھا تھا۔ میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی دوسرے روز جب حاضری ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا وہ چادر کیا ہوئی۔ میں نے قصہ سنا دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی عورتوں کے پہننے میں تو مضائقہ نہ تھا[1]

ف اگرچہ چادر کے جلا دینے کی ضرورت نہ تھی مگر جس کے دل میں کسی کی ناگواری اور ناراضی کی چوٹ لگی ہوئی ہو، وہ اتنی سوچ کا متحمل ہی نہیں ہوتا کہ اس کی کوئی اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں مجھ جیسا نالائق ہوتا تو نہ معلوم کتنے احتمالات پیدا کر لیتا کہ یہ ناگواری کس درجہ کی ہے اور دریافت تو کر لوں اور کوئی صورت اجازت کی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں اور حضورؐ نے پوچھا ہی تو ہے منع تو نہیں کیا وغیرہ وغیرہ

(۲) انصاریؓ کا مکان کو ڈھا دینا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولت کدہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک قُبّہ (گنبد دار حجرہ) دیکھا جو اونچا بنا ہوا تھا۔ ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے انھوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری نے قُبّہ بنایا ہے۔ حضورؐ سن کر خاموش ہو رہے۔ کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا حضورؐ نے اعراض فرمایا سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ اُنھوں نے اس خیال سے کہ شاید خیال نہ ہوا ہو، دوبارہ سلام کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا۔ وہ اس کے کیسے متحمل ہو سکتے تھے۔ صحابہؓ سے جو وہاں موجود تھے دریافت کیا پوچھا تحقیق کیا کہ میں آج حضورؐ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں خیر تو ہے۔ انھوں نے کہا کہ حضورؐ باہر تشریف لے گئے تھے۔ راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے۔ یہ سن کر وہ انصاری فوراً گئے اور اس کو توڑ کر ایسا زمین کی برابر کر دیا کہ نام و نشان بھی نہ رہا۔ اور پھر آکر عرض بھی نہیں کیا۔ اتفاقاً حضورؐ ہی کا اس جگہ کسی دوسرے موقع پر گذر ہوا تو دیکھا کہ وہ قُبّہ وہاں نہیں ہے۔ دریافت فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ انصاری نے آنحضرتؐ کے اعراض کا کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا ہم نے کہہ دیا تھا کہ تمہارا قُبّہ دیکھا ہے۔ انھوں نے آکر اس کو بالکل توڑ دیا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے۔ مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو[2]

[1] ابو داؤد [2] ابو داؤد

ف یہ کمالِ عشق کی باتیں ہیں ان حضرات کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ چہرۂ انور کو رنجیدہ دیکھیں یا کوئی شخص اپنے سے حضورؐ کی گرانی کو محسوس کرے۔ ان صحابی نے قُبّہ کو گرایا اور پھر یہ بھی نہیں کہ گرانے کے بعد جتانے کے طور پر آکر کہتے کہ آپؐ کی خوشی کے واسطے گرا دیا بلکہ جب حضورؐ کا خود ہی اتفاق سے اُدھر کو تشریف لے جانا ہوا تو ملاحظہ فرمایا حضورؐ کو تعمیر میں روپے کا ضائع کرنا خاص طور سے ناگوار تھا بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ خود ازواجِ مطہرات کے مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے ٹٹے تھے جن پر ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے تاکہ اجنبی نگاہ اندر نہ جاسکے۔ ایک مرتبہ حضورؐ کہیں سفر میں تشریف لے گئے حضرت ام سلمہؓ کو کچھ ضرورت حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کے کچی اینٹیں لگائیں واپسی پر جب حضورؐ نے ملاحظہ فرمایا تو دریافت کیا کہ یہ کیا کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ اس میں بے پردگی کا احتمال رہتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو تعمیر ہے۔ عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہوگئی تھی درست کر رہے تھے۔ حضورؐ نے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے[1]

(۳) صحابہؓ کا سرخ چادروں کو اُتارنا

حضرت رافع ؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور ہمارے اونٹوں پر چادریں پڑی ہوئی تھیں جن میں سرخ ڈورے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخی تم پر غالب ہوتی جاتی ہے۔ حضور کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہم لوگ ایک دم ایسے گھبرا کے اٹھے کہ ہمارے بھاگنے سے اونٹ بھی اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور ہم نے فوراً سب چادریں اونٹوں سے اتارلیں۔[2]

ف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی میں اس قسم کے واقعات کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہاں ہماری زندگی کے اعتبار سے ان پر تعجب ہوتا ہے۔ ان حضرات کی عام زندگی ایسی ہی تھی۔ عُروہ بن مسعود جب صلح حدیبیہ میں جس کا قصہ باب نمبر۱ کے عنوان نمبر۱ پر گذرا کفار کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے آئے تھے تو مسلمانوں کی حالت کا بڑی غور سے مطالعہ کیا تھا اور مکّہ واپس جا کر کفار سے کہا تھا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں قاصد بن کر گیا ہوں۔ فارس و روم اور حبشہ کے بادشاہوں سے ملا ہوں۔ میں نے کسی بادشاہ کے یہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اس کے درباری اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے۔ کبھی ان کا بلغم زمین پر نہیں گرنے دیتی۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا

[1] ابوداؤد [2] ابوداؤد

ہے اور وہ اس کو منھ اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی بدن پر ملنے اور لینے کے واسطے ایسے دوڑتے ہیں گویا آپس میں جنگ و جدل ہو جاوے گا۔ اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں۔ کوئی شخص ان کی طرف عظمت کی وجہ سے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

(۴) حضرت وائلؓ کا ذُباب کے لفظ سے بال کٹوادینا

وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا۔ میرے سر کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے۔ میں سامنے آیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا "ذُبَابٌ ذُبَابٌ" میں یہ سمجھا کہ میرے بالوں کو ارشاد فرمایا۔ میں واپس گیا اور ان کو کٹوادیا۔ جب دوسرے دن خدمت میں حاضری ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا لیکن یہ اچھا کیا۔ [۱]

ف: ذُباب کے معنی منحوس کے بھی ہیں اور بُری چیز کے بھی۔

یہ اشاروں پر مٹنے کی بات ہے کہ منشا سمجھنے کے بعد خواہ وہ غلط ہی سمجھا ہو اس کی تعمیل میں دیر نہ ہوتی تھی۔ یہاں حضورؐ نے ارشاد بھی فرمادیا کہ تم کو نہیں کہا تھا۔ مگر یہ چونکہ اپنے متعلق سمجھے اس لئے کیا مجال تھی کہ دیر ہوتی۔ ابتدائے اسلام میں نماز میں بولنا جائز تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حاضر خدمت ہوئے۔ حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے حسب معمول سلام کیا چونکہ نماز میں بولنا منسوخ ہو چکا تھا۔ حضورؐ نے جواب نہ دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے جواب نہ دینے سے نئی اور پرانی باتیں یاد آکر مختلف خیالات نے مجھے آگھیرا۔ کبھی سوچتا فلاں بات سے ناراضی ہوئی۔ کبھی خیال کرتا کہ فلاں بات پیش آئی۔ آخر حضورؐ نے جب سلام پھیرا اور ارشاد فرمایا کہ نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوگیا ہے۔ اس لئے میں نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ تب جان میں جان آئی۔

(۵) حضرت سہیلؓ بن حنظلیہ کی عادت اور خریمؓ کا بال کٹوادینا

دمشق میں سہیل بن حنظلیہؓ نامی ایک صحابی رہا کرتے تھے جو نہایت یکسو تھے۔ بہت کم کسی سے ملتے جلتے تھے اور کہیں آتے جاتے نہ تھے۔ دن بھر نماز میں مشغول رہتے یا تسبیح اور وظائف میں مسجد میں آتے جاتے۔ راستہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر جو مشہور صحابی ہیں گذر ہوتا ابوالدرداءؓ فرماتے کہ کوئی کلمہ خیر سناتے جاؤ تمہیں کوئی نقصان نہیں ہمیں نفع ہو جائے گا۔ تو وہ کوئی واقعہ حضورؐ کے زمانہ کا یا کوئی حدیث سنا دیتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح جا رہے تھے ابوالدرداءؓ نے معمول کے موافق درخواست کی کہ کوئی کلمہ خیر سناتے جائیں۔ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خریم اسدی اچھا آدمی ہے۔ اگر دو باتیں نہ ہوں ایک سر کے بال بہت بڑھے رہتے ہیں

[۱] ابوداؤد

دوسرے لنگی ٹخنوں سے نیچے باندھتا ہے۔ ان کو حضورؐ کا یہ ارشاد پہنچا فوراً چاقو لے کر بال کانوں سے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی۔ [1]

ف بعض روایات میں آیا ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان دونوں باتوں کو ارشاد فرمایا اور انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب سے نہ ہوں گی۔ مگر دونوں روایتوں میں کچھ اشکال نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ خود ان سے بھی ارشاد فرمایا ہو اور غیبت میں بھی ارشاد فرمایا ہو جو سننے والے نے اُن سے جا کر عرض کر دیا۔

⑥ حضرت ابن عمرؓ کا اپنے بیٹے سے نہ بولنا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو۔ ابن عمرؓ کے ایک صاحبزادہ نے عرض کیا کہ ہم تو اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ وہ اس کو آئندہ چل کر بہانہ بنالیں گی آزادی اور فساد و آوارگی کا۔ حضرت ابن عمرؓ بہت ناراض ہوئے بُرا بھلا کہا اور فرمایا کہ میں تو حضورؐ کا ارشاد سناؤں اور تُو کہے کہ اجازت نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد سے ہمیشہ کے لئے ان صاحبزادہ سے بولنا چھوڑ دیا۔ [2]

ف صاحبزادہ کا یہ کہنا کہ فساد کا حیلہ بنالیں گی۔ اپنے زمانہ کی حالت کو دیکھ کر تھا۔ اسی وجہ سے خود حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ اگر حضورؐ اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ کا زمانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ زیادہ بعد کا نہیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت ابن عمرؓ کو اس کا تحمل نہیں ہو سکا کہ حضورؐ کے ارشاد کو سُن کر اس میں کوئی تردد یا تامل کیا جائے اور صرف اس بات پر کہ حضورؐ کے ارشاد پر انھوں نے انکار کیا عمر بھر نہیں بولے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں دقتیں اٹھانا پڑیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کی اہمیت کی وجہ سے جو اُن کی جان تھی مسجد سے روکنا بھی مشکل تھا اور زمانہ کے فساد کی وجہ سے جس کا اندیشہ اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا اجازت بھی مشکل تھی۔ چنانچہ حضرت عاتکہؓ جن کے کئی نکاح ہوئے جن میں سے حضرت عمرؓ سے بھی ہوا وہ مسجد میں تشریف لے جاتی تھیں اور حضرت عمرؓ کو گراں ہوتا تھا کسی نے اُن سے کہا کہ عمرؓ کو گراں ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر ان کو گراں ہے تو منع کر دیں۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت زبیرؓ سے نکاح ہوا۔ اُن کو بھی یہ چیز گراں تھی مگر روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔ تو ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے لئے یہ جہاں کو جاتی تھیں راستہ میں بیٹھ گئے

[1] ابوداؤد [2] مسلم ابوداؤد

ورجب یہ پاس کو گذریں تو ان کو چھیڑا۔ خاوند تھے اس لئے ان کو تو جائز تھا ہی مگر ان کو خبر نہ ہوئی۔ اندھیرا تھا کہ یہ کون ہیں۔ اس کے بعد سے انہوں نے جانا چھوڑ دیا۔ دوسرے وقت حضرت زبیرؓ نے پوچھا کہ مسجد میں کیوں جانا چھوڑ دیا۔ کہنے لگیں کہ اب زمانہ نہیں رہا

⑦ حضرت ابن عمرؓ سے سوال کہ نماز قصر قرآن میں نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن شریف میں مقیم کی نماز کا بھی ذکر ہے اور خوف کی نماز کا بھی، مسافر کی نماز کا ذکر نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ برادرزادہ اللہ جل شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا۔ ہم لوگ انجان تھے کچھ نہیں جانتے تھے۔ بس جو ہم نے اُن کو کرتے دیکھا ہے وہ کریں گے۔ [1]

ف مقصود یہ ہے کہ ہر مسئلہ کا صراحۃً قرآن شریف میں ہونا ضروری نہیں۔ عمل کے واسطے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جانا کافی ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے قرآن شریف عطا ہوا اور اس کی برابر اور احکام دئے گئے۔ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ پیٹ بھرے لوگ اپنے گدّوں پر بیٹھ کر کہیں گے کہ بس قرآن شریف کو مضبوط پکڑلو جو اس میں احکام ہیں ان پر عمل کرو۔ [2] ف پیٹ بھرے سے مراد یہ ہے کہ اس قسم کے فاسد خیال دولت کے نشہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔

⑧ حضرت ابن مغفلؓ کا خذف کی وجہ سے کلام چھوڑ دینا

عبداللہ بن مغفلؓ کا ایک نوعمر بھتیجہ خذف سے کھیل رہا تھا۔ انھوں نے دیکھا اور فرمایا کہ برادرزادہ ایسا نہ کرو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں نہ شکار ہو سکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے اور اتفاقاً کسی کے لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے۔ دانت ٹوٹ جائے بھتیجہ کم عمر تھا۔ اس نے جب چچا کو غافل دیکھا تو پھر کھیلنے لگا۔ انھوں نے دیکھ لیا۔ فرمایا کہ میں تجھے حضورؐ کا ارشاد سناتا ہوں تو پھر اسی کام کو کرتا ہے۔ خدا کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ ایک دوسرے قصہ میں اس کے بعد ہے خدا کی قسم نہ تیرے جنازہ میں شریک ہوں گا نہ تیری عیادت کروں گا۔ [3]

ف خذف اس کو کہتے ہیں کہ انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر اس کو انگلی سے پھینک دیا جائے۔ بچوں میں عام طور سے اس طرح کھیلنے کا مرض ہوتا ہے وہ ایسا تو ہوتا نہیں کہ اس سے شکار ہو سکے۔ ہاں آنکھ میں کسی کے اتفاقاً لگ جائے تو اس کو زخمی کر ہی دے۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کو اس کا تحمل نہ ہو سکا کہ حضورؐ کا ارشاد سنانے کے بعد بھی وہ بچہ اس کام کو کرے۔ ہم لوگ صبح سے شام تک حضورؐ کے کتنے ارشادات سنتے ہیں اور ان کا کتنا اہتمام

[1] شفا [2] ابوداؤد [3] ابن ماجہ دارمی

کرتے ہیں۔ ہر شخص خود ہی اپنے متعلق فیصلہ کر سکتا ہے۔

⑨ حضرت حکیم بن حزامؓ کا سوال نہ کرنے کا عہد

حکیم بن حزامؓ ایک صحابی ہیں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ طلب کیا حضورؐ نے عطا فرمایا۔ پھر کسی موقع پر کچھ مانگا حضورؐ نے پھر مرحمت فرمادیا تیسری دفعہ پھر سوال کیا حضورؐ نے عطا فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ حکیم یہ مال سبز باغ ہے۔ ظاہر میں بڑی میٹھی چیز ہے۔ مگر اس کا دستور یہ ہے کہ اگر یہ دل کے استغنا سے ملے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور اگر طمع اور لالچ سے حاصل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی ایسا ہو جاتا ہے (جیسے جوع البقر کی بیماری ہو) کہ ہر وقت کھائے جائے اور پیٹ نہ بھرے۔ حکیمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کے بعد اب کسی کو نہیں ستاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں حکیمؓ کو بیت المال سے کچھ عطا فرمانے کا ارادہ کیا۔ انھوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں بار بار اصرار کیا مگر انہوں نے انکار ہی فرمادیا۔[1]

ف یہی وجہ ہے کہ آجکل ہم لوگوں کے مالوں میں برکت نہیں ہوتی کہ لالچ اور طمع میں گھرے رہتے ہیں۔

⑩ حضرت حذیفہؓ کا جاسوسی کے لئے جانا

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں ہماری ایک طرف تو مکہ کے کُفّار اور ان کے ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ تھے جو ہم پر چڑھائی کر کے آئے تھے اور حملہ کے لئے تیار تھے اور دوسری طرف خود مدینہ منورہ میں بنو قریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر تُلے ہوئے تھے جن سے ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ منورہ کو خالی دیکھ کر وہ ہمارے اہل و عیال کو بالکل ختم نہ کر دیں۔ ہم لوگ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے سلسلہ میں پڑے ہوئے تھے۔ منافقوں کی جماعت گھر کے خالی اور تنہا ہونے کا بہانہ کر کے اجازت لے کر اپنے گھروں کو واپس جا رہی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت مرحمت فرما دیتے تھے۔ اسی دوران میں ایک رات آندھی اس قدر شدت سے آئی کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنی آئی نہ اس کے بعد اندھیرا اس قدر زیادہ کہ آدمی کو پاس والا آدمی تو کیا اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا اور ہوا اتنی سخت کہ اس کا شور بجلی کی طرح گرج رہا تھا۔ منافقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ہم تین سو کا مجمع اسی جگہ تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کا حال دریافت فرما رہے تھے اور اس اندھیری میں ہر طرف تحقیقات فرما رہے تھے۔ اتنے میں میرے پاس کو حضورؐ کا گذر ہوا۔ میرے پاس نہ تو دشمن سے

[1] بخاری

بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی تھی اور وہ بھی میری نہیں بیوی کی تھی۔ میں اس کو اوڑھے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین سے چمٹا ہوا بیٹھا تھا حضورؐ نے دریافت فرمایا کون ہے میں نے عرض کیا حذیفہؓ مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا بھی نہ گیا اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو اور دشمنوں کے جتھے میں جا کر ان کی خبر لا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ حال تھا۔ مگر تعمیل ارشاد میں اٹھ کر فوراً چل دیا۔ جب میں جانے لگا تو حضورؐ نے دعا دی اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ فَوْقِهٖ وَمِنْ تَحْتِهٖ یا اللہ آپ اس کی حفاظت فرمائیں سامنے سے اور پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کا یہ ارشاد فرمانا تھا گویا مجھ سے خوف اور سردی بالکل ہی جاتی رہی اور ہر ہر قدم پر یہ معلوم ہوتا تھا گویا گرمی میں چل رہا ہوں۔ حضورؐ نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی حرکت نہ کر کے آئیو۔ چپ چاپ دیکھ کر آجاؤ کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور لوگ سینک رہے ہیں۔ ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا ہے اور کوکھ پر پھیرتا ہے اور ہر طرف سے واپس چل دو واپس چل دو کی آوازیں آرہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلہ والوں کو آواز دے کر کہتا ہے کہ واپس چلو اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھر ان کے خیموں پر برس رہے تھے خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے۔ ابوسفیان جو ساری جماعتوں کا اس وقت گویا سردار بن رہا تھا آگ پر سینک رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اس کو نمٹاتا چلوں۔ ترکش میں سے تیر نکال کر کمان میں بھی رکھ لیا مگر پھر حضورؐ کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کیجیو دیکھ کر چلے آنا۔ اس لئے میں نے تیر کو ترکش میں رکھ دیا۔ ان کو شبہ ہو گیا کہنے لگے۔ تم میں کوئی جاسوس ہے۔ ہر شخص اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑ لے۔ میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون ؟ وہ کہنے لگا سبحان اللہ تو مجھے نہیں جانتا میں فلاں ہوں۔ میں وہاں سے واپس آیا۔

جب آدھے راستہ پر تھا تو تقریباً بیس سوار عمامہ باندھے ہوئے مجھے ملے۔ انھوں نے کہا اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اللہ نے دشمنوں کا انتظام کر دیا بے فکر رہیں۔ میں واپس پہنچا تو حضورؐ ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ ہمیشہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو حضورؐ نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر

دیکھا تھا عرض کر دیا. جاسوس کا قصہ سن کر دندان مبارک چمکنے لگے حضورؐ نے مجھے اپنے پاؤں مبارک کے قریب لٹا لیا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈال دیا میں نے اپنے سینے کو حضورؐ کے تلووں سے چمٹا لیا۔[1]

ف ان ہی حضرات کا یہ حصہ تھا اور ان ہی کو زیبا تھا کہ اس قدر سختیوں اور دقتوں کی حالت میں بھی تعمیل ارشاد تن من جان مال سب سے زیادہ عزیز تھی۔ اللہ جل شانہٗ بلا استحقاق اور بلا اہلیت مجھ ناپاک کو بھی ان کے اتباع کا کوئی حصہ نصیب فرما دیں تو زہے قسمت۔

دسواں باب عورتوں کا دینی جذبہ

حقیقت یہ ہے کہ اگر عورتوں میں دین کا شوق اور نیک اعمال کا جذبہ پیدا ہو جائے تو اولاد پر اس کا اثر ضروری ہے۔ اس کے برخلاف ہمارے زمانہ میں اولاد کو شروع ہی سے ایسے ماحول میں رکھا جاتا ہے جس میں اس پر دین کے خلاف اثر پڑے یا کم از کم یہ کہ دین کی طرف سے بے توجہی پیدا ہو جائے۔ جب ایسے ماحول میں ابتدائی زندگی گذرے گی تو اس سے جو نتائج پیدا ہونگے وہ ظاہر ہیں۔

(۱) تسبیحات حضرت فاطمہؓ

حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں قصہ سناؤں۔ شاگرد نے کہا ضرور۔ فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیتی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے تھے اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر کی جھاڑو وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں جس کی وجہ سے تمام کپڑے میلے کچیلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم بھی جا کر حضورؐ سے ایک خدمت گار مانگ لو تا کہ تم کو کچھ مدد مل جاوے۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہاں مجمع تھا اور شرم مزاج میں بہت زیادہ تھی اس لئے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی۔ واپس آگئیں۔ دوسرے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ کل تم کس کام کے لئے گئی تھیں وہ شرم کی وجہ سے چپ ہو گئیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ان کی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسی کے نشان ہو گئے۔ ہر وقت کے کاروبار کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپؐ کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اس لئے گئی تھیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے

[1] در منثور

عرض کیا کہ یارسول اللہؐ میرے اور علیؓ کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے رات کو اس کو بچھا کر سوجاتے ہیں۔ صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کر حضرت موسیٰؑ اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا (بستر) تھا۔ وہ بھی حضرت موسیٰؑ کا چوغہ تھا۔ رات کو اسی کو بچھا کر سوجاتے تھے۔ تو تقویٰ حاصل کر اور اللہ سے ڈر اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہ اور گھر کے کاروبار کو انجام دیتی رہ اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرے تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کر۔ یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں[1]

ف یعنی جو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی رضا میرے بارہ میں ہو مجھے بخوشی منظور ہے۔ یہ تھی زندگی دوجہان کے بادشاہ کی بیٹی کی۔ آج ہم لوگوں میں سے کسی کے پاس دو پیسہ ہو جائیں تو اس کے گھر والے گھر کا کام کاج درکنار اپنا کام بھی نہ کر سکیں۔ پاخانہ میں لوٹا بھی ماما ہی رکھ کر آئے۔ اس واقعہ میں جو اوپر ذکر کیا گیا صرف سونے کے وقت کا ذکر ہے۔ دوسری حدیثوں میں ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ یہ تینوں کلمے اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بھی آیا ہے۔

(۲) حضرت عائشہؓ کا صدقہ

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں دو گونیں درہموں کی بھر کر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے۔ حضرت عائشہؓ نے طباق منگایا اور ان کو بھر بھر کر تقسیم فرمانا شروع کر دیا۔ اور شام تک سب ختم کر دیئے ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑا۔ خود روزہ دار تھیں۔ افطار کے وقت باندی سے کہا کہ افطار کے لئے کچھ لے آؤ۔ وہ ایک روٹی اور زیتون کا تیل لائیں اور عرض کرنے لگیں کیا اچھا ہوتا کہ ایک درہم کا گوشت ہی منگا لیتیں۔ آج ہم روزہ گوشت سے افطار کر لیتے۔ فرمانے لگیں۔ اب طعن دینے سے کیا ہو اس وقت یاد دلاتی تو میں منگا لیتی۔[2]

ف حضرت عائشہؓ کی خدمت میں اس نوع کے نذرانہ امیر معاویہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ حضرات کی طرف سے پیش کئے جاتے تھے۔ کیونکہ وہ زمانہ فتوحات کی کثرت کا تھا۔ مکانوں میں غلہ کی طرح سے اشرفیوں کے انبار پڑے رہتے تھے اور اس کے باوجود اپنی زندگی نہایت سادہ اور نہایت معمولی گذاری جاتی تھی حتیٰ کہ افطار کے واسطے بھی ماما کے یاد دلانے کی ضرورت تھی پچیس ہزار روپے کے قریب تقسیم کر دیا اور یہ بھی خیال نہ آیا کہ میرا روزہ ہے اور گوشت بھی منگانا ہے۔ آج کل اس قسم کے واقعات

[1] ابوداؤد [2] تذکرہ

اتنے دور ہوگئے ہیں کہ خود واقعہ کے سچا ہونے میں تردد ہونے لگا۔ لیکن اس زمانہ کی عام زندگی جن لوگوں کی نظر میں ہے۔ اُن کے نزدیک یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات کچھ بھی تعجب کی چیز نہیں۔ خود حضرت عائشہؓ کے بہت سے واقعات اس کے قریب قریب ہیں۔ ایک دفعہ روزہ دار تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک فقیر نے آکر سوال کیا۔ خادمہ سے فرمایا کہ وہ روٹی اس کو دیدو۔ اس نے عرض کیا کہ افطار کے لئے گھر میں کچھ بھی نہیں۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ وہ روٹی اس کو دیدو۔ اس نے دیدی۔[1]

ایک مرتبہ ایک سانپ مار دیا۔ خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو حضورؐ کی بیویوں کے یہاں نہ آتا۔ اس نے کہا۔ مگر پردے کی حالت میں آیا تھا۔ اس پر گھبرا کر آنکھ کھل گئی اور بارہ ہزار درہم جو ایک آدمی کا خوں بہا ہوتے ہیں صدقہ کئے۔ عروہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ستّر ہزار درہم صدقہ کئے اور اپنے کرتہ میں پیوند لگ رہا تھا۔[2]

(۳) حضرت ابن زبیرؓ کا حضرت عائشہؓ کو صدقہ سے روکنا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں۔ انھوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا حضرت عائشہؓ کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اٹھائیں اور جو آئے وہ فوراً خرچ کر دیں! ایک دفعہ کہدیا کہ خالہ کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہیئے حضرت عائشہؓ کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا۔ اس پر ناراض ہوگئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھائی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو خالہؓ کی ناراضی کا بہت صدمہ ہوا۔ بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی۔ مگر انھوں نے اپنی قسم کا عذر فرما دیا۔ آخر جب عبداللہ بن زبیرؓ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے وہ دونوں حضرات اجازت لے کر اندر گئے۔ یہ بھی چھپ کر ساتھ ہولئے جب وہ دونوں پردہ کے پیچھے بیٹھے اور حضرت عائشہؓ پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جا کر خالہؓ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی۔ وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضورؐ کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ ان احادیث میں جو ممانعت اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے پر جو عتاب وارد ہوا اس کی تاب نہ لاسکیں اور رونے لگیں۔ آخر معاف فرما دیا اور بولنے لگیں۔ لیکن اپنی اس قسم کے کفارہ

خ [1] موطا [2] طبقات

میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کیے اور جب بھی اس قسم کے توڑنے کا خیال آجاتا اتنا روتیں کہ دوپٹہ تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔ [1]

ف ہم لوگ صبح سے شام تک کتنی قسمیں ایک سانس میں کھا لیتے ہیں اور پھر اُس کی کتنی پرواہ کرتے ہیں۔ اس کا جواب اپنے ہی سوچنے کا ہے۔ دوسرا شخص کون ہر وقت پاس رہتا ہے جو بتاوے۔ لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ کے نام کی وقعت ہے اور اللہ سے عہد کر لینے کے بعد پورا کرنا ضروری ہے۔ اُن سے پوچھو کہ عہد کے پورا نہ ہونے سے دل پر کیا گزرتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو جب یہ واقعہ یاد آتا تھا تو بہت زیادہ روتی تھیں۔

④ حضرت عائشہؓ کی حالت اللہ کے خوف سے

حضرت عائشہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی محبت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں حتیٰ کہ جب حضورؐ سے کسی نے پوچھا کہ آپؐ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے تو آپؐ نے فرمایا عائشہؓ سے۔ اس کے ساتھ ہی مسائل سے اتنی زیادہ واقف تھیں کہ بڑے بڑے صحابہؓ مسائل کی تحقیق کے لئے آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو سلام کرتے تھے جنت میں بھی حضرت عائشہؓ کو حضورؐ کی بیوی ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ منافقوں نے آپؓ پر تہمت لگائی تو قرآن شریف میں آپؓ کی براءۃ نازل ہوئی۔ خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دس خصوصیات مجھ میں ایسی ہیں کہ کوئی دوسری بیوی ان میں شریک نہیں۔ ابن سعدؒ نے ان کو مفصل نقل کیا ہے۔ صدقہ کی کیفیت پہلے قصوں سے معلوم ہو ہی چکی۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اللہ کے خوف کا یہ حال تھا۔ فرمایا کرتیں کہ کاش میں درخت ہی ہو جاتی کہ تسبیح کرتی رہتی اور کوئی آخرت کا مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا۔ کاش میں پتھر ہوتی، کاش میں مٹی کا ڈلا ہوتی۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی کاش میں درخت کا پتہ ہوتی۔ کاش میں کوئی گھاس ہوتی۔ [2]

ف اللہ کے خوف کا یہ منظر دوسرے باب کے پانچویں چھٹے قصہ میں بھی گذر چکا ہے۔ ان حضرات کی یہ عام حالت تھی اللہ سے ڈرنا انھیں کا حصہ تھا۔

⑤ حضرت ام سلمہؓ کے خاوند کی دعا اور ہجرت

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ابو سلمہؓ صحابیؓ کے نکاح میں تھیں دونوں میں بہت ہی زیادہ محبت اور تعلق تھا۔ جس کا اندازہ اس قصہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ام سلمہؓ نے ابو سلمہؓ سے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ اگر مرد اور عورت

---

[1] بخاری [2] ابن سعد

دونوں جنتی ہوں اور عورت[1] مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اسی مرد کو ملے گی اسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اس کو ملے گی اس لئے لاؤ ہم اور تم دونوں عہد کرلیں کہ ہم میں سے جو پہلے مرجائے دوسرا نکاح نہ کرے۔ ابوسلمہؓ نے کہا کہ تم میرا کہنا مان لوگی۔ ام سلمہؓ نے کہا کہ میں تو اسی واسطے مشورہ کررہی ہوں کہ تمہارا کہنا مانوں۔ ابوسلمہؓ نے کہا کہ تو میرے بعد تم نکاح کرلینا۔ پھر دعا کی کہ یا اللہ میرے بعد ام سلمہؓ کو مجھ سے بہتر خاوند عطا فرما۔ جو نہ اس کو رنج پہنچائے نہ تکلیف دے۔ ابتدائے اسلام میں دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی ہجرت ساتھ ہی کی اس کے بعد وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی جس کا مفصل قصہ خود ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے اونٹ پر سامان لادا اور مجھے اور میرے بیٹے سلمہؓ کو سوار کرایا اور خود اونٹ کی نکیل ہاتھ میں لے کر چلے میرے میکے کے لوگوں بنومغیرہ نے دیکھ لیا۔ انھوں نے ابوسلمہؓ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے بارے میں تو آزاد ہوسکتے ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ کیوں جانے دیں کہ یہ شہر در شہر پھرے۔ یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل ابوسلمہؓ کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے زبردستی واپس لے آئے۔ میری سسرال کے لوگ بنوعبدالاسد کو جو ابوسلمہؓ کے رشتہ دار تھے جب اس قصہ کی خبر ملی تو وہ میرے میکہ والوں بنومغیرہ سے جھگڑنے لگے کہ تمہیں اپنی لڑکی کا تو اختیار ہے مگر ہم اپنے لڑکے سلمہؓ کو تمہارے پاس کیوں چھوڑ دیں جب کہ تم نے اپنی لڑکی کو اس کے خاوند کے پاس نہیں چھوڑا اور یہ کہہ کر میرے لڑکے سلمہ کو بھی مجھ سے چھین لیا۔ اب میں اور میرا لڑکا اور میرا شوہر تینوں جدا جدا ہوگئے خاوند تو مدینہ چلے گئے۔ میں اپنے میکہ میں رہ گئی اور بیٹا اپنی ددھیال میں پہنچ گیا۔ میں روز میدان میں نکل جاتی اور شام تک رویا کرتی۔ اسی طرح پورا ایک سال مجھے روتے گذر گیا۔ نہ میں خاوند کے پاس جاسکی نہ بچہ مجھے مل سکا۔ ایک دن میرے ایک چچازاد بھائی نے میرے حال پر ترس کھا کر اپنے لوگوں سے کہا کہ تمہیں اس مسکینہ پر ترس نہیں آتا اس کو بچہ اور خاوند سے تم نے جدا کر رکھا ہے۔ اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ غرض میرے چچازاد بھائی نے کہہ سن کر اس بات پر ان سب کو راضی کرلیا۔ انھوں نے مجھے اجازت دیدی کہ تو اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہے تو چلی جا۔ یہ دیکھ کر بنوعبدالاسد نے بھی لڑکا دیدیا۔ میں نے ایک اونٹ تیار کیا

---

[1] اگر عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرلے تو اس میں دو حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ دوسرے کو ملے گی اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اُس کو اختیار دیدیا جاوے گا کہ جس خاوند کے پاس رہنا چاہے اس کو اختیار کرلے یہ دوسری حدیث زیادہ مشہور ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن عورتوں کو دونوں خاوند برابر ہوں ان کے حق میں پہلی حدیث ہو اسی بارہ میں بھی روایات مختلف ہیں کہ ہر شخص کو کتنی بیبیاں ملیں گی۔

اور بچّہ گود میں لے کر اونٹ پر تنہا سوار ہو کر مدینہ کو چل دی تین چار میل چلی تھی کہ تنعیم میں عثمان بن طلحہؓ مجھے ملے۔ مجھ سے پوچھا کہ اکیلی کہاں جا رہی ہو۔ میں نے کہا کہ اپنے خاوند کے پاس مدینہ جا رہی ہوں انھوں نے کہا کوئی تمہارے ساتھ نہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں ہے۔ انھوں نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑی اور آگے آگے چل دیئے۔ خدا پاک کی قسم مجھے عثمان سے زیادہ شریف آدمی کوئی نہیں ملا جب اترنے کا وقت ہوتا وہ میرے اونٹ کو بٹھا کر خود علیحدہ درخت کی آڑ میں ہو جاتے۔ میں اُتر جاتی اور جب سوار ہونے کا وقت ہوتا اونٹ کو سامان وغیرہ لاد کر میرے قریب بٹھا دیتے میں اس پر سوار ہو جاتی اور وہ آکر اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے لگتے۔ اسی طرح ہم مدینہ منورہ پہنچے۔ جب قبا میں پہنچے تو انھوں نے کہا کہ تمہارا خاوند یہیں ہے۔ اس وقت تک ابو سلمہؓ قبا ہی میں مقیم تھے۔ عثمان مجھے وہاں پہنچا کر خود مکّہ مکرمہ واپس ہو گئے۔ پھر کہا کہ خدا کی قسم عثمان بن طلحہؓ سے زیادہ کریم اور شریف آدمی میں نے نہیں دیکھا اور اس سال میں جتنی مشقت اور تکلیف میں نے برداشت کی شاید ہی کسی نے کی ہو۔ ؎

ف اللہ پر بھروسہ کی بات تھی کہ تنہا ہجرت کے ارادہ سے چل دیں۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل سے ان کی مدد کا سامان مہیا کر دیا جو اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے اللہ جل شانہٗ اس کی مدد فرماتا ہے۔ بندوں کے دل اسی کے قبضہ میں ہیں ہجرت کا سفر اگر کوئی محرم نہ ہو تو تنہا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ ہجرت فرض ہو۔ اس لئے ان کے تنہا سفر پر شرعی اشکال نہیں۔

(۶) حضرت ام زیادؓ کی چند عورتوں کے ساتھ خیبر میں شرکت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مردوں کو تو جہاد کی شرکت کا شوق تھا ہی جس کے واقعات کثرت سے نقل کئے جاتے ہیں۔ عورتیں بھی اس چیز میں مردوں سے پیچھے نہیں تھیں ہمیشہ مشتاق رہتی تھیں اور جہاں موقع مل جاتا پہنچ جاتیں۔ ام زیادؓ کہتی ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں ہم چھ عورتیں جہاد میں شرکت کے لئے چل دیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو ہم کو بلایا۔ حضورؐ کے چہرۂ انور پر غصہ کے آثار تھے۔ ارشاد فرمایا کہ تم کس کی اجازت سے آئیں اور کس کے ساتھ آئیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم کو اون بننا آتا ہے اور جہاد میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ زخموں کی دوائیں بھی ہمارے پاس ہیں اور کچھ نہیں تو مجاہدین کو تیر ہی پکڑانے میں مدد دیں گے اور جو بیمار ہو گا اُس کی دوا دارو کی مدد ہو سکے گی۔ ستّو وغیرہ گھولنے اور پلانے میں کام دے دیں گے۔ حضورؐ نے ٹھہر جانے کی اجازت دیدی ؎۲

؎ اسد الغابہ ؎۲ ابو داؤد

ف حق تعالیٰ شانہ نے اس وقت عورتوں میں بھی کچھ ایسا ولولہ اور جرأت پیدا فرمائی تھی جو آج کل مردوں میں بھی نہیں ہے۔ دیکھئے یہ سب اپنے شوق سے خود ہی پہنچ گئیں اور کتنے کام اپنے کرنے کے تجویز کر لئے۔ حنین کی لڑائی میں ام سلیمؓ باوجودیکہ حاملہ تھیں۔ عبداللہ بن ابی طلحہ پیٹ میں تھے۔ شریک ہوئیں اور ایک خنجر ساتھ لئے رہتی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کس لئے ہے؟ عرض کیا کہ اگر کوئی کافر میرے پاس آئے گا تو اس کے پیٹ میں بھونک دوں گی۔ اس سے پہلے احد وغیرہ کی لڑائی میں بھی یہ شریک ہوتی تھیں۔ زخمیوں کی دوادارو اور بیماروں کی خدمت کرتی تھیں حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور ام سلیمؓ کو دیکھا کہ نہایت مستعدی سے مشک بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور جب خالی ہو جاتی تو پھر بھر لاتیں۔

⑦ حضرت ام حرامؓ کی غزوۃ البحر میں شرکت کی تمنا

حضرت ام حرامؓ حضرت انسؓ کی خالہ تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور کبھی دوپہر وغیرہ کو وہیں آرام بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ مسکراتے ہوئے اٹھے۔ ام حرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں کس بات پر آپؐ مسکرا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھلائے گئے جو سمندر پر لڑائی کے ارادہ سے اس طرح سوار ہوئے جیسے تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہوں۔ ام حرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ دعا فرما دیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ، مجھے بھی ان میں شامل فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم بھی ان میں شامل ہو گی۔ اس کے بعد پھر حضورؐ نے آرام فرمایا اور پھر مسکراتے ہوئے اٹھے۔ ام حرامؓ نے پھر مسکرانے کا سبب پوچھا۔ آپؐ نے پھر اسی طرح ارشاد فرمایا۔ ام حرامؓ نے پھر وہی درخواست کی کہ یا رسول اللہؐ آپ دعا فرما دیں کہ میں بھی اُن میں ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم پہلی جماعت میں ہو گی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں امیر معاویہؓ نے جو شام کے حاکم تھے جزائر قبرص پر حملہ کی اجازت چاہی۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی۔ امیر معاویہؓ نے ایک لشکر کے ساتھ حملہ فرمایا جس میں ام حرامؓ بھی اپنے خاوند حضرت عبادہؓ کے ساتھ لشکر میں شریک ہوئیں اور واپسی پر ایک خچر پر سوار ہو رہی تھیں کہ وہ بدکا اور یہ اس پر سے گر گئیں جس سے گردن ٹوٹ گئی اور انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن کی گئیں۔ لہ

ف یہ ولولہ تھا جہاد میں شرکت کا کہ ہر لڑائی میں شرکت کی دعا کراتی تھیں مگر چونکہ ان دونوں لڑائیوں میں سے پہلی لڑائی میں انتقال فرمانا متعین تھا اس لئے دوسری لڑائی میں شرکت

لہ بخاری

نہ ہو سکی اور اسی وجہ سے حضورؐ نے اس میں شرکت کی دعا بھی نہ فرمائی تھی۔

⑧ حضرت اُمِ سلیمؓ کا لڑکے کے مرنے پر عمل

ام سلیمؓ حضرت انسؓ کی والدہ تھیں جو اپنے پہلے خاوند یعنی حضرت انسؓ کے والد کی وفات کے بعد بیوہ ہو گئی تھیں اور حضرت انسؓ کی پرورش کے خیال سے کچھ دنوں تک نکاح نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوطلحہؓ سے نکاح کیا جن سے ایک صاحبزادہ ابو عمیرؓ پیدا ہوئے جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر تشریف لے جاتے تو ہنسی بھی فرمایا کرتے تھے۔ اتفاق سے ابو عمیرؓ کا انتقال ہو گیا۔ ام سلیمؓ نے ان کو نہلا یا دھلایا۔ کفن پہنایا اور ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ ابوطلحہؓ کا روزہ تھا۔ ام سلیمؓ نے ان کے لئے کھانا وغیرہ تیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی آراستہ کیا۔ خوشبو وغیرہ لگائی رات کو خاوند آئے۔ کھانا وغیرہ بھی کھایا۔ بچہ کا حال پوچھا تو انھوں نے کہدیا کہ اب تو سکون ہے معلوم ہوتا ہے بالکل اچھا ہو گیا وہ بے فکر ہو گئے رات کو خاوند نے صحبت بھی کی صبح کو جب وہ اٹھے تو کہنے لگیں کہ ایک بات دریافت کرنا تھی اگر کوئی شخص کسی کو مانگی چیز دیدے۔ پھر وہ اسے واپس لینے لگے تو واپس کر دینا چاہیئے یا اسے روک لے واپس نہ کرے۔ وہ کہنے لگے کہ ضرور واپس کر دینا چاہیئے۔ روکنے کا کیا حق ہے۔ مانگی چیز کا تو واپس کرنا ہی ضروری ہے۔ یہ سن کر ام سلیمؓ نے کہا کہ تمہارا لڑکا جو اللہ کی امانت تھا وہ اللہ نے لے لیا۔ ابوطلحہ کو اس پر رنج ہوا اور کہنے لگے کہ تم نے مجھ کو خبر بھی نہ کی۔ صبح کو حضورؐ کی خدمت میں ابوطلحہؓ نے اس سارے قصہ کو عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کہ شاید اللہ جل شانہٗ اس رات میں برکت عطا فرماویں۔ ایک انصاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی دُعا کی برکت دیکھی کہ اس رات کے حمل سے عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے جن کے نو بچے ہوئے۔ سب نے قرآن شریف پڑھا۔ [له]

ف بڑے صبر اور ہمت کی بات ہے کہ اپنا بچہ مر جائے اور اسی طرح اس کو برداشت کرے کہ خاوند کو بھی محسوس نہ ہونے دے چونکہ خاوند کا روزہ تھا اس لئے خیال ہوا کہ خبر ہونے پر کھانا بھی مشکل ہو گا۔

⑨ حضرت ام حبیبہؓ کا اپنے باپ کو بستر پر نہ بٹھانا

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ دونوں خاوند بیوی ساتھ ہی مسلمان ہوئے اور حبشہ کی ہجرت بھی اکٹھے ہی کی وہاں جا کر خاوند مرتد ہو گیا اور اسی حالتِ ارتداد میں انتقال کیا حضرت ام حبیبہؓ نے یہ بیوگی کا زمانہ حبشہ ہی میں گذارا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں نکاح کا پیام بھیجا اور

له بخاری فتح

حبشہ کے بادشاہ کی معرفت نکاح ہوا جیسا کہ باب کے ختم پر بیبیوں کے بیان میں آئے گا۔ نکاح کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائیں۔ صلح کے زمانہ میں اُن کے باپ ابوسفیان مدینہ طیبہ آئے کہ حضورؐ سے صلح کی مضبوطی کے لئے گفتگو کرنا تھی۔ بیٹی سے ملنے گئے وہاں بستر بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہؓ نے وہ بستر اُلٹ دیا۔ باپ کو تعجب ہوا کہ بجائے بستر بچھانے کے اُس بچھے ہوئے کو بھی اُلٹ دیا۔ پوچھا کہ یہ بستر میرے قابل نہیں تھا۔ اس لئے لپیٹ دیا یا میں بستر کے قابل نہیں تھا حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے پاک اور پیارے رسولؐ کا بستر ہے اور تم بوجہ مشرک ہونے کے ناپاک ہو۔ اس پر کیسے بٹھا سکتی ہوں۔ باپ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور کہا کہ تم مجھ سے جدا ہونے کے بعد بُری عادتوں میں مبتلا ہو گئیں۔ مگر ام حبیبہؓ کے دل میں حضورؐ کی جو عظمت تھی اسکے لحاظ سے وہ کب اس کو گوارا کر سکتی تھیں کہ کوئی ناپاک مشرک باپ ہو یا غیر ہو حضورؐ کے بستر پر بیٹھ سکے۔ ایک مرتبہ حضور سے چاشت کی بارہ رکعتوں کی فضیلت سنی تو ہمیشہ اُن کو پابندی سے نبھا دیا۔ اُن کے والد بھی جن کا قصہ ابھی گذرا ہے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو تیسرے دن خوشبو منگائی اور اس کو استعمال کیا اور فرمایا کہ مجھے نہ خوشبو کی ضرورت نہ رغبت مگر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عورت کو جائز نہیں کہ خاوند کے علاوہ کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ ہاں خاوند کے لئے چار مہینہ دس دن ہیں۔ اس لئے خوشبو استعمال کرتی ہوں کہ سوگ نہ سمجھا جائے۔ جب خود اپنے انتقال کا وقت ہوا تو حضرت عائشہؓ کو بلایا اور اُن سے کہا کہ میرا تمہارا معاملہ سوکن کا تھا اور سوکنوں میں آپس میں کسی نہ کسی بات پر تھوڑی بہت رنجش ہو ہی جاتی ہے۔ اللہ مجھے بھی معاف فرما دیں اور تمہیں بھی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ تمہیں سب معاف کرے اور درگذر فرمائیں۔ یہ سن کر کہنے لگیں کہ تم نے مجھے اس وقت بہت ہی خوشی پہنچائی اللہ تمہیں بھی خوش و خرم رکھے۔ اُس کے بعد اسی طرح ام سلمہؓ کے پاس بھی آدمی بھیجا۔ ؎۱

ف سوکنوں کے جو تعلقات آپس میں ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہا کرتیں مگر ان کو یہ اہتمام تھا کہ دنیا کا جو معاملہ ہو وہ یہیں نمٹ جائے۔ آخرت کا بوجھ سر پر نہ رہے اور حضورؐ کی عظمت اور محبت کا اندازہ تو اس بستر کے معاملہ سے ہو ہی گیا۔

(۱۰) حضرت زینبؓ کا افک کے معاملہ میں صفائی پیش کرنا اور مقدمہ

اُمّ المؤمنین حضرت زینبؓ بنت جحشؓ رشتہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی زاد

؎۱ طبقات

بہن تھیں۔ شروع ہی زمانہ میں مسلمان ہوگئی تھیں۔ ابتداءً آپ کا نکاح حضرت زیدؓ سے ہوا جو حضورؐ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اور حضورؐ کے متبنٰے بھی تھے جس کو لے پالک کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے زیدؓ بن محمد کہلاتے تھے مگر حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کا نباہ نہ ہوسکا تو انھوں نے طلاق دے دی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم ٹوٹے وہ یہ کہ متبنٰے بالکل ہی بیٹے جیسا ہوتا ہے اور اس کی بیوی سے نکاح بھی نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے اپنے نکاح کا پیام بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے رب سے مشورہ کرلوں یہ کہکر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھی کہ اللہ سے مشورہ کئے بغیر میں کچھ جواب نہیں دیتی۔ جس کی برکت یہ ہوئی کہ اللہ جل شانہٗ نے خود حضورؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کیا اور قرآن پاک کی آیت فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ (پس جب زیدؓ نے اپنی حاجت کو اس سے پورا کرلیا تو ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دیدیا تاکہ نہ رہے مومنین پر تنگی اپنے لے پالکوں کی بیبیوں کے بارے میں جبکہ وہ اپنی حاجت اُن سے پوری کرچکیں اور اللہ کا حکم ہوکر ہی رہا) جب حضرت زینبؓ کو اس آیت کے نازل ہونے پر نکاح کی خوشخبری دی گئی تو جس نے بشارت دی تھی اس کو وہ زیور نکال کر دے دیا جو وہ اس وقت پہن رہی تھیں اور خود سجدہ میں گرگئیں اور دو مہینے کے روزوں کی منت مانی۔ حضرت زینبؓ کو اس بات پر بجا طور پر فخر تھا کہ سب بیبیوں کا نکاح اُن کے عزیز رشتہ داروں نے کیا مگر حضرت زینبؓ کا نکاح آسمان پر ہوا اور قرآن پاک میں نازل ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے مقابلہ کی نوبت بھی آجاتی تھی کہ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوبہ ہونے پر ناز تھا اور ان کو آسمان کے نکاح پر ناز تھا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت عائشہؓ پر تہمت کے قصہ میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ اوروں کے ان سے بھی دریافت کیا تو انھوں نے عرض کیا کہ میں عائشہؓ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی۔ یہ تھی سچی دین داری ورنہ یہ وقت سوکن کے الزام لگانے کا تھا اور خاوند کی نگاہ سے گرانے کا۔ بالخصوص اس سوکن کے جو لاڈلی بھی تھی مگر اس کے باوجود زور سے صفائی کی اور تعریف کی۔ حضرت زینبؓ بڑی بزرگ تھیں۔ روزے بھی کثرت سے رکھتی تھیں اور نوافل بھی کثرت سے پڑھتی تھیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت بھی کرتی تھیں اور جو حاصل ہوتا تھا اس کو صدقہ کردیتی تھیں۔ حضورؐ کے وصال کے وقت ازواج مطہرات نے پوچھا کہ ہم میں سے سب سے پہلے آپؐ سے کون سی بیوی ملے گی۔ آپؐ نے فرمایا جس کا ہاتھ لمبا ہو۔ وہ لکڑی لے کر

ہاتھ ناپنے لگیں۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھ کے لمبا ہونے سے بہت زیادہ خرچ کرنا مُراد تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت زینبؓ ہی کا وصال ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ازواج مطہرات کی تنخواہ مقرر فرمائی اور ان کے پاس ان کے حصّے کا مال بارہ ہزار درہم بھیجے تو یہ سمجھیں کہ یہ سب کا ہے فرمانے لگیں کہ تقسیم کے لئے تو اور بیبیاں زیادہ مناسب تھیں۔ قاصد نے کہا کہ یہ سب آپ ہی کا حصہ ہے اور تمام سال کے لئے ہے تو تعجب سے کہنے لگیں سبحان اللہ اور منہ پر کپڑا ڈال لیا کہ اس مال کو دیکھیں بھی نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حجرہ کے کونہ میں ڈال دیا جائے اور اس پر ایک کپڑا ڈلوا دیا۔ پھر برزہؓ سے فرمایا (جو اس قصہ کو نقل کر رہے ہیں) کہ اس میں سے ایک مٹھی بھر کر فلاں کو دے آؤ اور ایک مٹھی فلاں کو، غرض رشتہ دار اور غریبوں بیواؤں کو ایک ایک مٹھی تقسیم فرما دیا۔ اس میں جب ذرا سا رہ گیا تو برزہؓ نے بھی خواہش ظاہر کی۔ فرمایا کہ جو کپڑے کے نیچے رہ گیا وہ تم لے جاؤ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جو رہ گیا تھا وہ لے لیا اور لے کر گنا تو چوراسی درہم تھے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا اللہ آئندہ سال یہ مال مجھے نہ ملے کہ اس کے آنے میں بھی فتنہ ہے۔ چنانچہ دوسرے سال کی تنخواہ آنے سے پہلے ہی ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی کہ وہ بارہ ہزار تو ختم کر دیئے گئے تو انھوں نے ایک ہزار اور بھیجے کہ اپنی ضرورتوں میں خرچ کریں۔ انھوں نے وہ بھی اسی وقت تقسیم کر دیئے۔ باوجود کثرت فتوحات کے انتقال کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ مال صرف وہ گھر ترکہ تھا جس میں رہتی تھیں۔ صدقہ کی کثرت کی وجہ سے ماوی المساکین (مساکین کا ٹھکانا) ان کا لقب تھا۔ [1] ایک عورت کہتی ہیں کہ میں حضرت زینبؓ کے یہاں تھی، اور ہم گیرو سے کپڑے رنگنے میں مشغول تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہم کو رنگتے ہوئے دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ کو خیال پیدا ہوا کہ حضورؐ کو یہ چیز ناگوار ہوئی سب کپڑوں کو جو رنگے تھے فوراً دھو ڈالا۔ دوسرے موقع پر حضورؐ تشریف لائے۔ جب دیکھا کہ وہ رنگ کا منظر نہیں ہے تو اندر تشریف لائے۔ [2]

ف: عورتوں کو بالخصوص مال سے جو محبت ہوتی ہے۔ وہ بھی مخفی نہیں اور رنگ وغیرہ سے جو انس ہوتا ہے وہ بھی محتاجِ بیان نہیں لیکن وہ بھی آخر عورتیں تھیں جو مال کا رکھنا جانتی ہی نہ تھیں اور حضورؐ کا معمولی سا اشارہ پا کر سارا رنگ دھو ڈالا۔

(۱۱) حضرت خنساءؓ کی اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت

حضرت خنساءؓ مشہور شاعرہ ہیں۔ اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آکر مسلمان ہوئیں

[1] طبقات [2] ابوداؤد

ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی عورت نے ان سے بہتر شعر نہیں کہا۔ نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ۱۶ھ میں قادسیہ کی لڑائی ہوئی جس میں خنساء اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں۔ لڑکوں کو ایک دن پہلے بہت نصیحت کی اور لڑائی کی شرکت پر بہت اُبھارا کہنے لگیں کہ میرے بیٹو تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی اُس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو۔ اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا نہ میں نے تمہاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا۔ نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کے لئے کافروں سے لڑائی میں کیا کیا ثواب رکھا ہے تمہیں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہوجانے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ؕ (اے ایمان والو تکالیف پر صبر کرو اور کفار کے مقابلہ میں) صبر کرو اور مقابلہ کے لئے تیار رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔[۱]

لہٰذا کل صبح کو جب تم صحیح وسالم اٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑائی میں شریک ہو اور اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر آگئی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو اس کی گرم آگ میں گھس جانا اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا۔ انشاء اللہ جنت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہو کر رہو گے۔ چنانچہ جب صبح کو لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک نمبروار آگے بڑھتا تھا اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر امنگ پیدا کرتا تھا اور جب شہید ہوجاتا تھا تو اسی طرح دوسرا بڑھتا تھا اور شہید ہونے تک لڑتا رہتا تھا بالآخر چاروں شہید ہوئے اور جب ماں کو چاروں کے مرنے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا، مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کے ساتھ میں بھی رہوں گی۔[۲]

ف: ایسی بھی اللہ کی بندی مائیں ہوتی ہیں جو چاروں جوان بیٹوں کو لڑائی کی تیزی اور زور میں گھس جانے کی ترغیب دیں اور جب چاروں شہید ہوجائیں اور ایک ہی وقت میں سب کام آجائیں تو اللہ کا شکر ادا کریں۔

(۱۲) حضرت صفیہؓ کا یہودی کو تنہا مارنا

حضرت صفیہؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن

[۱] بیان القرآن [۲] اسد الغابہ

تھیں احد کی لڑائی میں شریک ہوئیں اور جب مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی اور بھاگنے لگے تو وہ برچھا اُن کے منہ پر مار مار کر واپس کرتی تھیں۔ غزوۂ خندق میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مستورات کو ایک قلعہ میں بند فرما دیا تھا اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو بطورِ محافظ کے چھوڑ دیا تھا۔ یہود کے لئے یہ موقع بہت غنیمت تھا کہ وہ تو اندرونی دشمن تھے ہی یہود کی ایک جماعت نے عورتوں پر حملہ کا ارادہ کیا اور ایک یہودی حالات معلوم کرنے کے لئے قلعہ پر پہنچا۔ حضرت صفیہؓ نے کہیں سے دیکھ لیا۔ حضرت حسانؓ سے کہا کہ یہ یہودی موقع دیکھنے آیا ہے۔ تم قلعہ سے باہر نکلو اور اسکو مار دو۔ وہ ضعیف تھے ضعف کی وجہ سے ان کی ہمت نہ ہوئی تو حضرت صفیہؓ نے ایک خیمہ کا کھونٹا اپنے ہاتھ میں لیا اور خود نکل کر اس کا سر کچل دیا۔ پھر قلعہ میں واپس آکر حضرت حسانؓ سے کہا کہ چونکہ وہ یہودی مرد تھا نامحرم ہونے کی وجہ سے میں نے اس کا سامان اور کپڑے نہیں اُتارے۔ تم اس کے سب کپڑے اتار لاؤ اور اس کا سر بھی کاٹ لاؤ۔ حضرت حسانؓ ضعیف تھے جس کی وجہ سے اس کی بھی ہمت نہ فرما سکے تو دوبارہ تشریف لے گئیں اور اس کا سر کاٹ لائیں اور دیوار پر کو یہود کے مجمع میں پھینک دیا۔ وہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی سے سمجھتے تھے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو بالکل تنہا نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ ضرور ان کے محافظ مرد اندر موجود ہیں۔ لہ

ف: ۲۰ھ میں حضرت صفیہؓ کا وصال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر تہتّر سال کی تھی۔ اس لحاظ سے خندق کی لڑائی میں جو ۵ھ میں ہوئی ان کی عمر اٹھاون سال کی ہوئی۔ آج کل اس عمر کی عورتوں کو گھر کا کام بھی دوبھر ہو جاتا ہے چہ جائیکہ ایک مرد کا اس طرح تنہا قتل کر دینا اور ایسی حالت میں کہ یہ تنہا عورتیں اور دوسری جانب یہود کا مجمع۔

(۱۴) حضرت اسماءؓ کا عورتوں کے اجر کے بارے میں سوال

اسماءؓ بنت یزید انصاری صحابیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان میں مسلمان عورتوں کی طرف سے بطور قاصد کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ بیشک آپؐ کو اللہ جل شانہٗ نے مرد اور عورت دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ اس لئے ہم عورتوں کی جماعت آپؐ پر ایمان لائی اور اللہ پر ایمان لائی لیکن ہم عورتوں کی جماعت مکانوں میں گھری رہتی ہے پردوں میں بند رہتی ہے۔ مردوں کے گھروں میں گڑی رہتی ہے اور مردوں کی خواہشیں ہم سے پوری کی جاتی ہیں۔ ہم ان کی اولاد کو پیٹ میں اٹھائے رہتی ہیں اور ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے بڑھے رہتے ہیں۔ جمعہ میں

لہ اسد الغابہ

شریک ہوتے ہیں جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں بیماروں کی عبادت کرتے ہیں جنازوں میں شرکت کرتے ہیں حج پر حج کرتے رہتے ہیں اور اس سب سے بڑھ کر جہاد کرتے رہتے ہیں اور جب وہ حج کے لئے یا عمرہ کے لئے یا جہاد کے لئے جاتے ہیں تو ہم عورتیں ان کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ اُن کے لئے کپڑا بُنتی ہیں۔ ان کی اولاد کو پالتی ہیں۔ کیا ہم ثواب میں ان کے شریک نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ تم نے دین کے بارہ میں اس عورت سے بہتر سوال کرنے والی کوئی سُنی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ غور سے سُن اور سمجھ اور جن عورتوں نے تجھ کو بھیجا ہے ان کو بتادے کہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اس کی خوشنودی کو ڈھونڈنا اور اس پر عمل کرنا ان سب چیزوں کے ثواب کے برابر ہے۔ اسماءؓ یہ جواب سُن کر نہایت خوش ہوتی ہوئی واپس ہوگئیں۔ [1]

ف عورتوں کا اپنے خاوندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور انکی اطاعت فرماں برداری کرنا بہت ہی قیمتی چیز ہے مگر عورتیں اس سے بہت ہی غافل ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ عجمی لوگ اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپؐ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپؐ کو سجدہ کیا کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ خاوند کا حق ادا نہ کرے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک اونٹ آیا اور حضورؐ کو سجدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جب یہ جانور آپؐ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپؐ کو سجدہ کریں۔ حضورؐ نے منع فرمایا اور یہی ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو اللہ کے سوا سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو عورت ایسی حالت میں مرے کہ خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر عورت خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ رات گذارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آدمیوں کی نماز قبولیت کے لئے آسمان کی طرف اتنی بھی نہیں جاتی کہ سر سے اوپر ہی ہو جائے۔ ایک وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہو اور ایک وہ عورت کہ جو خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ [2]

[1] اسد الغابہ [2] جمع الفوائد

(۱۴) حضرت ام عمارہؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت

حضرت ام عمارہ انصاریہؓ ان عورتوں میں ہیں جو اسلام کے شروع زمانہ میں مسلمان ہوئیں اور بیعۃ العقبہ میں شریک ہوئیں۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ حضورؐ اول اوّل چھپ کر مسلمان کرتے تھے کیونکہ مشرک و کافر لوگ نو مسلموں کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے۔ مدینہ کے کچھ لوگ حج کے زمانہ میں آتے تھے اور منیٰ کے پہاڑ میں ایک گھاٹی میں چھپ کر مسلمان ہوتے تھے۔ تیسری مرتبہ جو لوگ مدینہ سے آئے ہیں اُن میں یہ بھی تھیں۔ ہجرت کے بعد جب لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ اکثر لڑائیوں میں شریک ہوئیں۔ بالخصوص احد، حدیبیہ، خیبر، عمرۃ القضا، حنین اور یمامہ کی لڑائی میں۔ اُحد کی لڑائی کا قصہ خود ہی سناتی ہیں کہ میں مشکیزہ پانی کا بھر کر اُحد کو چل دی کہ دیکھوں مسلمانوں پر کیا گذری اور کوئی پیاسا زخمی ملا تو پانی پلا دوں گی۔ اس وقت ان کی عمر تینتالیس برس کی تھی۔ ان کے خاوند اور دو بیٹے بھی لڑائی میں شریک تھے۔ مسلمانوں کو فتح اور غلبہ ہو رہا تھا۔ مگر تھوڑی دیر میں جب کافروں کو غلبہ ظاہر ہونے لگا تو میں حضورؐ کے قریب پہنچ گئی اور جو کافر ادھر کا رُخ کرتا تھا اس کو ہٹاتی تھی۔ ابتدا میں ان کے پاس ڈھال بھی نہ تھی بعد میں ملی جس پر کافروں کا حملہ روکتی تھیں۔ کمر پر ایک کپڑا باندھ رکھا تھا جس کے اندر مختلف چیتھڑے بھرے ہوئے تھے۔ جب کوئی زخمی ہو جاتا تو ایک چیتھڑا نکال کر جلا کر اس زخم میں بھر دیتیں۔ خود بھی کئی جگہ سے زخمی ہوئیں۔ بارہ تیرہ جگہ زخم آئے جن میں ایک بہت سخت تھا۔ ام سعیدؓ کہتی ہیں کہ میں نے ان کے مونڈھے پر ایک بہت گہرا زخم دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس طرح پڑا تھا۔ کہنے لگیں کہ احد کی لڑائی میں جب لوگ اِدھر اُدھر پریشان پھر رہے تھے تو ابن قمیہ یہ کہتا ہوا بڑھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں مجھے کوئی بتا دو کہ کدھر ہیں۔ اگر آج وہ بچ گئے تو میری نجات نہیں۔ مصعب بن عمیرؓ اور چند آدمی اس کے سامنے آ گئے جن میں میں بھی تھی۔ اُس نے میرے مونڈھے پر وار کیا۔ میں نے بھی اس پر کئی وار کئے۔ مگر اس پر دوہری زرہ تھی اس لئے زرہ سے حملہ رک جاتا تھا۔ یہ زخم ایسا سخت تھا کہ سال بھر تک علاج کیا مگر اچھا نہ ہوا۔ اسی دوران میں حضورؐ نے حمراء الاسد کی لڑائی کا اعلان فرما دیا۔ ام عمارہؓ بھی کمر باندھ تیار ہو گئیں مگر چونکہ پہلا زخم بالکل ہرا تھا اس لئے شریک نہ ہو سکیں۔ حضورؐ جب حمراء الاسد سے واپس ہوئے تو سب سے پہلے ام عمارہؓ کی خیریت معلوم کی اور جب معلوم ہوا کہ افاقہ ہے تو بہت خوش ہوئے۔ اس زخم کے علاوہ احد کی لڑائی میں اور بھی بہت سے زخم آئے تھے۔ ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ اصل میں وہ لوگ گھوڑے سوار تھے اور ہم پیدل تھے اگر وہ بھی ہماری طرح سے پیدل ہوتے جب بات تھی۔

اس وقت اصل مقابلہ کا پتہ چلتا جب گھوڑے پر کوئی آتا اور مجھے مارتا تو اُس کے حملوں کو میں ڈھال پر روکتی رہتی اور جب وہ مجھ سے منہ موڑ کر دوسری طرف چلتا تو میں اس کے گھوڑے کی ٹانگ پر حملہ کر دی اور وہ کٹ جاتی جس سے وہ بھی گرتا اور سوار بھی گرتا اور جب وہ گرتا تو حضورؐ میرے لڑکے کو آواز دیکر میری مدد کے لئے بھیجتے تھیں اور وہ دونوں مل کر اس کو نمٹا دیتے۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میرے بائیں بازو میں زخم آیا اور خون تھمتا نہ تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس پر پٹی باندھ لو میری والدہ آئیں۔ اپنی کمر میں سے کچھ کپڑا نکالا پٹی باندھی اور باندھ کر کہنے لگیں کہ جا کافروں سے مقابلہ کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس منظر کو دیکھ رہے تھے. فرمانے لگے ام عمارہؓ اتنی ہمت کون رکھتا ہو گا جتنی تو رکھتی ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں ان کو اور ان کے گھرانے کو کئی بار دُعائیں بھی دیں اور تعریف بھی فرمائی۔ ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ اسی وقت ایک کافر سامنے آیا تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ یہی ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے۔ میں بڑھی اور اس کی پنڈلی پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہوا اور ایک دم بیٹھ گیا حضورؐ مسکرائے اور فرمایا کہ بیٹے کا بدلہ لے لیا۔ اس کے بعد ہم لوگ آگے بڑھے اور اس کو نمٹا دیا۔ حضورؐ نے جب ہم لوگوں کو دعائیں دیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ دعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جنت میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائیں جب حضورؐ نے اس کی دعا فرمادی تو کہنے لگیں کہ اب مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ دنیا میں مجھ پر کیا مصیبت گذری۔ احد کے علاوہ اور بھی کئی لڑائیوں میں ان کی شرکت اور کارنامے ظاہر ہوئے ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ارتداد کا زور شور ہوا اور یمامہ میں زبردست لڑائی ہوئی۔ اس میں بھی ام عمارہؓ شریک تھیں۔ ان کا ایک ہاتھ بھی اس میں کٹ گیا تھا اور اس کے علاوہ گیارہ زخم بدن پر آئے تھے انہیں زخموں کی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔ [1] ف ایک عورت کے یہ کارنامے ہیں جن کی عمر احد کی لڑائی میں تینتالیس[۴۳] برس کی تھی۔ جیسا کہ پہلے گزرا اور یمامہ کی لڑائی میں تقریباً باون برس کی۔ اس عمر میں ایسے معرکوں کی اس طرح شرکت کرامت ہی کہی جاسکتی ہے۔

(۱۵) حضرت ام حکیمؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت

ام حکیمؓ بنت حارث جو عکرمہؓ بن ابی جہل کی بیوی تھیں اور کفار کی طرف سے احد کی لڑائی میں بھی شریک ہوئی تھیں۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو مسلمان ہو گئیں۔ خاوند سے بہت زیادہ محبت تھی۔ مگر وہ اپنے باپ کے اثر کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور جب مکہ فتح ہو گیا تو یمن بھاگ گئے تھے۔ انھوں نے حضورؐ سے اپنے خاوند کے لئے امن چاہا اور خود یمن پہنچیں۔ خاوند کو بڑی مشکل سے واپس آنے پر راضی کیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے اُن کے دامن ہی میں

[1] طبقات

پناہ مل سکتی ہے تم میرے ساتھ چلو وہ مدینہ طیبہ واپس آکر مسلمان ہوئے اور دونوں میاں بیوی خوش و خرم رہے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب روم کی لڑائی ہوئی تو اس میں عکرمہؓ بھی شریک ہوئے اور یہ بھی ساتھ تھیں حضرت عکرمہؓ اس میں شہید ہو گئے تو خالد بن سعیدؓ نے ان سے نکاح کر لیا اور اسی سفر میں مرج الصفر ایک جگہ کا نام ہے وہاں رخصتی کا ارادہ کیا۔ بیوی نے کہا کہ ابھی دشمنوں کا جمگھٹا ہے اس کو نمٹنے دیجئے۔ خاوند نے کہا مجھے اس معرکہ میں اپنے شہید ہونے کا یقین ہے وہ بھی چپ ہو گئیں اور وہیں ایک منزل پر خیمہ میں رخصتی ہوئی صبح کو ولیمہ کا انتظام ہو ہی رہا تھا کہ رومیوں کی فوج چڑھ آئی اور گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں خالد بن سعیدؓ شہید ہوئے۔ ام حکیمؓ نے اس خیمہ کو اکھاڑا جس میں رات گذری تھی اور اپنا سب سامان باندھا اور خیمہ کا کھونٹا لے کر خود بھی مقابلہ کیا اور سات آدمیوں کو تن تنہا نے قتل کیا۔[1] ف ہمارے زمانہ کی کوئی عورت تو درکنار مرد بھی ایسے وقت میں نکاح کو تیار نہ ہوتا۔ اور اگر نکاح ہو بھی جاتا تو اس اچانک شہادت پر روتے روتے نہ معلوم کتنے دن سوگ میں گذرتے۔ اس اللہ کی بندی نے خود بھی جہاد شروع کر دیا اور عورت ہو کر سات آدمیوں کو قتل کیا

(۱۶) حضرت سمیہ ام عمارؓ کی شہادت

سمیہ بنت خیاط حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں جن کا قصہ پہلے باب کے ساتویں نمبر پر گذر چکا ہے۔ یہ بھی اپنے لڑکے حضرت عمارؓ اور اپنے خاوند حضرت یاسرؓ کی طرح اسلام کی خاطر قسم قسم کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرتی تھیں مگر اسلام کی سچی محبت جو دل میں گھر کر چکی تھی اس میں ذرا بھی فرق نہ آتا تھا ان کو گرمی کے سخت وقت دھوپ میں کنکریوں پر ڈالا جاتا تھا اور لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تھا تاکہ دھوپ سے لوہا تپنے لگے اور اس کی گرمی سے تکلیف میں زیادتی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر کو گذر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کا وعدہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت سمیہؓ کھڑی تھیں کہ ابو جہل کا ادھر کو گذر ہوا برا بھلا کہا اور غصہ میں برچھا شرمگاہ پر مارا جس کے زخم سے انتقال فرما گئیں۔ اسلام کی خاطر سب سے پہلی شہادت انہیں کی ہوئی۔[2] ف عورتوں کا اس قدر صبر ہمت اور استقلال قابل رشک ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب آدمی کے دل میں کوئی چیز گھر کر جاتی ہے تو اس کو ہر بات سہل ہو جاتی ہے۔ اب بھی عشق کے بیسیوں قصے اس قسم کے سننے میں آتے ہیں کہ جان دیدی مگر یہی جان دینا اگر اللہ کے راستہ میں ہو، دین کی خاطر ہو تو دوسری زندگی میں جو مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے سرخروئی کا سبب ہے اور اگر کسی دنیاوی غرض سے ہو تو دنیا تو گئی

[1] اسد الغابہ [2] اسد الغابہ

تھی ہی آخرت بھی برباد ہوئی۔

(۱۷) حضرت اسماءؓ بنت ابو بکرؓ کی زندگی اور تنگی

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی اور عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ اور حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن مشہور صحابیات میں ہیں شروع ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ کہتے ہیں کہ سترہ آدمیوں کے بعد یہ مسلمان ہوئی تھیں۔ ہجرت سے ستائیس سال پہلے پیدا ہوئیں اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو حضرت زیدؓ وغیرہ کو بھیجا کہ ان دونوں حضرات کے اہل وعیال کو لے آئیں۔ ان کے ساتھ ہی حضرت اسماءؓ بھی چلی آئیں جب قبا میں پہنچیں تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ اور ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش ان کی ہوئی اس زمانہ کی عام غربت تنگدستی فقر و فاقہ مشہور و معروف ہے اور اس کے ساتھ ہی اس زمانہ کی ہمت جفاکشی، بہادری جرأت ضرب المثل ہیں۔ بخاری میں حضرت اسماءؓ کا طرز زندگی خود ان کی زبان سے نقل کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح زبیرؓ سے ہوا تو ان کے پاس نہ مال تھا نہ جائداد نہ کوئی خادم کام کرنے والا نہ کوئی اور چیز، ایک اونٹ پانی لاد کر لانے والا اور ایک گھوڑا۔ میں ہی اونٹ کے لئے گھاس وغیرہ لاتی تھی اور کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر دانہ کے طور پر کھلاتی تھی۔ خود میں پانی بھر کر لاتی اور پانی کا ڈول پھٹ جاتا تو اس کو آپ ہی سینی تھی اور خود ہی گھوڑے کی ساری خدمت گھاس دانہ وغیرہ کرتی تھی اور گھر کا سارا کاروبار بھی انجام دیتی تھی مگر ان سب کاموں میں گھوڑے کی خبر گیری اور خدمت میرے لئے زیادہ مشقت کی چیز تھی۔ روٹی البتہ مجھے اچھی طرح پکانا نہیں آتی تھی تو میں آٹا گوندھ کر اپنے پڑوس کی انصار عورتوں کے یہاں لے جاتی۔ وہ بڑی سچی مخلص عورتیں تھیں، میری روٹی بھی پکا دیتی تھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے پر زبیرؓ کو ایک زمین جاگیر کے طور پر دے دی جو دو میل کے قریب تھی۔ میں وہاں سے اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں لاد کر لایا کرتی تھی۔ میں ایک مرتبہ اسی طرح آ رہی تھی اور گٹھڑی میرے سر پر تھی۔ راستہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے اونٹ پر تشریف لا رہے تھے اور انصار کی ایک جماعت ساتھ تھی۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر اونٹ ٹھیرایا اور اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال آیا کہ زبیرؓ کو غیرت بہت ہی زیادہ ہے۔ ان کو بھی یہ ناگوار ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے انداز سے سمجھ گئے کہ مجھے اس پر بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضورؐ تشریف لے گئے۔ میں گھر آئی اور زبیرؓ کو

قصہ سنایا کہ اس طرح حضورؐ ملے اور یہ ارشاد فرمایا۔ مجھے شرم آئی اور تمہاری غیرت کا بھی خیال آیا۔ زبیرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارا گٹھلیاں سر پر رکھ کر لانا میرے لئے اس سے بہت زیادہ گراں ہے مگر مجبوری یہ تھی کہ یہ حضرات خود تو زیادہ تر جہاد میں اور دین کے دوسرے امور میں مشغول رہتے تھے۔ اس لئے گھر کے کاروبار عام طور پر عورتوں ہی کو کرنا پڑتے تھے) اس کے بعد میرے باپ حضرت ابوبکرؓ نے ایک خادم جو حضورؐ نے ان کو دیا تھا میرے پاس بھیج دیا جس کی وجہ سے گھوڑے کی خدمت سے مجھے خلاصی ملی گویا بڑی قید سے میں آزاد ہو گئی۔ [1] ف عرب کا دستور پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے کہ کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر یا چکی میں دَل کر پھر پانی میں بھگو کر جانوروں کو دانہ کے طور پر کھلاتے ہیں

(۱۸) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہجرت کے وقت مال لے جانا اور حضرت اسماءؓ کا اپنے دادا کو اطمینان دلانا

جب حضرت ابوبکرؓ ہجرت فرما کر تشریف لے جا رہے تھے تو اس خیال سے کہ نہ معلوم راستہ میں کیا ضرورت درپیش ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ تھے۔ اس لئے جو کچھ مال اس وقت موجود تھا جس کی مقدار پانچ چھ ہزار درہم تھی وہ سب ساتھ لے گئے تھے۔ ان حضرات کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ جو نابینا ہو گئے تھے اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ پوتیوں کے پاس تسلی کے لئے آئے۔ آ کر افسوس سے کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ابوبکرؓ نے اپنے جانے کا صدمہ بھی تم کو پہنچایا اور مال بھی شاید سب لے گیا کہ یہ دوسری مشقت تم پر ڈالی۔ اسماءؓ کہتی ہیں میں نے کہا نہیں دادا ابا وہ تو بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے چھوٹی چھوٹی پتھریاں جمع کر کے گھر کے اس طاق میں بھر دیں جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درہم پڑے رہتے تھے اور ان پر ایک کپڑا ڈال کر دادا کا ہاتھ اس کپڑے پر رکھ دیا۔ جس سے انہوں نے ہاتھ سے یہ اندازہ کیا کہ یہ درہم بھرے ہوئے ہیں۔ کہنے لگے خیر یہ اس نے اچھا کیا تمہارے گذارہ کی صورت اس میں ہو جائے گی۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا مگر میں نے دادا کی تسلی کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ ان کو اس کا صدمہ نہ ہو۔ [2] ف یہ دلِ گردہ کی بات ہے ورنہ دادا سے زیادہ ان لڑکیوں کو صدمہ ہونا چاہئے تھا اور جتنی بھی شکایت اس وقت دادا کے سامنے کرتیں درست تھا کہ اس وقت کا ظاہری سہارا ان پر ہی تھا۔ ان کے متوجہ کرنے کی بظاہر بہت ضرورت تھی کہ ایک تو باپ کی جدائی دوسرے گذارہ کی کوئی صورت ظاہر انہیں۔ پھر مکہ والے عام طور سے دشمن اور بے تعلق مگر اللہ جل شانہ نے ایک ایک ادا ان سب حضرات کو مرد ہوں یا عورت ایسی عطا فرمائی تھی کہ رشک آنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں حضرت ابوبکر

[1] بخاری فتح [2] مسند احمد

صدیق رضی اللہ عنہ اول میں نہایت مال دار اور بہت بڑے تاجر تھے لیکن اسلام کی اور اللہ کی راہ میں یہاں تک خرچ فرمایا کہ غزوۂ تبوک میں جو کچھ گھر میں تھا سب ہی کچھ لادیا جیسا کہ چھٹے باب کے چوتھے قصے میں مفصل گذرا ہے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے، میں ہر شخص کے احسانات کا بدلہ دے چکا ہوں مگر ابوبکرؓ کے احسانات کا بدلہ اللہ ہی دیں گے۔

(۱۹) حضرت اسماءؓ کی سخاوت

حضرت اسماءؓ بڑی سخی تھیں۔ اول جو کچھ خرچ کرتی تھیں اندازہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کر اور حساب نہ لگایا کر جتنا بھی قدرت میں ہو خرچ کیا کر۔ تو پھر خوب خرچ کرنے لگیں۔ اپنی بیٹیوں اور گھر کی عورتوں کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے میں ضرورت سے زیادہ ہونے اور بچنے کا انتظار نہ کیا کرو کہ اگر ضرورت سے زیادتی کا انتظار کرتی رہو گی تو ہونے کا ہی نہیں (کہ ضرورت خود بڑھتی رہتی ہے) اور اگر صدقہ کرتی رہو گی تو صدقہ میں خرچ کر دینے سے نقصان میں نہ رہو گی۔[۱] ف ان حضرات کے پاس جتنی تنگی اور ناداری تھی اتنی ہی صدقہ وخیرات اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی گنجائش اور وسعت تھی۔ آج کل مسلمانوں میں افلاس وتنگی کی عام شکایت ہے مگر شاید ہی کوئی ایسی جماعت نکلے جو پیٹ پر پتھر باندھ کر گذر کرتی ہو یا اُن پر کئی کئی دن کا مسلسل فاقہ ہو جاتا ہو۔

(۲۰) حضورؐ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی ہجرت اور انتقال

دو جہان کے سردار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب نبوت سے دس برس پہلے جب کہ حضورؐ کی عمر شریف تیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضورؐ کے ساتھ نہ جا سکیں۔ ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے۔ اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیے ارسال کئے تو حضرت زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کے لئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ آبدیدہ ہوئے اور صحابہؓ کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ ابوالعاص کو بلا فدیہ کے اس شرط پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ واپس جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ طیبہ بھیج دیں۔ حضورؐ نے دو آدمی حضرت زینبؓ کو لینے کے لئے ساتھ کر دیئے کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر

[۱] طبقات

جائیں اور اُن کے پاس تک ابوالعاص پہنچادیں۔ چنانچہ حضرت زینبؓ اپنے دیور کنانہ کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں۔ کفّار کو جب اُس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہوگئے اور ایک جماعت مزاحمت کے لئے پہنچ گئی جن میں ھبار بن اسود جو حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینبؓ کا بھائی ہوا وہ اور اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ ان دونوں میں سے کسی نے اور اکثروں نے ھبار ہی کو لکھا ہے۔ حضرت زینبؓ کے نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے پیٹ سے بچہ بھی ضائع ہوا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا۔ ابوسفیان نے اُن سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان چلی جائے۔ یہ تو گوارا نہیں۔ اس وقت واپس چلو۔ پھر چپکے بھیجدینا مانہ نے اس کو قبول کرلیا۔ اور واپس لے آئے۔ دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا۔ حضرت زینبؓ کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور کئی سال اس میں بیمار رہ کر ۸ھ میں انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔ دفن کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے اور دفن فرمایا۔ اترتے وقت بہت رنجیدہ تھے۔ جب باہر تشریف لائے۔ تو چہرہ کھلا ہوا تھا صحابہؓ نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے زینبؓ کے ضعف کا خیال تھا میں نے دعا کی کہ قبر کی تنگی اور اس کی سختی اس سے ہٹادی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔ لہ ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تو صاحبزادی اور دین کی خاطر اتنی مشقت اٹھائی کہ جان بھی اُسی میں دی پھر بھی قبر کی تنگی کے لئے حضورؐ کی دُعا کی ضرورت پیش آئی تو ہم جیسوں کا کیا پوچھنا۔ اس لئے آدمی کو اکثر اوقات قبر کے لئے دعا کرنا چاہیئے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کی وجہ سے اکثر اوقات عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ بِمَنِّکَ وَکَرَمِکَ وَفَضْلِکَ

(۲۱) حضرت رُبَیِّعؓ بنت معوذ کی غیرت دینی

رُبَیِّعؓ بنت معوذ ایک انصاری صحابیہؓ ہیں۔ اکثر لڑائیوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئی ہیں۔ زخمیوں کی دوا دارو فرمایا کرتی تھیں اور مقتولین اور شہدار کی نعشیں اٹھا کر لایا کرتی تھیں۔ حضورؐ کی ہجرت سے پہلے مسلمان ہوگئی تھیں۔ ہجرت کے بعد شادی ہوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شادی کے دن ان کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں چند لڑکیاں خوشی میں شعر پڑھ رہی تھیں۔ جن میں انصار کے اسلامی کارنامے اور ان کے بڑوں کا ذکر تھا جو بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے یہ مصرع بھی پڑھا وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ

لہ خمیس اُسد الغابہ

(ہم میں ایک ایسے نبی ہیں جو آئندہ کی باتوں کو جانتے ہیں) حضورؐ نے اس کے پڑھنے کو منع فرما دیا کیونکہ آئندہ کے حالات اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ رُبیعؓ کے والد حضرت معوذؓ ابوجہل کے قتل کرنے والوں میں ہیں۔ ایک عورت جس کا نام اسماء تھا عطر بیچا کرتی تھی۔ وہ ایک مرتبہ چند عورتوں کے ساتھ حضرت رُبیعؓ کے گھر بھی گئی اور ان سے نام حال بیتہ وغیرہ جیسے کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے دریافت کیا انھوں نے بتا دیا۔ ان کے والد کا نام سُن کر وہ کہنے لگی کہ تُو اپنے سردار کے قاتل کی بیٹی ہے ابوجہل چونکہ عرب کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ اس لئے اپنے سردار کا قاتل کہا۔ یہ سُن کر رُبیع کو غصہ آگیا۔ کہنے لگیں کہ میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ رُبیع کو غیرت آئی کہ ابوجہل کو اپنے باپ کا سردار سُنے۔ اس لئے انھوں نے اپنے غلام کے لفظ سے ذکر کیا۔ اسماء کو ابوجہل کے متعلق غلام کا لفظ سُن کر غصہ آیا اور کہنے لگی کہ مجھ پر حرام ہے کہ تیرے ہاتھ عطر فروخت کردوں رُبیع نے کہا کہ مجھ پر بھی حرام ہے کہ تجھ سے عطر خریدوں میں نے تیرے عطر کے سوا کسی عطر میں گندگی اور بدبو نہیں دیکھی۔ ؎۱ ف رُبیع کہتی ہیں کہ میں نے بدبو کا لفظ اس کے جلانے کو کہا تھا۔ یہ حمیت اور دینی غیرت تھی کہ دین کے اس سخت دشمن کے متعلق وہ سرداری کا لفظ نہ سن سکیں۔ آج کل دین کے بڑے سے بڑے دشمن پر بھی اس سے اونچے اونچے لفظ بولے جاتے ہیں اور کوئی شخص اگر منع کرے تو وہ تنگ نظر بتا دیا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منافق کو سردار مت کہو اگر وہ تمہارا سردار ہو گیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ ؎۲

معلومات، حضورؐ کی بیبیاں اور اولاد

اپنے آقا اور دو جہان کے سردار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں اور اولاد کا حال معلوم کرنے کا اشتیاق ہوا کرتا ہے اور ہر مسلمان کو ہونا چاہیئے بھی۔ اس لئے مختصر حال ان کا لکھا جاتا ہے کہ تفصیلی حالات کے لئے تو بڑی ضخیم کتاب چاہیئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جن پر محدثین اور مورخین کا اتفاق ہے گیارہ عورتوں سے ہوا۔ اس سے زیادہ میں اختلاف ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان سب میں پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا جو بیوہ تھیں حضورؐ کی عمر شریف اس وقت پچیس برس کی تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی حضورؐ کی اولاد بھی بجز حضرت ابراہیمؓ کے سب انہیں سے ہوئی جن کا بیان بعد میں آئے گا حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی سب سے اول تجویز ورقہ بن نوفل سے ہوئی تھی مگر نکاح کی نوبت

؎۱ اسد الغابہ ؎۲ ابوداؤد

نہیں آئی۔اس کے بعد دو شخصوں سے نکاح ہوا۔ اہلِ تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں پہلے کس سے ہوا۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ پہلے عتیق بن عائذ سے ہوا جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام ہند تھا اور وہ بڑی ہو کر مسلمان ہوئیں اور صاحبِ اولاد تھی۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ عتیق سے ایک لڑکا بھی ہوا جس کا نام عبداللہ یا عبدِ مناف تھا۔ عتیق کے بعد پھر حضرت خدیجہؓ کا نکاح ابو ہالہ سے ہوا جن سے ہند اور ہالہ دو اولاد ہوئیں۔ اکثروں نے کہا ہے کہ دونوں لڑکے تھے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ہند لڑکا ہے اور ہالہ لڑکی۔ ہند حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت تک زندہ رہے۔ ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا جس وقت کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی نکاح کے بعد پچیس برس حضورؐ کے نکاح میں رہیں اور رمضان ۱۰ نبوی میں پینسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے حد محبت تھی اور ان کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کا لقب اسلام کے پہلے ہی سے طاہرہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کی اولاد جو دوسرے خاوندوں سے ہے وہ بھی بنو الطاہرہ کہلاتی ہے۔ ان کے فضائل حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ہیں۔ ان کے انتقال پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبر مبارک میں اتر کر ان کو دفن فرمایا تھا۔ نمازِ جنازہ اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی۔ ان کے بعد اسی سال شوال میں حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ سے نکاح ہوا۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان دونوں میں کس کا نکاح پہلے ہوا۔ بعض مورخین نے حضرت عائشہؓ سے نکاح پہلے ہونا لکھا ہے اور بعضوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت سودہؓ سے پہلے ہوا۔ بعد میں حضرت عائشہؓ سے۔ حضرت سودہؓ بھی بیوہ تھیں۔ ان کے والد کا نام زمعہ بن قیس ہے۔ پہلے سے اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ دونوں مسلمان ہوئے اور ہجرت فرما کر حبشہ تشریف لے گئے اور حبشہ میں سکران کا انتقال ہو گیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ مکہ واپس آکر انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے کچھ دنوں بعد ان سے نکاح ہوا اور رخصتی حضرت عائشہؓ کی رخصتی سے سب کے نزدیک پہلے ہی ہوئی۔ حضورؐ کی عادت شریفہ تو کثرت سے نماز میں مشغول رہنا تھی ہی، ایک مرتبہ حضورؐ سے انہوں نے عرض کیا کہ رات آپؐ نے اتنا لمبا رکوع کیا کہ مجھے اپنی ناک سے نکسیر نکلنے کا ڈر ہو گیا (یہ بھی حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہی تھیں۔ چونکہ بدن کی بھاری تھیں اس وجہ سے اور بھی مشقت ہوئی ہو گی) ایک مرتبہ حضورؐ نے ان کو طلاق دینے کا

ارادہ فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے خاوند کی خواہش نہیں مگر یہ تمنا ہے کہ جنت میں حضورؐ کی بیویوں میں داخل رہوں۔ اس لئے مجھے آپ طلاق نہ دیں۔ میں اپنی باری عائشہؓ کو دیتی ہوں اس کو حضورؐ نے قبول فرمالیا اور اس وجہ سے ان کی باری کا دن حضرت عائشہؓ کے حصہ میں آتا تھا۔ ۵۴ھ یا ۵۵ھ میں اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ خلافت میں وفات پائی. ان کے علاوہ ایک سودہ اور بھی ہیں جو قریش ہی کی ہیں۔ حضورؐ نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ مجھے ساری دنیا میں سب سے زیادہ محبوب آپ ہیں مگر میرے پانچ چھ بچے ہیں۔ مجھے یہ بات گراں ہے کہ وہ آپؐ کے سرہانے روئیں چلائیں۔ حضورؐ نے ان کی اس بات کو پسند فرمایا، تعریف کی اور نکاح کا ارادہ ملتوی فرمادیا۔ حضرت عائشہ رضؓ سے بھی نکاح مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے شوال ۱۰ نبوی میں ہوا جس وقت کہ ان کی عمر چھ سال کی تھی حضورؐ کی بیویوں میں یہی صرف ایک ایسی ہیں جن سے کنوارے پن میں نکاح ہوا اور باقی سب سے نکاح بیوگی کی حالت میں ہوا۔ نبوت سے چار سال بعد یہ پیدا ہوئیں اور ہجرت کے بعد جب کہ ان کی عمر نو اں برس تھا رخصتی ہوئی اور اٹھارہ سال کی عمر میں حضورؐ کا وصال ہوا اور چھیاسٹھ ۶۶ سال کی عمر میں ۱۷ رمضان ۵۷ھ کو منگل کی شب میں ان کا وصال ہوا۔ خود ہی وصیت فرمائی تھی کہ مجھے عام قبرستان میں جہاں اور بیبیاں دفن کی گئی ہیں دفن کیا جائے۔ حضورؐ کے قریب حجرہ شریفہ میں نہ دفن کیا جائے چنانچہ بقیع میں دفن کی گئیں۔ عرب میں یہ مشہور تھا کہ شوال کے مہینہ میں نکاح نامبارک ہوتا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا نکاح بھی شوال میں ہوا۔ رخصتی بھی شوال میں ہوئی۔ حضور کی بیویوں میں کون سی مجھ سے زیادہ نصیبہ ور اور حضورؐ کی محبوبہ تھی۔ حضرت خدیجہ رضؓ کے انتقال کے بعد خولہؓ حکیم کی بیٹی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ نکاح نہیں کرتے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کس سے۔ عرض کیا کنواری بھی ہے بیوہ بھی ہے جو منظور ہو۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ کنواری تو آپؐ کے سب سے زیادہ دوست ابوبکرؓ کی لڑکی عائشہؓ ہے اور بیوہ سودہؓ بنت زمعہ۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تذکرہ کرکے دیکھ لو۔ وہ وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئیں اور حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ سے عرض کیا کہ میں ایک بڑی خیر و برکت لے کر آئی ہوں دریافت کرنے پر کہا کہ حضورؐ نے مجھے عائشہؓ سے منگنی کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ ام رومانؓ نے کہا وہ تو ان کی بھتیجی ہے۔ اس سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے۔ اچھا ابوبکرؓ کو آنے دو حضرت

ابوبکرؓ اس وقت گھر پر موجود نہ تھے۔ ان کے تشریف لانے پر ان سے بھی یہی ذکر کیا۔ انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ وہ تو حضورؐ کی بھتیجی ہے۔ حضورؐ سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے۔ خولہؓ نے جاکر حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میرے اسلامی بھائی ہیں۔ اُن کی لڑکی سے میرا نکاح جائز ہے۔ خولہؓ واپس ہوئیں اور حضرت ابوبکرؓ کو جواب سنایا۔ وہاں کیا دیر تھی۔ کہا بلالاؤ۔ حضورؐ تشریف لے گئے اور نکاح ہو گیا۔ ہجرت کے بعد چند مہینے گذر جانے پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے دریافت کیا کہ آپؐ اپنی بیوی عائشہ کو کیوں نہیں بلا لیتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان مہیّا نہ ہونے کا عذر فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے نذرانہ پیش کیا جس سے تیاری ہوئی اور شوال سلہ یا ۲ھ میں چاشت کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہی کے دولت کدہ پر بِنا یعنی رخصتی ہوئی۔ یہ تین نکاح حضورؐ کے ہجرت سے پہلے ہوئے اس کے بعد جتنے نکاح ہوئے وہ ہجرت کے بعد ہوئے۔ حضرت عائشہ رضؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ سے نکاح ہوا حضرت حفصہؓ نبوت سے پانچ برس قبل مکہ میں پیدا ہوئیں پہلا نکاح مکہ ہی میں خنیسؓ بن حذافہ سے ہوا۔ یہ بھی پرانے مسلمان ہیں جنھوں نے اول حبشہ کی ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی۔ بدر میں بھی شریک ہوئے اور اسی لڑائی میں یا احد کی لڑائی میں انکے ایسا زخم آیا جس سے اچھے نہ ہوئے اور ۲ھ یا ۳ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت حفصہؓ بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ ہی آگئی تھیں۔ جب بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے درخواست کی کہ میں حفصہؓ کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے سکوت فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی اہلیہ حضورؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ سے ذکر فرمایا۔ انھوں نے فرمایا کہ میرا تو اس وقت نکاح کا ارادہ نہیں۔ حضورؐ سے حضرت عمرؓ نے اس کی شکایت کی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں حفصہؓ کے لئے عثمانؓ سے بہتر خاوند اور عثمانؓ کے لئے حفصہؓ سے بہتر بیوی بتاتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت حفصہؓ سے ۲ھ یا ۳ھ میں خود نکاح کیا اور حضرت عثمانؓ کا نکاح اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے کر دیا۔ ان کے پہلے خاوند کے انتقال میں مورخین کا اختلاف ہے کہ بدر کے زخم سے شہید ہوئے یا اُحد کے۔ بدر ۲ھ میں ہے اور احد ۳ھ میں۔ اسی وجہ سے ان کے نکاح میں بھی اختلاف ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جب تم نے حفصہؓ کے نکاح کا ذکر کیا تھا اور میں نے سکوت کیا تھا تمہیں اس وقت ناگواری ہوئی ہوگی

مگر چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کا تذکرہ فرما چکے تھے۔ اس لئے نہ تو میں قبول کر سکتا تھا اور نہ حضورؐ کے راز کو ظاہر کر سکتا تھا۔ اس لئے سکوت کیا تھا۔ اگر حضورؐ ارادہ ملتوی فرما دیتے تو میں ضرور کر لیتا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو بکرؓ کے سکوت کا حضرت عثمانؓ کے انکار سے بھی زیادہ رنج تھا۔ حضرت حفصہؓ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ رات کو اکثر جاگتی تھیں اور دن میں کثرت سے روزہ رکھا کرتی تھیں۔ کسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک طلاق بھی دی تھی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور عرض کیا اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ حفصہؓ سے رجوع کر لو۔ یہ بڑی شب بیدار اور کثرت سے روزہ رکھنے والی ہیں اور عمرؓ کی خاطر بھی منظور ہے۔ اس لئے حضورؐ نے رجوع فرما لیا جمادی الاولیٰ ۴۵ھ میں جب کہ ان کی عمر تقریباً تریسٹھ برس کی تھی مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ بعض نے انکا انتقال ۲۷ھ میں اور عمر ساٹھ برس کی لکھی ہے۔ ان کے بعد حضورؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہوا۔ حضرت زینبؓ خزیمہ کی بیٹی جن کے پہلے نکاح میں اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ پہلے عبداللہؓ بن جحش سے نکاح ہوا تھا۔ جب وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے جن کا قصہ باب کی پہلی حدیث میں گذرا تو حضورؐ نے نکاح کیا اور بعض نے لکھا کہ ان کا پہلا نکاح طفیل بن حارث سے ہوا تھا ان کے طلاق دینے کے بعد ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث سے ہوا جو بدر میں شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے اکتیس مہینے بعد رمضان ۳ھ میں ہوا۔ آٹھ مہینے حضورؐ کے نکاح میں رہیں اور ربیع الآخر ۴ھ میں انتقال فرمایا۔ حضورؐ کی بیویوں میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ دو ہی بیبیاں ایسی ہیں جن کا وصال حضورؐ کے سامنے ہوا۔ باقی نوؓ حضورؐ کے وصال کے وقت زندہ تھیں۔ جن کا بعد میں انتقال ہوا۔ حضرت زینبؓ بڑی سخی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کا نام اسلام سے پہلے بھی ام المساکین (مسکینوں کی ماں) تھا۔ ان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام سلمہؓ سے ہوا۔ حضرت ام سلمہؓ ابوامیہ کی بیٹی تھیں جن کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد بھائی ابو سلمہؓ سے ہوا تھا جن کا نام عبداللہؓ بن عبدالاسد تھا۔ دونوں میاں بیوی ابتدائی مسلمانوں میں ہیں۔ کفّار کے ہاتھ سے تنگ آ کر اول دونوں نے حبشہ کی ہجرت کی۔ وہاں جا کر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جن کا سلمہؓ نام تھا۔ حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ طیبہ کی ہجرت کی جس کا قصہ اسی باب کے ۵ پر مفصل گذر چکا ہے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر ایک لڑکا عمرؓ اور دو لڑکیاں درہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ ابو سلمہؓ دس آدمیوں کے بعد مسلمان

ہوئے تھے۔ بدر اور اُحد کی لڑائی میں بھی شریک ہوئے تھے۔ اُحد کی لڑائی میں ایک زخم آگیا تھا جس کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ اس کے بعد صفر ۴ھ میں ایک سریہ میں تشریف لے گئے تو واپسی پر وہ زخم پھر ہرا ہوگیا اور اسی میں آٹھ جمادی الاخریٰ ۴ھ میں انتقال کیا۔ حضرت ام سلمہؓ اس وقت حاملہ تھیں اور زینبؓ پیٹ میں تھیں۔ جب وہ پیدا ہوئیں تو عدت پوری ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نکاح کی خواہش فرمائی تو انھوں نے عذر کردیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میرے بچے بھی ہیں اور میرے مزاج میں غیرت کا مضمون بہت ہے اور میرا کوئی ولی یہاں ہے نہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بچوں کا اللہ محافظ ہے اور یہ غیرت بھی انشاء اللہ جاتی رہے گی اور کوئی ولی اس کو ناپسند نہیں کرے گا۔ تو انھوں نے اپنے بیٹے سلمہؓ سے کہا کہ حضورؐ سے میرا نکاح کردو۔ اخیر شوال ۴ھ میں حضورؐ سے نکاح ہوا۔ بعض نے ۳ھ میں اور بعض نے ۲ھ میں لکھا ہے۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا کرے اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کا نعم البدل نصیب فرما تو اس کو اللہ جل شانہٗ بہترین بدل عطا فرماتے ہیں۔ ابوسلمہؓ کے مرنے پر میں یہ دعا تو پڑھ لیتی، مگر یہ سوچتی تھی کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون ہوسکتا ہے۔ اللہ نے حضورؐ سے نکاح کرادیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان کے حُسن کی بہت شہرت تھی۔ جب نکاح ہوگیا۔ تو میں نے چھپ کر حیلہ سے جاکر دیکھا تو جیسا سنا تھا اس سے زیادہ پایا۔ میں نے حفصہؓ سے اس کا ذکر کیا۔ انھوں نے کہا نہیں ایسی حسین نہیں ہیں جتنی شہرت ہے۔ اُمّہات المؤمنین میں سب سے اخیر میں حضرت اُم سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ یا ۶۲ھ میں ہوا۔ اس وقت چوراسی سال کی عمر تھی۔ اس لحاظ سے نبوت سے تقریباً نو ۹ برس پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کے انتقال کے بعد ان سے نکاح ہوا اور حضرت زینبؓ کے مکان میں مقیم ہوئیں۔ انھوں نے وہاں دیکھا کہ ایک مٹکے میں جَو رکھے ہیں اور ایک چکّی اور ہانڈی بھی۔ انھوں نے جَو خود پیسے اور چکنائی ڈال کر ملیدہ تیار کیا اور پہلے ہی دن حضورؐ کو وہ ملیدہ کھلایا جو نکاح کے دن اپنے ہی ہاتھ سے پکایا تھا۔ اُن کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح زینبؓ بنت جحش سے ہوا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی زاد بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حضورؐ نے اپنے متبنّیٰ حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کیا تھا۔ ان کے طلاق دینے کے بعد اللہ جل شانہٗ نے خود ان کا نکاح حضورؐ سے کردیا جس کا

قصہ سورۂ احزاب میں بھی ہے اس وقت ان کی عمر پینتیس ۳۵ سال کی تھی۔ مشہور قول کے موافق ذیقعدہ ۵ھ میں نکاح ہوا۔ بعض نے ۳ھ میں لکھا ہے مگر صحیح ۵ھ ہے اور اس حساب سے نبوت سے گویا سترہ سال قبل ان کی پیدائش ہوئی۔ ان کو اس پر فخر تھا کہ سب عورتوں کا نکاح ان کے اولیا نے کیا اور ان کا نکاح اللہ جل شانہٗ نے کیا۔ حضرت زیدؓ نے جب ان کو طلاق دی اور عدت پوری ہوگئی تو حضورؐ نے ان کے پاس پیام بھیجا۔ انھوں نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک اپنے اللہ سے مشورہ نہ کرلوں اور یہ کہکر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور یہ دعا کی کہ یا اللہ تیرے رسولؐ مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اگر میں ان کے قابل ہوں تو میرا نکاح ان سے فرمادے۔ اِدھر حضورؐ پر قرآن شریف کی آیت فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا نازل ہوئی تو حضورؐ نے خوشخبری بھیجی۔ حضرت زینبؓ خوشی کی وجہ سے سجدہ میں گرگئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کا ولیمہ بڑی شان سے کیا۔ بکری ذبح کی اور گوشت روٹی کی دعوت فرمائی۔ ایک ایک جماعت کو بلایا جاتا تھا اور جب وہ فارغ ہوجاتی تھی تو دوسری جماعت اسی طرح بُلائی جاتی حتی کہ سب ہی لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ حضرت زینبؓ بڑی سخی تھیں اور بڑی محنتی، اپنے ہاتھ سے محنت کرتیں اور جو حاصل ہوتا وہ صدقہ کردیتیں۔ ان ہی کے بارہ میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ سے سب سے پہلے مرنے کے بعد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لانبا ہوگا۔ بیبیاں ظاہری لمبائی سمجھیں۔ اس لئے لکڑی لے کر سب کے ہاتھ ناپنے شروع کردیئے۔ دیکھنے میں حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے لانبا ملا۔ مگر جب حضرت زینبؓ کا انتقال سب سے پہلے ہوا جب سمجھیں کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ کی کثرت تھی۔ روزے بھی بہت زیادہ رکھتی تھیں۔ ۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پچاس برس کی عمر تھی۔ ان کا قصہ اسی باب کے ۱۰ پر بھی گذرا ہے۔ ان کے بعد آپؐ کا نکاح حضرت جویریہؓ بنت الحارث بن ابی ضرار سے ہوا۔ یہ غزوۂ مریسیع میں قید ہوکر آئی تھیں اور غنیمت میں حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئیں۔ قید ہونے سے پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ثابتؓ نے ان کو نو ۹ اوقیہ سونے پر مکاتب کردیا۔ مکاتب اس غلام یا باندی کو کہتے ہیں جس سے یہ مقرر کرلیا جاوے کہ اتنے دام تم اگر دیدو تو تم آزاد۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً ساڑھے تین آنے کا۔ اس حساب سے نو ۹ اوقیہ کی قیمت (۷۸ھ ۱/۲) ہوئی اور چار آنے کا اگر درہم ہو تو (۹۰ھ) ہوئی۔ یہ حضورؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنی قوم کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ

ہوں جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی آپ کو معلوم ہے اب اتنی مقدار پر میں مکاتب ہوئی ہوں۔ اور یہ مقدار میری طاقت سے باہر ہے۔ آپؐ کی امید پر آئی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تجھے اس سے بہتر راستہ بتاؤں کہ تجھے مال ادا کر کے آزاد کرا دوں اور تجھ سے نکاح کر لوں ان کے لئے اس سے بہتر کیا تھا۔ بخوشی منظور کر لیا اور ۵ھ میں مشہور قول کے موافق اور بعضوں نے ۶ھ میں اس قصہ کو بتایا ہے۔ نکاح ہو گیا۔ صحابہؓ نے جب سُنا کہ بنو المصطلق حضورؐ کی سسرال بن گئی تو انھوں نے بھی اس رشتہ کے اعزاز میں اپنے اپنے غلام آزاد کر دیئے۔ کہتے ہیں کہ ایک حضرت جویریہؓ کی وجہ سے سو گھرانے آزاد ہوئے جن میں تقریباً سات سو آدمی تھے۔ اس قسم کی مصلحتیں حضورؐ کے ان سب نکاحوں میں تھیں۔ حضرت جویریہؓ نہایت حسین تھیں۔ چہرے پر ملاحت تھی۔ کہتے ہیں کہ جو نگاہ پڑ جاتی تھی اُٹھتی نہ تھی۔ حضرت جویریہؓ نے اس لڑائی سے تین دن پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ یثرب سے ایک چاند چلا اور میری گود میں آگیا۔ کہتی ہیں کہ جب میں قید ہوئی تو مجھے اپنے خواب کی تعبیر کی امید بندھی۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی اور ربیع الاول ۵۰ھ میں صحیح قول کے موافق پینسٹھ ۶۵ برس کی عمر میں مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا اور بعضوں نے ان کا انتقال ۵۶ھ میں ستر برس کی عمر میں لکھا ہے۔ اُمّ المومنین حضرت امِ حبیبہؓ ابو سفیان کی صاحبزادی ان کے نام میں اختلاف ہے۔ اکثروں نے رملہ اور بعضوں نے ہند بتایا ہے۔ ان کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحشؓ سے مکہ مکرمہ ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے تھے۔ کفّار کی تکالیف کی بدولت وطن چھوڑنا پڑا اور حبشہ کی ہجرت دونوں نے کی وہاں جا کر خاوند نصرانی ہو گیا۔ یہ اسلام پر باقی رہیں۔ انھوں نے اسی رات میں اپنے خاوند کو خواب میں نہایت بُری شکل میں دیکھا۔ صبح کو معلوم ہوا کہ وہ نصرانی ہو گیا ہے۔ اس تنہائی میں اس حالت میں ان پر کیا گذری ہوگی۔ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کا نعم البدل یہ عطا فرمایا کہ حضورؐ کے نکاح میں آگئیں۔ حضورؐ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس پیام بھیجا کہ ان کا نکاح مجھ سے کر دو۔ چنانچہ نجاشی نے ایک عورت ابرہہ کو ان کے پاس اس کی خبر کے لئے بھیجا۔ انھوں نے خوشی میں اپنے دونوں کنگن جو پہن رہی تھیں اس کو عطا کر دیئے اور پاؤں کے چھلے کڑے وغیرہ متعدد چیزیں دیں۔ نجاشی نے نکاح پڑھا اور اپنے پاس سے چار سو دینار مہر کے ادا کئے اور بہت کچھ سامان دیا۔ جو لوگ مجلسِ نکاح میں موجود تھے ان کو بھی دینار دیئے اور کھانا کھلایا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ نکاح ۶ھ میں ہوا جب یا کہ

اکثر کا قول ہے یا ۶ھ میں جیسا کہ بعض نے کہا ہے صاحب تاریخ خمیس نے لکھا ہے کہ ان کا نکاح ۶ھ میں ہوا اور رخصتی ۷ھ میں۔ جب یہ مدینہ طیبہ پہنچیں نجاشی نے بہت سی خوشبو اور سامان جہیز وغیرہ دیکر ان کو نکاح کے بعد حضورؐ کی خدمت میں بھیجدیا۔ بعض کتب و تواریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باپ نے نکاح کیا۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ان کے باپ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اس قصہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کا ایک قصہ اسی باب کے ۹ پر گذر چکا ہے۔ ان کے انتقال میں بہت اختلاف ہے۔ اکثر نے ۴۴ھ بتایا ہے۔ اور اس کے علاوہ ۴۲ھ اور ۵۵ھ اور ۵۰ھ وغیرہ اقوال بھی ہیں۔ ام المومنین حضرت صفیہؓ حیی کی بیٹی حضرت موسیٰ علیہم السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ اول سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں اس کے بعد کنانہ بن ابی حقیق کے نکاح میں آئیں۔ اس سے نکاح اُس زمانہ میں ہوا تھا کہ خیبر کی لڑائی شروع ہو گئی تھی اور ان کا خاوند قتل ہو گیا تھا خیبر کی لڑائی کے بعد دحیہؓ کلبی ایک صحابی تھے۔ انھوں نے حضورؐ سے ایک باندی مانگی حضورؐ نے ان کو مرحمت فرمادیا۔ چونکہ مدینہ میں بھی دو قبیلے قریظہ اور نضیر آباد تھے اور یہ سردار کی بیٹی تھیں اس لئے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بات بہت سے لوگوں کو ناگوار ہو گی صفیہؓ کو اگر حضورؐ اپنے نکاح میں لے لیں تو بہت سے لوگوں کی دل داری ہے۔ اس لئے حضورؐ نے دحیہ کو خاطر خواہ عوض دے کر ان کو لے لیا اور ان کو آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور خیبر سے واپسی میں ایک منزل پر ان کی رخصتی ہوئی صبح کو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس جو چیز کھانے کی ہو وہ لے آئے۔ صحابہؓ کے پاس متفرق چیزیں کھجور، پنیر، گھی وغیرہ جو تھا وہ لے آتے۔ ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا۔ اور اس پر وہ سب ڈال دیا گیا اور سب نے شریک ہو کر کھالیا۔ یہی ولیمہ تھا بعض روایات میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ان کو اختیار دے دیا تھا کہ اگر تم اپنی قوم اور اپنے ملک میں رہنا چاہو تو آزاد ہو چلی جاؤ اور میرے پاس میرے نکاح میں رہنا چاہو تو رہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں شرک کی حالت میں حضورؐ کی تمنا کرتی تھی اب مسلمان ہو کر کیسے جا سکتی ہوں۔ اس سے مراد غالباً ان کا وہ خواب ہے جو انھوں نے مسلمان ہونے سے پہلے دیکھا تھا کہ ایک چاند کا ٹکڑا میری گود میں ہے اس خواب کو انھوں نے اپنے خاوند کنانہ سے کہا اس نے ایک طمانچہ اس زور سے منہ پر مارا کہ آنکھ پر اس کا نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ تو یثرب کے بادشاہ کے نکاح کی تمنا کرتی ہے۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آفتاب ان کے سینہ پر ہے۔ خاوند سے

اس کو بھی ذکر کیا اس نے اس پر بھی یہی کہا کہ تو یہ چاہتی ہے کہ یثرب کے بادشاہ کے نکاح میں جائے۔ ایک مرتبہ انھوں نے چاند کو گود میں دیکھا تو اپنے باپ سے ذکر کیا اس نے بھی ایک طمانچہ مارا۔ اور یہ کہا کہ تیری نگاہ یثرب کے بادشاہ پر جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ چاند کا وہی ایک خواب خاوند اور باپ دونوں سے کہا ہو یا چاند دو مرتبہ دیکھا ہو۔ رمضان ۵۰ھ ہجری میں صحیح قول کے موافق انتقال ہوا۔ اور تقریباً ساٹھ برس کی عمر پائی۔ خود کہتی ہیں کہ میں جب حضورﷺ کے نکاح میں آئی تو میری عمر سترہ سال کی نہیں ہوئی تھی۔ امّ المومنین حضرت میمونہؓ حارث بن حزن کی بیٹی ان کا اصل نام برّہ تھا۔ حضورﷺ نے بدل کر میمونہؓ رکھا۔ پہلے سے ابورھم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں۔ اکثر مورخین کا یہی قول ہے اور بھی بہت سے اقوال ان کے پہلے خاوند کے نام میں ہیں بعض نے لکھا ہے کہ حضورﷺ سے پہلے بھی دو نکاح ہوئے تھے۔ بیوہ ہوجانے کے بعد ذیقعدہ ۷ھ میں جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے جارہے تھے۔ موضع سرف میں نکاح ہوا۔ حضورﷺ نے ارادہ فرمایا کہ عمرہ سے فراغت کے بعد مکہ میں رخصتی ہوجائے مگر مکہ والوں نے قیام کی اجازت نہ دی۔ اس لئے واپسی میں سرف ہی میں رخصتی ہوئی اور سرف ہی میں خاص اُسی جگہ جہاں رخصتی کا خیمہ تھا ۵۱ھ میں صحیح قول کے موافق انتقال ہوا اور بعض نے ۶۱ھ میں لکھا ہے۔ اس وقت ان کی عمر اکیاسی برس کی تھی اور اسی جگہ قبر بنی یہ بھی عبرت کا مقام ہے اور تاریخ کا عجیبہ ہے کہ ایک سفر میں وہاں نکاح ہوا اور دوسرے سفر میں وہاں رخصتی اور عرصہ کے بعد اسی جگہ قبر بنی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میمونہؓ ہم سب میں زیادہ متقی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ یزید بن اصمؒ کہتے ہیں کہ ان کا مشغلہ ہر وقت نماز تھا یا گھر کا کام۔ اگر دونوں سے فراغت ہوتی تو مسواک کرتی رہتی تھیں۔ جن عورتوں کے نکاح پر محدثین و مورخین کا اتفاق ہے۔ ان میں حضرت میمونہؓ کا نکاح سب سے آخری نکاح ہے۔ ان کی درمیانی ترتیب میں البتہ اختلاف ہے۔ جس کی وجہ ان نکاحوں کی تاریخ کا اختلاف ہے جیسا کہ مختصر طور پر معلوم ہوا ان گیارہ بیویوں میں سے دو کا وصال حضورﷺ کے سامنے ہوچکا تھا حضرت خدیجہؓ کا اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کا۔ باقی نو بیبیاں حضورﷺ کے وصال کے وقت موجود تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض نکاح بعض محدثین اور مورخین نے لکھے ہیں جن کے ہونے میں اختلاف ہے۔ اس لئے انہیں بیبیوں کا ذکر لکھا ہے جن پر اتفاق ہے۔

معلومات: حضورؐ کی اولاد

مورخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپؐ کے چار لڑکیاں ہوئیں اور اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ ہیں۔ پھر حضرت رقیہؓ پھر حضرت ام کلثومؓ پھر حضرت سیدہ فاطمہؓ۔ لڑکوں میں البتہ بہت اختلاف ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب حضرات بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے اور عرب میں اس زمانہ میں تاریخ کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا۔ صحابہؓ جیسے جاں نثار بھی اس وقت تک کثرت سے نہیں ہوئے تھے جو ہر بات پوری پوری محفوظ رہتی اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ تین لڑکے حضرت قاسمؓ حضرت عبداللہؓ حضرت ابراہیم ہوئے۔ بعضوں نے کہا کہ چوتھے صاحبزادے حضرت طیبؓ اور پانچویں حضرت طاہرؓ تھے اس طرح پانچ ہوئے بعض کہتے ہیں کہ طیبؓ اور طاہرؓ دونوں ایک ہی صاحبزادہ کے نام ہیں۔ اس طرح چار ہوئے اور بعض نے کہا کہ حضرت عبداللہؓ ہی کا نام طیبؓ اور طاہرؓ تھا۔ اس طرح تین ہی لڑکے ہوئے اور بعضوں نے دو لڑکے اور بھی بتائے۔ مطیبؓ اور مطہرؓ اور لکھا ہے کہ طیبؓ اور مطیبؓ ایک ساتھ پیدا ہوئے اور طاہرؓ اور مطہرؓ ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ اس طرح سات لڑکے ہوئے۔ لیکن اکثر کی تحقیق تین لڑکوں کی ہے اور حضورؐ کی ساری اولاد حضرت ابراہیمؓ کے سوا حضرت خدیجہؓ ہی سے پیدا ہوئی۔ لڑکوں میں حضرت قاسمؓ سب سے پہلے پیدا ہوئے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ حضرت زینبؓ ان سے بڑی تھیں یا چھوٹی حضرت قاسمؓ نے بچپن ہی میں انتقال فرمایا دو سال کی عمر اکثر نے لکھی ہے اور بعضوں نے اس سے کم یا زیادہ بھی لکھی ہے۔ دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ جو نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے ان کا نام طیبؓ اور طاہرؓ بھی پڑا۔ اور بچپن ہی میں انتقال ہوا۔ اُن کے انتقال پر اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت قاسمؓ کے انتقال پر کفار بہت خوش ہوئے کہ آپؐ کی نسل منقطع ہو گئی جس پر سورۃ انا اعطینا نازل ہوئی اور کفار کے اس کہنے کا کہ جب نسل ختم ہو گئی تو کچھ دنوں میں نام مبارک بھی مٹ جائے گا۔ یہ جواب ملا کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس بعد تک بھی حضورؐ کے نام کے فدائی کروڑوں موجود ہیں تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ تھے جو ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں بالاتفاق ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے یہ حضورؐ کی باندی حضرت ماریہؓ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور حضورؐ کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ حضورؐ نے ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا اور دو مینڈھے ذبح کئے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ فرمائی اور بالوں کو دفن کرایا۔ ابو ہند بیاضیؓ نے سر کے بال اتارے حضورؐ

نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے نام پر نام رکھا ہے اور سولہ[16] مہینے کی عمر میں ان صاحبزادہ نے بھی ۱۰ ربیع الاوّل ۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔ بعضوں نے اٹھارہ مہینے کی عمر بتلائی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ابراہیمؓ کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی تجویز ہو گئی۔

صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ ہیں اور جن مورخین نے اس کے خلاف لکھا ہے غلط ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے پانچ برس بعد جبکہ آپ کی عمر شریف تیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور اپنے والدین کے آغوش میں جوان ہوئیں مسلمان ہوئیں اور اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ غزوۂ بدر کے بعد ہجرت کی جس میں مشرکین کی ناپاک حرکتوں سے زخمی ہوئیں جس کا قصہ اسی باب کے نمبر ۲ پر گذر چکا ہے اور اسی بیماری کا سلسلہ اخیر تک چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ۸ھ کے شروع میں انتقال فرمایا۔ ان کے خاوند بھی ۶ھ یا ۸ھ میں مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے اور انہی کے نکاح میں رہیں۔ ان سے دو بچے ہوئے ایک لڑکا ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام حضرت علیؓ تھا جنہوں نے اپنی والدہ کے انتقال کے بعد بلوغ کے قریب حضورؐ کی زندگی ہی میں انتقال فرمایا۔ فتح مکہ میں حضورؐ کے ساتھ اونٹنی پر جو سوار تھے وہ یہی حضرت علیؓ تھے۔ لڑکی کا نام حضرت امامہؓ تھا جن کے متعلق حدیث کی کتابوں میں کثرت سے قصہ آتا ہے کہ جب حضورؐ نماز میں سجدہ کرتے تو یہ کمر پر سوار ہو جاتیں۔ یہ حضورؐ کے بعد تک زندہ رہیں۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ کے وصال کے بعد جو ان کی خالہ تھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے نکاح کیا اور ان کے وصال کے بعد مغیرہؓ بن نوفل سے نکاح ہوا۔ حضرت علیؓ کے کوئی اولاد ان سے نہیں ہوئی۔ البتہ مغیرہؓ سے بعضوں نے ایک لڑکا یحییٰ لکھا ہے اور بعضوں نے انکار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے خود وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد حضرت علیؓ کا نکاح بھانجی سے کر دیا جائے۔ ان کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا۔ حضورؐ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں جو اپنی بہن حضرت زینبؓ سے تین برس بعد پیدا ہوئیں جبکہ حضورؐ کی عمر شریف تینتیس[33] برس کی تھی اور بعضوں نے حضرت رقیہؓ کو حضرت زینبؓ سے بڑا بتایا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ حضرت زینبؓ سے چھوٹی تھیں۔ حضورؐ کے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا تھا۔ جب سورۂ تبّت نازل ہوئی تو ابولہب نے ان سے اور ان کے دوسرے بھائی عتیبہ سے جس کے نکاح میں حضورؐ کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ تھیں۔ یہ کہا کہ میری ملاقات تم دونوں سے حرام ہے۔ اگر تم محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دیدو۔ اس پر دونوں نے طلاق دیدی۔ یہ دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے۔ رخصتی کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ اُس کے بعد فتح مکہ پر حضرت رقیہؓ کے خاوند عتبہ مسلمان ہو گئے تھے مگر بیوی کو پہلے ہی طلاق دے چکے تھے اور حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے عرصہ ہوا ہو چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ نے دونوں مرتبہ حبشہ کی ہجرت کی تھی، جس کا بیان پہلے باب کے نمبر۱ پر گذر چکا۔ اس کے بعد جب حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہونے والا ہے اور مدینہ منورہ میری ہجرت کی جگہ ہوگی تو صحابہؓ نے مدینہ طیبہ کی ہجرت شروع کر دی اسی سلسلہ میں حضورؐ سے پہلے ہی یہ دونوں حضرات بھی مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے حضورؐ کی ہجرت کے بعد جب حضورؐ بدر کی لڑائی میں تشریف لے جانے لگے تو حضرت رقیہؓ بیمار تھیں اسی لئے حضورؐ حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمار داری کے واسطے مدینہ چھوڑ گئے۔ بدر کی فتح کی خوشخبری مدینہ طیبہ میں اس وقت پہنچی جب یہ حضرات حضرت رقیہؓ کو دفن کر کے آ رہے تھے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دفن میں شرکت نہ فرما سکے۔ حضرت رقیہؓ کے پہلے خاوند کے یہاں رخصتی بھی نہیں ہو سکی تو اولاد کا کیا ذکر۔ البتہ حضرت عثمانؓ سے ایک صاحبزادہ جن کا نام عبد اللہؓ تھا حبشہ میں پیدا ہوئے تھے جو اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہے اور چھ سال کی عمر میں ۴ھ میں انتقال فرمایا اور بعض نے لکھا ہے کہ اپنی والدہ سے ایک سال پہلے انتقال کیا۔ ان کے علاوہ کوئی اور اولاد حضرت رقیہؓ سے نہیں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ تھیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں اور حضرت فاطمہؓ میں سے کون سی بڑی تھیں۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ ام کلثومؓ بڑی تھیں۔ اول عتیبہ بن ابی لہب سے نکاح ہوا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ تبّت کے نازل ہونے پر طلاق کی نوبت آئی جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے بیان میں گذرا لیکن اُن کے خاوند تو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ گذر چکا اور ان کے خاوند عتیبہ نے طلاق دی اور حضورؐ کی خدمت اقدس میں آکر نہایت گستاخی بے ادبی اور نامناسب الفاظ بھی زبان سے نکالے۔ حضورؐ نے بددعا دی کہ یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما۔ ابوطالب اس وقت موجود تھے۔ باوجود مسلمان نہ ہونے کے سہم گئے اور کہا کہ اس کی بددعا سے تجھے خلاصی نہیں۔ چنانچہ عتیبہ ایک مرتبہ شام کے سفر میں جا رہا تھا۔ اس کا باپ ابولہب باوجود ساری عداوت اور دشمنی کے کہنے لگا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بددعا کا فکر ہے قافلہ کے سب لوگ ہماری خبر رکھیں۔ ایک منزل پر پہنچے وہاں شیر زیادہ تھے۔ رات کو تمام قافلہ

کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور اس کا ٹیلہ سا بنا کر اس پر عتیبہ کو سلایا اور قافلہ کے تمام آدمی چاروں طرف سوئے۔ رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے۔ اس کے بعد ایک زقند لگائی اور اس ٹیلے پر پہنچ کر عتیبہ کا سر بدن سے جدا کر دیا۔ اس نے ایک آواز دی مگر ساتھ ہی کام تمام ہو چکا تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور یہ قصہ پہلے بھائی کے ساتھ پیش آیا۔ بہر حال حضرت رقیہ رضؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے پہلے شوہروں میں سے ایک مسلمان ہوئے۔ دوسرے کے ساتھ یہ عبرت کا واقعہ پیش آیا۔ اسی واسطے اللہ والوں کی دشمنی سے ڈرایا جاتا ہے خود اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (جو میرے کسی ولی کو ستائے اس کو میری طرف سے لڑائی کا اعلان ہے۔ حضرت رقیہ رضؓ کے انتقال کے بعد ربیع الاول ۳ھ میں حضرت ام کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمان رضؓ سے ہوا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں نے ام کلثومؓ کا نکاح آسمانی وحی کے حکم سے عثمان رضؓ سے کیا۔ بعض روایات میں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم دونوں کے متعلق یہی ارشاد فرمایا۔ پہلے خاوند کے یہاں تو رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی۔ اولاد کوئی حضرت عثمان رضؓ سے بھی نہیں ہوئی اور شعبان ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ حضورؐ نے ان کے انتقال کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر میرے سو لڑکیاں ہوتیں اور انتقال کرتیں تو اسی طرح ایک دوسری کے بعد سب کا نکاح عثمان رضؓ سے کرتا۔ حضورؐ کی چوتھی صاحبزادی جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضؓ جو عمر میں اکثر مورخین کے نزدیک سب سے چھوٹی ہیں نبوت کے ایک سال بعد جبکہ حضورؐ کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور بعض نے نبوت سے پانچ سال پہلے پینتیس ۳۵ سال کی عمر میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کا نام فاطمہؓ الہام یا وحی سے رکھا گیا فطم کے معنی روکنے کے ہیں یعنی یہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہیں۔ ۲ھ محرم یا صفر یا رجب یا رمضان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے نکاح ہوا اور نکاح سے سات ماہ اور پندرہ دن بعد رخصتی ہوئی یہ نکاح بھی اللہ جل شانہٗ کے حکم سے ہوا۔ کہتے ہیں کہ نکاح کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی۔ اس سے بھی اکتالیسویں سال میں پیدائش یعنی پہلے قول کی تائید ہوتی ہے اور حضرت علی رضؓ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ یا چوبیس سال ڈیڑھ ماہ کی تھی۔ حضورؐ کو اپنی تمام صاحبزادیوں میں ان سے زیادہ محبت تھی۔ جب حضورؐ سفر کو تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں ان سے رخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے ان کے پاس تشریف لے جاتے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ابو جہل کی لڑکی سے دوسرے نکاح کا ارادہ فرمایا تو ان کو رنج ہوا حضورؐ

سے شکایت کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو رنج پہنچایا اس نے مجھے رنج پہنچایا اس لئے حضرت علیؓ نے ان کی زندگی میں کوئی نکاح نہیں کیا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی بھانجی امامہؓ سے نکاح کیا جس کا ذکر حضرت زینبؓ کے بیان میں گذرا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ مہینے بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں اور ایک روز خادمہ سے فرمایا کہ میں غسل کروں گی۔ پانی رکھ دو غسل فرمایا۔ نئے کپڑے پہنے۔ پھر فرمایا کہ میرا بستره گھر کے بیچ میں کر دو اس پر تشریف لے گئیں اور قبلہ رُخ لیٹ کر داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا اور فرمایا کہ بس اب میں مرتی ہوں۔ یہ فرما کر وصال فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ انھیں سے چلا اور انشاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ ان کی چھ اولاد تین لڑکے تین لڑکیاں ہوئیں۔ سب سے اول حضرت حسنؓ نکاح سے دوسرے سال میں پیدا ہوئے۔ پھر حضرت حسینؓ تیسرے سال میں یعنی ۴ھ میں پھر حضرت مُحسّنؓ (یہ س کی تشدید کے ساتھ ہے) پیدا ہوئے جن کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا۔ صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہؓ کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے بعض مورخین نے ان کو لکھا بھی نہیں۔ دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا پہلا نکاح حضرت عمر امیر المؤمنینؓ سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے زیدؓ اور ایک صاحبزادی رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد ام کلثومؓ کا نکاح عون بن جعفرؓ سے ہوا۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی محمد بن جعفرؓ سے ہوا۔ اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں انتقال کر گئی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے تیسرے بھائی عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا۔ ان سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور انہیں کے نکاح میں حضرت ام کلثومؓ کا انتقال ہوا اور اسی دن ان کے صاحبزادے زیدؓ کا بھی انتقال ہوا۔ دونوں جنازے ساتھ ہی اٹھے اور کوئی سلسلہ اولاد کا ان سے نہیں چلا۔ یہ تینوں بھائی وہی عبداللہؓ اور عونؓ اور محمدؓ ہیں جن کا قصہ چھٹے باب کے ۱۱ پر گذرا ہے۔ یہ حضرت علیؓ کے بھتیجے اور جعفر طیار کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی تیسری صاحبزادی حضرت زینبؓ تھیں جن کا نکاح عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا اور دو صاحبزادے عبداللہؓ اور عونؓ پیدا ہوئے اور ان کے ہی نکاح میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد عبداللہ بن جعفرؓ کا نکاح اُن کی ہمشیرہ حضرت ام کلثومؓ سے ہوا تھا۔ یہ اولاد حضرت فاطمہؓ سے ہے ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوسری بیویوں سے جو بعد میں ہوئیں اور بھی اولاد ہے۔ مورخین نے حضرت علیؓ کی تمام

اولاد بنیں لکھی ہے جن میں سولہ لڑکے سولہ لڑکیاں اور حضرت امام حسنؓ کے پندرہ لڑکے آٹھ لڑکیاں اور حضرت امام حسینؓ کے چھ لڑکے تین لڑکیاں رضی اللہ تعالیٰ عنھم وارضاھم اجمعین وجعلنا بھدیھم متبعین واللہ اعلم وعلمہ اتم ملخص من الخمیس والزرقانی علی المواھب والتلقیح والاصابہ واسد الغابۃ

گیارھواں باب بچّوں کا دینی جذبہ

کم سن اور نوعمر بچوں میں جو دین کا جذبہ تھا وہ حقیقت میں بڑوں کی پرورش کا ثمرہ تھا اگر ماں باپ اور دوسرے اولیا اولاد کو شفقت میں کھو دینے اور ضائع کر دینے کے بجائے شروع ہی سے ان کی دینی حالت کی خبر گیری اور اس پر تنبیہ رکھیں تو دین کے امور بچوں کے دلوں میں جگہ پکڑیں اور بڑی عمر میں جاکر وہ چیزیں ان کے لئے بمنزلۂ عادت کے ہوجائیں۔ لیکن ہم لوگ اس کے برخلاف بچّے کی ہر بُری بات پر بچہ سمجھ کر چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ زیادہ محبت کا جوش ہوتا ہے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور دین میں جتنی کوتاہی دیکھتے ہیں اپنے دل کو یہ کہکر تسلی دیتے ہیں کہ بڑے ہوکر سب درست ہوجاوے گا حالانکہ بڑے ہوکر وہی عادات پکتی ہیں جن کا شروع میں بیج بویا جاچکا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ بیج چنے کا ڈالا جائے اور اس سے گیہوں پیدا ہو۔ یہ مشکل ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ بچّے میں اچھی عادتیں پیدا ہوں دین کا اہتمام ہو۔ دین پر عمل کرنے والا ہو تو بچپن ہی سے اس کو دین کے اہتمام کا عادی بنائیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بچپن سے ہی اپنی اولاد کی نگہداشت فرماتے تھے اور دینی امور کا اہتمام کراتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص پکڑ کر لایا گیا جس نے رمضان میں شراب پی رکھی تھی اور روزہ سے نہیں تھا حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا ناس ہو ہمارے تو بچّے بھی روزہ دار ہیں ۔[1] ف یعنی تُو اتنا بڑا ہوکر بھی روزہ نہیں رکھتا اس کے بعد اس کے اسّی کوڑے شراب کی سزا میں مارے اور مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم فرماکر ملک شام کو چلتا کردیا۔

(۱) بچوں کو روزہ رکھوانا

رُبیعؓ بنت معوذ جن کا قصہ پہلے باب کے اخیر میں گذرا ہے کہتی ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ اعلان کرایا کہ آج عاشورہ کا دن ہے سب کے سب روزہ رکھیں۔ ہم لوگ اس کے بعد سے ہمیشہ

[1] بخاری

روزہ رکھتے رہے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے۔ جب وہ بھوک کی وجہ سے رونے لگتے تو روئی کے گالے کے کھلونے بنا کر ان کو بہلایا کرتے تھے اور افطار کے وقت تک اسی طرح ان کو کھیل میں لگائے رکھتے تھے۔ ف بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مائیں دودھ پیتے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ اگرچہ اس وقت قوی نہایت قوی تھے اور اب بہت ضعیف وہ لوگ اور وہ بچے اس کے متحمل تھے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جتنے کا اب تحمل ہے وہی کہاں کیا جاتا ہے۔ تحمل کا دیکھنا تو نہایت ضروری ہے مگر اب جس کا تحمل ہو اس میں کوتاہی یقیناً نامناسب ہے۔

(۲) حضرت عائشہؓ کی احادیث اور آیت کا نزول

حضرت عائشہؓ چھ سال کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں مکہ مکرمہ میں نکاح ہوا اور نویں سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں رخصتی ہوئی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں حضورؐ کا وصال ہوا۔ اٹھارہ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں اس قدر دینی مسائل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور افعال ان سے نقل کئے جاتے ہیں کہ حد نہیں مسروق رضؓ کہتے ہیں کہ بڑے بڑے صحابہؓ کو میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضؓ سے مسائل دریافت کرتے تھے عطارؒ کہتے ہیں کہ مردوں سے زیادہ مسائل سے واقف اور عالم تھیں۔ ابوموسیٰ رضؓ کہتے ہیں کہ جو علمی مشکل ہمیں درپیش آتی تھی حضرت عائشہ رضؓ کے پاس اس کے متعلق تحقیق ملتی تھی[۱] دو ہزار دو سو دس حدیثیں کتب حدیث میں ان کی ملتی ہیں[۲] خود فرماتی ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بچپن میں کھیل رہی تھی اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ قمر کی آیت بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ نازل ہوئی۔[۳] مکہ مکرمہ میں آٹھ برس کی عمر تک حضرت عائشہؓ رہی ہیں۔ اس کم عمری میں اس آیت کے نازل ہونے کی خبر ہونا اور پھر اس کا یاد بھی رکھنا دین کے ساتھ خاص ہی لگاؤ سے ہو سکتا ہے۔ ورنہ آٹھ برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے

(۳) حضرت عمیرؓ کا جہاد کی شرکت کا شوق

حضرت عمیرؓ آبی اللحم کے غلام اور کم عمر بچے تھے جہاد میں شرکت کا شوق اس وقت ہر بڑے چھوٹے کی جان تھا خیبر کی لڑائی میں شرکت کی خواہش کی۔ ان کے سرداروں نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کی کہ اجازت فرما دی جاوے۔ چنانچہ حضورؐ نے اجازت فرما دی اور ایک تلوار مرحمت فرمائی جو گلے میں لٹکالی۔ مگر تلوار بڑی تھی اور قد چھوٹا تھا اس لئے

[۱] بخاری [۲] اصابہ [۳] تلقیح [۴] بخاری

وہ زمین پر گھسٹتی جاتی تھی۔ اسی حال میں خیبر کی لڑائی میں شرکت کی۔ چونکہ بچے بھی تھے اور غلام بھی اس لئے غنیمت کا پورا حصہ تو ملا نہیں البتہ بطور عطا کے کچھ سامان حصہ میں آیا۔[1] ف ان جیسے حضرات کو یہ بھی معلوم تھا کہ غنیمت میں ہمارا پورا حصہ بھی نہیں اس کے باوجود پھر یہ شوق کہ دوسرے حضرات سے سفارشیں کرائی جاتی تھیں۔ اس کی وجہ دینی جذبہ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول ؐ کے وعدوں پر اطمینان کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

(۴) حضرت عمیرؓ کا بدر کی لڑائی میں چھپنا

حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص ایک نوعمر صحابی ہیں۔ شروع ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ مشہور صحابی کے بھائی ہیں۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی عمیرؓ کو بدر کی لڑائی کے وقت دیکھا کہ لشکر کی روانگی کی تیاری ہو رہی تھی اور وہ اِدھر اُدھر چھپتے پھر رہے تھے کہ کوئی دیکھے نہیں۔ مجھے یہ بات دیکھ کر تعجب ہوا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا ہوا چھپتے کیوں پھر رہے ہو۔ کہنے لگے مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ دیکھ لیں اور بچہ سمجھ کر جانے کی ممانعت کر دیں کہ پھر نہ جاسکوں گا اور مجھے تمنّا ہے کہ لڑائی میں ضرور شریک ہوں کیا بعید ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی کسی طرح شہادت نصیب فرمائیں۔ آخر جب لشکر پیش ہوا تو جو خطرہ تھا وہ پیش آیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے کم عمر ہونے کی وجہ سے انکار فرما دیا اور جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا۔ مگر شوق کا غلبہ تھا تحمل نہ کر سکے اور رونے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شوق کا اور رونے کا حال معلوم ہوا تو اجازت عطا فرما دی۔ لڑائی میں شریک ہوئے اور دوسری تمنّا بھی پوری ہوئی کہ اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ ان کے بھائی سعدؓ کہتے ہیں کہ ان کے چھوٹے ہونے اور تلوار کے بڑے ہونے کی وجہ سے میں اس کے تسموں میں گرہیں لگاتا تھا تاکہ اونچی ہو جائے۔[2]

(۵) دو انصاری بچوں کا ابوجہل کو قتل کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ مشہور اور بڑے صحابہؓ میں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان میں لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔ میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ کیا مدد کر سکیں گے۔ اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا چچا جان تم ابوجہل کو بھی پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ تمہاری کیا غرض ہے۔ اس نے

[1] ابوداؤد [2] اصابہ

کہا مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو اس وقت تک اُس سے جُدا نہ ہوں گا کہ وہ مرجائے یا میں مرجاؤں۔ مجھے اس کے اس سوال اور جواب پر تعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا۔ اتفاقاً میدان میں ابوجہل دوڑتا ہوا مجھے نظر پڑ گیا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جس کے بارہ میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے۔ دونوں یہ سن کر تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اُس پر تلوار چلانی شروع کر دی یہاں تک کہ اس کو گرا دیا۔ [1] ف یہ دونوں صاحبزادے معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراءؓ ہیں معاذ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنتا تھا کہ ابوجہل کو کوئی نہیں مار سکتا وہ بڑی حفاظت میں رہتا ہے۔ مجھے اسی وقت سے خیال تھا کہ میں اس کو ماروں گا۔ یہ دونوں صاحبزادے پیدل تھے اور ابوجہل گھوڑے پر سوار تھا صفوں کو درست کر رہا تھا جس وقت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دیکھا اور یہ دونوں دوڑے تو گھوڑے سوار پر براہِ راست حملہ مشکل تھا۔ اس لئے ایک نے گھوڑے پر حملہ کیا اور دوسرے نے ابوجہل کی ٹانگ پر حملہ کیا جس سے گھوڑا بھی گرا اور ابوجہل بھی گرا اور اٹھ نہ سکا۔ یہ دونوں حضرات اس کو ایسا کر کے چھوڑ آئے تھے کہ اٹھ نہ سکے وہیں پڑا تڑپتا رہے۔ مگر معوذ بن عفراءؓ ان کے بھائی نے اور ذرا ٹھنڈا کر دیا کہ مبادا اٹھ کر چلا جائے لیکن بالکل انھوں نے بھی نہ نمٹایا۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ نے بالکل ہی سر جدا کر دیا۔ معاذ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے اس کی ٹانگ پر حملہ کیا تو اُس کا لڑکا عکرمہ ساتھ تھا۔ اس نے میرے مونڈھے پر حملہ کیا۔ جس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور صرف کھال میں لٹکا ہوا رہ گیا۔ [2] میں نے اس لٹکے ہوئے ہاتھ کو کمر کے پیچھے ڈال لیا اور دن بھر دوسرے ہاتھ سے لڑتا رہا۔ لیکن جب اس کے لٹکے رہنے سے دِقّت ہوئی تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا۔ وہ کھال بھی ٹوٹ گئی جس سے وہ اٹک رہا تھا اور میں نے اس کو پھینک دیا۔ [3]

(۶) حضرت رافعؓ اور حضرت جندبؓ کا مقابلہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب لڑائی کے لئے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ سے باہر جانے کے بعد لشکر کا معائنہ فرماتے ان کے احوال کو، ان کی ضرورتوں کو دیکھتے اور لشکر کی اصلاح فرماتے۔ کم عمر بچوں کو واپس فرما دیتے۔ یہ حضرات شوق میں نکل پڑتے۔

[1] بخاری [2] اسد الغابہ [3] خمیس

چنانچہ اُحد کی لڑائی کے لئے جب تشریف لے جانا ہوا تو ایک موقع پر جا کر لشکر کا معائنہ فرمایا اور نوعمروں کو لڑکپن کی وجہ سے واپس فرما دیا جن میں حضراتِ ذیل بھی تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ زیدؓ بن ثابت، اسامہ بن زیدؓ، زید بن ارقمؓ، براء بن عازبؓ، عمرو بن حزمؓ، اسید بن ظہیرؓ عرابۃ بن اوسؓ، ابوسعید خدریؓ، سمرۃ بن جندبؓ، رافع بن خدیجؓ کہ ان کی عمریں تقریباً تیرہ چودہ برس کی تھیں۔ جب ان کو واپسی کا حکم ہوا تو حضرت خدیجؓ نے سفارش کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرا لڑکا رافع تیر چلانا بہت اچھا جانتا ہے اور خود رافع بھی اجازت کے اشتیاق میں اُبھر اُبھر کر کھڑے ہوتے تھے کہ قد لانبا معلوم ہو۔ حضورؐ نے اجازت عطا فرما دی تو سمرۃ بن جندبؓ نے اپنے سوتیلے باپ مرّہ بن سنان سے کہا کہ حضورؐ نے رافع کو تو اجازت مرحمت فرما دی اور مجھے اجازت نہیں عطا فرمائی۔ حالانکہ میں رافعؓ سے قوی ہوں اگر میرا اور اس کا مقابلہ ہو تو میں اس کو پچھاڑ لوں گا۔ حضورؐ نے دونوں کا مقابلہ کرایا تو سمرۃؓ نے رافعؓ کو واقعی پچھاڑ لیا۔ اس لئے حضورؐ نے سمرۃؓ کو بھی اجازت عطا فرما دی۔ اس کے بعد اور بچوں نے بھی کوشش کی اور بعضوں کو اور بھی اجازت مل گئی۔ اسی سلسلے میں رات ہو گئی حضورؐ نے تمام لشکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور پچاس آدمیوں کو پورے لشکر کی حفاظت کے واسطے متعین فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا۔ ایک صاحب اٹھے۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا کیا نام ہے انھوں نے کہا ذکوانؓ۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا ہماری حفاظت کون کرے گا ایک صاحب اٹھے۔ حضورؐ نے نام دریافت کیا۔ عرض کیا ابوسبع۔ (سبع کا باپ) حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ تیسری مرتبہ پھر ارشاد ہوا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا۔ پھر ایک صاحب کھڑے ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نام دریافت کیا۔ انھوں نے عرض کیا ابنؓ عبدالقیس (عبد قیس کا بیٹا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ارشاد ہوا کہ تینوں آدمی آجاؤ تو ایک صاحب حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے دونوں ساتھی کہاں گئے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ تینوں دفعہ میں ہی اٹھا تھا۔ حضورؐ نے دعا دی اور حفاظت کا حکم فرمایا۔ رات بھر یہ حضورؐ کے خیمہ کی حفاظت فرماتے رہے۔ لہ ف یہ شوق اور ولولے تھے ان حضرات کے کہ بچہ ہو یا بڑا ہر شخص کچھ ایسا مست تھا کہ جان دینا مستقل مقصود تھا۔ اسی وجہ سے کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔ رافع بنؓ خدیجؓ نے بدر کی لڑائی میں بھی اپنے آپ کو پیش کیا تھا مگر اس وقت اجازت نہ مل سکی تھی۔ پھر اُحد میں پیش کیا جس کا قصہ

لہ خمیس

ابھی گذرا اس کے بعد سے ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے ۔ اُحد کی لڑائی میں سینے میں ایک تیر لگا جب اس کو کھینچا گیا تو سارا نکل آیا مگر بھال کا حصہ اندر بدن میں رہ گیا جس نے زخم کی صورت اختیار کی اور اخیر زمانہ میں بڑھاپے کے قریب یہی زخم ہرا ہو کر موت کا سبب بنا۔ [1]

(۷) حضرت زیدؓ کا قرآن کی وجہ سے تقدم

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عمر ہجرت کے وقت گیارہ سال کی تھی اور چھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے ۔ بدر کی لڑائی میں اپنے آپ کو پیش کیا ۔ اجازت نہ ملی ۔ پھر اُحد کی لڑائی میں نکلے مگر واپس کر دیئے گئے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا بعضوں نے کہا ہے کہ چونکہ سمرہؓ اور رافعؓ دونوں کو اجازت ہو چکی تھی جیسا کہ اس سے پہلے قصہ میں گذرا اس لئے ان کو بھی اجازت ہو گئی تھی ۔ اس کے بعد سے ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے ۔ تبوک کی لڑائی میں بنو مالک کا جھنڈا حضرت عمارہؓ کے ہاتھ میں تھا ۔ حضورؐ نے عمارہؓ سے لے کر حضرت زیدؓ کو دے دیا ۔ عمارہؓ کو فکر ہوا کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی صادر ہوئی یا کوئی وجہ ناراضی پیش آئی ۔ دریافت کیا یا رسول اللہؐ میری کوئی شکایت حضورؐ تک پہنچی ہے ۔ ارشاد فرمایا یہ بات نہیں بلکہ زیدؓ قرآن شریف تم سے زیادہ پڑھا ہوا ہے قرآن نے اس کو جھنڈا اٹھانے میں مقدم کر دیا ۔ [2] ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا کہ فضائل میں دین کے اعتبار سے ترجیح فرماتے تھے ۔ یہاں اگرچہ لڑائی کا موقع تھا ۔ اور قرآن شریف کے زیادہ پڑھے ہوئے ہونے کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا ۔ اس کے باوجود حضورؐ نے قرآن پاک کی زیادتی کی وجہ سے جھنڈے کے اٹھانے میں ان کو مقدم فرمایا ۔ اکثر چیزوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا لحاظ فرماتے تھے ۔ حتیٰ کہ اگر کئی آدمیوں کو کسی ضرورت سے ایک قبر میں دفن فرمانے کی نوبت آتی تو جس کا قرآن شریف زیادہ پڑھا ہوا ہوتا تھا اس کو مقدم فرماتے جیسا کہ غزوۂ اُحد میں کیا ۔

(۸) حضرت ابو سعید خدریؓ کے باپ کا انتقال

حضرت ابو سعید خدری رضؓ فرماتے ہیں کہ میں اُحد کی لڑائی میں پیش کیا گیا تیرہ سال کی میری عمر تھی ۔ حضورؐ نے قبول نہیں فرمایا میرے والد نے سفارش بھی کی کہ اس کے قوی اچھے ہیں ہڈیاں بھی موٹی ہیں ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ میری طرف اوپر کو اٹھاتے تھے پھر نیچے کر لیتے تھے ۔ بالآخر کم عمر ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دی ۔ میرے والد اس لڑائی میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے ۔ کوئی مال وغیرہ کچھ نہ تھا ۔ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اسد الغابہ [2] اسد الغابہ

کی خدمت میں سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو صبر مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا فرماتے ہیں اور جو پاکبازی اللہ سے مانگتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو پاکباز بنا دیتے ہیں اور جو غنا چاہتا ہے اس کو غنا عطا فرماتے ہیں۔ میں نے یہ مضمون حضورؐ سے سنا پھر کچھ نہ مانگا چپکے ہی واپس آگیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو وہ رتبہ عطا فرمایا کہ نوعمر صحابہؓ میں اس بڑے درجہ کا عالم دوسرا مشکل سے ملے گا۔ لہ ف بچپن کی عمر اور باپ کے صدمہ کے علاوہ ضرورت کا وقت لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام نصیحت کو سن کر چپ چاپ چلے آنا اور اپنی پریشانی کا اظہار تک نہ کرنا۔ کیا آج کل کوئی بڑی عمر والا بھی کر سکتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے رسول کی مصاحبت کے لئے ایسے ہی لوگ چُنے تھے جو اس کے اہل تھے۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے جو خاتمہ میں آتا ہے کہ اللہ نے سارے آدمیوں میں سے میرے صحابہؓ کو چنا ہے۔

(۹) حضرت سلمہؓ بن اکوع کی غابہ پر دوڑ

غابہ مدینہ طیبہ سے چار پانچ میل پر ایک آبادی تھی۔ وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اونٹ چرا کرتے تھے۔ کافروں کے ایک مجمع کے ساتھ عبدالرحمٰن فزاری نے ان کو لوٹ لیا جو صاحب چراتے تھے ان کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر چل دیئے۔ یہ لٹیرے لوگ گھوڑوں پر سوار تھے اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے۔ اتفاقاً حضرت سلمہؓ بن اکوع صبح کے وقت پیدل تیر کمان لئے ہوئے غابہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ اچانک ان لٹیروں پر نگاہ پڑی بچے تھے دوڑتے بہت تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی دوڑ ضرب المثل اور مشہور تھی۔ یہ اپنی دوڑ میں گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے اور گھوڑا ان کو نہیں پکڑ سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی تیر اندازی میں بھی مشہور تھے۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے ایک پہاڑی پر چڑھ کر لوٹ کا اعلان کیا اور خود تیر کمان ساتھ تھی ہی ان لٹیروں کے پیچھے دوڑ لئے حتیٰ کہ ان کے پاس تک پہنچ گئے اور تیر مارنے شروع کئے اور اس پھرتی سے دمادم تیر برسائے کہ وہ لوگ بڑا مجمع سمجھے اور چونکہ خود تنہا تھے اور پیدل بھی تھے۔ اس لئے جب کوئی گھوڑا لوٹا کر پیچھا کرتا تو کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے اور آڑ میں سے اس کے گھوڑے کے تیر مارتے جس سے وہ زخمی ہوتا اور وہ اس خیال سے واپس جاتا کہ گھوڑا اگر گیا تو میں پکڑا جاؤں گا۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں غرض وہ بھاگتے رہے اور میں پیچھا کرتا رہا حتیٰ کہ جتنے اونٹ انھوں نے حضورؐ کے لوٹے تھے وہ میرے پیچھے ہو گئے اور اس کے علاوہ تیس ۳۰ برچھے اور تیس چادریں وہ اپنی چھوڑ گئے۔ اتنے میں عیینہ بن حصن کی ایک جماعت مدد کے

لہ اصابہ استیعاب

طور پر ان کے پاس پہنچ گئی اور اُن لٹیروں کو قوت حاصل ہو گئی۔ یہ بھی ان کو معلوم ہو گیا کہ میں اکیلا ہوں۔ انھوں نے کئی آدمیوں نے مل کر میرا پیچھا کیا۔ میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا وہ بھی چڑھ گئے جب میرے قریب ہو گئے تو میں نے زور سے کہا کہ ذرا ٹھیرو پہلے میری ایک بات سنو۔ تم مجھے جانتے بھی ہو کہ میں کون ہوں۔ انھوں نے کہا کہ بتا کون ہے میں نے کہا کہ میں ابن الاکوع ہوں اُس ذات پاک کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی۔ تم میں سے اگر کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور تم میں سے جس کو میں پکڑنا چاہوں وہ مجھ سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا۔ ان کے متعلق چونکہ عام طور سے یہ شہرت تھی کہ بہت زیادہ دوڑتے ہیں حتی کہ عربی گھوڑا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ دعوی کچھ عجیب نہیں تھا۔ سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں اسی طرح ان سے بات چیت کرتا رہا اور میرا مقصود یہ تھا کہ ان لوگوں کے پاس تو مدد پہنچ گئی ہے مسلمانوں کی طرف سے میری مدد بھی آجائے کہ میں بھی مدینہ میں اعلان کر کے آیا تھا۔ غرض ان سے اسی طرح میں بات کرتا رہا اور درختوں کے درمیان سے مدینہ منورہ کی طرف غور سے دیکھتا تھا کہ مجھے ایک جماعت گھوڑے سواروں کی دوڑ کر آتی ہوئی نظر آئی۔ ان میں سے سب سے آگے اخرم اسدیؓ تھے انھوں نے آتے ہی عبد الرحمٰن فزاری پر حملہ کیا اور عبد الرحمٰن بھی ان پر متوجہ ہوا۔ انھوں نے عبد الرحمٰن کے گھوڑے پر حملہ کیا اور پاؤں کاٹ دیئے جس سے وہ گھوڑا گرا اور عبد الرحمٰن نے گرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا جس سے وہ شہید ہو گئے اور عبد الرحمٰن فوراً ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ان کے پیچھے ابو قتادہؓ تھے فوراً انھوں نے حملہ شروع کر دیا۔ عبد الرحمٰن نے ابو قتادہؓ کے گھوڑے کے پاؤں پر حملہ کیا جس سے وہ گرے اور گرتے ہوئے انھوں نے عبد الرحمٰن پر حملہ کیا جس سے وہ قتل ہو گیا اور ابو قتادہؓ فوراً اسی گھوڑے پر جو اخرم اسدیؓ کا تھا اور اب اس پر عبد الرحمٰن سوار ہو رہا تھا سوار ہو گئے۔ ف بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت سلمہؓ نے اخرم اسدی کو حملہ سے روکا بھی تھا کہ ذرا ٹھہر جاؤ اپنا مجمع اور آنے دو مگر انھوں نے فرمایا کہ مجھے شہید ہونے دو۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں صرف یہی شہید ہوئے اور کفار کے بہت سے آدمی اس لڑائی میں مارے گئے۔ اس کے بعد بڑا مجمع مسلمانوں کا پہنچ گیا اور وہ لوگ بھاگ گئے تو حضرت سلمہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے ساتھ سَو آدمی کر دیں میں ان کا پیچھا کروں مگر حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اپنی جماعتوں میں پہنچ گئے۔ اکثر تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمہؓ کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ برس کی تھی۔ بارہ تیرہ برس کا لڑکا گھوڑے سواروں کی ایک بڑی جماعت کو

[1] ابوداؤد

اس طرح بھگا دے کہ ہوش وحواس گم ہوجائیں جو لُوٹا تھا وہ بھی چھوڑ دیں اور اپنا بھی سامان چھوڑ جائیں یہ اسی اخلاص کی برکت تھی جو اللہ جل شانہٗ نے اس جماعت کو نصیب فرمایا تھا۔

(۱۰) بدر کا مقابلہ اور حضرت براءؓ کا شوق

بدر کی لڑائی سب سے افضل اور سب سے زیادہ مہتم بالشان لڑائی ہے اس لئے کہ اس میں مقابلہ نہایت سخت تھا، مسلمانوں کی جماعت نہایت قلیل کل تین سو پندرہ[۳۱۵] آدمی تھے جن کے پاس صرف تین گھوڑے، چھ یا نو زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور ستر اونٹ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی باری باری سوار ہوتے تھے اور کفار کی جماعت ایک ہزار کے قریب تھی جن میں سو گھوڑے اور سات سو اونٹ اور لڑائی کا کافی سامان تھا۔ اسی وجہ سے وہ لوگ نہایت اطمینان کے ساتھ باجوں اور گانے والی عورتوں کے ساتھ میدان میں آئے۔ اِدھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت متفکر کہ مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں تھے۔ جب حضورؐ نے دونوں جماعتوں کا اندازہ فرمایا تو دعا مانگی یا اللہ یہ مسلمان ننگے پاؤں ہیں۔ تو ہی ان کو سواری دینے والا ہے۔ یہ ننگے بدن ہیں تو ہی ان کو کپڑا پہنانے والا ہے۔ یہ بھوکے ہیں تو ہی ان کا پیٹ بھرنے والا ہے۔ یہ فقیر ہیں تو ہی ان کو غنی کرنے والا ہے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ ان سب باتوں کے باوجود حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت براء بن عازبؓ دونوں حضرات لڑائی میں شرکت کے شوق میں گھر سے چل دیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ ہونے کی وجہ سے راستہ میں سے لوٹا دیا۔ ؎ یہ دونوں حضرات اُحد کی لڑائی میں سے بھی واپس کئے گئے تھے جیسا کہ پہلے قصہ میں گذر چکا ہے۔ اُحد کی لڑائی بدر کی لڑائی سے ایک سال بعد ہوئی۔ جب اس میں بھی یہ بچوں میں شمار کئے گئے تو بدر میں بطریقِ اولیٰ بچے تھے۔ مگر ان حضرات کا شوق تھا کہ بچپن ہی سے یہ ولولہ اور شوق دل میں جوش مارتا تھا اور ہر لڑائی میں شریک ہونے اور اجازت ملنے کی کوشش کرتے تھے۔

(۱۱) حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن اُبی کا اپنے باپ سے معاملہ

۵ھ میں بنو المصطلق کی مشہور جنگ ہوئی۔ اس میں ایک مہاجری اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہوگئی۔ معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دونوں طرف جماعتیں پیدا ہوگئیں اور قریب تھا کہ آپس میں لڑائی کا معرکہ گرم ہوجائے کہ درمیان میں بعض لوگوں نے پڑ کر صلح کرادی۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کا

؎ خمیس

سردار اور نہایت مشہور منافق اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ خلاف کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا اور یہی اس وقت منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ تھا اس کو جب اس قصے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کرکے کہا کہ یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا۔ اپنے مالوں کو اُن کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ لیا۔ اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو اب بھی سب چلے جاویں اور یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم ہم لوگ اگر مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقمؓ نوعمر بچّے تھے۔ وہاں موجود تھے۔ یہ سن کر تاب نہ لا سکے۔ کہنے لگے کہ خدا کی قسم تُو ذلیل ہے تُو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تیرا کوئی حمایتی نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمٰن کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں عبداللہ بن اُبی نے کہا کہ اچھا چُپ کارہ، میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا۔ مگر حضرت زیدؓ نے جاکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اُڑا دی جائے مگر حضورؐ نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضورؐ تک یہ قصّہ پہنچ گیا ہے تو حاضر خدمت ہو کر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی لفظ ایسا نہیں کہا۔ زیدؓ نے جھوٹ نقل کر دیا۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضر خدمت تھے انھوں نے بھی سفارش کی کہ یا رسول اللہؐ عبداللہ قوم کا سردار ہے بڑا آدمی شمار ہوتا ہے ایک بچّہ کی بات اس کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں۔ ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو، یا سمجھنے میں۔ حضورؐ نے اس کا عذر قبول فرما لیا۔ حضرت زیدؓ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے کو سچا ثابت کر دیا اور زیدؓ کو جھٹلا دیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا حضورؐ کی مجلس میں بھی ندامت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ بالآخر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس سے حضرت زیدؓ کی سچائی اور عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا حال ظاہر ہوا حضرت زیدؓ کی وقعت موافق مخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبداللہ بن ابی کا قصّہ بھی سب پر ظاہر ہو گیا۔ جب مدینہ منورہ قریب آیا تو عبداللہ بن ابی کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہؓ تھا اور بڑے پکے مسلمانوں میں تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور باپ سے کہنے لگے کہ اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک اس کا اقرار نہ کرے

کہ تُو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ صاحبزادہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ بہت احترام اور نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضورؐ کے مقابلہ میں تحمل نہ کر سکے۔ آخر اُس نے مجبور ہو کر اس کا اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا۔[1]

(۱۲) حضرت جابرؓ کی حمراء الاسد میں شرکت

اُحد کی لڑائی سے فراغت پر مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے۔ سفر اور لڑائی کی تکان خوب تھی۔ مگر مدینہ منورہ پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان نے لڑائی سے واپسی پر حمراء الاسد (ایک جگہ کا نام ہے) پہنچ کر ساتھیوں سے مشورہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے ایسے موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیئے تھا کہ نہ معلوم پھر ایسا وقت آسکے یا نہ آسکے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر کے لوٹنا چاہیئے تھا اس ارادہ سے اس نے واپسی کا مشورہ کیا حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ اُحد میں ساتھ تھے وہی صرف ساتھ ہوں اور دوبارہ حملہ کے لئے چلنا چاہیئے۔ اگرچہ مسلمان اس وقت تھکے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود سب کے سب تیار ہو گئے۔ چونکہ حضورؐ نے اعلان فرمادیا تھا کہ صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جو احد میں ساتھ تھے۔ اس لئے حضرت جابرؓ نے درخواست کی کہ یارسول اللہؐ میری تمنّا احد میں بھی شرکت کی تھی مگر والد نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ میری سات بہنیں ہیں۔ کوئی مرد اور ہے نہیں انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا رہنا ضروری ہے اور وہ خود جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اس لئے مجھے اجازت نہ دی تھی اُحد کی لڑائی میں ان کی شہادت ہوگئی۔ اب حضورؐ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں بھی ہمرکاب چلوں۔ حضورؐ نے اجازت عطا فرمادی۔ ان کے علاوہ کوئی اور ایسا شخص نہیں گیا جو احد میں شریک نہ ہو۔[2] ف حضرت جابرؓ کا اس شوق و تمنا سے اجازت مانگنا کس قدر قابلِ رشک ہے کہ والد کا ابھی انتقال ہوا ہے۔ قرضہ بھی باپ کے ذمّہ بہت سا ہے وہ بھی یہود کا۔ جو سختی کا برتاؤ کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ خاص طور سے سختی کا معاملہ کر رہے تھے اس سب کے علاوہ بہنوں کے گذران کا فکر کہ سات بہنیں بھی باپ نے چھوڑی ہیں جن کی وجہ سے ان کو احد کی لڑائی میں شرکت کی باپ نے اجازت بھی نہ دی تھی لیکن جہاد کا شوق ان سب پر غالب ہے۔

---

[1] خمیس [2] خمیس

⑬ حضرت ابن زبیرؓ کی بہادری روم کی لڑائی میں ۱۵۸

حضرت عثمان رضؓ کے زمانۂ خلافت میں ۲۶ھ میں مصر کے پہلے حاکم حضرت عمرو بن عاصؓ کی بجائے جب عبداللہ بن ابی سرح رضؓ حاکم بنائے گئے تو وہ روم کی لڑائی کے واسطے بیس ہزار کے مجمع کے ساتھ نکلے۔ رومیوں کا لشکر دو لاکھ کے قریب تھا۔ بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ رومیوں کے امیر جرجیر نے اعلان کیا کہ جو شخص عبداللہ بن ابی سرح کو قتل کر دے گا اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا اور ایک لاکھ دینار انعام بھی دوں گا۔ اس اعلان سے بعض مسلمانوں کو فکر ہوا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو معلوم ہوا انھوں نے کہا یہ فکر کی بات نہیں ہماری طرف سے بھی اعلان کیا جائے کہ جو جرجیر کو قتل کرے گا اُس کی بیٹی سے اُس کا نکاح کیا جائے گا اور ایک لاکھ دینار انعام اور مزید یہ کہ اسی کو ان شہروں کا امیر بھی بنا دیا جائے گا۔ الغرض دیر تک مقابلہ ہوتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دیکھا کہ جرجیر سارے لشکر کے پیچھے ہے اور لشکر اس سے آگے بڑھا ہوا ہے۔ دو باندیاں مور کے پروں سے اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ انھوں نے غفلت کی حالت میں لشکر سے ہٹ کر اُس پر تنہا جا کر حملہ کیا۔ وہ یہ سمجھتا رہا کہ یہ تنہا اس طرح بڑھے آ رہے ہیں۔ کوئی پیغامِ صلح لے کر آئے ہیں۔ مگر انھوں نے سیدھے پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا اور تلوار سے سر کاٹ کر برچھے پر اٹھا کر لے آئے اور سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ ف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نوعمر ہی تھے۔ ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش مہاجرین میں ان کی ہی ہے۔ مسلمانوں کو ان کی پیدائش سے بہت خوشی ہوئی تھی اس لیے کہ ایک سال تک کسی مہاجری کے کوئی لڑکا نہ ہوا تھا تو یہود نے یہ کہہ دیا تھا کہ ہم نے ان مہاجرین پر جادو کر رکھا ہے ان کے لڑکا نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ کا معمول بچوں کو بیعت فرمانے کا نہیں تھا۔ لیکن حضرت ابن زبیر رضؓ کو سات برس کی عمر میں بیعت فرما لیا تھا۔ اس لڑائی کے وقت ان کی عمر چوبیس پچیس سال کی تھی۔ اس عمر میں دو لاکھ کے مجمع کو پھلانگ کر اس طرح سے بادشاہ کا سر کاٹ لانا معمولی چیز نہیں

⑭ حضرت عمرو رضؓ بن سلمہ کا کفر کی حالت میں قرآن پاک یاد کرنا

عمرو بن سلمہ رضؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ طیبہ کے راستے میں ایک جگہ رہا کرتے تھے وہاں کے آنے جانے والے ہمارے پاس سے گذرتے تھے جو لوگ مدینہ منورہ سے واپس آتے ہم اُن سے حالات پوچھا کرتے کہ لوگوں کا کیا حال چال ہے۔ جو صاحب نبوت کا دعوی کرتے ہیں اُن کی کیا خبر ہے۔ وہ لوگ حالات بیان کرتے کہ وہ کہتے ہیں مجھ پر وحی آتی ہے۔ یہ یہ آیتیں نازل

ہوئیں۔ میں کم عمر بچہ تھا وہ جو بیان کرتے میں اس کو یاد کرلیا کرتا۔ اسی طرح مسلمان ہونے سے پہلے ہی مجھے بہت سا قرآن شریف یاد ہوگیا تھا۔ عرب کے سب لوگ مسلمان ہونے کے لئے مکہ والوں کا انتظار کر رہے تھے۔ جب مکّہ مکرمہ فتح ہوگیا تو ہر جماعت اسلام میں داخل ہونے کے لئے حاضر خدمت ہوئی۔ میرے باپ بھی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ ساری قوم کی طرف سے قاصد بن کر حاضر خدمت ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شریعت کے احکام بتائے اور نماز سکھائی۔ جماعت کا طریقہ بتایا اور ارشاد فرمایا کہ جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کے لئے افضل ہے۔ میں چونکہ آنے والوں سے آیتیں سن کر ہمیشہ یاد کرلیا کرتا تھا اس لئے سب سے زیادہ حافظ قرآن میں ہی تھا۔ سب نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ حافظ قرآن کوئی بھی قوم میں نہ نکلا تو مجھ ہی کو انھوں نے امام بنایا۔ میری عمر اس وقت چھ سات برس کی تھی۔ جب کوئی مجمع ہوتا یا جنازہ کی نماز کی نوبت آتی تو مجھ ہی کو امام بنایا جاتا۔ [1] ف یہ دین کی طرف طبعی میلان اور رجحان کا اثر تھا کہ اس عمر میں بغیر مسلمان ہوئے قرآن شریف کا حصہ بہت سا یاد کرلیا۔ رہا بچہ کی امامت کا قصہ یہ مسئلہ کی بحث ہے جن کے نزدیک جائز ہے اُن کے نزدیک تو اشکال نہیں اور جن کے نزدیک جائز نہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ان ہی لوگوں کو ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں جس کو قرآن زیادہ یاد ہو۔ بچے اس سے مراد نہیں تھے۔

(۱۵) حضرت ابن عباسؓ کا اپنے غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام حضرت عکرمہؒ مشہور علماء میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرے آقا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قرآن اور حدیث اور شریعت کے احکام پڑھانے کے لئے میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی تھی کہ کہیں آؤں جاؤں نہیں۔ وہ مجھے قرآن شریف پڑھاتے اور حدیث شریف پڑھاتے۔ [2] ف حقیقت میں پڑھنا اسی صورت سے ہوسکتا ہے۔ جو لوگ پڑھنے کے زمانہ میں سیر و سفر اور بازار کی تفریح کے شوق میں رہتے ہیں وہ بے کار اپنی عمر ضائع کرتے ہیں اسی چیز کا اثر تھا کہ پھر عکرمہ غلام حضرت عکرمہؒ بن گئے کہ بحر الامۃ اور حبر الامۃ کے القاب سے یاد کئے جانے لگے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ تمام تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک عکرمہؒ ہیں۔

(۱۶) حضرت ابن عباسؓ کا بچپن میں حفظ قرآن

خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے تفسیر پوچھو میں نے بچپن میں قرآن شریف

[1] بخاری ابوداؤد [2] بخاری ابن سعد

حفظ کیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے دس برس کی عمر میں اخیر کی منزل پڑھ لی تھی۔[1]
ف اس زمانہ کا پڑھنا ایسا نہیں تھا جیسا کہ اس زمانہ میں ہم لوگ غیر زبان والوں کا بلکہ جو کچھ پڑھتے تھے وہ مع تفسیر کے پڑھتے تھے۔ اسی واسطے حضرت ابن عباسؓ تفسیر کے بہت بڑے امام ہیں کہ بچپن کا یاد کیا ہوا بہت محفوظ ہوتا ہے۔ چنانچہ تفسیر کی حدیثیں جتنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل ہیں بہت کم دوسرے حضرات سے اتنی نقل ہوں گی۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ قرآن کے بہترین مفسر ابن عباسؓ ہیں۔ ابوعبدالرحمٰن رضؓ کہتے ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم کو قرآن شریف پڑھاتے تھے وہ کہتے تھے کہ صحابہؓ حضورؐ سے دس آیتیں قرآن کی سیکھتے تھے۔ اس کے بعد دوسری دس آیتیں اس وقت تک نہیں سیکھتے تھے جب تک پہلی دس آیتوں کے موافق علم اور عمل نہیں ہو جاتا تھا۔[2] تیرہ سال کی عمر تھی جس وقت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس عمر میں جو درجہ تفسیر و حدیث میں حاصل کیا وہ کھلی کرامت اور قابل رشک ہے کہ امام تفسیر ہیں اور بڑے بڑے صحابہؓ تفسیر ان سے دریافت کرتے ہیں اگرچہ یہ حضورؐ ہی کی دعا کا ثمرہ تھا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم استنجے تشریف لے گئے۔ باہر تشریف لائے تو لوٹا بھرا ہوا رکھا تھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کس نے رکھا ہے۔ عرض کیا گیا کہ ابن عباسؓ نے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خدمت پسند آئی اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دین کا فہم اور کتاب اللہ کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اس کے بعد ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھ رہے تھے یہ بھی نیت باندھ کر پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے ہاتھ سے کھینچکر برابر کھڑا کر لیا کہ ایک مقتدی اگر ہو تو اس کو برابر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد حضورؐ تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہ ذرا سا پیچھے کو ہٹ گئے۔ حضورؐ نے نماز کے بعد دریافت فرمایا۔ عرض کیا کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ آپؐ کے برابر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہوں۔ حضورؐ نے علم و فہم کے زیادہ ہونے کی دعا دی۔[3]

(۱۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ کا حفظِ حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اُن عابد اور زاہد صحابہؓ میں تھے کہ روزانہ ایک کلام مجید ختم کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ دار رہتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثیر محنت پر تنبیہ بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں بدن ضعیف ہو جائے گا۔ آنکھیں رات بھر جاگنے سے پتھرا جائیں گی۔ بدن کا بھی حق ہے اہل و عیال کا بھی حق ہے آنے جانے والوں کا بھی حق ہے۔ کہتے ہیں میرا معمول تھا کہ روزانہ ایک

[1] بخاری فتح [2] منتخب کنز [3] اصابہ

ختم کرتا تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مہینے میں ایک قرآن پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے اپنی قوت اور جوانی سے منتفع ہونے کی اجازت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا بیس روز میں ایک ختم کر لیا کرو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بہت کم ہے۔ مجھے اپنی جوانی اور قوت سے متمتع ہونے کی اجازت دیجئے۔ غرض اسی طرح عرض کرتا رہا۔ اخیر میں تین دن میں ایک ختم کی اجازت ہوئی۔ ان کا معمول تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تحریر کیا کرتے تھے تاکہ یاد رہیں۔ چنانچہ ان کے پاس ایک مجموعہ حضورؐ کی احادیث کا لکھا ہوا تھا جس کا نام انھوں نے صادقہ رکھا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ سے جو سنتا اس کو لکھ لیا کرتا تاکہ یاد رہے۔ مجھے لوگوں نے منع کیا کہ حضورؐ بہر حال آدمی ہیں کبھی غصہ اور ناراضی میں کسی کو کچھ فرماتے ہیں کبھی خوشی اور مزاح میں کچھ ارشاد ہوتا ہے۔ ہر بات نہ لکھا کرو میں نے چھوڑ دیا۔ ایک مرتبہ حضورؐ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لکھا کرو۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اس منہ سے غصہ میں یا خوشی میں حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی[1]۔ ف حضرت عبداللہ بن عمروؓ باوجود اس قدر زاہد عابد ہونے کے کثرتِ عبادت میں ممتاز شمار کئے جاتے ہیں۔ پھر بھی ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ میں مجھ سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں بجز عبداللہ بن عمروؓ کے کہ وہ لکھتے تھے میں لکھتا نہیں تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی روایات ابوہریرہ رضؓ سے بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگرچہ ہمارے زمانے میں ابوہریرہؓ کی روایات ان سے کہیں زیادہ ملتی ہیں جس کی بہت سی وجوہ ہیں لیکن اس زمانہ میں اتنی عبادت پر بھی کثرت سے ان کی احادیث موجود تھیں۔

(۱۸) حضرت زید بن ثابت رضؓ کا حفظِ قرآن

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان جلیل القدر صحابہؓ میں ہیں جو اپنے زمانہ میں بڑے عالم اور بڑے مفتی شمار ہوتے تھے۔ بالخصوص فرائض کے ماہر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں فتویٰ قضاء فرائض قرأت میں ان کا شمار چوٹی کے لوگوں میں تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت کم عمر بچے تھے۔ گیارہ برس کی عمر تھی اسی وجہ سے باوجود خواہش کے ابتدائی لڑائیوں یعنی بدر وغیرہ میں شرکت کی اجازت نہیں ہوئی۔ ہجرت سے پانچ برس پہلے چھ سال کی عمر میں یتیم بھی ہو گئے تھے۔ حضورؐ جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو جیسے اور لوگ حاضرِ خدمت ہو رہے تھے اور حصولِ برکت کے واسطے بچوں کو بھی، اتھ لا رہے تھے۔ زید رضؓ بھی خدمت میں حاضر کئے گئے۔ زید رضؓ کہتے ہیں کہ

[1] مسند احمد۔ ابن سعد

میں حضورؐ کی خدمت میں جب پیش کیا گیا تو عرض کیا گیا کہ یہ قبیلہ نجّار کا ایک لڑکا ہے۔ آپؐ کی تشریف آوری سے قبل ہی اس نے سترہ سورتیں قرآن پاک کی حفظ کرلیں۔ حضورؐ نے امتحان کے طور پر مجھے پڑھنے کو ارشاد فرمایا میں نے سورۂ قٓ حضورؐ کو سنائی۔ حضورؐ کو میرا پڑھنا پسند آیا۔ حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطوط یہود کے پاس بھیجنا ہوتے تھے وہ یہود ہی لکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہود کی جو خط وکتابت ہوتی ہے اس پر مجھ کو اطمینان نہیں کہ گڑبڑ نہ کردیتے ہوں۔ تُو یہود کی زبان سیکھ لے۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں پندرہ دن میں ان کی زبان عبرانی میں کامل ہوگیا تھا۔ اس کے بعد سے جو تحریر ان کو جاتی وہ میں ہی لکھتا اور جو تحریر یہود کے پاس سے آتی وہ میں ہی پڑھتا۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بعض لوگوں کو سریانی زبان میں خطوط لکھنا پڑتے ہیں۔ اس لئے مجھ کو سریانی زبان سیکھنے کے لئے ارشاد فرمایا میں نے سترہ دن میں سریانی زبان سیکھ لی تھی۔[۱]

(۱۹) حضرت امام حسنؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ

سیدالسادات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش جمہور کے قول کے موافق رمضان ۳ھ میں ہے۔ اس اعتبار سے حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر سات برس اور کچھ مہینوں کی ہوئی۔ سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں کوئی علمی کمال حاصل کیا جاسکتا ہو لیکن اس کے باوجود حدیث کی کئی روایتیں ان سے نقل کی جاتی ہیں۔ ابوالحوراُ ایک شخص ہیں انھوں نے حضرت حسنؓ سے پوچھا کہ تمہیں حضورؐ کی کوئی بات یاد ہے انھوں نے فرمایا ہاں میں حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا۔ راستہ میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ رہا تھا۔ میں نے اس میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کخ کخ (رہا یا) فرمایا اور میرے منہ سے نکال دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے اور میں نے پانچوں نمازیں حضورؐ سے سیکھی ہیں[۲] حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ مجھے وتر میں پڑھنے کیلئے حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بتائی تھی اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ۔ ترجمہ: اے اللہ تو مجھے ہدایت فرما منجملہ اُن کے جن کو تو نے ہدایت فرمائی اور مجھے عافیت عطا فرما ان لوگوں کے ذیل میں جن کو تو نے عافیت بخشی اور تو میرے کاموں کا متولی بن جا ان اور بہت سے لوگوں کا متولی ہے اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا

[۱] فتح۔ اصابہ [۲] مسند احمد

اس میں برکت عطا فرما اور جو کچھ تونے مقدر فرمایا ہے اس کی برائی سے مجھے بچا کہ تُو تو جو چاہے طے فرما سکتا ہے۔ تیرے خلاف کوئی شخص کچھ بھی فیصلہ نہیں کرسکتا اور جس کا تو والی ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا۔ تیری ذات بابرکت ہے اور سب سے بلند ہے۔ امام حسن رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سُنا کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک اسی جگہ بیٹھا رہے وہ جہنم کی آگ سے نجات پائے گا۔ حضرت حسن رضؓ نے کئی حج پیدل کئے اور ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ مرنے کے بعد اللہ سے ملوں اور اس کے گھر پاؤں چل کر نہ گیا ہوں۔ نہایت حلیم مزاج تھے اور پرہیزگار۔ مسند احمد میں متعدد روایات ان سے نقل کی گئی ہیں۔ اور صاحب تلقیح نے ان صحابہؓ میں ان کو ذکر کیا ہے جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی جاتی ہیں سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے اس وقت کی اتنی احادیث کا یاد رکھنا اور نقل کرنا حافظہ کا کمال ہے اور شوق کی انتہا۔ افسوس ہے کہ ہم لوگ اپنے بچوں کو سات برس تک دین کی معمولی سی باتیں بھی نہیں بتاتے۔

(۲۰) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن میں علمی مشغلہ

سید السادات حضرت حسین رضؓ اپنے بھائی حضرت حسنؓ سے بھی ایک سال چھوٹے تھے اس لئے ان کی عمر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت اور بھی کم تھی یعنی چھ برس اور چند مہینے کی تھی۔ چھ برس کا بچہ کیا دین کی باتوں کو محفوظ کرسکتا ہے۔ لیکن امام حسینؓ کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں نقل کی جاتی ہیں اور محدثین نے اس جماعت میں ان کا شمار کیا ہے جن سے آٹھ حدیثیں منقول ہیں۔ امام حسین رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ کوئی مسلمان مرد ہو یا عورت اس کو کوئی مصیبت پہنچی ہو پھر وہ عرصہ کے بعد یاد آئے اور یاد آنے پر پھر وہ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اس کو اس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا جتنا کہ مصیبت کے وقت پہنچا تھا۔ یہ بھی حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری امت جب دریا پر سوار ہو اور سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ ط پڑھے تو یہ ڈوبنے سے امن کا ذریعہ ہے۔ حضرت حسین رضؓ نے پچیس[۲۵] حج پیدل کئے ہیں۔ نماز اور روزہ کی بھی بہت کثرت فرماتے تھے اور صدقہ اور دین کے ہر کام میں کثرت کا اہتمام تھا۔ ربیعہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسین رضؓ سے پوچھا کہ حضورؐ کی کوئی بات آپ کو یاد ہے۔ انھوں نے فرمایا ہاں میں ایک کھڑکی پر چڑھا جس میں کھجوریں رکھی تھیں اس میں سے ایک کھجور میں نے منھ میں رکھ لی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو پھینک دو ہم کو صدقہ جائز نہیں۔ حضرت حسینؓ سے حضورؐ کا

یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار کاموں میں مشغول نہ ہو۔ لے
ان کے علاوہ اور بھی متعدد روایات آپؓ سے منقول ہیں۔ ف اس قسم کے واقعات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بکثرت ہیں کہ بچپن کے واقعات حضورؐ سے نقل کئے اور یاد رکھے محمود بن الربیعؓ ایک صحابی ہیں جن کی عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت پانچ برس کی تھی وہ کہتے ہیں کہ میں عمر بھر اس بات کو نہیں بھولوں گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے ہمارے یہاں ایک کنواں تھا۔ اس کے پانی سے ایک کلّی میرے منہ پر کی۔ ٹے

ہم لوگ بچوں کو واہی تباہی فضول باتوں میں لگاتے ہیں جھوٹے جھوٹے قصّے ان کو سنا کر لغویات میں دماغ کو پریشان کرتے ہیں اگر اللہ والوں کے قصّے تلاش کر کے ان کو سنائے جائیں اور بجائے جن بھوت سے ڈرانے کے اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرائیں اور اللہ کی ناراضی کی اہمیت اور ہیبت دل میں پیدا کریں تو دنیا میں بھی ان کے کارآمد ہو اور آخرت میں تو مفید ہے ہی بچپن کا زمانہ حافظہ کی قوت کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس وقت کا یاد کیا ہوا کبھی بھی نہیں بھولتا ایسے وقت میں اگر قرآن پاک حفظ کرا دیا جائے تو نہ کوئی دقت ہو نہ وقت خرچ ہو میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بھی بارہا سنا اور اپنے گھر کی بوڑھیوں سے بھی سنا ہے کہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب دودھ چھڑایا گیا ہے تو پاؤ پارہ حفظ ہو چکا تھا اور ساتویں برس کی عمر میں قرآن شریف پورا حفظ ہو چکا تھا اور وہ اپنے والد یعنی میرے دادے صاحب سے مخفی فارسی کا بھی معتدبہ حصہ بوستاں سکندر نامہ وغیرہ پڑھ چکے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد صاحب نے قرآن شریف ختم ہونے کے بعد یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ایک قرآن شریف روزانہ پڑھ لیا کرو۔ باقی تمام دن چھٹی، میں گرمی کے موسم میں صبح کی نماز کے بعد مکان کی چھت پر بیٹھا کرتا تھا اور چھ سات گھنٹہ میں قرآن شریف پورا کر کے دوپہر کو روٹی کھاتا تھا اور شام کو اپنی خوشی سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔ چھ ماہ تک مسلسل یہی معمول رہا۔ چھ ماہ تک روزانہ ایک کلام مجید پڑھنا اور پھر اس کے ساتھ ہی دوسرے اسباق بھی پڑھتے رہنا اور وہ بھی سات برس کی عمر میں کوئی معمولی بات نہیں۔ اسی کا یہ ثمرہ تھا کہ قرآن شریف میں متشابہ لگنا یا بھولنا جانتے ہی نہ تھے۔ چونکہ ظاہری معاش کتابوں کی تجارت پر تھی اور کتب خانہ کا اکثر کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ اس لئے ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہاتھ سے کام کرتے وقت زبان سے تلاوت نہ فرماتے رہتے ہوں اور کبھی کبھی اسی کے ساتھ ہم لوگوں کو جو مدرسہ سے الگ پڑھتے تھے اسباق بھی پڑھا دیا کرتے تھے اس طرح تین کام ایک وقت میں کر لیا کرتے تھے۔ مگر ان کا طریقۂ تعلیم ہم لوگوں کے

لے اسد الغابہ۔ استیعاب ٹے اصابہ

ساتھ وہ نہیں تھا جو مدرسہ کے اسباق کا تھا اور عام مدارس کا مروّجہ طریقہ ہے کہ سارا بوجھ استاد ہی کے ذمہ رہے بلکہ مخصوص طلبہ کے ساتھ یہ طریقہ تھا کہ شاگرد عبارت پڑھے ترجمہ کرے مطلب بیان کرے اگر وہ مطلب صحیح ہوتا تو آگے چلو فرما دیتے اور غلط ہوتا تو اگر غلطی قابل تنبیہ ہوتی تو تنبیہ فرماتے اور قابل بتانے کے ہوتی تو بتا دیتے۔ یہ پرانے زمانے کا قصہ نہیں ہے اسی صدی کا واقعہ ہے لہذا یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ صحابہؓ جیسے قویٰ اور ہمتیں اب کہاں سے لائی جائیں۔

بارہواں باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبّت کے واقعات میں

اگرچہ جتنے قصّے اب تک نقل کئے گئے ہیں وہ سب ہی محبت کے کرشمے تھے کہ محبت ہی ان حضرات کی والہانہ زندگی کا سبب تھی جس کی وجہ سے نہ جان کی پرواہ تھی نہ زندگی کی تمنا نہ مال کا خیال تھا نہ تکلیف کا خوف نہ موت سے ڈر۔ اس کے علاوہ محبت حکایت کی چیز بھی نہیں وہ ایک کیفیت ہے جو الفاظ و عبارات سے بالاتر ہے محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دل میں بس جانے کے بعد محبوب کو ہر چیز پر غالب کر دیتی ہے نہ اس کے سامنے ننگ و ناموس کوئی چیز ہے نہ عزت و شرافت کوئی شے، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اور اپنے محبوب کے وسیلہ سے اپنی اور اپنے پاک رسولؐ کی محبت عطا فرمائیں تو ہر عبادت میں لذت ہے اور دین کی ہر تکلیف میں راحت۔

(۱) حضرت ابوبکر رضؓ کا اعلانِ اسلام اور تکلیف

ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ ان کو کفار سے اذیت نہ پہنچے اخفا کی تلقین ہوتی تھی۔ جب مسلمانوں کی مقدار انتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار کی درخواست کی کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول انکار فرمایا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اصرار پر قبول فرما لیا اور ان سب حضرات کو ساتھ لے کر مسجد کعبہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا۔ یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہدا حضرت حمزہؓ اسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے تین دن بعد حضرت عمر رضؓ مشرف باسلام ہوئے ہیں خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار

ومشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں ان کی عام طور سے عظمت وشرافت مسلّم تھی اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا۔ ناک کان سب لہولہان ہو گئے تھے۔ پہچانے نہ جاتے تھے۔ جوتوں سے لاتوں سے مارا۔ پاؤں میں رونداا ور جو نہ کرنا تھا سب ہی کچھ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ بے ہوش ہو گئے۔ بنوتیم یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی وہ وہاں سے اٹھا کر لائے۔ کسی کو بھی اس میں تردد نہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اس وحشیانہ حملہ سے زندہ بچ سکیں گے۔ بنوتیم مسجد میں آئے۔ اور اعلان کیا کہ حضرت ابوبکر رضؓ کی اگر اس حادثہ میں وفات ہو گئی تو ہم لوگ اُن کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے۔ عتبہ نے حضرت صدیق اکبر رضؓ کے مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابوبکرؓ کو بے ہوشی رہی۔ باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی کہ ان ہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضورؐ ہی کا جذبہ اور ان ہی کی لے۔ لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے کہ بددلی بھی تھی اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپ کی والدہ اُم خیر رضؓ سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا انتظام کر دیں۔ وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابوبکر رضؓ کی وہی ایک صدا تھی کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ حضورؐ پر کیا گذری۔ ان کی والدہ نے فرمایا مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُم جمیلؓ (حضرت عمر رضؓ کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کر لو کہ کیا حال ہے۔ وہ بے چاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتابانہ درخواست کو پورا کرنے کے واسطے اُم جمیلؓ کے پاس گئیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی عام دستور کے موافق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کون ابوبکر رضؓ۔ تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا اگر تُو کہے تو میں چل کر اس کی حالت دیکھوں۔ اُم خیرؓ نے قبول کر لیا۔ ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابوبکر رضؓ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کر سکیں۔ بے تحاشا رونا شروع کر دیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کئے کی سزا دے۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے پھر پوچھا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے اُم جمیل رضؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی والدہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ سن رہی ہیں آپؓ نے

فرمایا کہ اُن سے خوف نہ کرو تو اُم جمیلؓ نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ارقمؓ کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک حضورؐ کی زیارت نہ کرلوں۔ ان کی والدہ کو تو بے قراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کرلوں کچھ نہ کھاؤں گا۔ اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمدورفت بند ہو جائے۔ مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گذر گیا تو حضرت ابوبکرؓ کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں ارقمؓ کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضورؐ سے لپٹ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی لپٹ کر روئے اور مسلمان بھی سب رونے لگے کہ حضرت ابوبکرؓ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں آپؐ ان کے لئے ہدایت کی دعا بھی فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دعا فرمائی۔ اس کے بعد ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ وہ بھی اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔ [1]

ف عیش و عشرت نشاط و فرحت کے وقت محبت کے دعوے کرنے والے سینکڑوں ہوتے ہیں۔ محبت و عشق وہی ہے جو مصیبت اور تکلیف کے وقت بھی باقی رہے۔

(۲) حضرت عمرؓ کا حضورؐ کے وصال پر رنج

حضرت عمرؓ باوجود اپنی اس ضرب المثل قوت، شجاعت، دلیری اور بہادری کے جو آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد بھی شہرۂ آفاق ہے اور باوجودیکہ اسلام کا ظہور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے ہی سے ہوا کہ اسلام لانے کے بعد اپنے اسلام کا اخفا گوارا نہ ہوا۔ حضورؐ کے ساتھ محبت کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ یہ ہے کہ اپنی اس بہادری کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی حالت کا تحمل نہ فرما سکے۔ سخت حیرانی اور پریشانی کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہو گیا ہے تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام طور پر تشریف لے گئے تھے۔ عنقریب حضورؐ واپس تشریف لائیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے جو حضورؐ کے انتقال کی جھوٹی خبر اڑا رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ بالکل گم سُم تھے کہ دوسرے دن تک بالکل آواز نہیں نکلی چلتے پھرتے

[1] خمیس

تھے مگر بولا نہیں جاتا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ چاپ بیٹھے رہ گئے کہ حرکت بھی بدن کو نہ ہوتی تھی صرف ایک حضرت ابو بکرؓ کا دم تھا کہ اس وقت کے پہاڑ جیسے وقت کو برداشت کیا اور اپنی اس محبت کے باوجود جو پہلے قصہ میں گذری اس وقت نہایت سکون سے تشریف لاکر اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور باہر تشریف لاکر حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد خطبہ پڑھا جس کا حاصل یہ تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو وہ جان لے کہ حضورؐ کا وصال ہو چکا لیکن جو شخص اللہ کی پرستش کرتا ہو وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ زندہ ہیں اور ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اس کے بعد کلام پاک کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اخیر تک تلاوت فرمائیؔ ترجمہ: محمد (صلعم) نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں جس پر موت وغیرہ نہ آسکے) سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید بھی ہو جاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر جائیگا تو خدا تعالیٰ کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا (اپنا ہی کچھ کھووے گا) اور خدا تعالیٰ شانہٗ جلد ہی جزا دے گا حق شناس لوگوں کو۔ ؔ ف چونکہ اللہ جل شانہٗ کو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سے خلافت کا اہم کام لینا تھا اسلئے ان کی شایان شان اس وقت یہی حالت تھی اسی وجہ سے اس وقت جس قدر استقلال اور تحمل حضرت صدیق اکبرؓ میں تھا کسی میں بھی نہ تھا اور اس کے ساتھ ہی جس قدر مسائل دفن و میراث وغیرہ کے اس وقت کے مناسب حضرت صدیقؓ اکبر کو معلوم تھے مجموعی طور پر کسی کو بھی معلوم نہ تھے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اختلاف ہوا کہ مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے یا مدینہ منورہ میں یا بیت المقدس میں تو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ نبی کی قبر اسی جگہ ہوتی ہے جہاں اس کی وفات ہو۔ لہٰذا جس جگہ وفات ہوئی ہے اسی جگہ قبر کھودی جائے۔ آپؓ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا کہ ہم لوگوں (یعنی انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا متولی بنے اور وہ لاپرواہی سے کوتاہی کرتے ہوئے کسی دوسرے کو امیر بنائے اس پر لعنت ہے۔ نیز حضورؐ کا ارشاد کہ قریش اس امر یعنی سلطنت کے متولی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

(۳) ایک عورت کا حضورؐ کی خبر کے لئے بے قرار ہونا

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت بھی بہت پہنچی اور شہید بھی بہت سے ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں

ؔ خمیس ؔ بیان القرآن

یہ وحشت اثر خبر پہنچی تو عورتیں پریشان ہو کر تحقیق حال کے لئے گھر سے نکل پڑیں ایک انصاری عورت نے مجمع کو دیکھا تو بیتابانہ پوچھا کہ حضورﷺ کیسے ہیں؟ اس مجمع میں سے کسی نے کہا کہ تمہارے والد کا انتقال ہو گیا انھوں نے انا للہ پڑھی اور پھر بے قراری سے حضورﷺ کی خیریت دریافت کی۔ اتنے میں کسی نے خاوند کے انتقال کی خبر سنائی اور کسی نے بیٹے کی اور کسی نے بھائی کی کہ یہ سب ہی شہید ہو گئے تھے۔ مگر انھوں نے پوچھا کہ حضورﷺ کیسے ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ حضورﷺ بخیریت ہیں تشریف لا رہے ہیں۔ اس سے اطمینان نہ ہوا۔ کہنے لگیں کہ مجھے بتادو کہاں ہیں۔ لوگوں نے اشارہ کر کے بتایا کہ اُس مجمع میں ہیں۔ یہ دوڑی ہوئی گئیں اور اپنی آنکھوں کو حضورﷺ کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کیا یا رسول اللہﷺ آپ کی زیارت ہو جانے کے بعد ہر مصیبت ہلکی اور معمولی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورﷺ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا یا رسول اللہﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ جب آپؐ زندہ و سلامت ہیں تو مجھے کسی کی ہلاکت کی پروا نہیں۔ [1] ف اس قسم کے متعدد قصے اس موقع پر پیش آئے ہیں۔ اسی وجہ سے مورخین میں ناموں میں اختلاف بھی ہوا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس نوع کا واقعہ کئی عورتوں کو پیش آیا ہے۔

(۴) حدیبیہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور مغیرہؓ کا فعل اور عام صحابہؓ کا طرزِ عمل

حدیبیہ کی مشہور لڑائی ذیقعدہ ۶ھ میں ہوئی جب کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لا رہے تھے۔ کفارِ مکہ کو جب اس کی خبر پہنچی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو مکہ آنے سے روکا جائے اس کے لئے بہت بڑے پیمانہ پر تیاری کی اور مکہ کے علاوہ باہر کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شرکت کی دعوت دی اور بڑے مجمع کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کی ذوالحلیفہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو حالات کی خبر لانے کے لئے بھیجا جو مکہ سے حالات کی تحقیق کر کے عُسفان پر حضورﷺ سے ملے۔ انھوں نے عرض کیا کہ مکہ والوں نے مقابلہ کی بہت بڑے پیمانہ پر تیاری کر رکھی ہے اور باہر سے بھی بہت سے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے بلا رکھا ہے حضورؐ نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کہ اس وقت کیا کرنا چاہیئے۔ ایک صورت یہ ہے کہ جو لوگ باہر سے مدد کو گئے ہیں۔ ان کے گھروں پر حملہ کیا جائے۔ جب وہ خبر سنیں گے تو مکہ سے واپس آجائیں گے دوسری صورت یہ ہے کہ سیدھے چلے چلیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہﷺ اس وقت آپؐ بیت اللہ کے ارادہ سے تشریف لائے ہیں۔ لڑائی کا ارادہ تو تھا ہی نہیں

[1] خمیس

اس لئے آگے بڑھے چلیں اگر وہ ہمیں روکیں گے تو مقابلہ کریں گے ورنہ نہیں۔ حضورؐ نے اس کو قبول فرمایا اور آگے بڑھے۔ حدیبیہ میں پہنچ کر بُدیل بن ورقا خزاعی ایک جماعت کو ساتھ لے کر آئے اور حضورؐ سے اس کا ذکر کیا کہ کفار آپؐ کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے وہ تو لڑائی پر تُلے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ لڑنے کے واسطے نہیں آئے ہیں ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے اور قریش کو روزمرہ کی لڑائی نے بہت نقصان پہنچا رکھا ہے بالکل ہلاک کر دیا ہے اگر وہ راضی ہوں تو میں ان سے مصالحت کرنے کو تیار ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان اس پر معاہدہ ہو جائے کہ مجھ سے تعرض نہ کریں میں اُن سے تعرض نہ کروں۔ مجھے اوروں سے نمٹنے دیں اور اگر وہ کسی چیز پر بھی راضی نہ ہوں تو اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اس وقت تک اُن سے لڑوں گا جب تک کہ اسلام غالب ہو جائے یا میری گردن جدا ہو جائے۔ بُدیل نے عرض کیا کہ اچھا میں آپؐ کا پیام ان تک پہنچائے دیتا ہوں وہ لوٹے اور جا کر پیام پہنچایا مگر کفار راضی نہ ہوئے اسی طرح طرفین سے آمد و رفت کا سلسلہ رہا جن میں ایک مرتبہ عُروہ بن مسعود ثقفی کفار کی جانب سے آئے کہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ حضورؐ نے ان سے بھی وہی گفتگو فرمائی جو بُدیل سے کی تھی۔ عُروہ نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم یہ چاہتے ہو کہ عرب کا بالکل خاتمہ کر دو تو ممکن نہیں۔ تم نے کبھی نہ سنا ہوگا کہ تم سے پہلے کوئی شخص ایسا گذرا ہو جس نے عرب کو بالکل فنا کر دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوئی کہ وہ تم پر غالب ہو گئے تو یاد رکھو کہ میں تمہارے ساتھ اشراف کی جماعت نہیں دیکھتا۔ یہ اطراف کے کم ظرف لوگ تمہارے ساتھ ہیں مصیبت پڑنے پر سب بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ پاس کھڑے ہوئے تھے یہ جملہ سن کر غصہ میں بھر گئے اور ارشاد فرمایا کہ تُو اپنے معبود لات کی پیشاب گاہ کو چاٹ۔ کیا ہم حضورؐ سے بھاگ جائیں گے اور آپؐ کو اکیلا چھوڑ دیں گے۔ عُروہ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ ہیں انھوں نے حضرت ابو بکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا ایک قدیمی احسان مجھ پر ہے جس کا میں بدلہ نہیں دے سکا اگر یہ نہ ہوتا تو اس گالی کا جواب دیتا یہ کہہ کر عُروہ پھر حضورؐ سے بات میں مشغول ہو گئے اور عرب کے عام دستور کے موافق بات کرتے ہوئے حضورؐ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ لے جاتے کہ خوشامد کے موقع پر داڑھی میں ہاتھ لگا کر بات کی جاتی ہے۔ صحابہؓ کو یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی۔ عُروہ کے بھتیجے حضرت

مغیرہ بن شعبہؓ سر پر خودؔ اوڑھے ہوئے اور ہتھیار لگائے ہوئے پاس کھڑے تھے انھوں نے تلوار کا قبضہ عُروہ کے ہاتھ پر مارا کہ ہاتھ پرے کو رکھو۔ عُروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مغیرہ۔ عُروہ نے کہا او غدار تیری غداری کو میں اب تک بھگت رہا ہوں اور تیرا یہ برتاؤ (حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے اسلام سے قبل چند کافروں کو قتل کر دیا تھا جن کی دِیّت عُروہ نے ادا کی تھی اس کی طرف یہ اشارہ تھا) غرض عُروہ طویل گفتگو حضورؐ سے کرتے رہے اور نظریں بچا کر صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا اندازہ بھی کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ واپس جا کر کفار سے کہا کہ اے قریش میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں گیا ہوں۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں کو بھی دیکھا ہے اور اُن کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی جماعت اس کی ایسی تعظیم کرتی ہو جیسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت اُن کی تعظیم کرتی ہے اگر وہ تھوکتے ہیں تو جس کے ہاتھ پڑ جائے وہ اس کو بدن اور منہ پر مل لیتا ہے جو بات محمدؐ کے منہ سے نکلتی ہے اس کے پورا کرنے کو سب کے سب ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان کی وضو کا پانی آپس میں لڑ لڑ کر تقسیم کرتے ہیں۔ زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ اگر کسی کو قطرہ نہ ملے تو وہ دوسرے کے تر ہاتھ کو ہاتھ سے مل کر اپنے منہ پر مل لیتا ہے۔ اُن کے سامنے بولتے ہیں تو بہت نیچی آواز سے۔ اُن کے سامنے زور سے نہیں بولتے۔ اُن کی طرف نگاہ اٹھا کر ادب کی وجہ سے نہیں دیکھتے۔ اگر اُن کے سر یا داڑھی کا کوئی بال گرتا ہے تو اس کو تبرّکاً اٹھا لیتے ہیں اور اُس کی تعظیم اور احترام کرتے ہیں۔ غرض میں نے کسی جماعت کو اپنے آقا کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت اُن کے ساتھ کرتی ہے۔

اسی دوران میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضؓ کو اپنی طرف سے قاصد بنا کر سردارانِ مکہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عثمان رضؓ کی باوجود مسلمان ہو جانے کے مکہ میں بہت عزت تھی اور ان کے متعلق زیادہ اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے ان کو تجویز فرمایا تھا۔ وہ تشریف لے گئے تو صحابہؓ کو رشک ہوا کہ عثمانؓ تو مزے سے کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے امید نہیں کہ وہ میرے بغیر طواف کریں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ مکہ میں داخل ہوئے تو ابان بن سعید نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا اور ان سے کہا کہ جہاں دل چاہے چلو پھرو۔ تم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حضرت عثمان رضؓ ابوسفیان وغیرہ مکہ کے سرداروں سے ملتے رہے اور حضورؐ کا پیام پہنچاتے رہے۔ جب واپس ہونے لگے تو کفار نے خود درخواست کی کہ تم مکہ میں آئے

لہ لوہے کی ٹوپی

ہو تم طواف کرتے جاؤ۔ انھوں نے جواب دے دیا کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو رُکے گئے ہوں اور میں طواف کرلوں۔ قریش کو اس جواب پر غصہ آیا جس کی وجہ سے انھوں نے حضرت عثمان رض کو روک لیا۔ مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ ان کو شہید کر دیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض سے اخیر دم تک لڑنے پر بیعت لی جب کفار کو اس کی خبر پہنچی تو گھبرا گئے اور حضرت عثمان رض کو فوراً چھوڑ دیا [1] ف اس قصہ میں حضرت ابوبکر صدیق رض کا ارشاد۔ حضرت مغیرہ رض کا مارنا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام برتاؤ جس کو عُروہ نے بہت غور سے دیکھا۔ حضرت عثمان رض کا طواف سے انکار۔ ہر واقعہ ایسا ہے کہ حضور ص کے ساتھ بے انتہا عشق و محبت کی خبر دیتا ہے۔ یہ بیعت جس کا اس قصہ میں ذکر ہے بیعۃ الشجرہ کہلاتی ہے قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی آیت لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ الآیۃ میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ پوری آیت مع ترجمہ کے عنقریب خاتمہ میں آرہی ہے

⑤ حضرت ابن زبیر رض کا خون پینا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگیاں لگوائیں اور جو خون نکلا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رض کو دیا کہ اس کو کہیں دبا دیں وہ گئے اور آکر عرض کیا کہ دبا دیا۔ حضور ص نے دریافت فرمایا کہاں۔ عرض کیا میں نے پی لیا۔ حضور ص نے فرمایا کہ جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔ مگر تیرے لئے بھی لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کو تجھ سے [2]
ف حضور ص کے فضلات پاخانہ پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں۔ اس لئے اس میں کوئی اشکال نہیں۔ حضور ص کے اس ارشاد کا مطلب کہ ہلاکت ہے علماء نے لکھا ہے کہ سلطنت اور امارت کی طرف اشارہ ہے کہ امارت ہو گی اور لوگ اس میں مزاحم ہوں گے۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیر رض جب پیدا ہوئے تھے اس وقت بھی حضور ص نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا کہ ایک مینڈھا ہے بھیڑیوں کے درمیان ایسے بھیڑیئے جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ یزید اور عبدالملک دونوں کے ساتھ حضرت ابن زبیر رض کی مشہور لڑائی ہوئی اور آخر شہید ہوئے۔

⑥ حضرت مالک بن سنان رض کا خون پینا

اُحد کی لڑائی میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور یا سر مبارک میں خود کے دو حلقے گھس گئے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آگے بڑھے اور دوسری جانب سے حضرت ابوعبیدہ رض دوڑے اور آگے بڑھ کر خود کے حلقے دانت سے کھینچنے شروع کئے

[2] خمیس

ایک حلقہ نکالا جس سے ایک دانت حضرت ابو عبیدہؓ کا ٹوٹ گیا اس کی پرواہ نہ کی۔ دوسرا حلقہ کھینچا جس سے دوسرا دانت بھی ٹوٹا لیکن حلقہ وہ بھی کھینچ ہی لیا۔ ان حلقوں کے نکلنے سے حضورؐ کے پاک جسم سے خون نکلنے لگا تو حضرت ابوسعید خدریؓ کے والد ماجد مالکؓ بن سنان نے اپنے لبوں سے اُس خون کو چوس لیا اور نگل لیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون ملا ہے اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی [1]

(۷) حضرت زید بن حارثہؓ کا اپنے باپ کو انکار

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے بنو قیس نے قافلہ کو لوٹا جس میں زیدؓ بھی تھے ان کو مکّہ کے بازار میں لاکر بیچا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپی حضرت خدیجہؓ کے لئے ان کو خرید لیا۔ جب حضورؐ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو انھوں نے زیدؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا۔ زیدؓ کے والد کو ان کے فراق کا بہت صدمہ تھا اور ہونا ہی چاہیئے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے وہ زیدؓ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے تھے۔ اکثر جو اشعار پڑھتے تھے اُن کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں زیدؓ کی یاد میں رو رہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے تاکہ اس کی امید کی جائے یا موت نے اس کو نمٹا دیا۔ خدا کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زیدؓ نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تُو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں۔ ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے جب بھی مجھے زید ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو ہوتی ہے جب بھی اُسی کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے میرا غم اور میرا فکر کس قدر طویل ہو گیا۔ میں اس کی تلاش اور کوشش میں ساری دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا اور دنیا کا چکر لگانے سے نہیں اکتاؤں گا۔ اونٹ چلنے سے اکتا جائیں تو اکتا جائیں۔ لیکن میں کبھی بھی نہیں اُکتاؤں گا۔ اپنی ساری زندگی اسی میں گذار دوں گا۔ ہاں میری موت ہی آگئی تو خیر کہ موت ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے۔ آدمی خواہ کتنی ہی امیدیں لگا دیں مگر میں اپنے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل اولاد کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی اسی طرح زیدؓ کو ڈھونڈتے رہیں۔ غرض یہ اشعار وہ پڑھتے تھے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا اور انھوں نے زیدؓ کو پہچانا۔ باپ کا

[1] قرۃ العیون

حال سُنایا ۔ شعر سُنائے ان کی یاد و فراق کی داستان سنائی حضرت زید رضؓ نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں مکہ میں ہوں خیریت سے ہوں ۔ تم غم اور صدمہ نہ کرو ۔ میں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہوں ۔ ان لوگوں نے جا کر زیدؓ کی خیر خبر اُن کے باپ کو سنائی اور وہ اشعار سنائے جو زید رضؓ نے کہہ کر بھیجے تھے اور پتہ بتایا زید رضؓ کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچے ۔ تحقیق کی پتہ چلایا ۔ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے ۔ اور عرض کیا اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ کے گھر کے پڑوسی تم خود قیدیوں کو رہا کراتے ہو ۔ بھوکوں کو کھانا دیتے ہو ۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمہارے پاس پہنچے ہیں ۔ ہم پر احسان کرو اور کرم فرماؤ اور فدیہ قبول کرلو اور اس کو رہا کر دو بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو حضور ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے عرض کیا زید رضؓ کی طلب میں ہم لوگ آئے ہیں ۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا بس اتنی سی بات ہے ۔ عرض کیا کہ حضور ﷺ بس یہی غرض ہے ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو بلالو اور اس سے پوچھ لو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرسکتا جو خود نہ جانا چاہے ۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا ۔ یہ بات خوشی سے منظور ہے ۔ حضرت زید رضؓ بلائے گئے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان کو پہچانتے ہو ۔ عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا ۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے اب تمہیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو ، ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے ۔ حضرت زید رضؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میں آپ ﷺ کے مقابلہ میں بھلا کس کو پسند کرسکتا ہوں ۔ آپ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی ۔ ان دونوں باپ چچا نے کہا کہ زید رضؓ غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو ۔ زید نے کہا کہ ہاں میں نے ان میں (حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلہ میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کرسکتا ۔ حضور ﷺ نے جب یہ جواب سُنا تو ان کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا ۔ زید رضؓ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے ۔ [1] حضرت زیدؓ اس وقت بچے تھے لڑکپن کی حالت میں سارے گھر کو ، عزیز و اقارب کو غلامی پر قربان کر دینا جس محبت کا پتہ

[1] خمیس ۔

دیتا ہے وہ ظاہر ہے۔

(۸) حضرت انس بن نضرؓ کا عمل اُحد کی لڑائی میں

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب شکست ہو رہی تھی تو کسی نے یہ خبر اڑا دی کہ حضورؐ بھی شہید ہو گئے اِس وحشتناک خبر سے جو اثر صحابہؓ پر ہونا چاہئے تھا وہ ظاہر ہے اسی وجہ سے اور بھی زیادہ گھٹنے ٹوٹ گئے۔ حضرت انس بن نضرؓ چلے جا رہے تھے کہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ نظر پڑے کہ سب حضرات پریشان حال تھے۔ حضرت انسؓ نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے کہ مسلمان پریشان سے نظر آ رہے ہیں۔ ان حضرات نے کہا کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ پھر حضورؐ کے بعد تمہیں زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ تلوار ہاتھ میں لو اور چل کر مر جاؤ۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے خود تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور اُس وقت تک لڑتے رہے کہ شہید ہوئے۔ ؂۱ ف ان کا مطلب یہ تھا کہ جس ذات کے دیدار کے لئے جینا تھا جب وہی نہیں رہی تو پھر گویا جی کر ہی کیا کرنا ہے۔ چنانچہ اسی میں اپنی جان نثار کر دی

(۹) سعدؓ بن ربیع کا پیام اُحد میں

اسی احد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سعد بن ربیعؓ کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کیا گذری۔ ایک صحابیؓ کو تلاش کے لئے بھیجا وہ شہدا کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضورؐ نے بھیجا ہے کہ سعد بن ربیعؓ کی خبر لاؤں تو ایک جگہ سے بہت ضعیف سی آواز آئی یہ اُس طرف بڑھے جا کر دیکھا کہ سات مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے جب یہ قریب پہنچے تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ حضورؐ کو میرا سلام عرض کر دینا اور کہدینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا فرمائیں جو کسی نبی کو اس کے امتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضورؐ تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی رہے یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا اور یہ کہکر جان بحق ہو گئے۔ ؂۲ ف فَجَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰی صَحَابِیًّا عَنْ اُمَّتِ نَبِیِّہٖ درحقیقت ان جان نثاروں نے (اللہ تعالیٰ اپنے لطف سے ان کی قبروں کو نور سے بھر دے) اپنی جاں نثاری کا پورا ثبوت دے دیا کہ

؂۱ خمیس ؂۲ خمیس

زخموں پر زخم لگے ہوئے ہیں۔ دم توڑ رہے ہیں مگر کیا مجال ہے کہ کوئی شکوہ کوئی گھبراہٹ کوئی پریشانی لاحق ہو جائے۔ ولولہ ہے تو حضورؐ کی حفاظت کا۔ حضورؐ پر جاں نثاری کا۔ حضورؐ پر قربانی کا کاش مجھ سے نااہل کو بھی کوئی حصہ اس محبت کا نصیب ہو جاتا۔

(۱۰) حضورؐ کی قبر دیکھ کر ایک عورت کی موت

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آکر عرض کیا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرا دو۔ حضرت عائشہ رضؓ نے حجرہ شریفہ کھولا۔ انھوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔ [1] ف کیا اس عشق کی نظیر بھی کہیں ملے گی کہ قبر کی زیارت کی تاب نہ لا سکیں اور وہیں جان دے دی۔

(۱۱) صحابہ رضؓ کی محبت کے متفرق قصے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے پاک کی قسم حضورؐ ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے۔ [2] ف سچ فرمایا درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی حالت تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ وہ حضرات کامل الایمان تھے اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ࣙاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (ترجمہ) آپ ان سے کہدیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ سب چیزیں) تم کو اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجدیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو اُن کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ [3] اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کے ان سب چیزوں سے کم ہونے پر وعید ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

[1] شفا [2] شفا [3] بیان القرآن

کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہوجائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون نقل کیا گیا ہے۔ علماء کا ارشاد ہے کہ ان احادیث میں محبت سے محبت اختیاری مراد ہے۔ غیر اختیاری یعنی طبعی اضطراری مراد نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر محبّت طبعی مراد ہو تو پھر ایمان سے مراد کمال درجہ کا ایمان ہو جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں ایمان کی حلاوت اور ایمان کا مزہ نصیب ہوجائے ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبّت ان کے ماسوا سب سے زیادہ ہووے۔ دوسرے یہ کہ جس کسی سے محبت کرے اللہ ہی کے واسطے کرے۔ تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اس کو ایسا ہی گراں اور مشکل ہو جیسا کہ آگ میں گرنا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی جان کے علاوہ اور سب چیزوں سے آپ ﷺ زیادہ محبوب ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص مؤمن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میری محبّت اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا الآن یا عمرؓ (اس وقت اے عمرؓ)۔ علماء نے اس ارشاد کے دو مطلب بتائے ہیں۔ ایک یہ کہ اس وقت تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ تنبیہ ہے کہ اس وقت یہ بات پیدا ہوئی کہ میں تمہیں اپنے نفس سے زیادہ محبوب ہوں۔ حالانکہ یہ بات اول ہی سے ہونا چاہیئے تھی۔ سہیل تستریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص ہر حال میں حضور ﷺ کو اپنا والی نہ جانے اور اپنے نفس کو اپنی مِلک میں سمجھے وہ سنت کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔ ایک صحابیؓ نے آکر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے جس کی وجہ سے انتظار ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بہت سی نمازیں اور روزے اور صدقے تو تیار کر نہیں رکھے ہیں۔ البتہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میرے دل میں ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔ کئی صحابہؓ نے نقل کیا ہے۔ جن میں عبداللہ بن مسعودؓ ابوموسیٰ اشعریؓ، صفوانؓ، ابوذرؓ وغیرہ حضرات ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس قدر خوشی اس ارشاد مبارک سے ہوئی ہے کسی چیز سے بھی اتنی خوشی نہیں ہوئی اور ظاہر بات ہے ہونا بھی چاہئے تھی کہ حضورؐ کی محبت تو اُن کے رگ وپے میں تھی۔ پھر ان کو کیوں نہ خوشی ہوتی۔ حضرت فاطمہؓ کا مکان شروع میں حضورؐ سے ذرا دور تھا ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا تمہارا مکان تو قریب ہی ہو جاتا حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ حارثہؓ کا مکان آپؐ کے قریب ہے اُن سے فرما دیں کہ میرے مکان سے بدل لیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اُن سے پہلے بھی تبادلہ ہو چکا ہے۔ اب تو شرم آتی ہے۔ حارثہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی فوراً حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ فاطمہؓ کا مکان اپنے قریب چاہتے ہیں یہ میرے مکانات موجود ہیں۔ ان سے زیادہ قریب کوئی مکان بھی نہیں۔ جو پسند ہو بدل لیں۔ یا رسول اللہؐ میں اور میرا مال تو اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کا ہے یا رسول اللہؐ خدا کی قسم جو مال آپؐ لے لیں وہ مجھے زیادہ پسند ہے اس مال سے جو میرے پاس رہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا سچ کہتے ہو۔ اور برکت کی دُعا دی اور مکان بدل لیا۔ [1] ایک صحابیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپؐ کی محبت مجھے میری جان ومال اور اہل وعیال سے زیادہ ہے میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور آپؐ کا خیال آجاتا ہے تو صبر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ حاضر ہوں اور آکر زیارت نہ کرلوں۔ مجھے یہ فکر ہے کہ موت تو آپؐ کو بھی اور مجھے بھی ضرور آنی ہی ہے۔ اس کے بعد آپؐ تو انبیاء کے درجہ پر چلے جائیں گے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ پھر میں آپؐ کو نہیں دیکھ سکوں گا۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں سکوت فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت سنائی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (ترجمہ) جو شخص اللہ اور رسولؐ کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی جنت میں ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں اور ان کے ساتھ رفاقت محض اللہ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں ہر ایک کے عمل کو۔ اس قسم کے واقعات بہت سے صحابہؓ کو پیش آئے اور آنا ضروری تھے۔ عشق است وہزار بدگمانی۔ حضورؐ نے جواب میں یہی آیت سنائی۔ چنانچہ ایک صحابیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ

[1] طبقات

مجھے آپؐ سے ایسی محبت ہے کہ جب خیال آجاتا ہے اگر اس وقت میں آکر زیارت نہ کرلوں تو مجھے غالب گمان ہے کہ میری جان نکل جائے مگر مجھے یہ خیال ہے کہ اگر میں جنت میں داخل بھی ہوگیا تب بھی آپؐ سے تو نیچے درجہ میں ہوں گا۔ مجھے تو جنت میں بھی آپؐ کی زیارت بغیر بڑی مشقت ہوگی۔ آپؐ نے یہی آیت سُنائی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک انصاریؓ حاضرِ خدمت ہوئے اور نہایت غمگین تھے۔ حضورؐ نے فرمایا غمگین کیوں ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ ایک سوچ میں ہوں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کیا سوچ ہے عرض کیا یا رسول اللہ ہم صبح و شام حاضرِ خدمت ہوتے ہیں۔ آپؐ کی زیارت سے محظوظ ہوتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں بیٹھتے ہیں کل کو آپؐ تو انبیا کے درجے پر پہنچ جائیں گے۔ ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہوگی حضورؐ نے سکوت فرمایا اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورؐ نے ان انصاریؓ کو بھی بلایا اور ان کو اس کی بشارت دی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے صحابہؓ نے یہ اشکال کیا۔ حضورؐ نے یہ آیت ان کو سنائی۔ ایک حدیث میں ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ تو ظاہر ہے کہ نبیؐ کو اُمتی پر فضیلت ہے اور جنت میں اس کے درجہ اونچے ہوں گے تو پھر اکٹھا ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر کے درجہ والے نیچے کے درجہ والوں کے پاس آئیں گے ان کے پاس بیٹھیں گے بات چیت کریں گے۔[1] حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھ سے بہت محبت کرنے والے بعض ایسے لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اپنے اہل و عیال اور مال کے بدلے میں وہ مجھے دیکھ لیتے۔ خالدؓ کی بیٹی عبدہ کہتی ہیں کہ میرے والد جب بھی سونے لیٹتے تو اتنے آنکھ نہ لگتی اور جاگتے رہتے۔ حضورؐ کی یاد اور شوق و اشتیاق میں لگے رہتے اور مہاجرین و انصار صحابہؓ کا نام لے کر یاد کرتے رہتے اور یہ کہتے کہ یہی میرے اصول و فروع ہیں (یعنی بڑے اور چھوٹے) اور ان کی طرف میرا دل کھنچا جا رہا ہے یا اللہ مجھے جلد ہی موت دے دے کہ ان لوگوں سے جا کر ملوں اور یہی کہتے کہتے سو جاتے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے کی نسبت آپ کے چچا ابوطالب کے مسلمان ہوجانے کی زیادہ تمنا ہے اس لئے کہ اس سے آپؐ کو زیادہ خوشی ہوگی حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے عرض کیا کہ آپ کے اسلام لانے کی مجھے زیادہ خوشی ہے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے اس لئے کہ آپ کا اسلام حضورؐ کو زیادہ محبوب ہے حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو حفاظتی گشت فرما رہے تھے کہ ایک گھر میں سے چراغ کی روشنی محسوس ہوئی

[1] در منثور

اور ایک بڑھیا کی آواز کان میں پڑی جو اُون کو دُھنتی ہوئی اشعار پڑھ رہی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیکوں کا درود پہنچے اور پاک صاف لوگوں کی طرف سے جو برگزیدہ ہوں ان کا درود پہنچے۔ بیشک یارسول اللہ ؐ آپ راتوں کو عبادت کرنے والے تھے اور اخیر راتوں کو رونے والے تھے کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میں اور میرا محبوب کبھی اکٹھا ہو سکتے ہیں یا نہیں اس لئے کہ موت مختلف حالتوں میں آتی ہے نہ معلوم میری موت کس حالت میں آئے اور حضورؐ سے مرنے کے بعد ملنا ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ حضرت عمرؓ بھی ان اشعار کو سُن کر رونے بیٹھ گئے۔ حضرت بلالؓ کا قصہ مشہور ہے ہی کہ جب انکے انتقال کا وقت ہوا تو اُن کی بیوی جدائی پر رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں کہ ہائے افسوس وہ کہنے لگے سبحان اللہ کیا مزے کی بات ہے کہ کل کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں گے اور ان کے صحابہؓ سے ملیں گے۔ حضرت زیدؓ کا قصہ باب ۵ کے قصہ نمبر ۹ میں گذر چکا ہے کہ جب ان کو سولی دی جانے لگی تو ابوسفیان نے پوچھا کیا تجھے یہ گوارا ہے کہ ہم تجھے چھوڑ دیں اور تیرے بجائے خدانخواستہ حضورؐ کے ساتھ یہ معاملہ کریں۔ تو زیدؓ نے کہا خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضورؐ اپنے دولت کدہ پر تشریف فرما ہوں اور وہاں اُن کے کانٹا چُبھ جائے اور میں اپنے گھر آرام سے رہ سکوں۔ ابوسفیان کہنے لگا کہ میں نے کبھی کسی کو کسی کے ساتھ اتنی محبّت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کو ان سے ہے۔ **تنبیہ** علماء نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی مختلف علامات لکھی ہیں۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے اس کو ماسوٰی پر ترجیح دیتا ہے۔ یہی معنی محبت کے ہیں ورنہ محبت نہیں محض دعوٰی محبت ہے۔ پس حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامات میں سب سے مہتم بالشان یہ ہے کہ آپؐ کا اقتدا کرے۔ آپؐ کے طریقہ کو اختیار کرے اور آپؐ کے اقوال و افعال کی پیروی کرے۔ آپؐ کے احکامات کی بجا آوری کرے اور آپؐ نے جن چیزوں سے روک دیا ہے اُن سے پرہیز کرے خوشی میں رنج میں تنگی میں وسعت میں ہر حال میں آپؐ کے طریقے پر چلے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ: آپؐ اُن لوگوں سے کہدیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں۔ بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

خاتمہ: صحابۂ کرامؓ کے ساتھ برتاؤ اور اُن کے اجمالی فضائل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ چند قصّے نمونہ کے طور پر لکھے گئے ہیں ورنہ ان کے حالات بڑی ضخیم کتابوں میں بھی پورے نہیں ہو سکتے اُردو میں بھی متعدد کتابیں اور رسالے اس مضمون کے ملتے ہیں۔ کئی مہینے ہوئے یہ رسالہ شروع کیا تھا۔ پھر مدرسہ کے مشاغل اور وقتی عوارض کی وجہ سے ناوقت میں پڑ گیا۔ اس وقت ان اوراق پر خاتمہ کرتا ہوں کہ جتنے لکھے جا چکے ہیں۔ وہ قابل انتفاع ہو جائیں۔ اخیر میں ایک ضروری امر تنبیہ بھی اشد ضروری ہے وہ یہ کہ اس آزادی کے زمانہ میں جہاں ہم مسلمانوں میں دین کے اور بہت سے امور میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ ہے وہاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حق شناسی اور ان کے ادب واحترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر بعض دین سے بے پرواہ لوگ تو ان کی شان میں گستاخی تک کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ دین کی بنیاد ہیں۔ دین کے اول پھیلانے والے ہیں ان کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے ان پاک نفوس پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائیں کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا۔ اس لئے اس خاتمہ میں قاضی عیاضؒ کی شفا کی ایک فصل کا مختصر ترجمہ جو اس کے مناسب ہے درج کرتا ہوں۔ اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اعزاز و اکرام میں داخل ہے حضورؐ کے صحابہؓ کا اعزاز و اکرام کرنا اور اُن کے حق کو پہچاننا اور ان کا اتباع کرنا اور ان کی تعریف کرنا اور ان کے لئے استغفار اور دعائے مغفرت کرنا اور اُن کے آپس کے اختلافات میں لب کشائی نہ کرنا اور مؤرخین اور شیعہ اور بدعتی اور جاہل راویوں کی ان خبروں سے اعراض کرنا جو اُن حضرات کی شان میں نقص پیدا کرنے والی ہوں اور اس نوع کی کوئی روایت اگر سننے میں آئے تو اس کی کوئی اچھی تاویل کرلے اور کوئی اچھا محمل تجویز کرلے کہ وہ اس کے مستحق ہیں اور ان حضرات کو بُرائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کی خوبیاں اور ان کے فضائل بیان کیا کرے اور عیب کی باتوں سے سکوت کرے جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب میرے صحابہؓ کا ذکر (یعنی بُرائی کا) ہو تو سکوت کیا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل قرآن شریف اور احادیث میں بکثرت وارد ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان اور اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کرنے والے ہیں کبھی سجدہ کرنے والے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ اُن کی عبدیت کے آثار بوجہ تاثیر اُن کے سجدہ کے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ اُنکے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں اُن کی یہ مثال ذکر کی ہے کہ جیسے کھیتی کہ اُس نے اول اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے اپنی سوئی کو قوی کیا (یعنی وہ کھیتی موٹی ہوئی) پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہؓ میں اول ضعف تھا۔ پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو اس لئے یہ نشوونما دیا) تاکہ ان سے کافروں کو حسد میں جلاوے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اُن صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے"۔ یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ تورات پر آیت ہو اور آیت کے فرق سے ترجمہ میں بھی فرق ہو جائے گا۔ جو تفاسیر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی سورۃ میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝ ترجمہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے (جو کہ آپ کے ہم سفر ہیں) خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور اُن کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص اور عزم) تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں اطمینان پیدا کر دیا تھا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دے دی (مراد اس سے فتح خیبر ہے جو اس کے قریب ہی ہوئی) اور بہت سی غنیمتیں بھی دیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے"۔ یہ ہی وہ بیعت ہے جس کو بیعت الشجرہ کہا جاتا ہے۔ اخیر باب کے قصہ ۱۲ میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔ صحابہؓ کے بارے میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ۝ ترجمہ: ان مؤمنین

میں ایسے لوگ ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچّے اترے پھر اُن میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی شہید ہو چکے) اور بعض ان میں اُس کے مشتاق (منتظر ہیں ابھی شہید نہیں ہوئے) اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔ ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؕ اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب اُمّت سے) مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ اُن کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہینگے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اِن آیات میں اللہ جل شانہٗ نے صحابہؓ کی تعریف اور اُن سے خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی بہت کثرت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کا اقتدا کیا کرو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں جس کا اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ محدثین کو اس حدیث میں کلام ہے اور اسی وجہ سے قاضی عیاضؒ پر اس کے ذکر کرنے میں اعتراض ہے مگر ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ تعدّدِ طرق کی وجہ سے اُن کے نزدیک قابلِ اعتبار ہو یا فضائل میں ہونے کی وجہ سے ذکر کیا ہو (کیونکہ فضائل میں معمولی ضعف کی روایتیں ذکر کر دی جاتی ہیں) حضرت انسؓ کہتے ہیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے میرے صحابہؓ کے بارے میں ڈرو، اُن کو ملامت کا نشانہ نہ بناؤ جو شخص اُن سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت رکھتا ہے اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔ جو شخص اُن کو اذیت دے اُس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے اللہ کو اذیت دی اور جو شخص اللہ کو اذیت دیتا ہے قریب ہے کہ پکڑ میں آجائے۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کو گالیاں نہ دیا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد کے پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے صحابہؓ کے ایک مُد یا آدھے مُد کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص صحابہؓ کو گالیاں دے اُس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت نہ اُس کا فرض مقبول ہے نہ نفل۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہؓ کو چھانٹا ہے اور اُن میں سے چار کو ممتاز کیا ہے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ ان کو میرے سب صحابہؓ سے افضل قرار دیا۔ ایوب سختیانیؒ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ابوبکرؓ سے محبت کی اُس نے دین کو سیدھا کیا اور جس نے

عمرؓ سے محبت کی اُس نے دین کے واضح راستے کو پالیا اور جس نے عثمانؓ سے محبت کی وہ اللہ کے نور کے ساتھ منور ہوا اور جس نے علیؓ سے محبت کی اُس نے دین کی مضبوط رسّی کو پکڑ لیا۔ جو صحابہؓ کی تعریف کرتا ہے وہ نفاق سے بری ہے اور جو صحابہؓ کی بے ادبی کرتا ہے وہ بدعتی، منافق سُنّت کا مخالف ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُس کا کوئی عمل قبول نہ ہو۔ یہاں تک کہ اُن سب کو محبوب رکھے اور اُن کی طرف سے دل صاف ہو۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو میں ابوبکرؓ سے خوش ہوں تم لوگ اُن کا مرتبہ پہچانو۔ میں عمرؓ سے علیؓ سے عثمانؓ سے طلحہؓ سے زبیرؓ سے سعدؓ سے سعیدؓ سے عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے ابوعبیدہؓ سے خوش ہوں۔ تم لوگ اُن کا مرتبہ پہچانو اے لوگو اللہ جل شانہٗ نے بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی اور حدیبیہ کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی مغفرت فرمادی۔ تم میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کیا کرو اور اُن لوگوں کے بارے میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں یا میری بیٹیاں اُن کے نکاح میں ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت میں تم سے کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ اور میرے دامادوں میں میری رعایت کیا کرو جو شخص اُن کے بارے میں میری رعایت کرے گا اللہ تعالیٰ شانہٗ دنیا اور آخرت میں اُس کی حفاظت فرمائیں گے اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُس سے بری ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں کیا بعید ہے کہ کسی گرفت میں آجائے۔ حضورؐ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کرے گا میں قیامت کے دن اُس کا محافظ ہوں گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ جو میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت رکھے گا وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ سکے گا اور جو اُن کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا وہ میرے پاس حوض تک نہیں پہنچ سکے گا اور مجھے صرف دُور ہی سے دیکھے گا۔ سہلؒ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضورؐ کے صحابہؓ کی تعظیم نہ کرے وہ حضورؐ ہی پر ایمان نہیں لایا۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف و فضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں کو میرے محسنوں کو اور ملنے والوں کو میرے مشائخ کو تلامذہ کو اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الطیبین الطاھرین وعلی اتباعہ واتباعھم حملۃ الدین المتین۔ تمت

زکریا عفی عنہ کاندھلوی

مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۲ شوال ۱۳۵۷ھ دوشنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائلِ نماز

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ

GABA

گابا سنز اردو منزل، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 021-32636565-32628266

فہرست مضامین

فہرست مضامین

خطبہ و تمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنَشْكُرُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَتْبَاعِهِ الْحُمَاةِ لِلدِّیْنِ الْقَوِیْمِ وَبَعْدُ فَهٰذِهٖ اَرْبَعُوْنَةٌ فِیْ فَضَائِلِ الصَّلٰوةِ جَمَعْتُهَا اِمْتِثَالًا لِاَمْرِ عَمِّیْ وَصِنْوِ اَبِیْ رَقَّاهُ اللّٰهُ اِلَی الْمَرَاتِبِ الْعُلْیَا وَوَفَّقَنِیْ وَاِیَّاهُ لِمَا یُحِبُّ وَیَرْضٰی۔ اَمَّا بَعْد اس زمانہ میں دین کی طرف سے جتنی بے توجہی اور بے التفاتی کی جارہی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں حتیٰ کہ اہم ترین عبادت نماز جو بالاتفاق سب کے نزدیک ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے اور قیامت میں سب سے اوّل اسی کا مطالبہ ہوگا اس سے بھی نہایت غفلت اور لاپروائی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دین کی طرف متوجہ کرنیوالی کوئی آواز کانوں تک نہیں پہنچتی تبلیغ کی کوئی صورت بار آور نہیں ہوتی تجربہ سے یہ بات خیال میں آئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی جائے۔ اگرچہ اسمیں بھی جو مزاحمتیں حائل ہیں وہ بھی مجھ سے بے بضاعت کیلئے کافی ہیں، تاہم امید یہ ہے کہ جو لوگ خالی الذہن ہیں اور دین کا مقابلہ نہیں کرتے ہیں یہ پاک الفاظ انشاء اللہ تعالیٰ ان پر ضرور اثر کرینگے اور کلام وضاحب کلام کی برکت سے نفع کی توقع ہے نیز دوسرے دوستوں کو اسمیں کامیابی کی امید زیادہ ہیں جن کی وجہ سے مخلصین کا اصرار بھی ہے۔ اسلئے اس رسالہ میں صرف نماز کے متعلق چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتا ہوں چونکہ نفس تبلیغ کے متعلق بندۂ ناچیز کا ایک مضمون رسالہ فضائل تبلیغ کے نام سے شائع ہوچکا ہے اسوجہ سے اسکو سلسلہ تبلیغ کا نمبر ۲ قرار دیکر فضائل نماز کے ساتھ موسوم کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ

نماز کے بارے میں تین قسم کے حضرات عام طور سے پائے جاتے ہیں۔ ایک جماعت وہ ہے جو سرے سے نماز ہی کی پرواہ نہیں کرتی، دوسرا گروہ وہ ہے جو نماز تو پڑھتا ہے مگر جماعت کا اہتمام نہیں کرتا، تیسرے وہ لوگ ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں اور جماعت کا بھی اہتمام کرتے ہیں مگر لاپروائی اور بری طرح سے پڑھتے ہیں اسلئے اس رسالہ میں تینوں مضامین کی مناسبت سے تین باب ذکر کئے گئے ہیں اور ہر باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات اور ان کا ترجمہ پیش کردیا ہے مگر ترجمہ میں وضاحت اور سہولت کا لحاظ کیا ہے لفظی ترجمہ کی زیادہ رعایت نہیں کی، نیز چونکہ نماز کی تبلیغ کرنے والے اکثر اہل علم بھی ہوتے ہیں اسلئے حدیث کا حوالہ اور اسکے متعلق جو مضامین اہل علم سے تعلق رکھتے تھے وہ عربی میں لکھ دئے گئے ہیں کہ عوام کو اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور تبلیغ کرنے والے حضرات کو بسا اوقات ضرورت پڑجاتی ہے اور ترجمہ و فوائد وغیرہ اردو میں لکھ دئے گئے ہیں۔

باب اوّل نماز کی اہمیت کے بیان میں

اس باب میں دو فصلیں ہیں فصل اوّل میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے اور دوسری فصل میں نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان ہے۔

فصلِ اوّل نماز کی فضیلت کے بیان میں

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (متفق علیہ) وقال المنذری فی الترغیب رواہ البخاری ومسلم وغیرھما عن غیر واحد من الصحابۃ۔

حضرت عبد اللہ بن عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے سب سے اوّل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضانُ المُبارک کے روزے رکھنا۔

ف: یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اُصول اور اہم ارکان ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطورِ مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے پس کلمۂ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں ارکان بمنزلہ اُن چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں، اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا لیکن جونسے کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہوگی۔ اِس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کر لینا چاہیئے کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم کر رکھا ہے اور اسلام کا کون سا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پُورے طور پر سنبھال رکھا ہے۔ اسلام کے یہ پانچوں اَرکان نہایت اہم ہیں، حتّٰی کہ اِسلام کی بنیاد انھیں کو قرار دیا گیا ہے۔ اور ایک مسلمان کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے

مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ نماز۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے، ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا ہے۔ ارشاد فرمایا، جہاد۔ مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مقدّم نماز ہے اس کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرُ مَوْضُوْعٍ یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے مقرر فرمایا وہ نماز ہے۔ ا۔ھ۔ اور احادیث میں کثرت سے یہ مضمون صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثوبانؓ، ابن عمرؓ و سلمہؓ ابو امامہؓ عبادہؓ رضی اللہ عنہم پانچ صحابہؓ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت ابن مسعود و انسؓ سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل نقل کیا گیا ہے[1] حضرت ابن عمرؓ اور اُمّ فروہؓ سے اوّل وقت نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مقصد سب کا قریب ہی قریب ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِی الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ شَجَرَۃٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوۃَ یُرِیْدُ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ فَتَھَافَتَ عَنْہُ ذُنُوْبُہٗ کَمَا تَھَافَتَ ھٰذَا الْوَرَقُ عَنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ (رواہ احمد باسناد حسن کذا فی الترغیب)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں پر سے گر رہے تھے۔ آپؐ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی اس کے پتے اور بھی گرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذر مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔

ف: سردی کے موسم میں درختوں کے پتے ایسی کثرت سے گرتے ہیں کہ بعضے درختوں پر ایک بھی پتہ نہیں رہتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اخلاص سے نماز پڑھنے کا اثر بھی یہی ہے کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ایک بھی نہیں رہتا۔ مگر ایک بات قابلِ لحاظ ہے۔ علماء کی تحقیق آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی وجہ سے یہ ہے کہ نماز وغیرہ عبادات سے صرف گناہِ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، اس لئے نماز کے ساتھ توبہ اور استغفار کا اہتمام بھی کرنا چاہیے اس سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ البتہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے کسی کے کبیرہ گناہ بھی

---

[1] جامع الصغیر

معاف فرمادیں تو دوسری بات ہے۔ (رواہ احمد محتجٍ بھم فی الصحیح الا علی بن زید کذا فی الترغیب)

(۳) عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ کُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ تَحْتَ شَجَرَۃٍ فَاَخَذَ غُصْنًا مِّنْھَا یَابِسًا فَھَزَّہٗ حَتّٰی تَحَاتَّ وَرَقُہٗ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَا عُثْمَانَ اَلَا تَسْأَلُنِیْ لِمَ اَفْعَلُ ھٰذَا قُلْتُ لِمَ تَفْعَلُہٗ قَالَ ھٰکَذَا فَعَلَ بِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَہٗ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ وَاَخَذَ مِنْھَا غُصْنًا یَابِسًا فَھَزَّہٗ حَتّٰی تَحَاتَّ وَرَقُہٗ فَقَالَ یَا سَلْمَانُ اَلَا تَسْأَلُنِیْ لِمَ اَفْعَلُ ھٰذَا قُلْتُ وَلِمَ تَفْعَلُہٗ قَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلَّی الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ تَحَاتَّتْ خَطَایَاہُ کَمَا تَحَاتَّ ھٰذَا الْوَرَقُ وَقَالَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْنَ (رواہ احمد والنسائی والطبرانی)

ابوعثمانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا، انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسکو حرکت دی جس سے اُسکے پتے گر گئے پھر مجھسے کہنے لگے کہ ابوعثمان تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا انھوں نے کہا کہ میں ایکدفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا آپؐ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا میں نے عرض کیا کہ بتا دیجئے کیوں کیا آپنے ارشاد فرمایا تھا کہ جب مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اسکی خطائیں اس سے ایسی ہی گرجاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں پھر آپ نے قرآن کی آیۃ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کر نماز کو دن کے دونوں سروں میں اور رات کے کچھ حصّوں میں، بیشک نیکیاں دور کردیتی ہیں گناہوں کو، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کیلئے

ف: حضرت سلمان نے جو عمل کرکے دکھلایا، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے تعشق کی ادنیٰ مثال ہے جب کسی شخص کو کسی سے عشق ہوتا ہے اس کی ہر ادا بھاتی ہے اور اسی طرح ہر کام کے کرنے کو جی چاہا کرتا ہے جس طرح محبوب کو کرتے دیکھتا ہے۔ جو لوگ محبّت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں وہ اس کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کرنے میں اکثر ان افعال کی بھی نقل کرتے تھے جو اس ارشاد کے وقت حضورؐ نے کئے تھے۔ نماز کا اہتمام اور اس کی وجہ سے گناہوں کا معاف ہونا جس کثرت سے روایات میں ذکر کیا گیا ہے اس کا احاطہ دشوار ہے پہلے بھی متعدد روایات میں یہ مضمون گزر چکا ہے علماء نے اس کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے جیسا پہلے معلوم ہو چکا، مگر احادیث میں صغیرہ کبیرہ کی کچھ قید نہیں ہے مُطلق گناہوں کا ذکر ہے۔ میرے والد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کے وقت اس کی دو وجہیں ارشاد فرمائی تھیں، ایک یہ کہ مسلمان کی شان سے یہ بعید ہے کہ اُس کے ذِمّہ کوئی کبیرہ ہو۔ اوّلاً تو اس سے گناہ کبیرہ کا صادر ہونا ہی مشکل ہے اور اگر ہو بھی گیا تو بغیر توبہ کے اس کو چین آنا مشکل ہے مسلمان کی مسلمانی شان کا مُقتضٰی یہ ہے کہ جب اس سے کبیرہ صادر ہو جائے تو اتنے رَوئیے پیٹے کہ اس کو دھونہ لے اس کو چین نہ آئے۔ البتہ صغیرہ گناہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف بسا اوقات اِلتفات نہیں ہوتا ہے اور ذِمّہ پر رہ جاتے ہیں جو نماز وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اِخلاص سے نماز پڑھے گا اور آداب ومستحبات کی رعایت رکھے گا وہ خود ہی نہ معلوم کتنی مرتبہ توبہ اِستغفار کرے گا، اور نماز میں اَلتحیّات کی اَخیر دُعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ الخ میں تو توبہ واِستغفار خود ہی موجود ہے۔ ان روایات میں وضو کو بھی اچھی طرح سے کرنے کا حکم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آداب ومُستحبّات کی تحقیق کر کے ان کا اہتمام کرے مثلاً ایک سُنّت اس کی مِسواک ہی ہے جس کی طرف عام طور پر بے توجُّہی ہے، حالانکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو نماز مِسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے سَتّر درجہ افضل ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو اس میں دس فائدے ہیں. مُنہ کو صاف کرتی ہے اللہ کی رضا کا سبب ہے، شیطان کو غصّہ دلاتی ہے، مِسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں، اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں. مَسُوڑھوں کو قوت دیتی ہے. بَلغم کو قطع کرتی ہے. مُنہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے، صفرا کو دور کرتی ہے، نگاہ کو تیز کرتی ہے، مُنہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور اس سب کے علاوہ یہ ہے کہ سنت ہے (منبہات ابن حجر) علمار نے لکھا ہے کہ مِسواک کے اہتمام میں سَتّر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمۂ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور اس کے بِالمُقابِل اَفیُون کھانے میں سَتّر مَضرتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مَرتے وقت کَلِمہ [illegible]ع۔ اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بڑی کثرت سے آئے ہیں۔ وُضُو کے اَعضار قیامت میں روشن اور چمک دار ہوں گے اور اسی سے حضورؐ فوراً اپنے اُمّتی کو پہچان جائیں گے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَرَاَیْتُمْ لَوْاَنَّ نَھْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ ھَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالُوْا لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازہ پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو، کیا اسکے

ع دیکھو رسالہ فضائل مسواک

شَیْءٌ قَالَ فَکَذٰلِکَ مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ یَمْحُوا اللّٰہُ بِہِنَّ الْخَطَایَا رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی ورواہ ابن ماجۃ من حدیث عثمان کذا فی الترغیب

بدن پر کچھ مَیل باقی رہے گا صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا حضورؐ نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ اِن کی وجہ سے گناہوں کو زائل کر دیتے ہیں حضرت

۴ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ کَمَثَلِ نَھْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰی بَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ مِنْہُ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ رواہ مسلم کذا فی الترغیب

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرے۔

ف: جاری پانی گندگی وغیرہ سے پاک ہوتا ہے اور پانی جتنا بھی گہرا ہو گا اتنا ہی صاف شفاف ہو گا اسی لئے اس حدیث میں اس کا جاری ہونا اور گہرا ہونا فرمایا گیا ہے اور جتنے صاف پانی سے آدمی غسل کرے گا اتنی ہی صفائی بدن پر آئے گی۔ اسی طرح نمازوں کی وجہ سے اگر آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھی جائیں تو گناہوں سے صفائی حاصل ہوتی ہے جس قسم کا مضمون ان دو حدیثوں میں ارشاد ہوا ہے اس قسم کا مضمون کئی حدیثوں میں مختلف صحابہؓ سے مختلف الفاظ میں نقل کیا گیا ہے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پانچوں نمازیں درمیانی اوقات کے لئے کفّارہ ہیں یعنی ایک نماز سے دوسری نماز تک جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ نماز کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا مثلاً ایک شخص کا کوئی کارخانہ ہے جس میں وہ کچھ کاروبار کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے بدن پر کچھ گرد وغبار مَیل کچیل لگ جاتا ہے اور اس کے کارخانے اور مکان کے درمیان میں پانچ نہریں پڑتی ہیں جب وہ کارخانہ سے گھر جاتا ہے تو ہر نہر پر غسل کرتا ہے، اسی طرح سے پانچوں نمازوں کا حال ہے کہ جب کبھی درمیانی اوقات میں کچھ خطا لغزش وغیرہ ہو جاتی ہے تو نمازوں میں دعا استغفار کرنے سے اللہ جلّ شانہٗ بالکل اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس قسم کی مثالوں سے اس امر کا سمجھا دینا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے نماز کو گناہوں کی معافی میں بہت قوی تاثیر عطا فرمائی ہے اور چونکہ مثال سے بات ذرا اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے اس لئے مختلف مثالوں سے حضورؐ نے اس مضمون کو واضح فرما دیا ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ کی اس رحمت اور وسعتِ مغفرت

اور لطف و انعام اور کرم ہے ہم لوگ فائدہ نہ اٹھائیں تو کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں ہم لوگ گناہ کرتے ہیں نافرمانیاں کرتے ہیں حکم عدولیاں کرتے ہیں تعمیل ارشاد میں کوتاہیاں کرتے ہیں، اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ قادر عادل بادشاہ کے یہاں ضرور سزا ہوتی اور اپنے کئے کو بھگتتے، مگر اللہ کے کرم کے قربان کہ جس نے اپنی نافرمانیاں اور حکم عدولیاں کرنے کی تلافی کا طریقہ بھی بتادیا اگر ہم اس سے نفع حاصل نہ کریں تو ہماری حماقت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت اور لطف تو عطا کے واسطے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص سوتے ہوئے یہ ارادہ کرے کہ تہجد پڑھوں گا اور پھر آنکھ نہ کھلے تو اس کا ثواب اس کو ملے گا اور سونا مفت میں رہا۔[1] کیا ٹھکانہ ہے اللہ کی دَین اور عطا کا اور جو کریم اس طرح عطائیں کرتا ہو اس سے نہ لینا کتنی سخت محرومی اور کتنا زبردست نقصان ہے۔

(۵) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَى الصَّلٰوةِ (اخرجہ احمد و ابوداؤد وابن جریر کذا فی الدر المنثور)

حضرت حُذیفہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔

ف: نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے اس لئے ہر پریشانی کے وقت میں ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور جب رحمتِ الٰہی مساعد و مددگار ہو تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ باقی رہے بہت سی روایتوں میں مختلف طور سے یہ مضمون وارد ہوا ہے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو ہر قدم پر حضورؐ کا اتباع فرمانے والے ہیں ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے۔ اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہو جاتا تو حضورؐ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ حضرت صہیبؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاءؑ کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی پھر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ تلاوت کی۔ ایک اور قصہ اسی قسم کا نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ان کے بھائی قثم کے انتقال کی خبر ملی راستہ سے ایک طرف کو ہو کر اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی اور التحیات میں بہت دیر تک دعائیں پڑھتے رہے، اس کے بعد اٹھے اور اونٹ پر سوار ہوئے اور قرآن پاک کی آیت وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ

[1] ترغیب

تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) اور مدد حاصل کرو صبر کا ساتھ اور نماز کے ساتھ، اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے اُن پر کچھ دشوار نہیں خشوع کا بیان تیسرے باب میں مفصل آرہا ہے۔ انہیں کا ایک اور قصہ ہے کہ ازواجِ مطہرات رضؓ میں سے کسی کے انتقال کی خبر ملی تو سجدہ میں گر گئے کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی، آپ نے فرمایا کہ حضورؐ کا ہم کو یہی ارشاد ہے کہ جب کوئی حادثہ دیکھو تو سجدہ میں (یعنی نماز میں) مشغول ہو جاؤ اس سے بڑا حادثہ اور کیا ہوگا کہ ام المومنینؓ کا انتقال ہو گیا[1] حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو جو لوگ وہاں موجود تھے اُن سے فرمایا کہ میں ہر شخص کو اس سے روکتا ہوں کہ وہ مجھے روئے اور جب میری روح نکل جائے تو ہر شخص وضو کرے اور اچھی طرح سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کرے پھر مسجد میں جائے اور نماز پڑھ کر میرے واسطے استغفار کرے اسلئے کہ اللہ جل شانہ نے وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ کا حکم فرمایا ہے اس کے بعد مجھے قبر کے گڑھے میں پہونچا دینا حضرت ام کلثومؓ کے خاوند حضرت عبدالرحمٰنؓ بیمار تھے اور ایک دفعہ ایسی سکتہ کی سی حالت ہو گئی کہ سب نے انتقال ہو جانا تجویز کر لیا حضرت ام کلثومؓ اٹھیں اور نماز کی نیت باندھ لی، نماز سے فارغ ہوئیں تو حضرت عبدالرحمٰنؓ کو بھی افاقہ ہوا لوگوں سے پوچھا کیا میری حالت موت کی سی ہو گئی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ چلو اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ کی بارگاہ میں تمہارا فیصلہ ہونا ہے وہ مجھے لے جانے لگے تو ایک تیسرے فرشتے آئے اور ان دونوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ یہ اُن لوگوں میں ہیں جن کی قسمت میں سعادت اسی وقت لکھ دی گئی تھی جب یہ ماں کے پیٹ میں تھے اور ابھی ان کی اولاد کو ان سے اور فوائد حاصل کرنے ہیں۔ اس کے بعد ایک مہینہ تک حضرت عبدالرحمٰنؓ زندہ رہے پھر انتقال ہوا[2]

حضرت نضرؓ کہتے ہیں کہ دن میں ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہو گیا میں دوڑا ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دریافت کیا کہ حضورؐ کے زمانہ میں بھی کبھی ایسی نوبت آئی ہے۔ انہوں نے فرمایا خدا کی پناہ، حضورؐ کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیز چلتی تھی تو ہم سب مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی[3] عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی پیش آتی تو اُن کو نماز کا حکم فرمایا کرتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا الآیۃ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے روزی تو آپ کو ہم دینگے ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو

---

[1] ابوداؤد [2] در منثور [3] ابوداؤد۔

کوئی بھی ضرورت پیش آئے دینی ہو یا دنیوی اس کا تعلق مالک الملک سے ہو یا کسی آدمی سے اس کو چاہیئے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ جل شانہٗ کی حمد وثنا کرے اور پھر درود شریف پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے تو انشاء اللہ اس کی حاجت ضرور پوری ہو گی دعا یہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعہ طلب کی جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا وہ نماز ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے جس پر بھی کوئی حادثہ گذرتا وہ جلدی سے نماز کی طرف رجوع کرتا، کہتے ہیں کوفہ میں ایک قلی تھا جس پر لوگوں کو بہت اعتماد تھا امین ہونے کی وجہ سے تاجروں کا سامان روپیہ وغیرہ بھی لے جاتا، ایک مرتبہ وہ سفر میں جا رہا تھا راستہ میں ایک شخص اسکو ملا، پوچھا کہاں کا ارادہ ہے، قلی نے کہا فلاں شہر کا وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی جانا ہے۔ میں پاؤں چل سکتا تو تیرے ساتھ ہی چلتا کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دینار کرایہ پر مجھے خچر پر سوار کرلے۔ قلی نے اس کو منظور کرلیا وہ سوار ہو گیا۔ راستہ میں ایک دوراہہ ملا، سوار نے پوچھا کدھر کو چلنا چاہیئے، قلی نے شارع عام کا راستہ بتایا، سوار نے کہا یہ دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لئے بھی سہولت کا ہے کہ سبزہ اس پر خوب ہے۔ قلی نے کہا میں نے یہ راستہ دیکھا نہیں، سوار نے کہا کہ میں بارہا اس راستہ پر چلا ہوں قلی نے کہا اچھی بات ہے اسی راستہ کو چلے، تھوڑی دور چل کر وہ راستہ ایک وحشتناک جنگل پر ختم ہو گیا جہاں بہت سے مردے پڑے تھے وہ شخص سواری سے اترا اور کمر سے خنجر نکال کر قلی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا، قلی نے کہا کہ ایسا نہ کر یہ خچر اور سامان سب کچھ لے لے یہی تیرا مقصود ہے مجھے قتل نہ کر، اس نے نہ مانا اور قسم کھالی کہ پہلے تجھے ماروں گا پھر یہ سب کچھ لوں گا، اس نے بہت عاجزی کی مگر اس ظالم نے ایک بھی نہ مانی۔ قلی نے کہا اچھا مجھے دو رکعت آخری نماز پڑھنے دے، اس نے قبول کیا اور ہنس کر کہا جلدی سے پڑھ لے، ان مردوں نے بھی یہی درخواست کی تھی مگر ان کی نماز نے کچھ بھی کام نہ دیا۔ اس قلی نے نماز شروع کی، اَلحمد شریف پڑھ کر سورت بھی یاد نہ آئی، اُدھر وہ ظالم کھڑا تقاضا کر رہا تھا کہ جلدی ختم کر۔ بے اختیار اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ الآية: یہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا جس کے سر پر چمکتا ہوا خود (لوہے

کی ٹوپی) تھا اس نے نیزہ مار کر اس ظالم کو ہلاک کر دیا، جس جگہ وہ ظالم مر کر گرا آگ کے شعلے اس جگہ سے اٹھنے لگے، یہ نمازی بے اختیار سجدہ میں گر گیا، اللہ کا شکر ادا کیا۔ نماز کے بعد اس سوار کی طرف دوڑا، اس سے پوچھا کہ خدا کے واسطے اتنا بتا دو کہ تم کون ہو کیسے آئے، اس نے کہا کہ میں اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ کا غلام ہوں اب تم مامون ہو جہاں چاہے جاؤ۔ یہ کہہ کر چلا گیا[1] درحقیقت نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ دنیا کے مصائب سے بھی اکثر نجات کا سبب ہوتی ہے اور سکونِ قلب تو حاصل ہوتا ہی ہے۔ ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ اگر مجھے جنت کے جانے میں اور دو رکعت نماز پڑھنے میں اختیار دیدیا جائے تو میں دو رکعت ہی کو اختیار کروں گا۔ اس لئے کہ جنت میں جانا میری اپنی خوشی کے واسطے ہے اور دو رکعت نماز میں میرے مالک کی رضا ہے حضورؐ کا ارشاد ہے بڑا قابلِ رشک ہے وہ مسلمان جو ہلکا پھلکا ہو (یعنی اہل و عیال کا زیادہ بوجھ نہ ہو) نماز سے وافر حصہ اس کو ملا ہو، روزی صرف گذارے کے قابل ہو جس پر صبر کر کے عمر گذار دے، اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو گمنامی میں پڑا ہو، جلدی سے مرجاوے نہ میراث زیادہ ہو نہ رونے والے زیادہ ہوں[2] ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے گھر میں نماز کثرت سے پڑھا کرو گھر کی خیر میں اضافہ ہوگا[3]

(۶) عَنْ اَبِیْ مُسْلِمِ التَّغْلَبِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ اُمَامَۃَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ یَا اَبَا اُمَامَۃَ اِنَّ رَجُلًا حَدَّثَنِیْ مِنْكَ اِنَّكَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ غَسَلَ یَدَیْہِ وَوَجْھَہٗ وَمَسَحَ عَلٰی رَاْسِہٖ وَاُذُنَیْہِ ثُمَّ قَامَ اِلٰی صَلٰوۃٍ مَّفْرُوْضَۃٍ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ مَا مَشَتْ اِلَیْہِ رِجْلَاہُ وَقَبَضَتْ عَلَیْہِ یَدَاہُ وَسَمِعَتْ اِلَیْہِ اُذُنَاہُ وَنَظَرَتْ اِلَیْہِ عَیْنَاہُ وَحَدَّثَ بِہٖ نَفْسُہٗ مِنْ سُوْءٍ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِرَارًا رواہ احمد والغالب علی سندہ الحسن وتقدم لہ شواھد

ابو مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ جل شانہٗ اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس کے ہاتھوں نے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس نے آنکھوں سے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب کو معاف فرما دیتے ہیں، حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] نزہۃ المجالس [2] الجامع الصغیر [3] الجامع الصغیر

فِي الْوُضُوْءِ كَذَا فِي التَّرغِيبِ قُلْتُ وَقَدْ رَوَى مَعْنَى الْحَدِيثِ عَنْ أَبِي اُمَامَةَ بِطُرُقٍ فِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ۔

سے کئی دفعہ سنا ہے۔

ف: یہ مضمون بھی کئی صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے چنانچہ حضرت عثمانؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ صنابحیؓ، حضرت عمروؓ بن عبسہ وغیرہ حضرات سے مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد روایات میں ذکر کیا گیا ہے اور جو حضرات اہلِ کشف ہوتے ہیں ان کو گناہوں کا زائل ہوجانا محسوس بھی ہوجاتا ہے چنانچہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرمالیتے تھے کہ کونسا گناہ اس میں دھل رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اس بات سے مغرور نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھمنڈ پر کہ نماز سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں گناہوں پر جرأت نہیں کرنا چاہیئے اسلئے کہ ہم لوگوں کی نماز اور عبادات جیسی ہوتی ہیں ان کو اگر حق تعالیٰ جل شانہٗ اپنے لطف اور کرم سے قبول فرمالیں تو ان کا لطف و احسان و انعام ہے ورنہ ہماری عبادتوں کی حقیقت ہمیں خوب معلوم ہے۔ اگرچہ نماز کا یہ اثر ضروری ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں مگر ہماری نماز بھی اس قابل ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس وجہ سے گناہ کرنا کہ میرا مالک کریم ہے معاف کرنے والا ہے انتہائی بے غیرتی ہے اسکی مثال تو ایسی ہوئی کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اپنے ان بیٹوں سے جو فلاں کام کریں درگذر کرتا ہوں تو وہ نالائق بیٹے اس وجہ سے کہ باپ نے درگذر کرنے کو کہدیا ہے جان جان کر اسکی نافرمانیاں کریں۔

(۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَجُلَانِ مِنْ بَلِيٍّ حَيٍّ مِنْ قُضَاعَةَ أَسْلَمَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتُشْهِدَ أَحَدُهُمَا وَأُخِّرَ الْآخَرُ سَنَةً قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ فَرَأَيْتُ الْمُؤَخَّرَ مِنْهُمَا أُدْخِلَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الشَّهِيدِ فَتَعَجَّبْتُ لِذَالِكَ فَأَصْبَحْتُ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ ذُكِرَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ أَلَيْسَ قَدْ صَامَ بَعْدَهٗ رَمَضَانَ وَصَلّٰى سِتَّةَ آلَافِ رَكْعَةٍ وَكَذَا وَكَذَا رَكْعَةً صَلٰوةَ سَنَةٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ وَ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو صحابی ایک ساتھ مسلمان ہوئے ان میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہوگئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا ان شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوگئے تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہے وہ پہلے جنت میں داخل ہوتے۔ میں نے حضورؐ سے خود عرض کیا، یا کسی اور نے عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن صاحب کا

رواہ ابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی کلہم عن طلحۃ بنحوہ اطول منہ وزاد ابن ماجۃ وابن حبان فی اٰخرہ فلما بینہما اطول ما بین السماء والارض کذا فی الترغیب ولفظ احمد فی النسخۃ التی بایدینا او کذا وکذا رکعۃ بلفظ او فی السنۃ اخرجہ مالک واحمد والنسائی وابن خزیمۃ والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان عن عامر بن سعد قال سمعت سعدا وناسا من الصحابۃ یقولون کان رجلان اخوان فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان احدہما افضل من الاٰخر فتوفی الذی ہو افضلہما ثم عمر الاٰخر بعدہ اربعین لیلۃ الحدیث وقد اخرج ابوداؤد بمعنی حدیث الباب من حدیث عبید بن خالد بلفظ قتل احدہما ومات الاٰخر بعدہ بجمعۃ الحدیث۔

بعد میں انتقال ہوا ان کی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہوگئیں ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی ان کے زیادہ ہوئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں ان کی بڑھ گئیں۔

ف: اگر ایک سال کے تمام مہینے انتیس دن کے لگائے جائیں اور صرف فرض اور وتر کی بیس رکعتیں شمار کی جائیں تب بھی چھ ہزار نو سو ساٹھ رکعتیں ہوتی ہیں اور جتنے مہینے تیس دن کے ہوں گے بیس بیس رکعتوں کا اضافہ ہوتا رہے گا۔ اور سنتیں اور نوافل بھی شمار کئے جائیں تو کیا ہی پوچھنا ابن ماجہ میں یہ قصہ اور بھی مفصل آیا ہے اس میں حضرت طلحہؓ جو خواب دیکھنے والے ہیں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ساتھ آئے اور اکٹھے ہی مسلمان ہوئے۔ ایک صاحب بہت زیادہ مستعد اور ہمت والے تھے وہ ایک لڑائی میں شہید ہوگئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحب بھی وہاں ہیں۔ اندر سے ایک شخص آئے اور ان صاحب کو جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اندر جانے کی اجازت ہوگئی۔ اور جو صاحب شہید ہوئے تھے وہ کھڑے رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے ایک شخص آئے اور ان شہید کو بھی اجازت ہوگئی اور مجھ سے یہ کہا کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے صبح کو لوگوں سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا سب کو اس پر تعجب ہوا کہ ان شہید کو بعد میں کیوں اجازت ہوئی۔ ان کو تو پہلے ہونی چاہیئے تھی۔ آخر حضورؐ سے لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شہید بھی ہوئے اور بہت زیادہ مستعد اور ہمت والے بھی تھے اور جنت میں یہ دوسرے صاحب پہلے داخل

ہو گئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا انہوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی، عرض کیا بے شک کی۔ ارشاد فرمایا، کیا انہوں نے پورے ایک رمضان کے روزے اُن سے زیادہ نہیں رکھے، عرض کیا گیا بے شک رکھے۔ ارشاد فرمایا کیا انہوں نے اتنے اتنے سجدے ایک سال کی نمازوں کے زیادہ نہیں کیے، عرض کیا گیا بے شک کیے حضورؐ نے فرمایا پھر تو ان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا۔ اھ۔

اس نوع کے قصے کئی لوگوں کے ساتھ پیش آئے۔ ابوداؤد شریف میں دو صحابہؓ کا قصہ اسی قسم کا صرف آٹھ دن کے فرق سے ذکر کیا گیا ہے کہ دوسرے صاحب کا انتقال ایک ہفتہ بعد ہوا پھر بھی وہ جنت میں پہلے داخل ہو گئے۔ حقیقت میں ہم لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں کہ نماز کتنی قیمتی چیز ہے۔ آخر کوئی تو بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے۔ حضورؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک جو انتہائی محبت کی علامت ہے معمولی چیز نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو بھائی تھے ان میں سے ایک چالیس روز پہلے انتقال کر گئے، دوسرے بھائی کا چالیس روز بعد انتقال ہوا، پہلے بھائی زیادہ بزرگ تھے، لوگوں نے ان کو بہت بڑھانا شروع کر دیا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا دوسرے بھائی مسلمان نہ تھے صحابہؓ نے عرض کیا کہ بے شک مسلمان تھے مگر معمولی درجہ میں تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ ان چالیس دن کی نمازوں نے ان کو کس درجہ تک پہونچا دیا ہے۔ نماز کی مثال ایک میٹھی اور گہری نہر کی سی ہے جو دروازہ پر جاری ہو اور آدمی پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو تو اس کے بدن پر کیا میل رہ سکتا ہے اس کے بعد پھر دوبارہ حضورؐ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ اس کی نمازوں نے جو بعد میں پڑھی گئیں اس کو کس درجہ تک پہونچا دیا۔[۱]

(۸) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ یُبْعَثُ مُنَادٍ عِنْدَ حَضْرَۃِ کُلِّ صَلٰوۃٍ فَیَقُوْلُ یَا بَنِیْ اٰدَمَ قُوْمُوْا فَاَطْفِئُوْا مَا اَوْقَدْتُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَیَقُوْمُوْنَ فَیَتَطَھَّرُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ الظُّھْرَ فَیُغْفَرُ لَھُمْ مَا بَیْنَھُمَا فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذٰلِکَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد اٹھو اور جہنم کی اس آگ کو جسے تم نے (گناہوں کی بدولت) اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا ہے بجھاؤ۔ چنانچہ (دیندار لوگ) اٹھتے ہیں وضو کرتے ہیں ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے انکے گناہوں کی (صبح سے ظہر تک

---

[۱] قال المنذری رواہ مالک واللفظ لہ واحمد باسناد حسن والنسائی وابن خزیمۃ فی صحیحہ

فَمِثْلُ ذٰلِكَ وَاِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَةُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَيَنَامُوْنَ فَمُدْلِجٌ فِىْ خَيْرٍ وَمُدْلِجٌ فِىْ شَرٍّ رواه الطبرانی فی الکبیر کذا فی الترغیب۔

کی مغفرت کردی جاتی ہے اسی طرح پھر عصر کے وقت پھر مغرب کے وقت پھر عشاء کے وقت غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے، عشاء کے بعد لوگ سونے میں مشغول ہوجاتے ہیں، اس کے بعد اندھیری میں بعض لوگ برائیوں (زنا کاری بدکاری چوری وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں، اور بعض لوگ بھلائیوں (نماز وظیفہ ذکر وغیرہ) کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

فائدہ: حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ اپنے لطف سے نماز کی بدولت گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور نماز میں چونکہ استغفار خود موجود ہے جیساکہ اوپر گذرا اسلئے صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ اس میں داخل ہوجاتے ہیں بشرطیکہ دل سے گناہوں پر ندامت ہو خود حق تعالیٰ شانُہٗ کا ارشاد ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَىِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ جیساکہ حدیث ۳ میں گذرا۔

حضرت سلمانؓ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب عشاء کی نماز ہولیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہوجاتے ہیں۔ ایک وہ جماعت ہے جس کیلئے یہ رات نعمت ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے، یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جو لوگ اپنے اپنے راحت و آرام اور سونے میں مشغول ہوجاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں ان کی رات ان کیلئے اجر و ثواب بن جاتی ہے، دوسری وہ جماعت ہے جس کیلئے رات وبال ہے عذاب ہے، یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور گناہوں میں مشغول ہوجاتی ہے انکی رات ان پر وبال بن جاتی ہے تیسری وہ جماعت ہے جو عشاء کی نماز پڑھ کر سوجاتی ہے۔ اسکے لئے نہ وبال ہے نہ کمائی نہ کچھ گیا نہ آیا [۱]

(۹) عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِىٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنِّىْ افْتَرَضْتُ عَلٰى اُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَهِدْتُّ عِنْدِىْ عَهْدًا اَنَّهٗ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ فِىْ عَهْدِىْ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهٗ عِنْدِىْ كذا فى الدر المنثور رواية ابى داؤد وابن ماجة وفيه ايضا اخرج مالك وابن ابى شيبة واحمد وابو داؤد والنسائى

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کرلیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو انکے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

ف: ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون اور

---

[۱] درمنثور

وابن ماجة وابن حبان والبيهقي عن عبادة بن الصامت فذكر معنى حديث الباب مرفوعًا باطول منه

وضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں جو شخص ان میں لاپروائی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے خشوع خضوع سے پڑھے حق تعالیٰ شانہٗ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اسکی مغفرت فرمائیں چاہے عذاب دیں کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اسکے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذمہ داری میں آدمی داخل ہو جاتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلا دے یا کسی مطالبہ کا ذمہ دار ہو جائے یا کسی قسم کی ضمانت کرلے تو وہ کتنا مطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اس حاکم کا کس قدر احسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے۔ یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے مالک الملک، دو جہان کا بادشاہ عہد کرتا ہے پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لاپروائی کرتے ہیں اس میں کسی کا کیا نقصان ہے اپنی ہی کم نصیبی اور اپنا ہی ضرر ہے۔

(۱۰) عَنْ اِبْنِ سَلْمَانَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهٗ قَالَ لَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ اَخْرَجُوْا غَنَائِمَهُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبْيِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ غَنَائِمَهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَا رَبِحَ الْيَوْمَ مِثْلَهٗ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْوَادِيْ قَالَ وَيْحَكَ وَمَا رَبِحْتَ قَالَ مَا زِلْتُ اَبِيْعُ وَاَبْتَاعُ حَتّٰى رَبِحْتُ ثَلٰثَمِائَةِ اُوْقِيَّةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اُنَبِّئُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رَبِحَ قَالَ مَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ۔ اخرجه ابوداود وسكت عنه المنذري

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ لڑائی میں جب خیبر کو فتح کرچکے تو لوگوں نے اپنے مال غنیمت کو نکالا جس میں متفرق سامان تھا اور قیدی تھے اور خرید و فروخت شروع ہوگئی (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا، دوسری زائد چیزیں فروخت کرنے لگا) اتنے میں ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آج کی اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ ساری جماعت میں سے کسی کو بھی اتنا نفع نہیں مل سکا حضورؐ نے تعجب سے پوچھا کہ کتنا کمایا، انھوں نے عرض کیا کہ حضورؐ میں سامان خریدتا رہا اور بیچتا رہا جس میں تین سو اوقیہ چاندی نفع میں بچی، حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں بہترین نفع کی چیز بتاؤں۔ انہوں نے عرض کیا حضورؐ ضرور بتائیں، ارشاد فرمایا کہ فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل۔

فائدہ: ایک اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے اور ایک درم تقریباً چار آنہ کا۔ تو اس حساب سے تین ہزار

روپیہ ہوا جسکے مقابلہ میں دو جہان کے بادشاہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیا نفع ہوا۔ حقیقی نفعؔ وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے والا اور کبھی نہ ختم ہونیوالا ہو۔ اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہی ہوجائیں اور دو رکعت نماز کے مقابلہ میں تین ہزار روپے کی وقعت نہ رہے تو پھر واقعی زندگی کا لطف ہے اور حق یہ ہے کہ نماز ہے ہی ایسی دولت۔ اسی وجہ سے حضور اقدس سید البشر فخر رسل نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں تبلائی ہے اور وصال کے وقت آخری وصیت جو فرمائی ہے اس میں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے (کنز العمال) متعدد حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے۔ منجملہ ان کے حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبانِ مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے اس وقت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا (جامع صغیر) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک مرتبہ جہاد کے لئے لشکر بھیجا جو بہت ہی جلدی واپس لوٹ آیا اور ساتھ ہی بہت سارا مالِ غنیمت لے کر آیا۔ لوگوں کو بڑا ہی تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آ گیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے نکل جائے) تو دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں۔ یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں حضرت شقیق بلخی مشہور صوفی اور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں انکو پانچ جگہ پایا۔ (۱) روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی اور (۲) قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی (۳) منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اسکو قرات میں پایا اور (۴) پل صراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا۔ اور (۵) عرش کا سایہ خلوت میں پایا (نزہۃ المجالس) حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے تبرکاً چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے:

(۱) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا (۲) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو (۳) آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے (۴) اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے (۵) حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو

اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں (۶) نماز دین کا ستون ہے (۷) نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے (۸) نماز مؤمن کا نور ہے (۹) نماز افضل جہاد ہے (۱۰) جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔

(۱۱) جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے (۱۲) اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی (۱۳) اللہ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا ہے (۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے (۱۵) اللہ جل شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے (۱۶) اللہ جل شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے (۱۷) جنت کی کنجیاں نماز ہیں۔

(۱۸) جب آدمی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے اور اس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو (۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے (۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا درجہ ہے بدن میں (۲۱) نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنالے (۲۲) جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد خشوع وخضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہٗ معاف فرما دیتے ہیں (۲۳) زمین کے جس حصہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے (۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ دعا قبول فرما لیتے ہیں خواہ فوراً ہو یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد مگر قبول ضرور فرماتے ہیں (۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے (۲۶) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جل شانہٗ کے یہاں ایک مقبول دعا اس کی ہو جاتی ہے (۲۷) جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے انکے رکوع سجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کیساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا رہے جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے (۲۸) مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے (۲۹) سب سے افضل عمل اول وقت نماز پڑھنا ہے (۳۰) نماز ہر متقی کی قربانی ہے۔ (۳۱) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اول وقت پڑھنا ہے (۳۲) صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔

(۳۴) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجّد کی چار رکعتوں کا (۳۴) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجّد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں (۳۵) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہیہ اس کی طرف متوجّہ ہو جاتی ہے (۳۶) افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے، مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں (۳۷) میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں آخر ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہے محبّت کریں آخر ایک دن اس سے جدا ہونا ہے اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا برا) اس کا بدلہ ضرور ملیگا اس میں کوئی تردّد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجّد کی نماز ہے اور مومن کی عزّت لوگوں سے استغناء ہے (۳۸) اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں۔ اگر مجھے مشقّت کا اندیشہ نہ ہوتا تو امّت پر فرض کر دیتا (۳۹) تہجّد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب کا سبب ہے تہجّد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے (۴۰) حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔

حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبیں ذکر کی گئی ہیں۔ چالیس کے عدد کی رعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی شخص ان کو حفظ یاد کرلے تو چالیس حدیثیں یاد کرنے کی فضیلت حاصل کرلے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ جل شانہ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو اسی دولت کی وجہ سے حضورؐ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اس میں فرمائی اور اسی لذّت کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کا اکثر حصّہ نماز ہی میں گزار دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیّت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی متعدد احادیث میں ارشاد نبوی نقل کیا گیا اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي الصَّلٰوةِ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گذرا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، مجھے بھی شوق ہوا حضورؐ کے پیچھے نیت باندھ لی حضورؐ سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے، میں نے خیال کیا کہ سو آیتوں پر رکوع کردیں گے مگر جب وہ گذر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا کہ دو سو پر رکوع کریں گے مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سورۃ کے ختم ہی پر کریں گے جب سورۃ ختم ہوئی تو حضورؐ نے کئی مرتبہ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۂ آلِ عمران شروع کردی میں سوچ میں پڑ گیا۔ آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اس کے ختم پر تو رکوع کریں ہی گے۔ حضورؐ نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۂ مائدہ

شروع کر دی اس کو ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہے اور اُس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے رہے اس کے ساتھ بھی کچھ پڑھتے تھے۔ اس کے بعد دوسری رکعت میں سُورۂ اِنْعَام شروع کر دی میں حضور کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا پہلی رکعت میں تقریباً پانچ سی پارے ہوئے اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے تَجْوِیْد اور تَرْتِیْل کے ساتھ ایک ایک آیت جُدا جُدا کر کے پڑھتے تھے ایسی صورت میں کتنی لانبی رکعت ہوئی ہوگی۔ انھیں وجوہ سے آپ کے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا مگر جس چیز کی لذت دل میں اتر جاتی ہے اس میں مشقت اور تکلیف دشوار نہیں رہتی ابو اسحٰق سبیعیؒ مشہور محدث ہیں سو برس کی عمر میں انتقال فرمایا اس پر افسوس کیا کرتے تھے کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے نماز کا لطف جاتا رہا۔ دو رکعتوں میں صرف دو سُورتیں سُورۂ بَقَرہ اور سُورۂ آلِ عمران پڑھی جاتی ہیں زیادہ نہیں پڑھا جاتا۔ (تَهْذِیْبُ التَّهْذِیْب) یہ دو سُورتیں بھی پونے چار پاروں کی ہیں۔ محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا اس کے ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں اور شوقیہ اشعار میں رہتا تھا وہ سُوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑہ رہ گیا، اُس کے والد نے مجھ سے کہا کہ تم اس کو ذرا سمجھاؤ، میں ایک مرتبہ اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا وہ سامنے سے گزرا میں نے اس کو بلایا وہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا میں نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ کہنے لگا، چچا شاید آپ محنت کی کمی کا مشورہ دیں گے۔ چچا جان میں نے اس محلّے کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے، انھوں نے کوشش اور محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے گئے، جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے اُن میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا، میرا عمل دن میں دو بار ان پر ظاہر ہوتا ہوگا وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے، چچا جان اُن جوانوں نے بڑے بڑے مجاہدے کئے ان کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا جن کو سن کر ہم لوگ متحیر رہ گئے اس کے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا تیسرے دن ہم نے سُنا کہ وہ بھی رخصت ہو گیا۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً (نزہۃ) اب بھی اس گئے گزرے زمانے میں اللہ کے بندے ایسے دیکھے جاتے ہیں جو رات کا اکثر حصہ نماز میں گزار دیتے ہیں اور دن میں دین کے دوسرے کاموں تبلیغ و تعلیم میں منہمک رہتے ہیں۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے نام نامی سے کون شخص ہندوستان میں ناواقف ہوگا ان کے ایک خلیفہ مولانا عبد الواحد لاہوریؒ نے ایک دن ارشاد فرمایا کیا جنت میں نماز نہ ہوگی کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں نماز کیوں ہو وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی اس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنت میں کیونکر گزرے گی۔ ایسے ہی لوگوں سے دنیا قائم ہے اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مبارک ہستیاں ہیں۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف اور اپنے پر مرمٹنے والوں کے طفیل اس رُوسیاہ کو بھی نوازدے

تو اس کے لُطفِ عام سے کیا بعید ہے۔ ایک پُر لطف قصہ پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں حافظ ابنِ حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضورؐ کے پاس چند صحابہؓ تشریف فرما تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں آپ کے چہرہ کا دیکھنا اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سچ ہے اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں اَمر بِالمعروف نہی عن المنکر (اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا) اور پُرانا کپڑا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ نے سچ کہا۔ اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں، بھوکوں کو کھلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں، مہمان کی خدمت، گرمی کا روزہ اور دشمن پر تلوار۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ شانُہٗ نے بھیجا ہے اور فرمایا کہ اگر میں (یعنی جبرئیل) دُنیا والوں میں ہوتا تو بتاؤں مجھے کیا پسند ہوتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بتاؤ۔ عرض کیا بُھولے ہوؤں کو راستہ بتانا، غریب عبادت کرنے والوں سے محبت رکھنا اور عیال دار مفلسوں کی مدد کرنا اور اللہ جلّ جلالُہٗ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں (اللہ کی راہ میں) طاقت کا خرچ کرنا (مال سے ہو یا جان سے) اور (گناہ پر) ندامت کے وقت رونا اور فاقہ پر صبر کرنا۔

حافظ ابنِ قیّمؒ زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے صحت کی مُحافظ ہے، بیماریوں کو دفع کرنے والی ہے، دِل کو تقویت پہونچاتی، چہرہ کو خوبصورت اور مُنوّر کرتی ہے، جان کو فرحت پہونچاتی ہے، اعضاء میں نشاط پیدا کرتی ہے، کاہلی کو دفع کرتی ہے، شرحِ صدر کا سبب ہے، رُوح کی غذا ہے، دل کو مُنوّر کرتی ہے، اللہ کے اِنعام کی مُحافظ ہے اور عذابِ الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے۔ شیطان کو دُور کرتی ہے اور رحمٰن سے قُرب پیدا کرتی ہے بغرض رُوح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دخل ہے اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ نیز دُنیا اور آخرت کی مضرّتوں کے دور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے۔

دوسری فصل نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کئے گئے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔ سچی خبر دینے والے کا ایک ارشاد بھی سمجھ دار کے لئے کافی تھا مگر حضورِ اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کی شفقت کے قربان کہ آپ لے کی گی طرح سے اور بار بار اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ ان کے نام لیوا ان کی امت کہیں اس میں کوتاہی نہ کرنے لگے۔ پھر افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ہم حضورؐ کے اس اہتمام کے باوجود نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنے کو اُمتی اور متبعِ رسولؐ اور اسلام کا ذِمّی بھی سمجھتے ہیں۔

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ رواہ احمد ومسلم وَقَالَ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ ابوداؤد والنسائی ولفظہ لیس بین العبد وبین الکفر الا ترک الصلوۃ والترمذی ولفظہ قال بین الکفر والایمان ترک الصلوۃ وابن ماجۃ ولفظہ قال بین العبد وبین الکفر ترک الصلوۃ کذا فی الترغیب للمنذری وقال السیوطی فی الدر الحدیث جابر اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ ثم قال واخرج ابن ابی شیبۃ واحمد وابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ عَنْ بُرَیْدَۃَ مَرْفُوْعًا اَلْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوٹنے کا فرق ہے۔

فائدہ: اس قسم کا مضمون اور بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ ابر کے دن نماز جلدی پڑھا کرو کیونکہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ابر کی وجہ سے وقت کا پتہ نہ چلے اور نماز قضا ہو جائے اس کو بھی نماز کا چھوڑنا ارشاد فرمایا کتنی سخت بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ گو علماء نے اس حدیث کو انکار کے ساتھ مقید فرمایا ہے مگر حضورؐ کے ارشاد کی فکر اتنی سخت چیز ہے کہ جس کے دل میں ذرا بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت اور حضورؐ کے ارشاد کی اہمیت ہوگی اس کے لئے یہ ارشادات نہایت سخت ہیں اسکے علاوہ بڑے بڑے صحابہؓ جیسا کہ حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حضرات کا مذہب یہی ہے کہ بلا عذر جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ ائمہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ اسحٰق بن راہویہؒ، ابن مبارکؒ کا بھی یہی مذہب نقل کیا جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ[1]

(۲) عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سات نصیحتیں کی جن میں

---

[1] ترغیب

خِصَالٍ فَقَالَ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنْ قُطِّعْتُمْ اَوْ حُرِّقْتُمْ اَوْ صُلِّبْتُمْ وَلَا تَتْرُكُوا الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدِيْنَ فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ وَلَا تَرْكَبُوا الْمَعْصِيَةَ فَاِنَّهَا سَخَطُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ فَاِنَّهَا رَأْسُ الْخَطَايَا كُلِّهَا. الحديث رواه الطبراني و محمد بن نصر في كتاب الصلوة باسنادين لا باس بهما كذا في الترغيب وهكذا ذكره السيوطي في الدر المنثور وعزاه اليهما و في المشكوة برواية ابن ماجة عن ابي الدرداء نحوه

سے چار یہ ہیں اوّل یہ کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جاویں یا تم جلا دیئے جاؤ یا سُولی چڑھا دیئے جاؤ۔ دوسرے یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑو جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے تیسری یہ کہ اللہ کی نافرمانی نہ کرو، کہ اس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ شراب نہ پیو کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے۔

ف۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت ابُوالدَّرْدَاءؓ بھی اسی قسم کا مضمون فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیّت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا خواہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں یا آگ میں جلا دیا جائے۔ دوسری نماز جان کر نہ چھوڑنا جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ شانہٗ بری الذمہ ہیں تیسری شراب نہ پینا کہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

(۳) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّهٗ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَاِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَاِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ وَاِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَاِنْ اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ وَاَنْفِقْ عَلٰى اَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا وَاَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ. رواه احمد والطبراني في الكبير واسناد احمد صحيح

حضرت مُعاذؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی (۱) یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے (۲) والدین کی نافرمانی نہ کرنا گو وہ تجھے اس کا حکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے (۳) فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑ دیتا ہے اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے (۴) شراب پینا کہ یہ ہر برائی اور فحش کی جڑ ہے (۵) اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے (۶) لڑائی میں نہ بھاگنا چاہے سب ساتھی مر جائیں (۷) اگر کسی جگہ وبا پھیل جاوے (جیسے طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ

وسلم من الانقطاع فان عبدالرحمن ابن جبیر لم یسمع من معاذ کذا فی الترغیب الیھما عزاہ السیوطی فی الدر ولم یذکر الانقطاع ثم قال واخرج الطبرانی عن امیمۃ مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کنت اصب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضوءہ فدخل رجل فقال اوصنی فقال لا تشرک باللہ شیئاً وان قطعت او حرقت ولا تعقن والدیک وان امراک ان تخلی من اھلک ودنیاک فتخلہ ولا تشربن خمرا فانہ مفتاح کل شر ولا تترکن صلوٰۃ متعمدا فمن فعل ذلک فقد برأت منہ ذمۃ اللہ ورسولہ۔

بھاگنا (۸) اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا (۹) تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا (۱۰) اللہ تعالیٰ سے اُن کو ڈراتے رہنا۔

ف: لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں جو چاہے کرتے رہو بلکہ ان کو حدود شرعیہ کے تحت میں کبھی کبھی مارتے رہنا چاہئے کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی۔ آج کل اُولاد کو شروع میں تو محبّت کے جوش میں تنبیہ نہیں کی جاتی جب وہ بُری عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر روتے پھرتے ہیں حالانکہ یہ اولاد کے ساتھ محبت نہیں سخت دشمنی ہے کہ اسکو بُری باتوں سے روکا نہ جائے اور مار پیٹ کو محبت کے خلاف سمجھا جائے۔ کون سمجھدار اسکو گوارا کر سکتا ہے کہ اولاد کے پھوڑے پھنسی کو بڑھایا جائے اور اس وجہ سے کہ نشتر لگانے سے زخم اور تکلیف ہو گی عملِ جرّاحی نہ کرایا جائے بلکہ لاکھ بچہ روئے منہ بنائے بھاگے بہر حال نشتر لگانا ہی پڑتا ہے۔ بہت سی حدیثوں میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بچّہ کو سات برس کی عُمر میں نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو[1] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بچوں کی نماز کی نگرانی کیا کرو اور اچھی باتوں کی ان کو عادت ڈالو۔ حضرت لقمان حکیم کا ارشاد ہے کہ باپ کی مار اولاد کے لئے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لئے پانی[2]۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو تنبیہ کرے یہ ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے[3]۔ ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر غلّہ کا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو گھر والوں کو تنبیہ کے واسطے گھر میں کوڑا لٹکائے رکھے[4]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے[5]۔

(۴) عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعٰوِيَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةٌ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ رواہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر والنسائی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہو گئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو۔

[1] دُر [2] در منثور [3] جامع صغیر [4] ایضاً [5] ایضاً

ایضاً قلت ورواہ احمد فی مسندہ۔ **ف**: نماز کا ضائع کرنا اکثر یا بال بچوں کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کی خیر خبر میں مشغول رہے یا مال و دولت کمانے کے لالچ میں ضائع کی جاتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز کا ضائع کرنا انجام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے گویا بال بچے اور مال و دولت سب ہی چھین لیا گیا اور اکیلا کھڑا رہ گیا یعنی جتنا خسارہ اور نقصان اس حالت میں ہے اتنا ہی نماز کے چھوڑنے میں ہے یا جس قدر رنج و صدمہ اس حالت میں ہو، اتنا ہی نماز کے چھوٹنے میں ہونا چاہئے۔ اگر کسی شخص سے کوئی معتبر آدمی یہ کہدے اور اُسے یقین آجائے کہ فلاں راستہ لُٹتا ہے اور جو رات کو اس راستہ سے جاتا ہے تو ڈاکو اس کو قتل کر دیتے ہیں اور مال چھین لیتے ہیں تو کون بہادر ہے کہ اس راستہ سے رات کو چلے۔ رات تو درکنار دن کو بھی مشکل سے اس راستہ کو چلے گا مگر اللہ کے سچے رسولؐ کا یہ پاک ارشاد ایک دو نہیں کئی کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور ہم مسلمان حضورؐ کے سچے ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹی زبانوں سے کرتے ہیں مگر اس پاک ارشاد کا ہم پر اثر کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ صَلٰوتَیْنِ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ فَقَدْ اَتٰی بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْکَبَائِرِ رواہ الحاکم وقال حنش ھو ابن قیس ثقۃ وقال الحافظ بل واہ بمرۃ لانعلم احدا وثقہ غیر حصین بن نمیر کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر الترمذی ایضا وذکر فی اللالی لہ شواھد وکذا فی التعقبات وقال الحدیث اخرجہ الترمذی وقال حنش ضعیف ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علٰی ھذا عند اھل العلم فاشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علٰی مثلہ اھ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہونچ گیا۔

ف: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں میں تاخیر نہ کر، ایک نماز جب اس کا وقت ہو جائے دوسری جنازہ جب تیار ہو جائے۔ تیسری، بے نکاحی عورت جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے۔ (یعنی فوراً نکاح کر دینا) بہت سے لوگ جو اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں اور گویا نماز کے پابند بھی سمجھے جاتے ہیں وہ کئی کئی نمازیں معمولی بہانہ سے سفر کا ہو، دوکان کا ہو، ملازمت کا ہو گھر آکر اکٹھی ہی پڑھ لیتے ہیں یہ گناہ کبیرہ ہے کہ بلا کسی عذر بیماری

وغیرہ کے نماز کو اپنے وقت پر نہ پڑھا جاوے. گو بالکل نماز نہ پڑھنے کی برابر گناہ نہ ہو لیکن بے وقت پڑھنے کا بھی سخت گناہ ہے اس سے خلاصی نہ ہوئی۔

(۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ ذَکَرَ الصَّلٰوۃَ یَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَیْہَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا وَّبُرْہَانًا وَّنَجَاۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْہَا لَمْ یَکُنْ لَّہٗ نُوْرٌ وَّلَا بُرْہَانٌ وَّلَا نَجَاۃٌ وَّکَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَہَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ اخرجہ احمد وابن حبان والطبرانی کذا فی الدر المنثور للسیوطی و قال الہیثمی رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجال احمد ثقات وقال ابن حجر فی الزواجر اخرجہ احمد بسند جید وزاد فیہ قارون ایضا مع فرعون وغیرہ وکذا زادہ فی منتخب الکنز بروایۃ ابن نصر و المشکوٰۃ ایضا بروایۃ احمد والدارمی والبیہقی فی الشعب وابن القیم فی کتاب الصلوٰۃ

ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نُور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت حجّت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اسکے لئے قیامت کے دن نہ نُور ہوگا اور نہ اسکے پاس کوئی حُجّت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ۔ اس کا حشر فرعون ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

فائدہ: فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا حتیٰ کہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور ہامان اس کے وزیر کا نام ہے اور اُبیّ بن خلف مکہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمنِ اسلام تھا ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر (نعوذ باللہ) تم کو قتل کروں گا حضورؐ نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ اِنشاءَ اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا اُحد کی لڑائی میں وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو میری خیر نہیں چنانچہ حملہ کے ارادہ سے وہ حضورؐ کے قریب پہونچ گیا صحابہؓ نے ارادہ بھی فرمایا کہ دُور ہی سے اس کو نمٹادیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو جب وہ قریب ہوا تو حضورؐ نے ایک صحابی کے ہاتھ میں سے برچھا لے کر اس کے مارا جو اس کی گردن پر لگا، اور ہلکا سا خراش اس کی گردن پر آگیا مگر اس کی وجہ سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہونچ گیا اور چلاتا تھا کہ خدا کی قسم مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا۔ کفار نے اس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے کوئی فکر کی بات نہیں۔ مگر وہ کہتا تھا کہ محمدؐ نے مکہ میں کہا

تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔ لکھتے ہیں کہ اس کے چلانے کی آواز ایسی ہوگئی تھی جیسا کہ بیل کی ہوتی ہے۔ ابوسفیان نے جو اس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا اس کو شرم دلائی کہ اس ذراسی خراش سے اتنا چلاتا ہے۔ اس نے کہا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس نے ماری ہے یہ محمدؐ کی مار ہے مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لات اور عزیٰ (دو مشہور بتوں کے نام ہیں) کی قسم اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ محمدؐ نے مجھ سے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا، میں ان سے چھوٹ نہیں سکتا اگر وہ اس کہنے کے بعد مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں اس سے بھی مر جاتا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ پہونچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ ہی میں مر گیا[۵]۔ ہم مسلمانوں کے لئے نہایت غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر پکے کافر اور سخت دشمن کو تو حضورؐ کے ارشاد کے سچا ہونے کا اس قدر یقین ہو کہ اس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردد یا شک نہ تھا لیکن ہم لوگ حضورؐ کو نبی ماننے کے باوجود حضورؐ کو سچا ماننے کے باوجود حضورؐ کے ارشادات کو یقینی کہنے کے باوجود حضورؐ کے ساتھ محبت کے دعوے کے باوجود حضورؐ کی امت میں ہونے پر فخر کے باوجود کتنے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں میں حضورؐ نے عذاب بتلائے ہیں ان سے کتنا ڈرتے ہیں کتنا کانپتے ہیں یہ ہر شخص کے اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنے کی بات ہے۔ کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔ ابن حجرؒ نے کتاب الزواجر میں قارون کا بھی فرعون وغیرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر ان ہی وجوہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے جو ان لوگوں میں پائی جاتی تھیں پس اگر اس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہوگا اور اگر حکومت و سلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ۔ اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ۔ اور تجارت ہے تو اُبی بن خلف کے ساتھ۔ اور جب ان لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہو گیا تو پھر جس قسم کے بھی عذاب احادیث میں وارد ہوئے خواہ وہ حدیثیں متکلم فیہ ہوں ان میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ جہنم کے عذاب سخت سے سخت ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن ان سے خلاصی ہو جائے گی اور وہ لوگ ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے۔ لیکن خلاصی ہونے تک کا زمانہ کیا کچھ ہنسی کھیل ہے نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔

(۷) قَالَ بَعْضُهُمْ وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّ مَنْ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام

---

[۵] خمیس

حَافَظَ عَلَى الصَّلٰوةِ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِخَمْسِ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيْقَ الْعَيْشِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيْهِ اللّٰهُ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَمَنْ تَهَاوَنَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَاقَبَهُ اللّٰهُ بِخَمْسَ عَشَرَةَ عُقُوْبَةً خَمْسَةٌ فِي الدُّنْيَا وَثَلٰثَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَثَلٰثٌ فِيْ قَبْرِهٖ وَثَلٰثٌ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ فَاَمَّا اللَّوَاتِيْ فِي الدُّنْيَا فَالْاُوْلٰى تُنْزَعُ الْبَرَكَةُ مِنْ عُمُرِهٖ وَالثَّانِيَةُ تُمْحٰى سِيْمَاءُ الصَّالِحِيْنَ مِنْ وَجْهِهٖ وَالثَّالِثَةُ كُلُّ عَمَلٍ يَعْمَلُهُ لَا يَاْجُرُهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالرَّابِعَةُ لَا يُرْفَعُ لَهُ دُعَاءٌ اِلَى السَّمَاءِ وَالْخَامِسَةُ لَيْسَ لَهُ حَقًّا فِيْ دُعَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهُ يَمُوْتُ ذَلِيْلًا وَالثَّانِيَةُ يَمُوْتُ جُوْعًا وَالثَّالِثَةُ يَمُوْتُ عَطْشَانًا وَلَوْ سُقِيَ بِحَارَ الدُّنْيَا مَا رُوِيَ مِنْ عَطْشِهٖ وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهُ فِيْ قَبْرِهٖ فَالْاُوْلٰى يُضَيِّقُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ وَالثَّانِيَةُ يُوْقَدُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ نَارًا فَيَتَقَلَّبُ عَلَى الْجَمْرِ لَيْلًا وَّنَهَارًا وَالثَّالِثَةُ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ فِيْ قَبْرِهٖ ثُعْبَانٌ اِسْمُهُ الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ عَيْنَاهُ مِنْ نَارٍ وَاَظْفَارُهٗ مِنْ حَدِيْدٍ طُوْلُ كُلِّ ظُفْرٍ مَسِيْرَةُ يَوْمٍ يُكَلِّمُ الْمَيِّتَ فَيَقُوْلُ اَنَا الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ وَصَوْتُهٗ مِثْلُ الرَّعْدِ الْقَاصِفِ يَقُوْلُ اَمَرَنِيْ رَبِّيْ اَنْ اَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِلٰى بَعْدِ

کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اکرام اعزاز فرماتے ہیں ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے عذابِ قبر ہٹا دیا جاتا ہے تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا حال سورۃ الحاقہ میں مفصل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت خوش وخرّم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے) اور چوتھے یہ کہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گذر جائیں گے۔ پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے اور جو شخص نماز میں سُستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقہ سے عذاب ہوتا ہے۔ پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد، دُنیا کے پانچ تو یہ ہیں اوّل یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی دوسرے یہ کہ صلحا کا نُور اس کے چہرہ سے ہٹا دیا جاتا ہے تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔ چوتھے اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا استحقاق نہیں رہتا۔ اور موت کے وقت کے تین عذاب یہ ہیں کہ اوّل ذلت سے مرتا ہے۔ دوسرے بھوکا مرتا ہے تیسرے پیاس کی شدت میں موت آتی ہے اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی۔ قبر کے تین عذاب یہ ہیں اوّل اس پر قبر اتنی تنگ

طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَاَضْرِبُكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ
صَلٰوةِ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ وَاَضْرِبُكَ عَلٰى
تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَضْرِبُكَ
عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ اِلَى الْعِشَاءِ
وَاَضْرِبُكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ
اِلَى الْفَجْرِ فَكُلَّمَا ضَرَبَهٗ ضَرْبَةً يَغُوْصُ
فِى الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا فَلَا يَزَالُ فِى
الْقَبْرِ مُعَذَّبًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاَمَّا الَّتِىْ
تُصِيْبُهٗ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ فِىْ مَوْقِفِ
الْقِيٰمَةِ فَشِدَّةُ الْحِسَابِ وَسَخَطُ الرَّبِّ وَ
دُخُوْلُ النَّارِ وَفِىْ رِوَايَةٍ فَاِنَّهٗ يَاْتِىْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِهٖ ثَلٰثَةُ اَسْطُرٍ مَكْتُوْبَاتٌ
اَلسَّطْرُ الْاَوَّلُ يَا مُضَيِّعَ حَقِّ اللّٰهِ اَلسَّطْرُ
الثَّانِىْ يَا مَخْصُوْصًا بِغَضَبِ اللّٰهِ اَلثَّالِثُ
كَمَا ضَيَّعْتَ فِى الدُّنْيَا حَقَّ اللّٰهِ فَاٰيِسِ
الْيَوْمَ اَنْتَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وَمَا ذُكِرَ فِىْ
هٰذَا الْحَدِيْثِ مِنْ تَفْصِيْلِ الْعَدَدِ لَا
يطابق جملة الخمس عشرة لان المفصل
اربع عشرة فقط فلعل الراوى نسى
الخامس عشر كذا فى الزواجر لابن حجر
المكى قلت وهو كذلك فان ابا الليث
السمرقندى ذكر الحديث فى قرة العيون
فجعل ستة فى الدنيا فقال الخامسة
تمقته الخلائق فى الدار الدنيا والسادس ليس
له حظ فى دعاء الصالحين ثم ذكر الحديث
بتمامه ولم يعزه الى احد وفى تنبيه
الغافلين للشيخ نصر بن

ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس
جاتی ہیں۔ دوسرے قبر میں آگ جلا دی جاتی
تیسرے قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا
مسلّط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی،
اور ناخن لوہے کے اتنے لانبے کہ ایک دن پورا
چل کر ان کے ختم تک پہونچا جائے۔ اُس کی آواز
بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ
مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلّط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز
ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک
مارے جاؤں اور ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے
عصر تک مارے جاؤں، اور پھر عصر کی نماز ضائع
کرنے کی وجہ سے غروب تک اور مغرب کی نماز
کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے
صبح تک مارے جاؤں۔ جب وہ ایک دفعہ اس کو
مارتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ مردہ ستر ہاتھ زمین
میں دھنس جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت تک اس کو
عذاب ہوتا رہے گا اور قبر سے نکلنے کے بعد کے تین
عذاب یہ ہیں۔ ایک حساب سختی سے کیا جائے گا
دوسرے حق تعالیٰ شانہٗ کا اس پر غصّہ ہوگا تیسرے
جہنم میں داخل کر دیا جائے گا یہ کل میزان چودہ ہوئی
ممکن ہے کہ پندرھواں بھول سے رہ گیا ہو۔ اور ایک
روایت میں یہ بھی ہے کہ اسکے چہرہ پر تین سطریں لکھی ہوئی
ہوتی ہیں پہلی سطر او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے
دوسری سطر او اللہ کے غصّہ کے ساتھ مخصوص تیسری
سطر جیسا کہ تو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا

محمد بن ابراهیم السمرقندی یقال من
داوم علی الصلوٰة الخمس فی الجماعة
اعطاه الله خمس خصال ومن تهاون
بها فی الجماعة عاقبه الله باثنی عشر خصلة
ثلثة فی الدنیا وثلثة عند الموت و
ثلثة فی القبر وثلثة یوم القیٰمة ثم ذکر نحوها
ثم قال وروی عن ابی ذر عن النبی صلی
الله علیه وسلم نحو هذا ذکره السیوطی
فی ذیل اللآلی بعد ما اخرج بمعناه
من تخریج ابن النجار فی تاریخ
بغداد بسنده الی ابی هریرة قال
فی المیزان هذا حدیث باطل رکبه
محمد بن علی بن عباس علی ابی بکر بن
زیاد النیسابوری قلت لکن ذکره الحافظ
فی المنبهات عن ابی هریرة مرفوعا
الصلوٰة عماد الدین وفیها عشر خصال
الحدیث ذکرته فی الهندیة وذکر
الغزالی فی دقائق الاخبار
بنحو هذا اتم منه وقال من
حافظ علیها اکرمه الله بخمس عشرة الخ مفصلاً

آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

فائدہ: یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتبِ حدیث میں مجھے نہیں ملی لیکن اس میں جتنی قسم کے ثواب اور عذاب ذکر کئے گئے ہیں ان کی اکثر کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے جن میں سے بعض پہلے گذر چکے اور بعض آگے آرہے ہیں۔ اور پہلی روایات میں بے نمازی کا اسلام سے نکل جانا بھی مذکور ہے تو پھر جس قدر عذاب ہو تھوڑا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ جو کچھ مذکور ہے اور آئندہ آرہا ہے وہ سب اس فعل کی سزا ہے اس کے مستحقِ سزا ہونے کے بعد اور اس دفعہ کی فردِ جرم کے ساتھ ہی ارشادِ خداوندی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ کہ اللہ تعالیٰ شرک کی تو معافی نہیں فرمائیں گے۔ اسکے علاوہ جس کی دل چاہے معافی فرمادیں گے۔ اس آیت شریفہ اور اس جیسی آیات اور احادیث کی بناء پر اگر معاف فرمادیں تو زہے قسمت، احادیث میں آیا ہے کہ قیامت میں تین عدالتیں ہیں ایک کفر و اسلام کی اسمیں بالکل بخشش نہیں دوسری حُقُوقُ العِبَاد کی، اس میں حق والے کا حق ضرور دلایا جائے گا چاہے اس سے لیا جائے جس کے ذمہ ہے یا اس کو معاف فرمانے کی مرضی ہو تو اپنے پاس سے دیا جائے گا تیسری عدالت اللہ تعالیٰ کے اپنے حقوق کی ہے اس میں بخشش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس بناء پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اپنے افعال کی سزائیں تو یہی ہیں جو احادیث میں وارد ہوئیں لیکن مراحمِ خسروانہ اس سے بالاتر ہیں۔ انکے علاوہ اور بھی بعض قسم کے عذاب اور ثواب احادیث میں آئے ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اگر کوئی دیکھتا تو بیان

کر دیتا حضورؐ اس کی تعبیر ارشاد فرمادیتے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے حسبِ معمول دریافت فرمایا۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اسکے بعد بہت لمبا خواب ذکر فرمایا جس میں جنت و دوزخ اور اس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے ہوئے دیکھے منجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے اور اس زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر لڑھکتا ہوا دُور جا پڑتا ہے اتنے اسکو اٹھایا جاتا ہے وہ سر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے اسی طرح اسکے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ حضورؐ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے جب دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے تو انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن شریف پڑھا تھا اور اس کو چھوڑ دیا تھا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصّہ ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے ایک جماعت کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبرئیل سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سُستی کرتے تھے[1]۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز کے اوقات معلوم کرنے کا اہتمام رکھتے ہیں ان میں ایسی برکت ہوتی ہے جیسی حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد میں ہوئی[2]۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دُنیا سے ایسے حال میں رخصت ہو کہ اخلاص کے ساتھ ایمان رکھتا ہو اس کی عبادت کرتا ہو نماز پڑھتا ہو زکوٰۃ ادا کرتا ہو تو وہ ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس سے راضی ہونگے[3]۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں[4]۔ حضرت ابو دردا رضؓ نے حضرت سلمانؓ کو ایک خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گذارا کرو، میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جل شانہٗ نے اس بات کا عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اس پر رحمت کروں گا، اس کو راحت دوں گا اور قیامت میں پُل صراط کا راستہ آسان کر دوں گا اور اپنی رضا نصیب کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور گھر آنے والے کا اکرام ہوتا ہی ہے اس لئے اللہ پر ان کا اکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہونے والے ہیں۔ ابو سعید خدریؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے اُلفت رکھے حق تعالیٰ شانہٗ اس سے اُلفت رکھتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مُردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ ابھی تک واپس بھی نہیں ہوتے کہ فرشتے اس کے امتحان کے لئے آتے ہیں۔ اس وقت اگر وہ مؤمن ہے تو نماز اس کے

---

[1] ترغیب [2] دُر منثور [3] ایضاً [4] ایضاً

سر کے قریب ہوتی ہے اور زکوٰۃ دائیں جانب اور روزہ بائیں جانب اور باقی جتنے بھلائی کے کام کئے تھے وہ پاؤں کی جانب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اس کے قریب تک کوئی نہیں پہونچ سکتا۔ فرشتے دُور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں[۱]۔ ایک صحابیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ کے گھر والوں پر خرچ کی کچھ تنگی ہوتی تو آپ ان کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ط "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیے ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے روزی تو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیز گاری ہی کا ہے"۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے سُنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دیگا سب کو سُنائی دیگی اُس وقت اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف میں ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے یہ سُنکر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں سے دُور رہتے تھے پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی۔ پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث میں بھی یہی قصّہ آیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہوگا آج محشر والے دیکھیں گے کہ کریم لوگ کون ہیں اور اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے[۲]۔ شیخ نصر سمرقندیؒ نے تنبیہ الغافلین میں بھی یہ حدیث لکھی ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب چھوٹ چکیں گے تو جہنم سے ایک (عنق) لمبی گردن ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی اس میں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہوگی، وہ کہے گی کہ میں ہر اُس شخص پر مسلّط ہوں جو متکبّر بدمزاج ہو۔ اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اسطرح چُن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چُگتا ہے ان سب کو چُن کر جہنّم میں پھینکدے گی اس کے بعد پھر اسی طرح دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں ہر اُس شخص پر مسلّط ہوں جس نے اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو ایذا دی۔ اُن لوگوں کو بھی جماعت سے چُن کرلے جائے گی۔ اس کے بعد سہ بارہ پھر نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چُن کرلے جائے گی۔ اس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہوگا کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں شیطان آدمیوں کو نظر آجاتا تھا ایک

[۱] دُر منثور [۲] ایضاً

صاحب نے اس سے کہا کہ کوئی ترکیب ایسی بتا کہ میں بھی تجھ جیسا ہو جاؤں۔ شیطان نے کہا کہ ایسی فرمائش تو آج تک مجھ سے کسی نے بھی نہیں کی تجھے اس کی کیا ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے کہا میرا دل چاہتا ہے شیطان نے کہا اس کی ترکیب یہ ہے کہ نماز میں سُستی کر اور قسم کھانے میں ذرا پرواہ نہ کر جھوٹی سچی ہر طرح کی قسمیں کھایا کر۔ ان صاحب نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گا اور کبھی قسم نہ کھاؤں گا۔ شیطان نے کہا کہ تیرے سوا مجھ سے چال کے ساتھ کسی نے کچھ نہیں لیا میں نے بھی عہد کر لیا کہ آدمی کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔

حضرت اُبیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اس اُمت کو رِفعت و عزت اور دین کے فروغ کی بشارت دو لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دنیا کے واسطے کرے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں[ف] ۔ ایک حدیث میں آیا ہے حضورِ اقدسؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی بہترین صورت میں زیارت کی مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمدؐ، ملاءِ اعلیٰ والے یعنی فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے تو علم نہیں، تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا جس کی ٹھنڈک سینہ کے اندر تک محسوس ہوئی اور اس کی برکت سے تمام عالم مجھ پر منکشف ہو گیا پھر مجھ سے ارشاد فرمایا اب بتاؤ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں اور ان چیزوں میں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اُٹھتے ہیں ان کے ثواب میں۔ اور سردی کے وقت وضو کو اچھی طرح سے کرنے کے فضائل میں اور ایک نماز کے بعد سے دوسری نماز تک انتظار میں بیٹھے رہنے کی فضیلت میں۔ جو شخص ان کا اہتمام کرے گا بہترین حالت میں زندگی گذارے گا اور بہترین حالت میں مرے گا۔ متعدد احادیث میں آیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں اے ابنِ آدم تو دن کے شروع میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لیا کر، میں تمام دن کے تیرے کام بنا دیا کروں گا۔

تنبیہُ الغافلین میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے فرشتوں کی محبوب چیز ہے انبیاءؑ کی سنّت ہے اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ دعا قبول ہوتی ہے۔ رزق میں برکت ہوتی ہے، یہ ایمان کی جڑ ہے، بدن کی راحت ہے۔ دشمن کے لئے ہتھیار ہے۔ نمازی کے لئے سفارشی ہے۔ قبر میں چراغ ہے اور اس کی وحشت میں دل بہلانے والی ہے۔ منکر نکیر کے سوال کا جواب ہے اور قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے اور اندھیرے میں روشنی ہے۔ جہنم کی آگ کے لئے آڑ ہے۔ اعمال کی ترازو کا بوجھ ہے پُل صراط پر جلدی سے گذارنے والی ہے جنت کی کُنجی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت عثمان غنیؓ

[ف] ترغیب

سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے حق تعالیٰ شانہٗ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں اوّل یہ کہ اس کو خود محبوب رکھتے ہیں، دوسرے تندرستی عطا فرماتے ہیں، تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، چوتھے اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں، پانچویں اس کے چہرہ پر صُلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں چھٹے اس کا دل نرم فرماتے ہیں، ساتویں وہ پُل صراط پر بجلی کی طرح سے گذر جائے گا، آٹھویں جہنّم سے نجات فرمادیتے ہیں، نویں جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس نصیب ہوگا جن کے بارے میں لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ الآیۃ وارد ہے۔ یعنی قیامت میں نہ ان کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں، چہرہ کی رونق ہے، دل کا نور ہے، بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے، قبر کا اُنس ہے، اللہ کی رحمت اُترنے کا ذریعہ ہے، آسمان کی کنجی ہے، اعمالناموں کی ترازو کا وزن ہے (کہ اس سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوجاتا ہے) اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ جنّت کی قیمت ہے اور دوزخ کی آڑ ہے جس شخص نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس کو چھوڑا اپنے دین کو گرادیا[1]۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ گھر میں نماز پڑھنا نور ہے نماز سے اپنے گھروں کو منوّر کیا کرو[2] اور یہ تو مشہور حدیث ہے کہ میری اُمّت قیامت کے دن وضو اور سجدہ کی وجہ سے روشن ہاتھ پاؤں والی روشن چہرہ والی ہوگی اسی علامت سے دوسری اُمّتوں سے پہچانی جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آسمان سے کوئی بَلا آفت نازل ہوتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹالی جاتی ہے[3] متعدّد احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنّم پر حرام کر دیا ہے کہ سجدہ کے نشان کو جلائے (یعنی اگر اپنے اعمال بد کی وجہ سے وہ جہنّم میں داخل بھی ہوگا تو سجدہ کا نشان جس جگہ ہوگا اس پر آگ کا اثر نہ ہوسکے گا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے[4] ایک جگہ ارشاد ہے کہ نماز شفا ہے[5] دوسری جگہ اس کے متعلق ایک قصّہ نقل کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا پیٹ میں درد ہے۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا اُٹھ نماز پڑھ نماز میں شفا ہے[6] حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنّت کو خواب میں دیکھا تو حضرت بلالؓ کے جوتوں کے گھسیٹنے کی آواز بھی سُنائی دی صبح کو حضورؐ نے پوچھا کہ تیرا وہ خصوصی عمل کیا ہے جس کی وجہ سے جنّت میں بھی تو (دُنیا کی طرح سے) میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا، عرض کیا کہ رات دن میں جس وقت بھی میری وضو ٹوٹ جاتی ہے

---

[1] منبّہات ابن حجرؒ [2] جامع الصغیر [3] جامع الصغیر [4] جامع الصغیر [5] ایضاً [6] ابن کثیر۔

تو وضو کرتا ہوں اس کے بعد (تحیۃ الوضوء کی) نماز جتنی مقدر ہو پڑھتا ہوں [1] سفیریؒ نے کہا ہے کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ اُو فاجر سے پکارتے ہیں اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو اُو خاسر (خسارہ والے) اور عصر کی نماز چھوڑنے والے کو عاصی سے اور مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو کافر سے اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو اُو مُضیع (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں [2] علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ مصیبت ہر اُس آبادی سے ہٹادی جاتی ہے کہ جہاں کے لوگ نمازی ہوں جیسا کہ ہر اُس آبادی پر نازل ہوتی ہے جہاں کے لوگ نمازی نہ ہوں ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا، بجلیوں کا گرنا، مکانوں کا دھنس جانا، کچھ بھی مُستبعد نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں تو نمازی ہوں مجھے دوسروں سے کیا غرض۔ اس لئے کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے (خود حدیث شریف میں مذکور ہے کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صُلحاء موجود ہوں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں جب خباثت کا غلبہ ہو جائے) اس لئے کہ ان کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وُسعت کے موافق دوسروں کو بُری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کا حکم کریں [3]

(۸) رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی مَضٰی وَقْتُهَا ثُمَّ قَضٰی عُذِّبَ فِی النَّارِ حُقْبًا وَالْحُقْبُ ثَمَانُوْنَ سَنَةً وَالسَّنَةُ ثَلٰثُمِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ یَوْمًا كُلُّ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ كذا فی مجالس الابرار قلت لم اجده فیما عندی من کتب الحدیث الا ان مجالس الابرار مدحه شیخ مشائخنا الشاہ عبد العزیز الدهلویؒ ثم قال الراغب فی قوله تعالٰی لابثین فیها احقابا قیل جمع الحقب ای الدهر قیل والحقبة ثمانون عاما والصحیح ان الحقبة مدة من الزمان مبهمة واخرج ابن کثیر فی تفسیر قوله تعالٰی فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کردے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حُقب جہنم میں جلے گا اور حُقب کی مقدار اسّی برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار (۱۰۰۰) برس کی برابر ہوگا اس حساب سے ایک حُقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی (۲۸۸۰۰۰۰۰)

فائدہ: حُقب کے معنی لغت میں بہت زیادہ زمانہ کے ہیں۔ اکثر حدیثوں میں اس کی مقدار یہی آئی ہے جو اوپر گذری یعنی اسّی سال۔ دُرِّ منثور میں متعدد روایات سے یہی مقدار منقول ہے حضرت علیؓ نے ہلال ہجری سے دریافت فرمایا کہ

---

[1] فتح [2] غالیۃ المواعظ [3] لواقح الانوار

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ عن ابن عباس ان فی جهنم لوادیا تستعیذ جهنم من ذلك الوادی فی کل یوم اربعمأئة مرة اعد ذلك الوادی للمرائین من امة محمد الحدیث وذکر ابو اللیث السمرقندی فی قرة العیون عن ابن عباس وهو مسکن من یؤخر الصلٰوة عن وقتها وعن سعد بن ابی وقاص مرفوعا اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ قال هم الذین یؤخرون الصلٰوة عن وقتها وصحح الحاکم والبیهقی وقفه واخرج الحاکم عن عبد الله فی قوله تعالٰی فسوف یلقون غیا قال واد فی جهنم بعید القعر خبیث الطعم وقال صحیح الاسناد ۱۲

حُقب کی کیا مقدار ہے انہوں نے کہا کہ حُقب اسّی برس کا ہوتا ہے اور ہر برس بارہ مہینے کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار برس کا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی صحیح روایت سے اسّی برس منقول ہیں حضرت ابو ہریرہؓ نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا اور ایک دن تمہارے دنوں کے اعتبار سے (یعنی دنیا کے موافق) ایک ہزار دن کا یہی مضمون حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی حضورؐ سے نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہیئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا وہ بھی جب ہی کہ کوئی اور وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ مقدار اس سے کم وزیادہ حدیث میں آئی ہے مگر اوّل تو اوپر والی مقدار کئی حدیثوں میں آئی ہے اس لئے یہ مُقدّم ہے دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ آدمیوں کی حالت کے اعتبار سے کم وبیش ہو۔

اَبُو اللَّیْث سَمَرْقَنْدِیؒ نے قُرَّةُ الْعُیُوْن میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑدے اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ کہو کہ اے اللہ ہم میں کسی کو شقی محروم نہ کر پھر فرمایا جانتے ہو شقی محروم کون ہے؟ صحابہؓ کے اِستفسار پر ارشاد فرمایا کہ شقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے اس کا کوئی حصہ اسلام میں نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ دیدہ ودانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالٰی قیامت میں اِلتفات ہی نہ فرمائیں گے اور عَذَابِ اَلِیْم (دُکھ دینے والا عذاب) اس کو دیا جائے گا۔ ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ دس آدمیوں کو خاص طور سے عذاب ہوگا منجملہ ان کے نماز کا چھوڑنے والا بھی ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور فرشتے منہ اور

پشت پر ضرب لگا رہے ہوں گے جنت کہے گی کہ میرا تیرا کوئی تعلق نہیں نہ میں تیرے لئے نہ تو میرے لئے۔ دوزخ کہے گی کہ آجا میرے پاس آجا تو میرے لئے ہے میں تیرے لئے۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنم میں ایک وادی (جنگل) ہے جس کا نام ہے لم لم، اس میں سانپ ہیں جو اونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اور ان کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے اس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے جس کا نام جُبّ الحزن ہے وہ بچھوؤں کا گھر ہے اور ہر بچھو خچر کی برابر بڑا ہے وہ بھی نماز چھوڑنے والوں کو ڈسنے کے لئے ہیں۔ ہاں مولائے کریم معاف کر دے تو کون پوچھنے والا ہے مگر کوئی معافی چاہے بھی تو۔ ابن حجرؒ نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا تھا اس کا بھائی دفن میں شریک تھا اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی۔ اُس وقت خیال نہیں آیا بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا

(۹) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا سَھْمَ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَا وُضُوْءَ لَہٗ اخرجہ البزار واخرج الحاکم عن عائشۃ مرفوعا وصححہ ثَلٰثٌ اُحْلِفُ عَلَیْھِنَّ لَا یَجْعَلُ اللّٰہُ مَنْ لَہٗ سَھْمٌ فِی الْاِسْلَامِ کَمَنْ لَا سَھْمَ لَہٗ وَسِھَامُ الْاِسْلَامِ اَلصَّوْمُ وَالصَّلٰوۃُ وَالصَّدَقَۃُ الحدیث واخرج الطبرانی فی الاوسط عَنِ ابْنِ عُمَرَ مرفوعا لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ اِنَّمَا مَوْضِعُ الصَّلٰوۃِ مِنَ الدِّیْنِ کَمَوْضِعِ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ کذا فی الدر المنثور

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اُس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وضو کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ دین بغیر نماز کے نہیں ہے۔ نماز دین کے لئے ایسی ہے جیسا آدمی کے بدن کے لئے سر ہوتا ہے۔

ف: جو لوگ نماز نہ پڑھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یا حمیتِ اسلامی کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر ذرا غور کریں اور جن اسلاف کی کامیابیوں تک پہنچنے کے خواب دیکھتے ہیں ان کے حالات کی بھی تحقیق کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے پھر دنیا اُن کے قدم کیوں نہ چومتی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھ میں پانی اُتر آیا لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا علاج تو ہو سکتا ہے مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکیں گے انہوں نے

فرمایا یہ نہیں ہو سکتا میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس پر ناراض ہوں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے کہا پانچ دن لکڑی پر سجدہ کرنا پڑے گا، انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت بھی اس طرح نہیں پڑھوں گا عمر بھر بینائی کو صبر کر لینا ان حضرات کے یہاں اس سے سہل تھا کہ نماز چھوڑیں حالانکہ اس عذر کی وجہ سے نماز کا چھوڑنا جائز بھی تھا حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ میں جب برچھا مارا گیا تو ہر وقت خون جاری رہتا تھا اور اکثر اوقات غفلت رہتی تھی حتیٰ کہ اسی حالت میں وصال بھی ہو گیا۔ مگر بیماری کے ان دنوں میں جب نماز کا وقت ہوتا تو ان کو ہوشیار کیا جاتا اور نماز کی درخواست کی جاتی وہ اسی حالت میں نماز ادا کرتے اور یہ فرماتے کہ ہاں ہاں ضرور جو شخص نماز نہ پڑھے اسلام میں اسکا کوئی حصہ نہیں۔ ہمارے یہاں بیمار کی خیر خواہی راحت رسانی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ اس کو نماز کی تکلیف نہ دی جائے بعد میں فدیہ دے دیا جائے گا۔ ان حضرات کے یہاں خیر خواہی یہ تھی جو عبادت بھی چلتے چلاتے کر سکے دریغ نہ کیا جائے ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے ایک خادم مانگا کہ کاروبار میں مدد کرے حضورؐ نے فرمایا یہ تین غلام ہیں جو پسند ہو لے لو۔ انہوں نے عرض کیا آپ ہی پسند فرما دیں۔ حضورؐ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اس کو لے لو یہ نمازی ہے مگر اس کو مارنا نہیں ہمیں نمازیوں کے مارنے کی ممانعت ہے۔ اس قسم کا واقعہ ایک اور صحابی ابوالہیثمؓ کے ساتھ بھی ہوا، انھوں نے بھی حضورؐ سے غلام مانگا تھا اس کے بالمقابل ہمارا ملازم نمازی بن جائے تو ہم اس کو طعن کرتے ہیں اور حماقت سے اس کی نماز میں اپنا حرج سمجھتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ پر ایک مرتبہ غلبۂ حال ہوا تو سات روز تک گھر میں رہے نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے۔ شیخ کو اس کی اطلاع کی گئی دریافت کیا کہ نماز کے اوقات تو محفوظ رہتے ہیں (یعنی نماز کے اوقات کا تو اہتمام رہتا ہے) لوگوں نے عرض کیا کہ نماز کے اوقات بیشک محفوظ ہیں فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ عَلَیْہِ سَبِیْلًا (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے شیطان کو اس پر مسلط نہ ہونے دیا۔[1]

بابِ دوم جماعت کے بیان میں

جیسا کہ شروع رسالہ میں لکھا جا چکا ہے بہت سے حضرات نماز پڑھتے ہیں لیکن جماعت کا اہتمام

---

[1] بہجۃ النفوس

نہیں کرتے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح نماز کے بارہ میں بہت سخت تاکید آئی ہے اسی طرح جماعت کے بارہ میں بھی بہت سی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں بھی دو ہیں پہلی فصل جماعت کے فضائل میں۔ دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب ہیں۔

فصل اوّل جماعت کے فضائل میں

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِّنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً رواه مالك والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی کذا فی الترغیب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

ف: جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دقت، اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا اٹھائیس روپے ملتے ہوں اور وہ اُن کو چھوڑ دے مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی بے توجہی کی جاتی ہے اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پروا نہیں۔ اس کا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں۔ دُنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ دو آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں۔ آخرت کی تجارت جس میں ستائیس گنا نفع ہے وہ ہمارے لئے مصیبت ہے جماعت کی نماز کے لئے جانے میں دوکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے بکری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے دوکان کے بند کرنے کی بھی دقت کہی جاتی ہے لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جل شانہٗ کی عظمت ہے اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے اس کے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے ان کے یہاں یہ لچر عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے ایسے ہی لوگوں کی اللہ جل شانہٗ نے کلام پاک میں تعریف فرمائی ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ الآیۃ تیسرے باب کے شروع میں پوری آیت مع ترجمہ موجود ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ تھا وہ حکایاتِ صحابہؓ کے پانچویں باب میں مختصر طور پر گذر چکا۔ سالم حدادؒ ایک بزرگ تھے تجارت کرتے تھے جب اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیر ہو جاتا اور زرد پڑ جاتا، بے قرار ہو جاتے، دوکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

مے حکایاتِ صحابہ عکسی

اِذَا مَا دَعَا دَاعِیْکُمْ قُمْتُ مُسْرِعًا ؛ مُجِیْبًا لِّمَوْلٰی جَلَّ لَیْسَ لَہٗ مِثْلُ

جب تمہارا مُنادی (مؤذِن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہوجاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہوجاتا ہوں ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے اس کا کوئی مثل نہیں۔

اُجِیْبُ اِذَا نَادٰی بِسَمْعٍ وَّطَاعَۃٍ ؛ وَبِیْ نَشْوَۃٌ لَبَّیْکَ یَا مَنْ لَّہُ الْفَضْلُ

جب وہ مُنادی (مؤذِن) پکارتا ہے تو میں بحالت نَشاط اِطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل و بزرگی والے لَبَّیْکَ یعنی حاضر ہوتا ہوں۔

وَیَصْفَرُّ لَوْنِیْ خِیْفَۃً وَّمَہَابَۃً ؛ وَیُرْجِعُ لِیْ عَنْ کُلِّ شُغْلٍ بِہٖ شُغْلُ

اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑجاتا ہے اور اس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کردیتی ہے۔

وَحَقِّکُمْ مَا لَذَّ لِیْ غَیْرُ ذِکْرِکُمْ ؛ وَذِکْرُ سِوَاکُمْ فِیْ فَمِیْ قَطُّ لَا یَحْلُوْ

تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا۔

مَتٰی یَجْمَعُ الْاَیَّامُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ؛ وَیَفْرَحُ مُشْتَاقٌ اِذَا جُمِعَ الشَّمْلُ

دیکھئے زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا اور مُشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اِجتماع نصیب ہوتا ہے۔

فَمَنْ شَاہَدَتْ عَیْنَاہُ نُوْرَ جَمَالِکُمْ ؛ یَمُوْتُ اشْتِیَاقًا نَحْوَکُمْ قَطُّ لَا یَسْلُوْ

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے تمہارے اِشتیاق میں مرجائے گا کبھی بھی تسلّی نہیں پاسکتا[1]

حدیث میں آیا ہے کہ (جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہوں وہ) مسجد کے کھونٹے ہیں فرشتے اُن کے ہمنشین ہوتے ہیں اگر وہ بیمار ہوجائیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کسی کام کو جائیں تو فرشتے ان کی اِعانت کرتے ہیں۔[2]

(۲) عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَۃٍ تَضْعُفُ عَلٰی صَلٰوتِہٖ فِیْ بَیْتِہٖ وَفِیْ سُوْقِہٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَذٰلِکَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو اس نماز سے جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں پڑھ لی ہو پچیس ۲۵ درجہ المضاعف ہوتی ہے اور بات یہ ہے کہ جب

---

[1] نزہۃ [2] حاکم۔

اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّىْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِىْ مُصَلَّاهُ مَالَمْ يُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ فِىْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ رواه البخاری واللفظ له ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجه کذا فی الترغیب

آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہونچا دیتا ہے پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور پھر جب نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک وہ باوضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے۔ **فائدہ:** پہلی حدیث میں ستائیس درجہ کی زیادتی بتلائی گئی تھی اور اس حدیث میں پچیس ۲۵ درجہ کی۔ ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہوا ہے علماء نے اس کے بہت سے جوابات تحریر فرمائے ہیں جو شروح حدیث میں مذکور ہیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ یہ نمازیوں کے حال کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ بعضوں کو پچیس درجہ کی زیادتی ہوتی ہے اور بعضوں کو اخلاص کی وجہ سے ستائیس کی ہو جاتی ہے بعض علماء نے نماز کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے کہ سری نمازوں میں پچیس ۲۵ ہے اور جہری میں ستائیس ہے بعض نے ستائیس ۲۷ عشاء اور صبح کے لئے بتایا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں جانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پچیس ۲۵ باقی نمازوں میں بعض شراح نے لکھا ہے کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش بڑھتی ہی چلی گئی جیسا کہ اور بھی بہت سی جگہ اس کا ظہور رہے اس لئے اول پچیس ۲۵ درجہ تھا بعد میں ستائیس ۲۷ ہو گیا۔ بعض شراح نے ایک عجیب بات لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ثواب پہلی حدیث سے بہت زیادہ ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد نہیں کہ وہ پچیس درجہ کی زیادتی ہے بلکہ یہ ارشاد ہے کہ پچیس ۲۵ درجہ المضاعف ہوتی ہے جس کا ترجمہ دو چند اور دوگنا ہوتا ہے یعنی یہ کہ پچیس ۲۵ مرتبہ تک دوگنا اجر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس صورت میں جماعت کی ایک نماز کا ثواب تین کروڑ تینتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتیس (۳۳۵۵۴۴۳۲) درجہ ہوا حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے یہ ثواب کچھ بعید نہیں اور جب نماز کے چھوڑنے کا گناہ ایک حقبہ ہے جو پہلے باب میں گذرا تو اس کے پڑھنے کا ثواب یہ ہونا قرین قیاس بھی ہے۔

اس کے بعد حضورؐ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تو خود ہی غور کر لینے کی چیز ہے کہ جماعت کی نماز

میں کس قدر اجر و ثواب اور کس کس طرح حسنات کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے محض نماز کی نیت سے مسجد میں جائے تو اس کے ہر ہر قدم پر ایک نیکی کا اضافہ اور ایک خطا کی معافی ہوتی چلی جاتی ہے بنو سلمہ مدینہ طیبہ میں ایک قبیلہ تھا اُن کے مکانات مسجد سے دُور تھے، انہوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی کہیں منتقل ہو جائیں حضور نے ارشاد فرمایا، وہیں رہو تمہارے مسجد تک آنے کا ہر ہر قدم لکھا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جائے وہ ایسا ہے جیسا کہ گھر سے احرام باندھ کر حج کو جائے، اس کے بعد حضور ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھ چکا تو اس کے بعد جب تک مصلّے پر رہے فرشتے مغفرت اور رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے اللہ کے مقبول اور معصوم بندے ہیں ان کی دُعا کی برکات خود ظاہر ہیں، محمدؒ بن سماعہ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے شاگرد ہیں ایک سو تین ۱۰۳ برس کی عمر میں انتقال ہوا، اُس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیر اُولیٰ فوت نہیں ہوئی صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیر اُولیٰ فوت ہو گئی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہو گئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زیادہ ہے اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا تاکہ وہ عدد پورا ہو جائے۔ تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ محمد پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہوگا[1] ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبوی آیا ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا عبد الحیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اس قصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے۔ اور یہ ظاہر بات ہے ایک آمین کی موافقت ہی صرف نہیں بلکہ مجمع کی شرکت نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت ہی میں پائی جاتی ہیں ایک ضروری امر یہ بھی قابلِ لحاظ ہے، علماء نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی اس دعا کا مستحق جب ہی ہوگا جب نماز نماز بھی ہو۔ اور اگر ایسے ہی پڑھی کہ پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر مار دی گئی تو پھر فرشتوں کی دعا کا مستحق نہیں ہوتا[2]

[1] فوائد بہیہ [2] بہجتہ

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ الصَّلَوٰتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّىْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِىْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَّجُلٍ يَّتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا حَسَنَةً وَّيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً وَّيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِى الصَّفِّ وَفِىْ رِوَايَةٍ لَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَمْشِىْ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِىَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةَ فِى الْمَسْجِدِ الَّذِىْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ رواه مسلم وابوداؤد والنسائى وابن ماجة كذا فى الترغيب والدر المنثور والسنة نوعان سنة الهدى وتاركها يستوجب اساءة كالجماعة والاذان والزوائد وتاركها لا يستوجب اساءة كسير النبى صلى الله عليه وسلم فى لباسه وقعوده

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجد میں) اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد مسجد کی طرف جائے تو ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک ایک خطا معاف ہو گی اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہو وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا ورنہ حضورؐ کے زمانہ میں عام منافقوں کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی یا کوئی سخت بیمار ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

ف: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں جماعت کا اس قدر اہتمام تھا کہ اگر بیمار بھی کسی طرح جماعت میں جا سکتا تھا تو وہ بھی جا کر شریک

كذا فى نور الانوار والاضافة فى سنة الهدى بيانية اى سنة هى هدى والحمل مبالغة كذا فى قمر الاقمار

ہو جاتا تھا، چاہیے دو آدمیوں کو کھینچ کر لے جانے کی نوبت آتی، اور یہ اہتمام کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کے اور ہمارے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کا اہتمام تھا چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں یہی صورت پیش آئی کہ مرض کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے، آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے صحابیؓ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر پاؤں مبارک اچھی طرح جمتا بھی نہ تھا حضرت ابوبکرؓ نے تعمیل ارشاد میں نماز پڑھانا شروع کر دی تھی، حضورؐ جا کر نماز میں شریک ہوئے ؎۱ حضرت ابو دردؓا فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا وہ بالکل سامنے ہے اور تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کر (زندوں میں اپنے کو سمجھ ہی نہیں کہ پھر نہ کسی بات کی خوشی نہ کسی بات سے رنج) اور مظلوم کی بددعا سے اپنے کو بچا اور جو تو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہو سکے تو دریغ نہ کر، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے ؎۲

(۴) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِىْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ رواه الترمذى وقال لا اعلم احدا رفعه الا ما روى مسلم بن قتيبة عن طعمة ابن عمر وقال المملى ومسلم وبقية رواته ثقات كذا فى الترغيب قلت وله شواهد من حديث عمرؓ رفعه من صلى فى مسجد جماعة اربعين ليلة لا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اسکو دو پروانے ملتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

فائدہ: یعنی جو اس طرح چالیس دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع ہی سے امام کے ساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص جہنم میں داخل ہوگا نہ منافقوں میں داخل ہوگا۔ منافق

؎۱ صحیحین ؎۲ ترغیب

تفوته الرکعة الاولیٰ من صلوٰة العشاء کتب الله له بها عتقا من النار رواه ابن ماجة واللفظ له والترمذی وقال نحو حدیث انس یعنی المتقدم ولم یذکر لفظه وقال مرسل یعنی ان عمارة الراوی عن انس لم یدرك انسا وعزاه فی منتخب الکنز الی البیهقی فی الشعب وابن عساکر وابن النجار

وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں لیکن دِل میں کُفر رکھتے ہوں اور چالیس دِن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دِن تک نُطفہ رہنا پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک اسی طرح چالیس چالیس دِن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے صُوفیہ کے یہاں چِلّہ بھی خاص اہمیّت رکھتا ہے کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی برسوں بھی تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوتی۔

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاهُ اللهُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئٌ عه رواه ابوداؤد و النسائی والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب وفیه ایضا عن سعید ابن المسیب قال حضر رجلا من الانصار الموت فقال انی محدثکم حدیثا ما احدثکموه الا احتسابا انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذا توضأ احدکم فاحسن الوضوء الحدیث وفیه فان اتی المسجد فصلی فی جماعة غفر له فان اتی المسجد وقد صلوا بعضا وبقی بعض صلی ما ادرك واتم ما بقی کان کذلك فان اتی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وُضو کرے پھر مسجد میں نماز کے لئے جائے اور وہاں پہونچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو بھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہوگا اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔

ف: یہ اللہ کا کس قدر انعام و احسان ہے کہ محض کوشش اور سعی پر جماعت کا ثواب مل جائے گو جماعت نہ مل سکے۔ اللہ کی اس دَین پر بھی ہم لوگ خود ہی نہ لیں تو کسی کا کیا نقصان ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض اس کھٹکہ سے کہ جماعت ہو چکی ہوگی مسجد میں جانا مُلتوی نہ کرنا چاہیئے اگر جاکر معلوم ہو کہ ہو چکی ہے تب بھی ثواب تو مل ہی جائے گا۔ البتہ اگر پہلے سے یقیناً معلوم

عہ کذا فی الاصل ولفظ ابی داؤد شیئا بالنصب وہو الظاہر

المسجد وقد صلوا فاتم الصلوة کان کذلک رواہ ابوداؤد۔

ہو جائے کہ جماعت ہو چکی ہے تو مضائقہ نہیں۔

(۶) عَنْ قُبَاثِ بْنِ اَشْیَمِ اللَّیْثِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الرَّجُلَیْنِ یَؤُمُّ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوۃِ اَرْبَعَۃٍ تَتْرٰی وَصَلٰوۃُ اَرْبَعَۃٍ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوۃِ ثَمَانِیَۃٍ تَتْرٰی وَصَلٰوۃُ ثَمَانِیَۃٍ یَؤُمُّھُمْ اَحَدُھُمْ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوۃِ مِائَۃٍ تَتْرٰی رواہ البزار والطبرانی باسناد لاباس بہ کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر ورجال الطبرانی موثقون وعزاہ فی الجامع الصغیر الی الطبرانی والبیھقی ورقم لہ بالصحۃ وعن ابی بن کعب رفعہ بمعنی حدیث الباب فیہ قصۃ وفی اٰخرہ وکلما اکثر فھو احب الی اللّٰہ عز وجل رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیھما والحاکم وقد جزم یحیی ابن معین والذھلی بصحۃ ھذا الحدیث کذا فی الترغیب

(۶) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز کہ ایک امام ہو ایک مقتدی اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نماز سے زیادہ محبوب ہے اور آٹھ آدمیوں کی جماعت کی نماز سو آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائیگی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے

فائدہ: جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار آدمی ملکر گھر دوکان وغیرہ پر جماعت کریں وہ کافی ہے اول تو اس میں مسجد کا ثواب شروع ہی سے نہیں ہوتا دوسرے کثرتِ جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی ہے مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقہ میں اسکی خوشنودی زیادہ ہو اسی طریقہ سے کرنا چاہیے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ایک جماعت کی صف کو، ایک اس شخص کو جو آدھی رات تہجد کی نماز پڑھ رہا ہو تیسرے اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو۔[1]

(۷) عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رواہ ابن ماجۃ وابن خزیمۃ ف

حضرت سہل فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں ان کو قیامت کے دن کے پورے پورے نور کی خوش خبری سنا دے۔

[1] جامع الصغیر

صحیحہ والحاکم واللفظ لہٗ وقال صحیح علی شرط الشیخین کذا فی الترغیب وفی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وابی داؤد عن بریدۃ ثم قال رواہ ابن ماجۃ عن سہل بن سعد وانس اھ قلت ولہ شاھد فی منتخب کنز العمال بروایۃ الطبرانی عن ابی امامۃ بلفظ بشر المدلجین الی المساجد فی الظلم بمنابر من نور یوم القیٰمۃ یفزع الناس ولا یفزعون وذکر السیوطی فی الدر المنثور فی تفسیر قولہٖ تعالیٰ انما یعمر مساجد اللہ عدۃ روایات فی ھٰذا المعنی

ف: یعنی آج دنیا میں اندھیری رات میں مسجد میں جانے کی قدر اس وقت معلوم ہوگی جب قیامت کا ہولناک منظر سامنے ہوگا اور ہر شخص مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ آج کے اندھیروں کی مشقت کا بدلہ اور اس کی قدر اس وقت ہوگی جب ایک چمکتا ہوا نور اور آفتاب سے کہیں زیادہ روشنی انکے ساتھ ساتھ ہوگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن نور کے ممبروں پر ہوں گے اور بے فکر اور لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب میں زیادہ ناپسند بازار ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں[1] ایک صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت ابوسعیدؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اسکے ایماندار ہونے کی گواہی دو[2] اس کے بعد اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں[3] ایک حدیث میں وارد ہے کہ مشقت کے وقت وضو کرنا اور مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنا گناہوں کو دھو دیتا ہے[4] ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جتنا مسجد سے دور ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا[5] اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ہر قدم پر اجر و ثواب ہے اور جتنی دور مسجد ہوگی اتنے ہی قدم زیادہ ہوں گے اسی وجہ سے بعض صحابہؓ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے ایک اذان کہنا دوسری جماعت کی نمازوں کے لئے دوپہر کے وقت جانا تیسری پہلی صف میں نماز پڑھنا[6] ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے ان میں ایک وہ شخص بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو

---

[1] جامع الصغیر [2] ایضاً [3] دُر [4] جامع الصغیر [5] ایضاً [6] ایضاً

ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص مسجد سے الفت رکھتا ہے اللہ جل شانہٗ اس سے اُلفت فرماتے ہیں[1]

شریعتِ مطہرہ کے ہر حکم میں خیر و برکت اجر و ثواب تو بے پایاں ہے ہی اس کے ساتھ ہی بہت سی مصلحتیں بھی اِن احکام میں جو ملحوظ ہوتی ہیں ان کی حقیقت تک پہونچنا تو مشکل ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے علوم اور اُن کے مصالح تک کس کی رسائی ہے مگر اپنی اپنی استعداد اور حوصلہ کے موافق جہاں تک اپنی سمجھ کام دیتی ہے ان کی مصالح بھی سمجھ میں آتی ہیں اور جتنی استعداد ہوتی ہے اتنی ہی خوبیاں ان احکام کی معلوم ہوتی رہتی ہیں، علماء نے جماعت کی مصالح بھی اپنی اپنی سمجھ کے موافق تحریر فرمائی ہیں، ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ایک تقریر اس کے متعلق ارشاد فرمائی ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ :-

رسم و رواج کے مہلکات سے بچنے کے لئے اس سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو ایسی عام رسم اور عام رواج بنالیا جائے جو علی الاعلان ادا کی جائے اور ہر شخص کے سامنے خواہ سمجھ دار ہو یا ناسمجھ وہ ادا کی جاسکے۔ اس کے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہوں مسابقت اور تفاخر اسی پر کیا جائے اور ایسی عام ہو جائے کہ ضروریاتِ زندگی میں اس طرح داخل ہو جائے کہ اس سے علیحدگی ناممکن اور دشوار بن جائے تاکہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے مؤید ہو جائے اور وہ رسم و رواج جو موجب مضرت و نقصان تھا وہی حق کی طرف کھینچنے والا بن جائے اور چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ مہتم بالشان اور دلیل و حجت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں اس لئے ضروری ہوا کہ آپس میں اس کے رواج کو خوب شائع کیا جائے اور اس کے لئے خاص طور سے اجتماع کیا جائے اور آپس میں اتفاق سے اس کو ادا کیا جائے۔ نیز ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ دوسرے درجہ میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب و تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور کچھ لوگ تیسرے درجہ میں بہت ناکارہ اور ضعیف الاعتقاد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اگر مجمع میں عبادت کا مکلف نہ کیا جائے تو وہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے مصلحت کا مقتضا یہی ہے کہ سب لوگ اجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں تاکہ جو لوگ عبادت کو چھوڑنے والے ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز ہو جائیں۔ اور رغبت کرنے والوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا تفاوت ہو جائے اور ناواقف لوگ علماء کے اتباع سے واقف بن جائیں اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہو جائے اور اللہ کی عبادت ان لوگوں میں اس پگھلی ہوئی چاندی کی طرح سے ہو جائے

[1] جامع الصغیر

جو کسی ماہر کے سامنے رکھی جائے جس سے جائز، ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہو جائے جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو روکا جائے۔

اِس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے اس کی رحمت کے طلب کرنے والے اس سے ڈرنے والے موجود ہوں اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجہ ہونے کی عجیب خاصیت رکھی ہے۔

نیز اُمّتِ محمدیہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ ہو اور یہ ممکن نہیں جب تک یہ طریقہ رائج نہ ہو سب کے سب عوام خواص شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے چھوٹے بڑے ایک جگہ جمع ہو کر اس چیز کو جو اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے اور سب سے بالاتر عبادت ہے ادا کریں ان وجوہ سے شریعت جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوئی۔ ان کے اظہار و اعلان کی ترغیبیں اور چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں اور چونکہ اظہار و اجتماع ایک صرف محلہ اور قبیلہ کا ہے اور ایک تمام شہر کا۔ اور محلہ کا اجتماع ہر وقت سہل ہے اور تمام شہر کا ہر وقت مشکل ہے کہ اس میں تنگی ہے اس لئے محلہ کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا اور جماعت کی نماز اس کے لئے مشروع ہوئی اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا اور جمعہ کی نماز اس کے لئے تجویز ہوئی۔

دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں

حق تعالیٰ شانُہٗ نے اپنے احکام کی پابندی پر جیسے کہ انعامات کا وعدہ فرمایا ہے ایسے ہی تعمیل نہ کرنے پر ناراضی اور عتاب بھی فرمایا ہے۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ تعمیل میں گراں گراں انعامات کا وعدہ ہے ورنہ بندگی کا مقتضا صرف عتاب ہی ہونا چاہیئے تھا کہ بندگی کا فرض ہے تعمیل ارشاد، پھر اس پر انعام کے کیا معنی اور نافرمانی کی صورت میں جتنا بھی عتاب و عذاب ہو وہ برمحل کہ آقا کی نافرمانی سے بڑھ کر اور کیا جرم ہو سکتا ہے۔ پس کسی خاص عتاب یا تنبیہ کے فرمانے کی ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی اللہ جلّ شانُہٗ اور اس کے پاک رسولؐ نے ہم پر شفقت فرمائی کہ طرح طرح سے متنبّہ فرمایا، اس کے نقصانات بتائے، مختلف طور سے سمجھایا پھر بھی ہم نہ سمجھیں تو اپنا ہی نقصان ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ‌ ‌ ‌ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو

صلی اللہ علیہ وسلم من سمع النداء فلم یمنعہ من اتباعہ عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منہ الصلوٰۃ التی صلی رواہ ابوداؤد وابن حبان فی صحیحہ وابن ماجۃ بنحوہ کذا فی الترغیب وفی المشکوٰۃ رواہ ابوداؤد والدار قطنی

شخص اَذان کی آواز سُنے اور بلا کسی عُذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی صحابہؓ نے عرض کیا کہ عُذر سے کیا مُراد ہے، ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔

فائدہ: قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہوگا۔ گو فرض ذمّہ سے اُتر جائے گا اور یہی مُراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام و اکرام نہ ہوا۔ یہ ہمارے امام کے نزدیک ہے ورنہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بنا پر بلا عُذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتیٰ کہ بہت سے عُلماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی گا۔ حضرت ابن عبّاسؓ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ حضرت ابن عبّاسؓ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اَذان کی آواز سُنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے نہ اُس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اَذان کی آواز سُنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جاویں، یہ بہتر ہے۔

(۲) عن معاذ بن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلوٰۃ فلا یجیبہ رواہ احمد والطبرانی من روایۃ زبان بن فائد کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الکبیر وزبان ضعفہ ابن معین ووثقہ ابو حاتم وعزاہ فی الجامع الصغیر الی الطبرانی ورقم لہ بالضعف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے مُنادی (یعنی مؤذّن) کی آواز سُنے اور نماز کو نہ جائے۔

ف: کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس کی اس حرکت کو کافروں کا فعل و منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کے لئے

یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ سلیمان بن ابی حثمہ جلیل القدر لوگوں میں تھے حضورؐ کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر حضورؐ سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی حضرت عمرؓ نے ان کو بازار کا نگراں بنا رکھا تھا۔ ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے حضرت عمرؓ اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں نہیں تھے۔ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا، نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپ نے فرمایا میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْیَتِیْ فَیَجْمَعُوْا اِلٰی حُزَمًا مِّنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰتِیَ قَوْمًا یُصَلُّوْنَ فِیْ بُیُوْتِهِمْ لَیْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَاُحَرِّقَهَا عَلَیْهِمْ رواہ مسلم وابو داؤد وابن ماجۃ والترمذی کذا فی الترغیب قال السیوطی فی الدر اخرج ابن ابی شیبۃ والبخاری ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رفعہ اثقل الصلوٰۃ علی المنافقین صلوٰۃ العشاء وصلوٰۃ الفجر ولو یعلمون ما فیھما لاتوھما ولو حبوا ولقد ھممت ان امر بالصلوٰۃ فتقام الحدیث بنحوہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر کے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر اُن کے گھروں کو جلا دوں۔

ف: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو اُمت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اس قدر غصہ ہے کہ اُن کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

(۴) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ ثَلٰثَةٍ فِیْ قَرْیَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِیَةَ رواہ احمد وابو داؤد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحھما والحاکم وزاد رزین فی جامعہ و

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو اُن پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں اگر تین آدمی ہوں تو اُن کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیئے، بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا

وَاِنَّ ذِئْبَ الْاِنْسَانِ الشَّیْطٰنُ اِذَا خَلَا بِہٖ اَکَلَہٗ کذا فی الترغیب اولی ہے کسان عام طور سے اوّل تو نماز پڑھتے ہی ورقم لہٗ فی الجامع الصغیر بالصحۃ وصححہ الحاکم واقرہ الذہبی نہیں کہ انکے لئے کھیتی کی مشغولی اپنے نزدیک کافی عذر ہے اور جو بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر چند کھیت والے بھی ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل کریں۔ چار پیسے کے واسطے گرمی سردی دھوپ بارش سب سے بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پچاس نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بیحد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں، دیکھو جی میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ طے کر دیا۔[1]

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ یَصُوْمُ النَّہَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ وَلَا یَشْہَدُ الْجَمَاعَۃَ وَلَا الْجُمُعَۃَ فَقَالَ ھٰذَا فِی النَّارِ رواہ الترمذی موقوفا کذا فی الترغیب فی تنبیہ الغافلین روی عن مجاہد ان رجلا جاء الی ابن عباس فقال یا ابن عباس ما تقول فی رجل فذکرہ بلفظہ زاد فی آخرہ فاختلف الیہ شہرا یسألہ عن ذلک وھو یقول ھو فی النار

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا (اس کے متعلق کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔

ف: گو ایک خاص زمانہ تک سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکل آئے کہ بہرحال مسلمان ہے مگر نہ معلوم کتنے عرصہ تک پڑا رہنا پڑے گا۔ جاہل صوفیوں میں وظیفوں اور نفلوں کا تو زور ہوتا ہے مگر جماعت کی پروا نہیں ہوتی۔ اس کو وہ بزرگی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کمالِ بزرگی اللہ کے محبوب کا اتباع ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ شانہٗ لعنت بھیجتے ہیں، ایک اُس شخص پر جس سے نمازی (کسی معقول وجہ سے) ناراض ہوں اور وہ امامت کرے۔ دوسرے اس عورت پر جس کا خاوند اس سے ناراض ہو تیسرے اس شخص پر جو اذان کی آواز سُنے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔

(۶) اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُوْیَہٖ عَنْ کَعْبِ الْحَبْرِ حضرت کعبؓ احبار فرماتے ہیں کہ قسم ہے اُس

---

[1] مشکوٰۃ

قَالَ وَالَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرَاۃَ عَلٰی مُوْسٰی وَالْاِنْجِیْلَ عَلٰی عِیْسٰی وَالزَّبُوْرَ عَلٰی دَاؤٗدَ وَالْفُرْقَانَ عَلٰی مُحَمَّدٍ اُنْزِلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَاتُ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَاتِ حَیْثُ یُنَادٰی بِھِنَّ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ اِلٰی قَوْلِہٖ وَھُمْ سَالِمُوْنَ اَلصَّلٰوتُ الْخَمْسُ اِذَا نُوْدِیَ بِھَا اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ فِی الشُّعَبِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ الصَّلٰوتُ فِی الْجَمَاعَاتِ واخرج البیھقی عن ابن عباس قال الرجل یسمع الاذان فلا یجیب الصلوۃ کذا فی الدر المنثور قلت وتمام الاٰیۃ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَھُمْ سَالِمُوْنَ ۰

پاک ذات کی جس نے تورات حضرت موسیٰؑ پر اور انجیل حضرت عیسیٰؑ پر اور زبور حضرت داؤدؑ پر (علٰی نبیّنا وعلیہم الصّلوٰۃ والسّلام) نازل فرمائی۔ اور قرآن شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا کہ یہ آیتیں فرض نمازوں کو جماعت سے ایسی جگہ پڑھنے کے بارہ میں جہاں اذان ہوتی ہو نازل ہوئی ہیں (ترجمہ آیات) جس دن حق تعالیٰ شانہٗ ساق کی تجلّی فرمائیں گے (جو ایک خاص قسم کی تجلّی ہوگی) اور لوگ اس دن سجدہ کے لئے بلائے جاویں گے۔ تو یہ لوگ سجدہ نہیں کرسکیں گے ان کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہونگی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اسلئے کہ یہ لوگ دُنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم تندرست تھے (پھر بھی سجدہ نہیں کرتے تھے)

فائدہ: ساق کی تجلّی ایک خاص قسم کی تجلّی ہے جو میدانِ حشر میں ہوگی اس تجلّی کو دیکھ کر سارے مسلمان سجدہ میں گر جائیں گے، مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تختہ ہوجائے گی اور سجدہ پر قُدرت نہ ہوگی یہ کون لوگ ہوں گے اس کے بارے میں تفسیریں مختلف وارد ہوئی ہیں ایک تفسیر یہ ہے جو کعب اَحبارؓ سے منقول ہے اور اسی کے موافق حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دُنیا میں جماعت کی نماز کے واسطے بلائے جاتے تھے اور جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دوسری تفسیر بُخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضورؐ سے سُنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دُنیا میں رِیا اور دِکھلاوے کے واسطے نماز پڑھتے تھے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں جو دُنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مُراد مُنافق ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ۔

بہرحال اس تفسیر کے موافق جس کو حضرت کعب احبارؓ قسم کھا کر ارشاد فرمارہے ہیں اور حضرت

ابنِ عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی امام تفسیر سے اس کی تائید ہوتی ہے کتنا سخت معاملہ ہے کہ میدانِ حشر میں ذلت نکبت ہو۔ اور جہاں سارے مسلمان سجدہ میں مشغول ہوں اس سے سجدہ ادا نہ ہو سکے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں جماعت کے چھوڑنے پر آئی ہیں مسلمان کے لئے تو ایک بھی وعید کی ضرورت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم و ارشاد ہی سب کچھ ہے اور جس کو اس کی قدر نہیں اس کے لئے ہزار طرح کی وعیدیں بھی بیکار ہیں جب سزا کا وقت آئے گا تو پشیمانی ہوگی جو بیکار ہوگی۔

تیسرا باب خشوع خضوع کے بیان میں

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں لیکن اس کے باوجود ایسی بُری طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجائے اس کے ثواب اَجر کا سبب ہو، ناقص ہونے کی وجہ سے منہ پر مار دی جاتی ہے گو نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابلِ قبول نہ ہوئی اور منہ پر پھینک کر مار دی گئی اس پر کوئی ثواب نہیں ہوا لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور نخوت ہوئی وہ تو اس صورت میں نہ ہوگی البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے، کاروبار چھوڑے، مشقت اٹھائے تو اس کی کوشش کرنا چاہیئے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی پڑھ سکے اس میں کوتاہی نہ کرے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر احکام تو سارے ایک ہی ہیں۔ فرماتے ہیں لَن یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُہَا وَلَا دِمَاءُ ھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ نہ تو حق تعالیٰ شانہٗ کے پاس اُن کا گوشت پہونچتا ہے نہ اُن کا خون بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہونچتا ہے۔ پس جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی مقبولیت ہوگی حضرت معاذؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کو بھیجا تو میں نے آخری وصیت کی درخواست کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دین کے ہر کام میں اخلاص کا اہتمام کرنا کہ اخلاص سے تھوڑا عمل بھی بہت کچھ ہے۔ حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ اخلاص والوں کے لئے خوشحالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دُور ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس

اُمّت کی مدد فرماتے ہیں نیز ان کی دُعا سے ان کی نماز سے ان کے اخلاص سے [1] نماز کے بارے میں اللہ جَلّ شانُہٗ کا ارشاد ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ جو ایسے ہیں کہ دِکھلاوا کرتے ہیں۔ بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو قضا کردے۔ دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو ادھر اُدھر مشغول ہو تیسرے یہ کہ یہی خبر نہ ہو کتنی رکعتیں ہوئیں دوسری جگہ مُنافقین کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں (کہ ہم بھی نمازی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا سا۔ ایک جگہ چند انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرما کر ارشاد ہے فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝

پس ان نبیوں کے بعد بعضے ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشاتِ نفسانیہ کے پیچھے پڑگئے سو عنقریب آخرت میں خرابی دیکھیں گے۔ غَیّ کا ترجمہ لُغت میں گمراہی ہے جس سے مراد آخرت کی خرابی اور ہلاکت ہے اور بہت سے مُفسّرین نے لکھا ہے کہ غَیّ جہنّم کا ایک طبقہ ہے جس میں لہو پیپ وغیرہ جمع ہوگا اس میں یہ لوگ ڈالدیئے جائیں گے۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (ترجمہ) اور ان کی خیر خیرات مقبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر گرانی سے" اس کے بالمقابل اچھی طرح سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (ترجمہ) بے شک کامیابی اور فلاح کو پہنچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خُشوع کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو لغویات سے اعراض کرنے والے

---

[1] ترغیب

ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں ؏ (یا اپنے اخلاق کو درست کرنے والے ہیں) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیبیوں اور باندیوں کے کہ ان میں کوئی حرج نہیں البتہ جو ان کے علاوہ اور جگہ شہوت پوری کرنا چاہیں وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کی رعایت کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں یہی لوگ جنت کے وارث ہیں جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے"۔ حدیث میں آیا ہے کہ فردوس جنت کا اعلیٰ اور افضل ترین حصہ ہے وہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اسی پر عرش الٰہی ہوگا جب تم جنت کی دعا کیا کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے۔ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (ترجمہ) "بے شک نماز دشوار ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ بھی دشوار نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں"۔ ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے۔ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ پ ۱۸ ع ۱۰ ایسے گھروں میں جن کے متعلق اللہ جل شانہٗ نے حکم فرمادیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے ان کو بلند کیا جائے ان میں صبح شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ایسے لوگ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تو تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت غفلت میں ڈالتی ہے وہ لوگ ایسے دن کی سختی سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی (یعنی قیامت کا دن) اور وہ لوگ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو عطا فرمادیں۔ اور بدلہ سے بھی بہت زیادہ انعامات اپنے فضل سے عطا فرمادیں اور اللہ جل شانہٗ تو جس کو چاہتے ہیں بے شمار عطا فرمادیتے ہیں ؎

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے — در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے رکوع سجدہ

؏ زکوٰۃ کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ اس جگہ مشہور معنی زکوٰۃ کے مراد ہیں یا زکوٰۃ بدنی یعنی اپنی اصلاح اور نفس کا تزکیہ

کو اچھی طرح ادا کرے ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کے ساتھ پڑھے۔ قتادہؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع سجدے کا اچھی طرح ادا کرنا ہے یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں اِقَامَ الصَّلٰوۃِ اور یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ آیا ہے یہی مراد ہے۔[1] یہی لوگ ہیں جن کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے ارشاد فرمائی گئی وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا وَّالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر عاجزی سے (اکڑ کر نہیں چلتے) اور جب ان سے جاہل لوگ (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (یعنی سلامتی کی بات کرتے ہیں جو رفع شر کی ہو یا بس دُور ہی سے سلام) اور یہ وہ لوگ ہیں جو رات بھر گذار دیتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے کرنے میں اور نماز میں کھڑے رہنے میں آگے ان کے اور چند اوصاف ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا یہی لوگ ہیں جن کو جنّت کے بالاخانے بدلہ میں دیئے جائیں گے اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا (یا دین پر ثابت قدم رہے) اور جنّت میں فرشتوں کی طرف سے دعا و سلام سے استقبال کیا جاوے گا اور اس جنّت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ٹھکانا اور رہنے کی جگہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ پ۱۳ ع ۱۰۔ اور فرشتے ہر دروازہ سے داخل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلام (اور سلامتی) ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا (یا دین پر مضبوط اور ثابت قدم رہے) پس کیا ہی اچھا انجام کار ٹھکانا ہے۔ انہیں لوگوں کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے فرمائی گئی ہے تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ لوگ ایسے ہیں کہ رات کو اُن کے پہلو انکے خوابگاہوں اور بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں (کہ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور) اپنے رب کو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی امید میں پکارتے رہتے ہیں اور ہماری عطا کی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں سو کوئی بھی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کے لئے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پردہ غیب میں موجود ہے جو بدلہ ہے انکے نیک اعمال کا انھیں لوگوں کی شان میں ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ پ۲۶ ع ۱۷۔ بے شک متّقی لوگ جنتوں اور پانی کے چشموں کے درمیان

[1] در

میں ہوں گے اور ان کو ان کے رب اور مالک نے جو کچھ ثواب عطا فرمایا اس کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے اور کیوں نہ ہو کہ وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کرنے والے تھے وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کرنے والے تھے"۔ ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے۔ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ؁ پ۲۳ ع۱۴ (کیا برابر ہو سکتا ہے بے دینی) اور وہ شخص جو عبادت کرنے والا ہو رات کے اوقات میں کبھی سجدہ کرنے والا ہو اور کبھی نیت باندھ کر کھڑا ہونے والا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا اُمیدوار ہو (اچھا آپ ان سے یہ پوچھیں) کہیں عالِم اور جاہل برابر ہو سکتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ عالِم اپنے رب کی عبادت کرے ہی گا اور جو ایسے کریم مولیٰ کی عبادت نہ کرے وہ جاہل بلکہ اجہل ہے ہی) نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو اہلِ عقل ہیں"۔ ایک جگہ ارشاد ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ؁ "اس میں شک نہیں کہ انسان غیر مستقل مزاج پیدا ہوا ہے کہ جب کوئی تکلیف اس کو پہونچتی ہے تو بہت زیادہ گھبرا جاتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہونچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ دوسرے کو یہ بھلائی نہ پہونچے مگر (ہاں) وہ نمازی جو اپنی نماز کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں اور سکون وقار سے پڑھنے والے ہیں"۔ آگے ان کی اور چند صفتیں ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے کہ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ پ۲۹ ع۶ "اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اکرام کیا جائے گا"۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں نماز کا حکم اور نمازیوں کے فضائل ان کے اعزاز و اکرام ذکر فرمائے گئے ہیں اور حقیقت میں نماز ایسی ہی دولت ہے۔ اسی وجہ سے دو جہان کے سردار فخرِ رُسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ دعا فرماتے ہیں رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ "اے رب مجھ کو نماز کا خاص اہتمام کرنے والا بنا دے اور میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرما جو اہتمام کرنے والے ہوں۔ اے ہمارے رب میری یہ دعا قبول فرمالے"۔ اللہ کا ایک پیارا نبی جس کو خلیل ہونے کا بھی فخر ہے وہ نماز کی پابندی اور اہتمام کو اللہ ہی سے مانگتا ہے خود حق سبحانہٗ وتقدس اپنے محبوب سید المرسلین کو حکم فرماتے ہیں وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ

رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى پ ۱۶ ع ۱۶ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے۔ ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے روزی تو آپ کو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری کا ہے۔" حدیث میں آیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تنگی وغیرہ پیش آتی تو گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ اور یہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بھی معمول نقل کیا گیا کہ جب بھی ان حضرات کو کوئی دِقت پیش آتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ مگر ہم لوگ اس اہم چیز سے ایسے غافل اور بے نیاز ہیں کہ اِسلام اور مسلمانی کے لمبے لمبے دعووں کے باوجود بھی اِدھر متوجہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اگر کوئی بلانے والا کہنے والا کھڑا ہوتا ہے تو اس پر فقرے کستے ہیں۔ اس کی مُخالِفت کرتے ہیں۔ مگر کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں اور جو لوگ نماز پڑھتے بھی ہیں اُن میں سے بھی اکثر ایسی پڑھتے ہیں جس کو نماز کے ساتھ مذاق سے اگر تعبیر کیا جائے تو بیجا نہیں کہ اکثر ارکان بھی پورے طور سے ادا نہیں کرتے خشوع خضوع کا تو کیا ذکر ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے ہے وہ ہر کام خود کر کے دکھلا گئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کارنامے بھی سامنے ہیں ان کا اتباع کرنا چاہیئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصے نمونہ کے طور پر اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہ[۱] میں لکھ چکا ہوں۔ یہاں اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس رسالہ میں چند حکایات صوفیاء کی نقل کرنے کے بعد چند ارشادات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل کرتا ہوں:

شیخ عبدُالواحِدؒ مشہور صُوفیا میں ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اَوْرَاد وَوَظَائِف بھی چھوٹ گئے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حَسِین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے جس کے پاؤں کی جوتیاں تک تسبیح میں مشغول ہیں۔ کہتی ہے کہ میری طلب میں کوشش کر میں تیری طلب میں ہوں۔ اس کے بعد اس نے چند شوقیہ شعر پڑھے۔ یہ خواب سے اُٹھے اور قسم کھالی کہ رات کو نہیں سوؤں گا۔ کہتے ہیں کہ چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کی وضو سے پڑھی۔ ؎

شیخ مَظْہر سَعدِیؒ ایک بزرگ ہیں جو اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے عشق و شوق میں ساٹھ برس تک روتے رہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا گویا ایک نہر ہے جس میں خالص مُشک بھرا ہوا ہے۔ اس کے کناروں پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے لہلہا رہے ہیں۔ وہاں چند نو عمر لڑکیاں پکار پکار کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں انہوں نے پوچھا تم کون ہو تو انہوں نے دو شعر پڑھے

---

[۱] حکایات صحابہ عکسی

جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے ان لوگوں کے واسطے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں اور اپنے اللہ سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔

ابو بکر ضریرؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا تھا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے آج رات سو گیا تھا خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی اس میں سے چند لڑکیاں نہایت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں مگر ایک ان میں نہایت بدصورت بھی ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا تم کون ہو اور یہ بدصورت کون ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گذشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے[1]

ایک بزرگؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک رات ایسی گہری نیند آئی کہ آنکھ نہ کھلی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسی نہایت حسین لڑکی ہے کہ اس جیسی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی اس میں سے ایسی تیز خوشبو مہک رہی تھی کہ میں نے ویسی خوشبو بھی کبھی نہیں سونگھی۔ اس نے مجھے ایک کاغذ کا پرچہ دیا جس میں تین شعر لکھے ہوئے تھے ان کا مطلب یہ تھا کہ تو نیند کی لذت میں مشغول ہو کر جنت کے بالاخانوں سے غافل ہو گیا جہاں ہمیشہ تجھے رہنا ہے اور موت بھی وہاں نہ آئے گی۔ اپنی نیند سے اُٹھ، سونے سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے کہتے ہیں اس کے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار یاد آتے ہیں تو نیند بالکل اُڑ جاتی ہے۔

حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی میں نے سات دینار میں خرید لی اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اُٹھی وضو کیا نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرمایں میں نے اس سے کہا کہ اس طرح نہ کہو یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سُن کر اس کو غصہ آگیا اور کہنے لگی قسم ہے اُس ذات کی اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا۔ پھر اوندھے منہ گر گئی اور چند شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ بے چینی بڑھتی جارہی ہے اور دل جلا جارہا ہے اور صبر جاتا رہا اور آنسو بہہ رہے ہیں اس شخص کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما اس کے بعد بلند

---

[1] نزہتہ

آواز سے یہ دعا کی کہ اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا اب مخلوق کو خبر ہو چلی اب مجھے اُٹھا لیجئے۔ یہ کہکر زور سے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت سریؒ کے ساتھ بھی پیش آیا کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کے لئے ایک باندی خریدی، ایک مُدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت کا مجھ سے اخفا کرتی۔ اس کی نماز کی ایک جگہ متعین تھی، جب کام سے فارغ ہو جاتی وہاں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ اس محبّت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے فُلاں فُلاں کام کر دیں۔ میں نے آواز سے کہا کہ اے عورت یوں کہہ کہ میری محبّت کے وسیلہ سے جو مجھے آپ سے ہے۔ کہنے لگی میرے آقا اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں نماز سے بٹھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا۔ سریؒ کہتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے اُس کو بلا کر کہا کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں اللہ ہی کی عبادت کے لائق ہے۔ اس کو کچھ سامان دیکر آزاد کر دیا۔[۱]

حضرت سری سقطیؒ ایک عورت کا حال فرماتے ہیں کہ جب وہ تہجّد کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی اے اللہ ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے اس کی پیشانی بھی تیرے قبضہ میں ہے وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے نہیں دیکھ سکتی تو اسے دیکھتا ہے اور اس کے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر بھی قدرت نہیں رکھتا اے اللہ اگر وہ میری بُرائی چاہے تو تو اس کو دفع کر اور وہ میرے ساتھ مکر کرے تو تو اس کے مکر کا انتقام لے میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کو دھکیلتی ہوں۔ اس کے بعد وہ روتی رہتی تھی حتیٰ کہ روتے روتے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ لوگوں نے اس سے کہا خدا سے ڈر کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے، اس نے کہا اگر یہ آنکھ جنت کی آنکھ ہے تو اللہ جلّ شانہٗ اس سے بہتر عطا فرمائیں گے اور اگر دوزخ کی آنکھ ہے تو اس کا دُور ہی ہونا اچھا۔

شیخ ابو عبداللہ جلاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک دِن میری والدہ نے میرے والد سے مچھلی کی فرمائش کی۔ والد صاحب بازار تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا مچھلی خریدی۔ گھر تک لانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی کہ ایک نو عمر لڑکا جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگا چچا جان اسے اٹھانے کے واسطے مزدور چاہیئے۔ کہا، ہاں اس لڑکے نے اپنے سر پر اٹھا لی اور ہمارے ساتھ چل دیا راستہ میں اس نے اذان کی آواز سُن لی کہنے لگا اللہ کے مُنادی نے بلایا ہے مجھے وضو بھی کرنا ہے۔ نماز کے بعد

[۱] نزہۃ

لے جا سکوں گا۔ آپ کا دل چاہے انتظار کر لیجئے ورنہ اپنی مچھلی لے لیجئے۔ یہ کہہ کر مچھلی رکھ کر چلا گیا۔ میرے والد صاحب کو خیال آیا کہ یہ مزدور لڑکا تو ایسا کرے ہمیں بطریقِ اَولیٰ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ بھی مچھلی رکھ کر مسجد میں چلے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم سب آئے تو مچھلی اسی طرح رکھی ہوئی تھی۔ اس لڑکے نے اُٹھا کر ہمارے گھر پہونچادی۔ گھر جا کر والد نے یہ عجیب قصّہ والدہ کو سُنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو روک لو وہ بھی مچھلی کھا کر جائے۔ اس سے کہا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا تو روزہ ہے۔ والد نے اِصرار کیا کہ شام کے وقت یہیں آکر افطار کرے۔ لڑکے نے کہا کہ میں ایک دفعہ جا کر دوبارہ نہیں آتا۔ یہ ممکن ہے کہ میں پاس ہی مسجد میں ہوں شام کو آپ کی دعوت کھا کر چلا جاؤں گا۔ یہ کہکر وہ قریب ہی مسجد میں چلا گیا۔ شام کو بعد مغرب آیا کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت پر اس کو تخلیہ کی جگہ بتادی۔ ہمارے قریب ہی ایک اپاہج عورت رہا کرتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل اچھی تندرست آرہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس طرح اچھی ہوگئی۔ کہا میں نے اس مہمان کے طُفیل سے دُعا کی تھی کہ یا اللہ اس کی برکت سے مجھے اچھا کر دے میں فوراً اچھی ہوگئی۔ اس کے بعد جب ہم اس کے تَخلیہ کی جگہ اس کو دیکھنے گئے تو دیکھا دروازے بند ہیں اور اس مزدور کا کہیں پتہ نہیں۔

ایک بزرگ کا قِصّہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا طبیبوں نے کہا اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے ان کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ۔ جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو کاٹ لینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

اَبُو عامرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک باندی دیکھی جو بہت کم داموں پر فروخت ہو رہی تھی جو نہایت دُبلی پتلی تھی اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس پر رحم کھا کر اس کو خرید لیا۔ اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ بازار چل۔ رَمَضَانُ الْمُبَارَک کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لیں کہنے لگی اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے۔ وہ ہمیشہ دِن کو روزہ رکھتی۔ رات بھر نماز پڑھتی۔ جب عید قریب آئی تو میں نے اس سے کہا کہ کل صبح بازار چلیں گے تو بھی ساتھ چلنا۔ عید کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لائینگے کہنے لگی میرے آقا تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو۔ پھر اندر گئی اور نماز میں مشغول ہوگئی اور اطمینان سے ایک ایک آیت مزے لے کر پڑھتی رہی حتیٰ کہ اس آیت پر پہونچی وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ الآیہ دس ابراہیم ع ۳ اس آیت کو بار بار پڑھتی رہی اور ایک چیخ مار کر اس دُنیا سے رخصت ہوگئی۔

ایک سید صاحبؒ کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں، اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

اہلِ مجاہدہ لوگوں میں اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ ان حضرات کی حرص تو بہت ہی مشکل ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ان کو پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا لیکن جو حضرات اکابر کہ دوسرے دینی اور دینوی مشاغل میں مشغول تھے ان کی حرص بھی ہم جیسوں کو دشوار ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے سب ہی واقف ہیں خلفاء راشدین کے بعد انہیں کا شمار ہے۔ ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مصلے پر بیٹھ جاتے اور دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائے اور روتے رہتے حتیٰ کہ اسی میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی۔ پھر جب کھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دعا میں مشغول رہتے۔ کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں آئی۔ ان کی بیوی عبدالملک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ باپ نے بہت سے زیورات جواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر یا تو وہ زیور سارا اللہ واسطے دے کہ میں اس کو بیت المال میں داخل کردوں، یا مجھ سے جدائی اختیار کرلے مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور وہ مال ایک گھر میں جمع رہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ وہ مال کیا چیز ہے اس سے کئی چند زیادہ پر بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ کہہ کر سب بیت المال میں داخل کردیا۔ آپ کے انتقال کے بعد جب عبدالملک کا بیٹا یزید بادشاہ بنا تو اس نے بہن سے دریافت کیا، اگر تم چاہو تو تمہارا زیور تم کو واپس دے دیا جائے۔ فرمانے لگیں کہ جب میں اُن کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوئی تو ان کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی۔ مرض الموت میں آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس مرض کے متعلق کیا خیال کیا جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ لوگ جادو سمجھ رہے ہیں آپ نے فرمایا یہ نہیں۔ پھر ایک غلام کو بلایا اس سے پوچھا کہ مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھ کو آمادہ کیا۔ اس نے کہا سو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ دینار لے آ اس نے حاضر کئے۔ آپ نے ان کو بیت المال میں داخل فرمادیا اور اس غلام سے فرمایا تو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔ انتقال کے وقت مسلمہؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا۔ آپ کے تیرہ بیٹے ہیں اور ان کے لئے

نہ کوئی روپیہ آپ نے چھوڑا، نہ پیسہ آپ نے فرمایا۔ ذرا مجھے بٹھا دو بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے ان کا کوئی حق نہیں دبایا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہٗ خود ان کا کفیل ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (وہی متولّی ہے صلحا کا) اور اگر وہ گنہگار ہیں تو ان کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو فقہ کے مشہور امام ہیں دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو رکعات نفل پڑھتے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ حضرت محمد بن منکدر حفاظ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت آگئی تھی وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ اخیر تک (س زمر ع ۵) اوپر کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ کے طور پر دینے لگیں اس کے بعد ارشاد ہے وَبَدَا لَهُمْ الآیہ۔ اور اللہ کی طرف سے ان کے لئے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت ان کو اپنی تمام بداعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی حضرت محمدؒ ابن منکدر وفات کے وقت بھی بہت گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں

حضرت ثابت بنانیؒ حفاظ حدیث میں ہیں اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابوسنانؒ کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابتؒ کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے اس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابتؒ کا عمل کیا تھا۔ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو ہم نے قصہ بیان کیا اس نے کہا کہ بچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔[1]

حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے جن کو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے لیکن پھر بھی دو سو رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔

[1] اقامۃ الحجۃ

حضرت محمد بن نصرؒ مشہور محدث ہیں اس اہتمام سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع خضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ حضرت بقیؒ بن مُخلّد روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ہنّادؒ ایک محدث ہیں ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آکر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے تعجب سے کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا کہ ستر برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھو گے تو اور بھی تعجب کرو گے۔

مسروقؒ ایک محدث ہیں ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے تھے کہ اُن کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اس کی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیّبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی۔ اور ابو المعتمرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالیؒ نے ابو طالب مکیؒ سے نقل کیا کہ چالیس تابعیوں سے تواتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا[1]۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے۔ حضرت امام شافعیؒ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نمازیں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے۔ اور جب بادشاہ وقت نے آپ کے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے ضعف بہت ہو گیا تو ڈیڑھ سو رہ گئی تھیں اور تقریباً اسّی برس کی عمر تھی۔ ابو عتّاب سلمیؒ چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات

---

[1] اتحاف

توفیق والوں کے کتب تواریخ میں مذکور ہیں جن کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ نمونہ اور مثال کے لئے یہی واقعات کافی ہیں حق تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی ان حضرات کے اتباع کا کچھ حصہ اپنے لطف وفضل سے نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(۱) عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهٗ إِلَّا عُشْرُ صَلٰوتِهٖ تُسْعُهَا ثُمُنُهَا سُبْعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا رواه ابوداؤد وقال المنذری فی الترغیب رواه ابوداؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحه بنحوه اھ وعزاه فی الجامع الصغیر الی احمد وابی داؤد وابن حبان ورقم له بالصحیح وفی المنتخب عزاه الی احمد ایضا وفی الدر المنثور اخرج احمد عن ابی الیسر مرفوعا منکم من یصلی الصلوٰة کاملة ومنکم من یصلی النصف والثلث والربع حتی بلغ العشر قال المنذری فی الترغیب رواه النسائی باسناد حسن واسم ابی الیسر کعب بن عمرو السلمی شهد بدرا اھ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اسی طرح بعض کے لئے نواں حصہ بعض کے لئے آٹھواں، ساتواں، چھٹا پانچواں، چوتھائی، تہائی، آدھا حصہ لکھا جاتا ہے

ف: یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے اتنی ہی مقدار اجر و ثواب کی ملتی ہے حتی کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصہ ملتا ہے اگر اس کے موافق خشوع خضوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے حتی کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کے لئے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن ہے جتنی اس میں کمی رہ جاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے پڑھنے والا نہ ملے گا۔[۱]

(۲) رُوِيَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا وَأَسْبَغَ لَهَا وُضُوْءَهَا وَأَتَمَّ لَهَا قِيَامَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ بَيْضَاءُ مُسْفِرَةٌ تَقُوْلُ حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَنِيْ وَمَنْ صَلَّاهَا لِغَيْرِ وَقْتِهَا وَلَمْ يُسْبِغْ لَهَا وُضُوْءَهَا وَلَمْ يُتِمَّ لَهَا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے وضو بھی اچھی طرح کرے خشوع و خضوع سے بھی پڑھے کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے اطمینان سے کرے غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار

---

[۱] جامع الصغیر

خُشُوْعَهَا وَلَا رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ تَقُوْلُ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِهَا وَجْهُهُ رواه الطبرانی فی الاوسط کذا فی الترغیب فی الدر المنثور وعزاہ فی المنتخب الی البیہقی فی الشعب وفیہ ایضا بروایۃ عبادۃؓ بمعناہ وزاد فی الاولیٰ بعد قولہ کما حفظتنی ثم اصعد بہا الی السماء ولہا ضوء ونور ففتحت لہ ابواب السماء حتی ینتہی بہا الی اللہ فتشفع لصاحبہا وقال فی الثانیۃ وغلقت دونہا ابواب السماء وعزاہ فی الدر الی البزار والطبرانی وفی الجامع الصغیر حدیث عبادۃ الی الطیالسی وقال صحیح

بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو شخص نماز کو بُری طرح پڑھے وقت کو بھی ٹال دے وضو بھی اچھی طرح نہ کرے رُکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بُری صورت سے سیاہ رنگ میں بد دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا اس کے بعد وہ نماز پُرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے مُنہ پر ماردی جاتی ہے۔

ف: خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت ان کے لئے دعا کرتی ہے لیکن عام طور سے جیسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رُکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے سجدے سے اُٹھے تو سر اُٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوّے کی سی ٹھونگ دوسری دفعہ ماردی۔ ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیث شریف میں ذکر فرما ہی دیا اور پھر جب وہ بربادی کی بد دُعا کرے تو اپنی بربادی کا گلہ کیوں کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلمان گرتے جارہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اس کے لئے کُھل جاتے ہیں وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں سفارشی بنتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رُکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ کمر پوری جُھک جائے اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچّہ ہونے کا وقت قریب آجائے تو اِسقاط کردے [۱] ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کے کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی۔

[۱] ترغیب

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لیکر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع خضوع سے پڑھتا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ نے عہد فرما لیا ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہو اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے اپنی رحمت سے معاف فرما دیں۔ چاہے عذاب دیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جلّ شانہٗ نے کیا فرمایا صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسُول ہی جانتے ہیں حضورؐ نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہؓ کرام یہی جواب دیتے رہے اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اس کو جنّت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخشدوں گا ورنہ عذاب دوں گا۔

(۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ عَمَلِہٖ صَلٰوتُہٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَ اِنْ فَسَدَتْ خَابَ وَخَسِرَ وَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَۃٍ قَالَ الرَّبُّ اُنْظُرُوْا ھَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمَّلُ بِھَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَۃِ ثُمَّ یَکُوْنُ سَائِرُ عَمَلِہٖ عَلٰی ذٰلِکَ رواہ الترمذی وحسنہ النسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ کذا فی الدر وفی المنتخب بروایۃ الحاکم فی الکنی عن ابن عمر اول ما افترض اللّٰہ علی امتی الصلٰوۃ الخمس واول ما یرفع من اعمالھم الصلٰوۃ الخمس الحدیث بطولہ بمعنی حدیث الباب وفیہ ذکر الصیام

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا۔ اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور بامُراد۔ اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامُراد، خسارہ میں ہوگا اور اگر کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشادِ خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے۔ اگر نکل آئیں تو ان سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائے گی اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال روزہ زکوٰۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہیئے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری

والزکوٰۃ نحو الصلوٰۃ وفی الدر اخرج ابو یعلی عن انس رفعہ اول ما افترض اللہ علی الناس من دینھم الصلوٰۃ واخر ما یبقی الصلوٰۃ واول مایحاسب بہ الصلوٰۃ یقول اللہ انظروا فی صلوٰۃ عبدی فان کانت تامۃ کتبت تامۃ وان کانت ناقصۃ قال انظروا ھل لہ من تطوع الحدیث فیہ ذکر الزکوٰۃ والصدقۃ وفیہ ایضا اخرج ابن ماجۃ والحاکم عن تمیم الداری مرفوعا اول مایحاسب بہ العبد یوم القیمۃ صلوٰتہ الحدیث وفی اٰخرہ ثم الزکوٰۃ مثل ذٰلک ثم توخذ الاعمال حسب ذٰلک وعزاہ السیوطی فی الجامع الی احمد وابی داؤد والحاکم وابن ماجۃ ورقم لہ بالصحیح

ہو جائے۔ بہت سے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں اجی ہم سے فرض ہی پورے ہو جائیں تو بہت غنیمت ہے۔ نفلیں پڑھنا تو بڑے آدمیوں کا کام ہے اس میں شک نہیں کہ فرض ہی اگر پورے پورے ہو جائیں تو بہت کافی ہیں لیکن ان کا بالکل پورا پورا ادا ہو جانا کون سا سہل کام ہے کہ ہر ہر چیز بالکل پوری ادا ہو جائے اور جب تھوڑی بہت کوتاہی ہوتی ہی ہے تو اسکے پورا کرنے کے لئے نفلوں بغیر چارہ کار نہیں۔ ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہوگا۔ اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اس کو پورا کیا جائے گا۔ اور پھر اس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہو گی وہ نفل روزوں سے پوری کر دی جائے گی اور پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقہ سے ہوگا۔ ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلّہ بھاری ہو گیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جائے گا ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہوتا سب سے اوّل اس کو نماز سکھائی جاتی۔

(۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قُرْطٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الصَّلٰوۃُ فَاِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِہٖ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِہٖ رواہ الطبرانی فی الاوسط ولاباس باسنادہ انشاء اللہ کذا فی الترغیب فی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائیگا اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے اتریں گے۔ اور اگر وہ خراب ہو گئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک اعلان سب جگہ کے حکام کے پاس

المنتخب بروایۃ الطبرانی فی الاوسط و ایضاً عن انس بلفظه وفی الترغیب عن ابی ھریرۃ رفعه الصلوٰۃ ثلثۃ اثلاث الطھور ثلث الرکوع ثلث والسجود ثلث فمن اداھا بحقھا قبلت منه وقبل منه سائر عمله ومن ردت علیه صلوته رد علیه سائر عمله رواہ البزار وقال لا نعلمه مرفوعا الا من حدیث المغیرۃ بن مسلم قال الحافظ واسنادہ حسن اھ واخرج مالک فی الموطا ان عمر بن الخطاب کتب الی عماله ان اھم امورکم عندی الصلوٰۃ من حفظھا وحافظ علیھا حفظ دینه ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع کذا فی الدر

بھیجا تمہارے سب سے زیادہ مہتم بالشان چیز میرے نزدیک نماز ہے جو شخص اس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کرسکتا ہے اور جو اس کو ضائع کردے گا وہ دین کے اور اجزاء کو زیادہ برباد کردے گا۔

ف: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمرؓ کے اس اعلان کا منشاء بظاہر یہ ہے جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک وہ نماز کا پابند اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کو زیادہ جرأت نہیں ہوتی لیکن جب وہ نماز کو ضائع کردیتا ہے تو اس کی جرأت بہت بڑھ جاتی ہے اور اس آدمی کے گمراہ کرنے کی اُمنگ پیدا ہوجاتی ہے۔ اور پھر بہت سے مہلکات اور بڑے بڑے گناہوں میں اس کو مبتلا کردیتا ہے[1] اور یہی مطلب ہے حق سُبحانہٗ وتقدس کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کا جس کا بیان قریب ہی آرہا ہے۔

(۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَۃً اَلَّذِیْ یَسْرِقُ صَلٰوتَہٗ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ یَسْرِقُ صَلٰوتَہٗ قَالَ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَا سُجُوْدَھَا رواہ الدارمی وفی الترغیب رواہ احمد والطبرانی وابن خزیمۃ فی صحیحه وقال صحیح الاسناد اھ وفی المقاصد الحسنۃ حدیث ان اسوء الناس سرقۃ رواہ احمد والدارمی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرلے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کرے۔

ف: یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اوّل تو چوری خود ہی کس قدر ذلّت کی چیز ہے اور چور کو کیسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری ارشاد فرمایا ہے

[1] منتخب کنز

ف مسند بهما من حدیث الولید بن مسلم عن الاوزاعی عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبد اللّٰہ بن ابی قتادة عن ابیه مرفوعا فی لفظ یحذف ان وصححه ابن خزیمة والحاکم وقال انه علی شرطهما ولم یخرجاه لروایة کاتب الاوزاعی له عنه عن یحییٰ عن ابی سلمة عن ابی هریرة رواه احمد ایضا والطیالسی فی مسنده بهما من حدیث علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی سعید الخدری به مرفوعا و روایة ابی هریرة عند ابن منیع وفی الباب عن عبد اللّٰہ ابن مغفل وعن النعمان بن مرة عند مالک مرسلا فی اخرین اه وقال المنذری فی الترغیب لحدیث ابن مغفل رواه الطبرانی فی معاجمه الثلثة باسناد جید وقال لحدیث ابی هریرة رواه الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال صحیح الاسناد قلت وحدیث ابی قتادة وابی سعید ذکرهما السیوطی فی الجامع الصغیر ورقم بالصحیح

کہ رکوع سجدہ کو اچھی طرح نہ کرے حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اُس وقت علم دُنیا سے اُٹھ جانے کا وقت (منکشف ہوا) ہے حضرت زیادؓ صحابیؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ علم ہم سے کس طرح اُٹھ جائے گا ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا) حضورؐ نے فرمایا میں تو تجھے بڑا سمجھدار خیال کرتا تھا، یہ یہود و نصاریٰ بھی تو توراۃ انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیا کارآمد ہوا۔ ابو درداءؓ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عُبادہؓ سے جاکر یہ قصہ سُنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ابو درداءؓ سچ کہتے ہیں، اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اُٹھے گی۔ سب سے پہلے نماز کا خشوع اُٹھ جائے گا تو دیکھے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ حضرت حُذیفہؓ جو حضورؐ کے رازدار کہلاتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائیگا لہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبویؐ ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا۔ سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔ حضرت مجددؒ الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے مکاتیب (خطوط) میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت سے گرامی ناموں میں مختلف

لہ در

مضامین پر بحث فرمائی ہے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا ہے یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جمائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدہ میں جاکر ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دلجمعی نصیب ہوتی ہے جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت تم سمجھ لو کہ کس قدر فائدہ بخشے گی۔

(۶) عَنْ اُمِّ رُوْمَانَ وَالِدَةِ عَائِشَةَ قَالَتْ رَاٰنِیْ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ اَتَمَیَّلُ فِیْ صَلٰوتِیْ فَزَجَرَنِیْ زَجْرَۃً کِدْتُ اَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوتِیْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیُسْکِنْ اَطْرَافَہٗ لَا یَتَمَیَّلُ تَمَیُّلَ الْیَهُوْدِ فَاِنَّ سُکُوْنَ الْاَطْرَافِ فِی الصَّلٰوۃِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ اخرجه الحکیم الترمذی من طریق القاسم بن محمد عن اسماء بنت ابی بکر عن ام رومان کذا فی الدر وعزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابی نعیم فی الحلیۃ وابن عدی فی الکامل ورقم له بالضعف وذکر ایضا بروایۃ ابن عساکر عن ابی بکرؓ من تمام الصلوٰۃ سکون الاطراف

حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومان فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں ادھر اُدھر جھکنے لگی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کی قریب ہو گئی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے

ف: نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہی اسی وجہ سے کبھی نماز میں بھی نگاہ اوپر اٹھ جاتی تھی جب قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی صحابہؓ کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اوّل اوّل ادھر اُدھر توجہ فرمایا کرتے تھے مگر اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کرام جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے

تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی طرف متوجہ ہیں حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ نفاق کا خشوع کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابو درداءؓ بھی اس قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضا میں سکون ہوتا حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اُچک لینا ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ نگاہیں اوپر کی اوپر ہی رہ جائیں گی [1] بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے متعدد احادیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے۔ ایسی طرح پڑھا کرو جیسا وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی [2]

(۷) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهٗ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اخرجہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ کذا فی الدر المنثور

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى الخ (بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ **فائدہ**: بے شک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اس کو اپنی اصلی

[1] در منثور [2] جامع الصغیر

حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے، بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے۔ حضرت اَبُوالعَالِیَہؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں اِخلاص، اللہ کا خوف، اور اللہ کا ذکر۔ جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے۔ اور اللہ کا خوف بُری باتوں سے روکتا ہے۔ اور اللہ کا ذِکر قرآنِ پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بُری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قُرب کے اللہ سے دُوری پیدا کرتی ہے۔ حضرت حسنؓ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اس کو بُری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں، اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بُری باتوں سے رُکے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فُلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہوتے چوری کرتا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کو اس فعل سے عنقریب ہی روک دیگی [1] اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بُری باتوں میں مشغول ہو تو اس کو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہیئے۔ بُری باتیں اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گی۔ ہر ہر بُری بات کے چھڑانے کا اہتمام دُشوار بھی ہے اور دیرطلب بھی، اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہو جانا آسان بھی ہے اور دیرطلب بھی نہیں۔ اس کی برکت سے بُری باتیں اُس سے اپنے آپ ہی چھوٹتی چلی جاویں گی حق تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(۸) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ اخرجہ ابن ابی شیبۃ ومسلم والترمذی وابن ماجۃ کذا فی الدر المنثور وفیہ ایضًا عن مجاھد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں لمبی لمبی رکعتیں ہوں مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ (اور نماز میں کھڑے رہو اللہ کے سامنے

[1] دُرِّ منثور

فِی قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ قَالَ مِنَ الْقُنُوْتِ الرُّکُوْعُ وَالْخُشُوْعُ وَطُوْلُ الرُّکُوْعِ یَعْنِیْ طُوْلَ الْقِیَامِ وَغَضُّ الْبَصَرِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ وَالرَّهْبَةُ لِلّٰہِ وَکَانَ الْفُقَهَاءُ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُهُمْ فِی الصَّلٰوۃِ یَهَابُ الرَّحْمٰنَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَنْ یَلْتَفِتَ اَوْ یَقْلِبَ الْحَصٰی اَوْ یَشُدَّ بَصَرَهٗ اَوْ یَعْبَثَ بِشَیْءٍ اَوْ یُحَدِّثَ نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا اِلَّا نَاسِیًا حَتّٰی یَنْصَرِفَ اخرجه سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والاصبهانی فی الترغیب والبیهقی فی شعب الایمان اھ وهذا اٰخر ما اردت ایراده فی هذه العجالة رعایة لعدد الاربعین واللّٰہ ولی التوفیق وقد وقع الفراغ منه لیلة الترویة من سنة سبع وخمسین بعد الالف وثلثمائة والحمد للّٰہ اولا واٰخرا

مؤدب اس آیت میں رکوع بھی داخل ہے اور خشوع بھی اور لمبی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اکڑ کے کھڑا نہ ہونا) اور اللہ سے ڈرنا بھی شامل ہے کہ لفظ قنوت میں جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا یہ سب چیزیں داخل ہیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ اِدھر اُدھر دیکھے یا (سجدہ میں جاتے ہوئے) کنکریوں کو اُلٹ پلٹ کرے (عرب میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا کسی لغو چیز میں مشغول ہو یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا خیال لائے۔ ہاں بھول کے خیال آگیا ہو تو دوسری بات ہے۔

ف: قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ قَانِتِیْنَ کے معنی چُپ چاپ کے ہیں ابتدا زمانہ میں نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا وغیرہ وغیرہ امور جائز تھے، مگر جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو نماز میں بات کرنا ناجائز ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ جب میں حاضر ہوں تو گو حضورؐ نماز میں مشغول ہوں میں سلام کرتا حضورؐ جواب دیتے۔ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا، حضورؐ نماز میں مشغول تھے۔ میں نے حسب عادت سلام کیا حضورؐ نے جواب نہیں دیا۔ مجھے سخت فکر ہوا کہ شاید میرے بارے میں اللہ جل شانہٗ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو۔ نئے اور پرانے خیالات نے مجھے گھیر لیا، پرانی پرانی باتیں سوچتا تھا کہ شاید فلاں بات پر حضورؐ ناراض ہو گئے ہوں، شاید فلانی بات ہو گئی ہو جب حضورؐ نے سلام پھیر لیا تو ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے احکام میں جو چاہتے ہیں تبدیل فرماتے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ نے نماز میں بولنے کی ممانعت فرمادی۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور پھر ارشاد فرمایا کہ نماز

نماز میں اللہ کے ذکر اُس کی تسبیح' اس کی حمد و ثنا کے سوا بات کرنا جائز نہیں۔

معاویہؓ بن حکم سُلمی کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی گئیں منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ جب کوئی چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہنا چاہیے۔ چونکہ نئی تعلیم تھی اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں نہ کہنا چاہیئے۔ ایک صاحب کو نماز میں چھینک آئی میں نے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہا۔ آس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا مجھے اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں اس لئے میں نے کہا کہ ہائے افسوس تمہیں کیا ہوا کہ مجھے کڑوی کڑوی نگاہوں سے گھورتے ہو۔ مجھے اشارہ سے ان لوگوں نے چپ کر دیا میری سمجھ میں تو آیا نہیں مگر میں چُپ ہو گیا۔ جب نماز ختم ہو چکی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) نہ مجھے مارا، نہ ڈانٹا، نہ بُرا بھلا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں۔ نماز تسبیح و تکبیر اور قراءة قرآن ہی کا موقع ہے خدا کی قسم حضورؐ جیسا شفیق اُستاذ نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

دوسری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قانتین کے معنی خاشعین کے ہیں یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے اسی کے موافق مجاہد یہ نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع خضوع سے پڑھنا نگاہ کو نیچی رکھنا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں اس پر طٰہٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى نازل ہوئی اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضورؐ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضورؐ نے یہ ارشاد فرما دیا کہ جس قدر تحمل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ تحمل سے زیادہ بار اُٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے۔ چنانچہ ایک صحابی عورت نے بھی اسی طرح رسی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضورؐ نے منع فرما دیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد جتنی لمبی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضورؐ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مُبارک پر ورم آجاتا تھا کوئی تو بات رکھتا ہے صحابہؓ کرام عرض بھی کرتے کہ سورۂ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما لیا ہے تو حضورؐ ارشاد فرماتے کہ پھر میں شکر گذار بندہ کیوں نہ بنوں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک سے

رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسا چکی کی آواز ہوتی ہے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے لہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔ متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ چند آدمیوں سے بہت خوش ہوتے ہیں منجملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا لیٹا ہو، اور خوبصورت دل میں جگہ کرنے والی بیوی پاس لیٹی ہو اور پھر تہجد کے لئے اٹھے اور نماز میں مشغول ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں تعجب فرماتے ہیں۔ باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہو گیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کے لطف وعطایا کی امید نے اور آپ کے عتاب کے خوف نے، ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا جس چیز کی اس نے مجھ سے امید رکھی وہ میں نے عطا کی اور جس چیز کا اس کو خوف ہے اس سے امن بخشا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو کوئی عطا اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق عطا ہو جائے۔

قرآن وحدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ ایک جماعت ان کی ایسی ہے جو قیامت تک رکوع ہی میں رہے گی، اور ایک جماعت اسی طرح ہر وقت سجدہ میں مشغول رہتی ہے، اور ایک جماعت اسی طرح کھڑی رہتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ نے مومن کے لئے یہ اکرام واعزاز فرمایا کہ ان سب چیزوں کا مجموعہ اس کو دو رکعت نماز میں عطا فرما دیا تاکہ فرشتوں کی ہر عبادت سے اس کو حصہ مل جائے اور نماز میں قرآن شریف کی تلاوت ان کی عبادتوں پر اضافہ ہے اور جب یہ فرشتوں کی عبادتوں کا مجموعہ ہے تو انہیں کی سی صفات سے اس میں لطف میسر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز کے لئے اپنی کمر اور پیٹ کو ہلکا رکھا کرو ؎ کمر کو ہلکا رکھنے کا یہ مطلب کہ بہت سے جھگڑے اپنے پیچھے نہ لگاؤ، اور پیٹ کو ہلکا رکھنا ظاہر ہے کہ زیادہ سیر ہو کر نہ کھاؤ اس سے کاہلی سستی پیدا ہوتی ہے۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہٗ نے بارہ چیزوں میں منضم فرمایا ہے۔ ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ

لہ ترغیب ؎ جامع الصغیر

حاصل ہو۔ یہ بارہ حسب ذیل ہیں۔ اوّل علم، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے، دوسرے وضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رُخ کرنا، چھٹے نیت، ساتویں تکبیر تحریمہ، آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں رکوع، گیارھویں سجدہ، بارھویں اَلتَّحِیَّات میں بیٹھنا اور ان سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے۔ پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں۔ اوّل علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سُنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے۔ دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں کتنی سُنت ہیں تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس مکر سے نماز میں خلل ڈالتا ہے اس کے بعد وضو کے بھی تین جزو ہیں۔ اول یہ کہ دِل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے، دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں اول یہ کہ حلال کمائی سے ہو، دوسرے یہ کہ پاک ہو تیسرے سُنت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں تکبّر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔ پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے اول یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبرگیری رکھے تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اس کے قائم مقام گھڑی گھنٹے ہو گئے ہیں) دوسرے اذان کی خبر رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گذر جائے پتہ نہ چلے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے۔ اوّل یہ کہ ظاہری بدن سے اِدھر متوجّہ ہو، دوسرے یہ کہ دِل سے اللہ کی طرف توجّہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے، تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجّہ ہونا چاہیئے اس طرح متوجّہ ہو۔ پھر نیّت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے اوّل یہ کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ دِل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے، پھر تکبیر تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنا ہے۔ اوّل یہ کہ لفظ صحیح ہو، دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پیچھے پھینک دیا) تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں اول یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے، دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے، تیسرے کسی دوسری طرف متوجّہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر متوجّہ ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے

دربانوں کی منت سماجت کرکے بادشاہ کے حضور میں پہونچے اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگے ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجہ کرے گا۔ پھر قرأت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے اول صحیح ترتیل سے پڑھے، دوسرے اس کے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے، پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں، اول یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے نہ نیچا کرے نہ اُونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر اور کمر اور سُرین تینوں چیزیں برابر رہیں) دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کرکے گھٹنوں پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے۔ پھر سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے، اول یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں، دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے، پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے اوّل یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے، دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنیٰ کی رعایت کرکے تشہد پڑھے کہ اس میں حضورؐ پر سلام ہے، مؤمنین کے لئے دعا ہے پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔ پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں اوّل یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو۔ دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی۔ تیسرے اس پر ثواب کی اُمید رکھے۔

حقیقت میں نماز میں بڑی خیر اور بڑی برکت ہے اس کا ہر ذکر بہت سی خوبیوں کو اور اللہ کی بڑائیوں کو لئے ہوئے ہے ایک سُبحانک اللّٰھم ہی کو دیکھ لیجئے جو سب سے پہلی دعا ہے کہ کتنے فضائل پر حاوی ہے سُبحانک اللّٰھم یا اللہ تیری پاکی کا بیان کرتا ہوں، کہ تو ہر عیب سے پاک ہے۔ ہر بُرائی سے دُور ہے وَبِحَمدِکَ جتنی تعریف کی باتیں ہیں اور جتنے بھی قابلِ مدح امور ہیں وہ سب تیرے لئے ثابت ہیں اور تجھے زیبا وَتَبَارَکَ اسْمُکَ تیرا نام بابرکت ہے اور ایسا بابرکت ہے کہ جس چیز پر تیرا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہو جاتی ہے وَتَعَالیٰ جَدُّکَ تیری شان بہت بُلند ہے تیری عظمت سب سے بالاتر ہے وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ کوئی ذات پرستش کے لائق کبھی ہوئی نہ ہو۔ اسی طرح رکوع میں سُبحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم میرا عظمت اور بڑائی والا رب ہر عیب سے بالکل پاک ہے اس کی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بیچارگی کا اظہار ہے کہ گردن کا بلند کرنا غرور اور تکبر کی علامت ہے اور اس کا جُھکا دینا نیازمندی اور فرمانبرداری کا اقرار ہے تو رکوع میں گویا اس کا اقرار ہے کہ تیرے اُحکام کے سامنے اپنے کو جھکاتا

ہوں اور تیری اطاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں، میرا یہ گنہگار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے تو بیشک بڑائی والا ہے اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی میں بھی اللہ کی بزرگی رفعت اور بلندی کا اقرار ہے اور اس بلندی کے ساتھ ہر برائی اور عیب سے پاکی کا اقرار ہے۔ اپنے اس سر کو اس کے سامنے ڈال دینا ہے جو سارے اعضاء میں اشرف شمار کیا جاتا ہے اور اس میں محبوب ترین چیزیں آنکھ، کان، ناک زبان ہیں، گویا اس کا اقرار ہے کہ میری یہ سب اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہیں اس اُمید پر کہ تو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے، اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑے ہونے میں تھا اس پر ترقی اس کے سامنے سر جھکا دینے میں تھی، اور اس پر بھی ترقی اس کے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے۔ اسی طرح پوری نماز کی حالت ہے اور حق یہ ہے کہ یہی اصلی ہیئت نماز کی ہے اور یہی ہے وہ نماز جو دین و دُنیا کی فلاح و بہبود کا زینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جیسا کہ مجاہدؒ نے بیان کیا ہے فقہائے صحابہؓ کی یہی نماز تھی وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے، اللہ سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسنؓ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے اِلٰهِیْ عَبْدُكَ بِبَابِكَ یَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاكَ الْمُسِیْءُ وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُحْسِنَ مِنَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِیْءِ فَاَنْتَ الْمُحْسِنُ وَاَنَا الْمُسِیْءُ فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِیْحِ مَا عِنْدِیْ بِجَمِیْلِ مَا عِنْدَكَ یَا كَرِیْمُ۔ ترجمہ: "یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے، اے احسان کرنے والے، اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے، بد اعمال تیرے پاس حاضر ہے تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بروں سے درگذر کریں، تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں، اے کریم میری برائیوں سے اُن خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگذر فرما۔" اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

حضرت زین العابدینؒ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔ تہجد کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آجاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ

نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی یہ نماز میں مشغول رہے، لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا، آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے تکبّر کرنے والے پر تعجب ہے کہ کل تک ناپاک نُطفہ تھا اور کل کو مُردار ہو جائے گا پھر تکبر کرتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے تو فکر کرتے ہیں، ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے آپ کا معمول تھا کہ رات کو چھپ کر صدقہ کیا کرتے، لوگوں کو یہ بھی خبر نہ ہوتی کہ کس نے دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو سو گھر ایسے نکلے جن کا گذارہ آپ کی اعانت پر تھا۔[1]

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا، بدن پر کپکپی آجاتی۔ کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان وزمین نہ اٹھا سکے، پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کر سکوں گا یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب اذان کی آواز سنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی، رگیں پھول جاتیں آنکھیں سُرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سُنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، آپ اس قدر گھبراتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام سے محروم ہو جائیں اور نیند اُڑ جائے۔ اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔

ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ذُوالنُّون مصریؒ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو لفظ اللہ کے وقت اُن پر جلال الٰہی کا ایسا غلبہ تھا گویا اُن کے بدن میں رُوح نہیں رہی بالکل مبہوت سے ہو گئے اور جب اکبر زبان سے کہا تو میرا دل ان کی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔[2]

حضرت اُوَیسؒ قرنی مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں۔ بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گذار دیتے کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گذار دیتے۔[3]

عصامؒ نے حضرت حاتم زاہد بلخیؒ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اوّل نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں پھر اس جگہ پہونچتا ہوں

---

[1] نزہتہ الساتین [2] ایضاً [3] ایضاً

جہاں نماز پڑھنا ہے اور اوّل نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پُل صراط پر ہے، داہنی طرف جنّت ہے بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے، پھر کوئی اور نماز شاید مُیسّر نہ ہو، اور میرے دِل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں، پھر معنی کو سوچ کر قرآن پڑھتا ہوں، تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں، اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں، اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ عِصَامؒ نے پوچھا کہ کتنی مُدّت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتمؒ نے کہا تیس برس سے۔ عِصَام رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حاتمؒ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہوگئی جس کا بیحد اثر تھا ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ دِین کی مُصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مُصیبت سے ہلکی ہے۔

حضرت سَعِید بن المُسَیَّبؒ کہتے ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ محمّد بن وَاسِعؒ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں ایک ایسا دوست ہو جو میری لغزشوں پر متنبہ کرتا رہے۔ ایک بقدر زندگی روزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو، ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جائے وہ تو معاف ہو اور ثواب جو ہو مجھے مل جائے۔ حضرت اَبُو عُبَیْدَہ بن الجَرَّاحؓ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی، نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اس وقت مجھ پر ایک حملہ کیا، میرے دِل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں (اس لئے نہ افضل کو امام بنایا جاتا تھا) آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ مَیمُونؒ بن مہران ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ اس نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضرات کرام میں سے جس کی تکبیرِ اُولیٰ فوت ہو جاتی تین دن تک اس کا رنج کرتے تھے اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اس کا افسوس کرتے تھے [۱]

---

[۱] احیاء

بَکرُ بن عَبدُاللہِ کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے مالک اپنے مَولیٰ سے بلاواسطہ بات کرنا چاہے تو جب چاہے کرسکتا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا صورت ہے۔ فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر اور نماز کی نیت باندھ لے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضورؐ سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ایسے ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے تھے۔ سعید تنوخیؒ جب تک نماز پڑھتے رہتے مُسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی۔ خلف بن ایوبؒ سے کسی نے پوچھا کہ یہ مکھیاں تم کو نماز میں دِق نہیں کرتیں۔ کہنے لگے کہ میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا جس سے نماز میں نقصان آئے، یہ بدکار لوگ حکومت کے کوڑوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں محض اتنی سی بات کے لئے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا مُتحمّل مزاج ہے اور پھر اسکو فخریہ بیان کرتے ہیں میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں۔

بَہجَۃُ النُّفُوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابیؓ رات کو نماز پڑھ رہے تھے، ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا۔ لے جاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی، مگر نماز نہ توڑی۔ بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپ نے پکڑ نہ لیا۔ فرمایا جس چیز میں میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کا تو قصّہ مشہور ہے کہ جب لڑائی میں اُن کے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی نہ نکل سکا آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے۔ آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا، فرمایا کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو، لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا۔ آپ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

مُسلم بن یَسارؒ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہدیتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ رَبیعؒ کہتے ہیں کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں مجھ پر اس کا فکر سوار ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا سوال و جواب ہوگا۔ عامرؒ بن عبداللہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے۔ فرمایا ہاں مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں

کھڑا ہونا ہوگا اور دونوں گھروں جنت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا، یہ نہیں پوچھتا ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اس وقت میرے سامنے ہوجائے تو میرے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو۔ (کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پختہ ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے) ایک صاحب کا کوئی عضو خراب ہوگیا تھا جس کے لئے اس کے کاٹنے کی ضرورت تھی۔ لوگوں نے تجویز کیا کہ جب یہ نماز کی نیت باندھیں اس وقت کاٹنا چاہیئے، ان کو پتہ بھی نہ چلے گا، چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اس عضو کو کاٹ دیا گیا۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ تمہیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آجاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہ نماز میں آتا ہے نہ بغیر نماز کے۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ اُن سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہیں نماز میں کوئی چیز یاد آجاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے۔ جو نماز میں یاد آئے۔

بَہجَۃُ النُّفُوس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لئے آیا، وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے وہ انتظار میں بیٹھ گیا، جب نماز سے فارغ ہوچکے تو نفلوں میں مشغول ہوگئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے۔ یہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کردی اور اس سے فارغ ہوکر ذکر میں مشغول ہوگئے اور مغرب تک مشغول رہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کردیں، عشاء تک اس میں مشغول رہے۔ یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا، عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کردیا اور اوراد و وظائف پڑھتے رہے۔ اسی میں مصلے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اُٹھے، اِستغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دعا پڑھی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَیْنٍ لَّا تَشْبَعُ مِنَ النَّوْمِ (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)

ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سونے لیٹتے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے، مگر جب نیند نہ آتی تو اُٹھ کر نماز میں مشغول ہوجاتے اور عرض کرتے یا اللہ تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اُڑا دی۔ اور یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

ساری رات بے چینی اور اضطراب یا شوق و اشتیاق میں جاگ کر گذار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احاطہ ممکن نہیں، ہم لوگ اس لذّت سے اتنے دُور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کی صحت میں بھی تردّد ہونے لگا۔ لیکن اوّل تو جس کثرت اور تواتر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں اُن کی تردید میں ساری ہی تواریخ سے اعتماد اٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت کثرتِ نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سنیما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے کھڑے گذار دیتے ہیں کہ نہ ان کو تعب ہوتا ہے نہ نیند ستاتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذّتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذّتوں کا انکار کریں۔ حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی طرف سے قوّت بھی عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اس تردّد کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذّتوں سے ناآشنا ہیں اور نابالغ بلوغ کی لذّتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے۔ حق تعالیٰ شانُہٗ اس لذّت تک پہونچادیں تو زہے نصیب۔"

آخری گذارش

صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جلّ شانُہٗ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہمکلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے۔ یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گذرے گا۔ اسی طرح روزہ دِن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا، صحبت کی لذّت سے رُکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں، غفلت سے بھی اگر متحقق ہوں تو نفس کی شدّت و تیزی پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا معظم حصّہ ذکر ہے، قراءت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقّت ہوتی ہے نہ کوئی نفع۔ اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اسلئے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے۔ جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے

نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ بھی ایسی نماز کی طرف اِلتفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو اسلئے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وُسعت وہمّت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے۔ یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھائے کہ بُری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے۔ نہ پڑھنے سے بُری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے۔ اس لئے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے حتیٰ کہ عُلما کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔ جیسا کہ پہلے باب میں مفصّل گذر چکا ہے اَلبتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیے۔ کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مُطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں اور عُمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔ اخیر میں اس امر پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ حضرات مُحدّثین رَضِیَ اللہُ عَنْہُم اَجْمَعِیْن کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسُّع ہے اور معمولی ضُعف قابلِ تسامُح۔ باقی صُوفیہ کرام رَحِمَہُمُ اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجے سے کہیں کم ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهِمْ وَحَمَلَةِ الدِّيْنِ الْمَتِيْنِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ.

زکریا عفی عنہ کاندھلوی

شب دوشنبہ، محرم ۱۳۵۸ھ

تاریخ تیاری طباعت عکسی

، محرم ۱۳۸۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ قرآن مجید

شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
نور اللہ مرقدہ

GABA
گابا سنز اردو منزل، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 021-32636565-32628266

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ وَ اَنْزَلَ لَہُ الْقُرْاٰنَ وَجَعَلَہٗ مَوْعِظَۃً وَّشِفَاءً وَّھُدًی وَّ رَحْمَۃً لِّذَوِی الْاِیْمَانِ لَارَیْبَ فِیْہِ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا وَ اَنْزَلَہٗ قَیِّمًا حُجَّۃً نُّوْرًا لِّذَوِی الْاِیْقَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی خَیْرِ الْخَلَائِقِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ اَلَّذِیْ نَوَّرَ الْقَلْبَ وَالْقُبُوْرَ نُوْرُہٗ وَرَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ظُھُوْرُہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الَّذِیْ ھُمْ نُجُوْمُ الْھِدَایَۃِ وَنَاشِرُو الْفُرْقَانِ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ بِالْاِیْمَانِ وَبَعْدُ فَیَقُوْلُ الْمُفْتَقِرُ اِلٰی رَحْمَۃِ رَبِّہِ الْجَلِیْلِ عَبْدُہُ الْمَدْعُوُّ بِزَکَرِیَّا بْنِ یَحْیٰی بْنِ اِسْمٰعِیْلَ ھٰذِہٖ الْعُجَالَۃُ اَرْبَعُوْنَۃٌ فِیْ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ اَلَّقَتُھَا مُمْتَثِلًا لِاَمْرِ مَنْ اِشَارَتُہٗ حُکْمٌ وَطَاعَتُہٗ غُنْمٌ۔

تمام تعریف اس پاک ذات کے لئے ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو وضاحت سکھائی اور اس کے لئے وہ قرآن پاک نازل فرمایا جس کو نصیحت اور شفا اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے بنایا جس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ کسی قسم کی کجی، بلکہ وہ بالکل مستقیم ہے اور حجت و نور ہے یقین والوں کے لئے۔ اور کامل و مکمل درود و سلام اس بہترین خلائق پر ہو جو جس کے نور نے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرما دیا اور جس کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ کی اولاد و اصحابؓ پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور کلام پاک کے پھیلانے والے۔ نیز ان مومنین پر بھی جو ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے لگنے والے ہیں، حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ کی رحمت کا محتاج بندہ زکریا بن یحییٰ بن اسمٰعیل عرض کرتا ہے کہ یہ جلدی میں لکھے ہوئے چند اوراق "فضائل قرآن" میں ایک چہل حدیث ہے جس کو میں نے ایسے حضرات کے امتثالِ حکم میں جمع کیا ہے جنکا اشارہ بھی حکم ہے اور ان کی اطاعت ہر طرح مغتنم ہے۔

حق سبحانہٗ وتقدس کے ان انعاماتِ خاصّہ میں سے جو مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ ہمیشہ مخصوص رہے ہیں۔ مدرسے کا سالانہ جلسہ ہے جو ہر سال مدرسے

کے اجمالی حالات سنانے کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ مدرسے کے اس جلسہ میں مقررین، واعظین اور مشاہیر اہل ہند کے جمع کرنے کا اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا جتنا کہ اللہ والے، قلوب والے، گمنامی میں رہنے والے مشائخ کے اجتماع کی سعی کی جاتی ہے۔ وہ زمانہ اگرچہ کچھ دور ہو گیا ہے جب کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اور قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تشریف آوری حاضرین جلسہ کے قلوب کو منور فرمایا کرتی تھی۔ مگر وہ منظر ابھی آنکھوں سے زیادہ دور نہیں ہوا، جبکہ ان مجددین اسلام اور شموس ہدایت کے جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ۔ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجتمع ہو کر مردہ قلوب کے لئے زندگی و نورانیت کے لئے چشمے جاری فرمایا کرتے تھے اور عشق کے پیاسوں کو سیراب فرماتے تھے۔

دور حاضر میں مدرسے کا جلسہ اُن بُدورِ ہدایت سے بھی گو محروم ہو گیا، مگر ان کے سچے جانشین حضّارِ جلسہ کو اب بھی اپنے فیوض و برکات سے مالا مال فرماتے ہیں جو لوگ امسال جلسے میں شریک رہے ہیں وہ اس کے لئے شاہد عدل ہیں، آنکھوں والے برکات دیکھتے ہیں لیکن ہم سے بے بصر بھی اتنا ضرور محسوس کرتے ہیں کہ کوئی بات ضرور ہے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں اگر کوئی شخص شستہ تقاریر زوردار لیکچروں کا طالب بن کر آئے تو شاید وہ اتنا مسرور نہ جائے جس قدر کہ دوائے دل کا طالب کامگار د فیض یاب جائے گا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ

اسی سلسلہ میں سالِ رواں ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ کے جلسہ میں حضرت الشاہ حافظ محمد یٰسین صاحب نگینوی نے قدم رنجہ فرما کر اس سیہ کار پر جس قدر شفقت ولطف کا مینہہ برسایا یہ ناکارہ اس کے شکر سے بھی قاصر ہے۔ ممدوح کے متعلق یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں پھر آپ کے اوصاف جلیلہ یک سوئی تقدس مظہر انوار و برکات وغیرہ کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ جلسہ سے فراغت پر ممدوح جب واپس مکان تشریف لے گئے تو گرامی نامہ، مکرمت نامہ، عزت نامہ سے

مجھے اس کا حکم فرمایا کہ فضائل قرآن میں ایک چہل حدیث جمع کر کے اس کا ترجمہ خدمت میں پیش کر دوں اور نیز یہ کہ اگر ممدوح کے حکم سے میں نے انحراف کیا تو وہ میرے جانشین شیخ اور مثیل والد پچاجان مولانا الحافظ مولوی محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اس حکم کو مؤکد کرائیں گے۔ اور بہرحال یہ خدمت ممدوح کو مجھ جیسے ناکارہ ہی سے لینا ہے۔ یہ افتخار نامہ اتفاقاً ایسی حالت میں پہنچا کہ میں سفر میں تھا اور میرے چچا جان یہاں تشریف فرما تھے۔ اُنھوں نے میری واپسی پر یہ گرامی نامہ اپنے تاکیدی حکم کے ساتھ میرے حوالے فرمایا کہ جس کے بعد نہ مجھے کسی معذرت کی گنجائش رہی اور نہ اپنی عدمِ اہلیت کے پیش کرنے کا موقع رہا۔ میرے لئے شرح موطا امام مالک کی مشغولیت بھی ایک قوی عذر تھا، مگر ارشاداتِ عالیہ کی اہمیت کی وجہ سے اس کو چند روز کے لئے ملتوی کر کے ماحضر خدماتِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں اور ان لغزشوں سے جن کا وجود میری نااہلیت کے لئے لازم ہے معافی کا خواستگار ہوں۔

رَجَاءُ الْحَشْرِ فِي سِلْكِ مَنْ قَالَ فِيهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلٰى أُمَّتِيْ أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِيْ أَمْرِ دِيْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيْهًا وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَافِعًا وَّشَهِيْدًا قَالَ الْعَلْقَمِيُّ اَلْحِفْظُ ضَبْطُ الشَّيْءِ وَمَنْعُهُ مِنَ الضِّيَاعِ فَتَارَةً تَكُوْنُ حِفْظُ الْعِلْمِ بِالْقَلْبِ وَإِنْ لَّمْ يَكْتُبْ وَتَارَةً فِي الْكِتَابِ وَإِنْ لَّمْ يَحْفَظْهُ بِقَلْبِهٖ فَلَوْ حَفِظَ فِيْ كِتَابٍ ثُمَّ نَقَلَ إِلَى النَّاسِ دَخَلَ فِيْ وَعْدِ الْحَدِيْثِ وَقَالَ الْمُنَاوِيُّ قَوْلُهٗ مَنْ حَفِظَ عَلٰى أُمَّتِيْ أَيْ نَقَلَ إِلَيْهِمْ بِطَرِيْقِ التَّخْرِيْجِ وَالْإِسْنَادِ وَقِيْلَ مَعْنٰى حِفْظِهَا أَنْ يَّنْقُلَهَا إِلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَإِنْ لَّمْ يَحْفَظْهَا وَلَا عَرَفَ مَعْنَاهَا وَقَوْلُهٗ أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا صِحَاحًا أَوْ حِسَانًا قِيْلَ أَوْ ضِعَافًا يُعْمَلُ بِهَا فِيْ

اس جماعت کے ساتھ حشر ہونے کی امید میں جنکے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری امت کے لئے ان کے دینی امور میں چالیس حدیثیں محفوظ کریگا حق تعالیٰ شانہٗ اس کو قیامت میں عالم اٹھائے گا اور میں اس کے لئے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔ علقمیؒ کہتے ہیں کہ محفوظ کرنا شے کے منضبط کرنے اور ضائع ہونے سے حفاظت کا نام ہے۔ چاہے بغیر لکھے بر زبان یاد کرلے یا لکھ کر محفوظ کرلے۔ اگرچہ یاد نہ ہو پس اگر کوئی شخص کتاب میں لکھ کر دوسروں تک پہنچا دے وہ بھی حدیث کی بشارت میں داخل ہوگا۔ مناویؒ کہتے ہیں کہ میری اُمت پر محفوظ کرلینے سے مراد اُن کی طرف نقل کرنا ہے۔ سند کے حوالے کے ساتھ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مسلمانوں تک پہنچانا ہے اگرچہ وہ بر زبان یاد نہ ہوں نہ ان کے معنی معلوم ہوں اسی طرح چالیس حدیثیں بھی عام ہیں کہ سب صحیح ہوں یا حسن یا معمولی درجہ کی ضعیف جن پر فضائل میں عمل

اَلْفَضَائِلِ اَهُ فَلِلّٰهِ دَرُّ الْاِسْلَامِ مَا اَيْسَرَهٗ وَلِلّٰهِ دَرُّ اَهْلِهٖ مَا اَجْوَدَ مَا اسْتَنْبَطُوْا رَزَقَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِيَّاكُمْ كَمَالَ الْاِسْلَامِ وَمِمَّا لَا بُدَّ مِنَ التَّنْبِيْهِ عَلَيْهِ اَنِّيْ اَعْتَمَدْتُ فِي التَّخْرِيْجِ عَلَى الْمِشْكٰوةِ وَتَخْرِيْجِهٖ وَشَرْحِهِ الْمِرْقَاةِ وَشَرْحِ الْاِحْيَاءِ لِلسَّيِّدِ مُحَمَّدِ الْمُرْتَضٰى وَالتَّرْغِيْبِ لِلْمُنْذِرِيِّ وَمَا عَزَوْتُ اِلَيْهَا لِكَثْرَتِ الْاَخْذِ عَنْهَا وَمَا اَخَذْتُ عَنْ غَيْرِهَا عَزَوْتُهٗ اِلٰى مَاخَذِهٖ وَيَنْبَغِيْ لِلْقَارِئِ مُرَاعَاتُ اٰدَابِ التِّلَاوَةِ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ؛

جائز ہو۔ اللہ اکبر اسلام میں بھی کیا کیا سہولتیں ہیں اور تعجب کی بات ہے کہ علماء نے بھی کسقدر باریکیاں نکالی ہیں حق تعالیٰ شانہٗ کمالِ اسلام مجھے بھی نصیب فرمادیں اور تمہیں بھی۔ اس جگہ ایک ضروری امر پر متنبہ کرنا بھی لابدی ہے وہ یہ کہ میں نے احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوٰۃ تنقیح الرواۃ، مرقاۃ اور احیاء العلوم کی شرح اور منذریؒ کی ترغیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے اِن سے لیا ہے اس لئے اِن کے حوالے کی ضرورت نہیں سمجھی، البتہ ان کے علاوہ کہیں سے لیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کردیا۔ نیز قاری کیلئے تلاوت کے وقت اس کے آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔

مقصود سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلام مجید پڑھنے کے کچھ آداب بھی لکھ دیئے جائیں کہ ع بے ادب محروم گشت از فضلِ رب۔ مختصر طور پر آداب کا خلاصہ یہ ہے کلام اللہ شریف معبود کا کلام ہے۔ محبوب و مطلوب کے فرمودہ الفاظ ہیں۔

جن لوگوں کو محبت سے کچھ واسطہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کہ معشوق کے خط کی، محبوب کی تقریر وتحریر کی کسی دل کھوئے ہوئے کے یہاں کیا وقعت ہوتی ہے اس کے ساتھ جو شیفتگی و فریفتگی کا معاملہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے وہ قواعد وضوابط سے بالاتر ہے ع محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دیگی۔ اسوقت اگر جمالِ حقیقی اور انعاماتِ غیر متناہی کا تصور ہو تو محبت موجزن ہوگی اس کے ساتھ ہی وہ احکم الحاکمین کا کلام ہے، سلطان السلاطین کا فرمان ہے۔ اس سطوت وجبروت والے بادشاہ کا قانون ہے کہ جس کی ہم سری نہ کسی بڑے سے بڑے سے ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے۔ جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ پڑ چکا ہے وہ تجربے سے اور جن کو سابقہ نہیں پڑا وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ سلطانی فرمان کی ہیبت قلوب پر کیا ہوسکتی ہے۔ کلامِ الٰہی محبوب وحاکم کا کلام ہے اس لئے دونوں آداب کا مجموعہ اس کے ساتھ برتنا ضروری ہے۔

حضرت عکرمہؓ جب کلام پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تھے تو بیہوش ہوکر گرجاتے تھے اور

زبان پر جاری ہوجاتا تھا هٰذَا كَلَامُ رَبِّيْ، هٰذَا كَلَامُ رَبِّيْ (یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے) یہ اُن آداب کا اجمال ہے اور ان تفصیلات کا اختصار ہے جو مشائخ نے آدابِ تلاوت میں لکھے ہیں جن کی کسی قدر توضیح بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بندہ نوکر بن کر نہیں، چاکر بن کر نہیں بلکہ بندہ بن کر آقا و مالک محسن و منعم کا کلام پڑھے۔ صوفیا نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے کو قرأت کے آداب سے قاصر سمجھتا رہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہے گا اور جو اپنے کو رضا و عُجب کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ترقی سے دور ہوگا۔

(آداب) مسواک اور وضو کے بعد کسی یک سوئی کی جگہ میں نہایت وقار و تواضع کے ساتھ رُو بہ قبلہ بیٹھے اور نہایت ہی حضورِ قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطف سے جو اس وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق سبحانہٗ وعز اسمہٗ کو کلام پاک سنا رہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو تدبر و تفکر کے ساتھ آیات وعدو رحمت پر دعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیات عذاب و وعید پر اللہ سے پناہ چاہے کہ اس کے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں۔ آیاتِ تنزیہ و تقدیس پر سبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت میں رونا نہ آوے تو بہ تکلف رونے کی سعی کرے۔ وَ اَلَذُّ حَالَاتِ الْغَرَامِ لِمُغْرَمٍ ۔ شِكْوَى الْهَوٰى بِالْمَدْمَعِ الْمُهْرَاقِ

ترجمہ کسی عاشق کے لئے سب سے زیادہ لذت کی حالت یہ ہے کہ محبوب سے اس کا گلہ ہو رہا ہو اس طرح کہ آنکھوں سے بارش ہو پس اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔ کلام پاک کو رحل یا تکیہ یا کسی اونچی جگہ پر رکھے تلاوت کے درمیان میں کسی سے کلام نہ کرے۔ اگر کوئی ضرورت پیش ہی آجاوے تو کلام پاک بند کر کے بات کرے اور پھر اس کے بعد اعوذ پڑھ کر دوبارہ شروع کرے۔ اگر مجمع میں لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ مشائخ نے تلاوت کے چھ آداب ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرمائے ہیں ظاہری آداب (اوّل) غایت احترام سے باوضو رُو بہ قبلہ بیٹھے (دوم) پڑھنے میں جلدی نہ کرے ترتیل و تجوید سے پڑھے (سوم) رونے کی سعی کرے چاہے بہ تکلف ہی کیوں نہ ہو (چہارم) آیات رحمت و آیاتِ عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ پہلے گذر چکا (پنجم) اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف وحرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے (ششم) خوش الحانی سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ باطنی آداب (اوّل) کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے (دوم) حق سبحانہٗ وتقدس کی علوشان اور رفعت وکبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہے (سوم) دل کو وساوس و خطرات سے پاک رکھے (چہارم) معانی کا تدبر کرے اور لذت کیساتھ پڑھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گذار دی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ

عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (ترجمہ) اے اللہ اگر تو اُن کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرمادے تو عزت و حکمت والا ہے۔ سعید بن جبیرؓ نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (او مجرمو آج قیامت کے دن فرماں برداروں سے الگ ہو جاؤ) (پنجم) جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بنادے مثلاً اگر آیتِ رحمت زبان پر ہے دل سرورِ محض بن جاوے اور آیتِ عذاب اگر آگئی ہے تو دل لرز جائے (ششم) کانوں کو اس درجہ متوجہ بنادے کہ گویا خود حق سبحانہ' و تقدس کلام فرما رہے ہیں، اور یہ سُن رہا ہے حق تعالیٰ شانہ' محض اپنے لطف و کرم سے مجھے بھی اِن آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔ مسئلہ اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جاوے ہر شخص پر فرض ہے اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اگر کوئی بھی العیاذ باللہ حافظ نہ رہے تو تمام مسلمان گنہگار ہیں بلکہ زرکشی سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہیں۔ اس زمانہ ضلالت و جہالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سے دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آوازہ یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جا رہا ہے، اس کے الفاظ رٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضیعِ اوقات کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری بد دینی کی یہی ایک وبا ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا مگر یہاں ہر ادا مرض ہے اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھینچتا ہے، اس لئے کس کس چیز کو روئیے، اور کس کس کا شکوہ کیجئے۔

فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

(۱) عَنْ عُثْمَانَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ هٰكَذَا فِي التَّرْغِيْبِ وَعَزَاهُ اِلٰى مُسْلِمٍ اَيْضًا لٰكِنْ حَكَى الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ اَنَّ مُسْلِمًا سَكَتَ عَنْهُ)

حضرت عثمانؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

اکثر کتب میں یہ روایت واؤ کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا اس صورت میں فضیلت اس شخص کے لئے ہے جو کلام مجید سیکھے اور اس کے بعد دوسروں کو سکھائے۔ لیکن بعض کتب میں یہ روایت اَوْ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس صورت میں بہتری اور فضیلت عام ہوگی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے دونوں کے لئے مستقل خیر و بہتری ہے۔

کلام پاک چونکہ اصل دین ہے اس کی بقاء واشاعت ہی پر دین کا مدار ہے اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھلانے کا افضل ہونا ظاہر ہے، کسی توضیح کا محتاج نہیں البتہ اس کی انواع مختلف ہیں. کمال اس کا یہ ہے کہ مطالب ومقاصد سمیت سیکھے اور ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد حدیث مذکور کی تائید کرتا ہے جو سعید بن سلیم رضؓ سے مرسلاً منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کرلے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل سمجھے تو اُس نے حق تعالیٰ شانہٗ کے اس انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے. تحقیر کی ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کلام الٰہی سب کلاموں سے افضل ہے جیسا کہ مستقل احادیث میں آنے والا ہے تو اس کا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے افضل ہونا ہی چاہیئے ایک دوسری حدیث سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام پاک کو حاصل کرلیا اُس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کرلیا۔ سہل تستریؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ شانہٗ سے محبّت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام پاک کی محبّت قلب میں ہو شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے سایہ کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچّوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

(۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ۔

(رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی الشعب)

ابو سعید رضؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اسکو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر۔

یعنی جس شخص کو قرآن پاک کے یاد کرنے یا جاننے اور سمجھنے میں اس درجہ مشغولی ہے کہ کسی دوسری دُعا وغیرہ کے مانگنے کا وقت نہیں ملتا میں دعا مانگنے والوں کے مانگنے سے بھی افضل چیز اس کو عطا کروں گا۔ دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص شیرینی وغیرہ تقسیم کررہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اس کے ہی کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو یقیناً اس کا حصّہ پہلے ہی نکال لیا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسی موقعہ پر مذکور ہے کہ میں اس کو شکر گذار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

(۳) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ اِلٰى بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِيْقِ فَيَاْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِيْ غَيْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطِيْعَةِ رَحِمٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ اَفَلَا يَغْدُوْ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ اَوْ يَقْرَأُ اٰيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلٰثٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثٍ وَّاَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَّمِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ (رواہ مسلم وابوداؤد)

عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم لوگ صفہ میں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ علی الصباح بازار بُطحان یا عقیق میں جاوے اور دو اونٹنیاں عمدہ سے عمدہ بلا کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے پکڑ لائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اسکو تو ہم میں سے ہر شخص پسند کریگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیت کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔

صُفّہ۔ مسجد نبوی میں ایک خاص معین چبوترہ کا نام ہے جو فقراء مہاجرین کی نشست گاہ تھی اصحاب صُفّہؓ کی تعداد مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ علامہ سیوطیؒ نے ایک سو ایک نام گنوائے ہیں۔ اور مستقل رسالہ ان کے اسماء گرامی میں تصنیف کیا ہے۔ بطحان اور عقیق مدینہ طیبہ کے پاس دو جگہ ہیں جہاں اونٹوں کا بازار لگتا تھا۔ عرب کے نزدیک اونٹ نہایت پسندیدہ چیز تھی بالخصوص وہ اونٹنی، جس کا کوہان فربہ ہو۔ بغیر گناہ کا مطلب یہ ہے کہ بے محنت چیز اکثر یا چھین کر کسی سے لی جاتی ہے یا یہ کہ میراث وغیرہ میں کسی رشتہ دار کے مال پر قبضہ کرلے یا کسی کا مال چرالے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی نفی فرمادی کہ بالکل بلامشقت اور بدون کسی گناہ کے حاصل کرلینا جس قدر پسندیدہ ہے اس سے زیادہ بہتر و افضل ہے۔ چند آیات کا حاصل کرلینا۔ اور یقینی امر ہے کہ ایک دو اونٹ درکنار ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اگر کسی شخص کو مل جاوے تو کیا، آج نہیں تو کل موت اس سے جبراً جدا کردے گی۔ لیکن ایک آیت کا اجر ہمیشہ کیلئے ساتھ رہنے والی چیز ہے۔ دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ آپ کسی شخص کو ایک روپیہ عطا فرمادیجئے اس کی اسکو مسرت ہوگی۔ بمقابلہ اس کے کہ ایک ہزار روپیہ اس کے حوالے کردیں کہ اس کو اپنے پاس رکھ لے میں ابھی واپس آکر لے لوں گا کہ اس صورت میں بجز اس پر بار امانت کے اور کوئی فائدہ اس کو حاصل نہیں ہوگا، درحقیقت اس حدیث شریف میں فانی و باقی کے تقابل پر تنبیہ بھی مقصود ہے کہ آدمی اپنی حرکت و سکون پر غور کرے کہ کسی فانی چیز پر اس کو ضائع کررہا ہوں یا باقی رہنے والی چیز پر۔ اور پھر حسرت ہے اُن اوقات پر جو باقی رہنے والا وبال کماتے ہوں۔ حدیث کا اخیر جملہ اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے تین مطالب

کا محتمل ہے اوّل یہ کہ چار کے عدد تک بالتفصیل ارشاد فرمایا اور اس کے مافوق[1] کو اجمالاً فرما دیا کہ جس قدر آیات کوئی شخص حاصل کرے گا اس کے بقدر اونٹوں سے افضل ہے اس صورت میں اونٹوں سے جنس مراد ہے خواہ اونٹ ہوں یا اونٹنیاں۔ اور بیان ہے چار سے زیادہ کا، اس لئے کہ چار تک کا ذکر خود تصریحاً مذکور ہو چکا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں اعداد کا ذکر ہے جو پہلے مذکور ہو چکے۔ اور مطلب یہ ہے کہ رغبات مختلف ہوا کرتی ہیں کسی کو اونٹنی پسند ہے تو کوئی اونٹ کا گرویدہ ہے۔ اس لئے حضورؐ نے اس لفظ سے یہ ارشاد فرما دیا کہ ہر آیت ایک اونٹنی سے بھی افضل ہے۔ اور اگر کوئی شخص اونٹ سے محبت رکھتا ہو تو ایک آیت ایک اونٹ سے بھی افضل ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ بیان اُن ہی اعداد کا ہے جو پہلے ذکر کئے گئے چار سے زائد کا نہیں ہے۔ مگر دوسرے مطلب میں جو تقریر گزری کہ ایک اونٹنی یا ایک اونٹ سے افضل ہے، یہ نہیں بلکہ مجموعہ مراد ہے کہ ایک آیت ایک اونٹ اور ایک اونٹنی دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے اسی طرح ہر آیت اپنے موافق عدد اونٹنی اور اونٹ دونوں کے مجموعے سے افضل ہے تو گویا فی آیت کا مقابلہ ایک جوڑے سے ہوا۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اسی مطلب کو پسند فرمایا ہے کہ اس میں فضیلت کی زیادتی ہے۔ اگرچہ یہ مراد نہیں کہ ایک آیت کا اجر ایک اونٹ یا دو اونٹ کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ یہ صرف تنبیہ اور تمثیل ہے۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ایک آیت جس کا ثواب دائمی اور ہمیشہ رہنے والا ہے ہفت اقلیم کی بادشاہت سے جو فنا ہو جانے والی ہے، افضل اور بہتر ہے۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کے بعض تجارت پیشہ احباب نے ان سے درخواست کی کہ جہاز سے اُترنے کے وقت حضرت جدّہ تشریف فرما ہوں تاکہ جناب کی برکت سے ہمارے مال میں نفع ہو اور مقصود یہ تھا کہ تجارت کے منافع سے حضرت کے بعض خدام کو کچھ نفع حاصل ہو۔ اول تو حضرت نے عذر فرمایا۔ مگر جب انہوں نے اصرار کیا تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ تمہیں زائد سے زائد جو نفع مال تجارت میں ہوتا ہے وہ کیا مقدار ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مختلف ہوتا ہے زائد سے زائد ایک کے دو ہو جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس قلیل نفع کے لئے اس قدر مشقت اٹھاتے ہو۔ اتنی سی بات کیلئے ہم حرم محترم کی نماز کیسے چھوڑ دیں، جہاں ایک کے لاکھ ملتے ہوں۔" درحقیقت مسلمانوں کے غور کرنے کی جگہ ہے کہ وہ ذرا سی دنیوی متاع کے خاطر کس قدر دینی منافع کو قربان کر دیتے ہیں۔

(۴) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَاھِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَۃِ	حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا ماہر اُن ملائکہ کے

[1] زیادہ ۔ ۱۲

الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِی يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ
(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیک کار ہیں۔ اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دِقّت اُٹھاتا ہے اس کو دُہرا اجر ہے

قرآن شریف کا ماہر وہ کہلاتا ہے جس کو یاد بھی خوب ہو اور پڑھتا بھی خوب ہو اور اگر معانی و مراد پر بھی قادر ہو تو پھر کیا کہنا۔ ملائکہ کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ بھی قرآن شریف کے لوحِ محفوظ سے نقل کرنے والے ہیں اور یہ بھی اس کا نقل کرنے والا اور پہنچانے والا ہے تو گویا دونوں ایک ہی مسلک پر ہیں یا یہ کہ حشر میں اُن کے ساتھ اجتماع ہوگا۔ اٹکنے والے کو دوہرا اجر ایک اس کی قرأت کا دوسرا اس کی اس مشقت کا جو اس بار بار کے اٹکنے کی وجہ سے برداشت کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اس ماہر سے بڑھ جاوے۔ ماہر کے لئے جو فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے کہ مخصوص ملائکہ کے ساتھ اس کا اجتماع فرمایا ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کے اٹکنے کی وجہ سے اس مشقت کا اجر مستقل ملے گا۔ لہٰذا اس عذر کی وجہ سے کسی کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ ملا علی قاریؒ نے طبرانی اور بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور جو اس کو یاد کرنے کی تمنا کرتا رہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا تو حق تعالےٰ شانہٗ اس کا حفاظ ہی کے ساتھ حشر فرمائیں گے۔

(۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلٰی اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ۔
(رواہ البخاری والترمذی والنسائیؒ)

ابن عمرؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے دوسرے وہ جس کو حق سبحانہٗ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے

قرآن شریف کی آیات اور احادیث کثیرہ کے عموم سے حسد کی بُرائی اور ناجائز ہونا مطلقاً معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف سے دو آدمیوں کے بارے میں جواز معلوم ہوتا ہے چونکہ وہ روایات زیادہ مشہور و کثیر ہیں اس لئے علماء نے اس حدیث کے دو مطلب ارشاد فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ حسد اس حدیث شریف میں رشک کے معنیٰ میں ہے جسکو عربی میں غبطہ کہتے ہیں۔ حسد اور غبطہ میں فرق ہے کہ حسد

ہیں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کے پاس یہ نعمت نہ رہے خواہ اپنے پاس حاصل ہو یا نہ ہو اور رشک میں اپنے پاس اس کے حصول کی تمنا و آرزو ہوتی ہے عام ہے کہ دوسرے سے زائل ہو یا نہ ہو۔ چونکہ حسد بالاجماع حرام ہے اس لئے علماء نے اس لفظِ حسد کو مجازاً غبطہ کے معنی میں ارشاد فرمایا ہے جو دنیوی اُمور میں مباح ہے اور دینی امور میں مستحب۔ دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ بسا اوقات کلام علی سبیل الفرض والتقدیر مستعمل ہوتا ہے یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو یہ دو چیزیں ایسی تھیں کہ ان میں جائز ہوتا۔

(۶) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَ طَعْمُھَا طَیِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَۃِ لَا رِیْحَ لَھَا وَطَعْمُھَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ لَیْسَ لَھَا رِیْحٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ۔

(رواہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ)

ابو موسیٰؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے، اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ۔ اور جو مومن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو کچھ نہیں مگر مزہ شیریں ہوتا ہے اور جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خوشبو کچھ نہیں اور جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال خوشبودار پھول کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور مزہ کڑوا۔

مقصود اس حدیث سے غیر محسوس سے کو محسوس کے ساتھ تشبیہ دینا ہے تاکہ ذہن میں فرق کلام پاک کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں سہولت سے آجاوے ورنہ ظاہر ہے کہ کلام پاک کی حلاوت و مہک سے کیا نسبت، ترنج و کھجور کو اگرچہ ان اشیاء کے ساتھ تشبیہ میں خاص نکات بھی ہیں جو علوم نبویہ سے تعلق رکھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی وسعت کی طرف مشیر ہیں۔ مثلاً ترنج ہی کو لے لیجئے منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے، معدہ کو صاف کرتا ہے، ہضم میں قوت دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ یہ منافع ایسے ہیں کہ قرأتِ قرآن شریف کے ساتھ خاص مناسبت رکھتے ہیں۔ مثلاً منہ کا خوشبودار ہونا، باطن کا صاف کرنا، روحانیت میں قوت پیدا کرنا۔ یہ منافع تلاوت میں ہیں جو پہلے منافع کے ساتھ بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں۔ ایک خاص اثر ترنج میں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جن نہیں جا سکتا۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر کلام پاک کے ساتھ خاص مشابہت ہے بعض اطباء سے میں نے سنا ہے کہ ترنج سے حافظہ بھی قوی ہوتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے احیاء میں نقل کیا ہے

کہ تین چیزیں حافظ کو بڑھاتی ہیں:

(۱) مسواک اور (۲) روزہ اور (۳) تلاوت کلام اللہ شریف کی۔

ابوداؤد کی روایت میں اس حدیث کے ختم پر ایک اور مضمون نہایت ہی مفید ہے کہ بہتر ہمنشین کی مثال مشک والے آدمی کی سی ہے اگر تجھے مشک نہ مل سکا تو اس کی خوشبو تو کہیں گئی نہیں، اور بدتر ہمنشین کی مثال آگ کی بھٹی والے کی طرح سے ہے کہ اگر سیاہی نہ پہنچے تب بھی دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔ نہایت ہی اہم بات ہے۔ آدمی کو اپنے ہم نشینوں پر بھی نظر کرنا چاہئے کہ کس قسم کے لوگوں میں ہر وقت نشست و برخاست ہے۔

(۷) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ۔ (رواہ مسلم)	حضرت عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

یعنی جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، عمل کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ ان کو دنیا و آخرت میں رفعت و عزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے حق سبحانہٗ و تقدس ان کو ذلیل کرتے ہیں۔ کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۝ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اس اُمت کے بہت سے منافق قاری ہوں گے۔ بعض مشائخ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورۃ کلام پاک کی شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو اور دوسرا شخص ایک سورۃ شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اُوپر لعنت کرتا ہے، اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی، قرآن شریف میں پڑھتا ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید میں داخل ہوتا ہے، اسی طرح پڑھتا ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔

عامر بن واثلہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نافع بن عبدالحارث کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا ان سے ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ابنِ اَبزیٰ کو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ابنؓ ابزی کون شخص ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہمارا ایک غلام ہے حضرت عمرؓ نے اعتراضاً فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنادیا۔ انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کے رفع درجات فرماتے ہیں اور بہت سوں کو پست کرتے ہیں۔

(۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلْقُرْاٰنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهٗ ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ وَّالْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِيْ اَلَا مَنْ وَّصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ (رواه فی شرح السنۃ)

عبدالرحمٰنؓ بن عوف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گے ایک کلام پاک کہ جھگڑیگا بندوں سے، قرآن پاک کے لئے ظاہر ہے اور باطن دوسری چیز امانت ہے اور تیسری رشتہ داری جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملادے اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اسکو جدا کردے۔

ان چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمال قرب ہے یعنی حق سبحانہٗ وتقدس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ کلام اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی، اس کا حق ادا کیا، اس پر عمل کیا ان کی طرف سے دربار حق سبحانہٗ میں جھگڑے گا اور شفاعت کریگا۔ ان کے درجے بلند کرائے گا۔ ملا علی قاریؒ نے بروایت ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن شریف بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ کرامت کا تاج مرحمت فرمادینگے پھر وہ زیادتی کی درخواست کریگا تو حق تعالیٰ شانہٗ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرمادیں گے۔ پھر وہ درخواست کرے گا کہ یا اللہ آپ اس شخص سے راضی ہوجائیں تو حق سبحانہٗ وتقدس اس سے رضا کا اظہار فرمادینگے اور جب کہ دنیا میں محبوب کی رضا سے بڑھ کر کوئی بھی بڑی سے بڑی نعمت نہیں ہوتی تو آخرت میں محبوب کی رضا کا مقابلہ کون سی نعمت کر سکتی ہے اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے ان سے اس بارے میں مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی میرا کیا حق ادا کیا۔ شرحِ احیاء میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے۔ اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرمالیں کہ اس قوی مقابل کے سامنے کیا جوابدہی کریں گے۔ موت بہرحال آنے والی

چیز ہے اس سے کسی طرح مفر نہیں۔ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں، جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی۔ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اس کے معنی اور مطالب ہیں جو حسب استعداد مختلف ہوتے ہیں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معانی میں غور و فکر کرو کہ اس میں اولین و آخرین کا علم ہے مگر کلام پاک کے معنی کے لئے جو شرائط و آداب ہیں ان کی رعایت ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ ہمارے زمانے کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اردو ترجمے دیکھ کر اپنی رائے کو اس میں داخل کر دے۔ اہل فن نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے۔ وقتی ضرورت کی وجہ سے مختصر اً عرض کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ بطنِ کلام پاک تک رسائی ہر شخص کو نہیں ہو سکتی۔ اول لغت جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جاویں مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ بدون معرفت لغاتِ عرب کے کلام پاک میں کچھ لب کشائی کرے اور چند لغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں۔ اس لئے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مشترک ہوتا ہے اور وہ ان میں سے ایک دو معنی جانتا ہے اور فی الواقع اس جگہ کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں۔ دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے اسلئے کہ اعراب کے تغیر و تبدل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ بنا اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ابن فارسؒ کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صرف فوت ہو گیا اس سے بہت کچھ فوت ہو گیا علامہ زمخشری اعجوباتِ تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کلام پاک کی آیت ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (ترجمہ) جس دن کہ پکاریں گے ہم ہر شخص کو اس کے مقتدا اور پیش رو کے ساتھ، اس کی تفسیر صرف کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی کہ جس دن پکاریں گے ہر شخص کو اُن کی ماؤں کیساتھ۔ امام کا لفظ جو مفرد تھا اس کو اُم کی جمع سمجھ گیا اگر وہ صرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ اُم کی جمع امام نہیں آتی چوتھے اشتقاق کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ لفظ جب کہ دو مادّوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہوں گے جیسا کہ مسیح کا لفظ ہے کہ اس کا اشتقاق مَسح سے بھی ہے جسکے معنی چھونے اور تر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے

کے ہیں اور مساحت سے بھی ہے جس کے معنی پیمائش کے ہیں۔ پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ چھٹے علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور وخفا تشبیہ وکنایہ معلوم ہوتا ہے۔ ساتویں علمِ بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں مفسر کے اہم علوم میں سے ہیں اس لئے کہ کلام پاک جو سراسر اعجاز ہے اسی سے اس کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ آٹھویں علم قرأت کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے کہ مختلف قرأتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے۔ نویں علم عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے کہ کلام پاک میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہٗ وتقدس پر صحیح نہیں۔ اس لئے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑیگی۔ جیسے کہ یَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ دسویں اصولِ فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہِ استدلال واستنباط معلوم ہو سکیں۔ گیارہویں اسبابِ نزول کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شانِ نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شانِ نزول پر موقوف ہوتا ہے۔ بارھویں ناسخ ومنسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ منسوخ شدہ احکام معمول بہا سے ممتاز ہو سکیں۔ تیرھویں علم فقہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں۔ چودھویں ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآن پاک کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔

ان سب کے بعد پندرھواں وہ علم وہبی ہے جو حق سبحانہٗ وتقدس کا عطیۂ خاص ہے اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (جب کہ بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو جانتا ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا۔)

اسی کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اشارہ فرمایا جبکہ اُن سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے ہیں یا خاص وصایا جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے جنت بنائی اور جان پیدا کی اس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس کو حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک کے سمجھنے کے لئے کسی کو عطا فرمادیں ابن ابی الدُّنیا کا مقولہ ہے کہ علوم قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے کہ جس کا کنارہ نہیں یہ علوم جو بیان کئے گئے مفسر کے لئے بطور آلہ کے ہیں اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت بغیر تفسیر

کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے۔ جس کی ممانعت آئی ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے علوم عربیہ طبعاً حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد تھے۔ علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ شاید تجھے خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا بندہ کی قدرت سے باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ان اسباب کا حاصل کرنا ہے جس پر حق تعالیٰ شانہ' اس کو مرتب فرماتے ہیں مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ وغیرہ۔

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اوّل وہ جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو۔ دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ پر مُصر ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے معرفتِ قرآن سے قاصر رہتا ہے تیسرے وہ شخص کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو اور کلام اللہ شریف کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے طبیعت اُچٹتی ہو، اس شخص کو بھی فہم قرآن سے حصہ نہیں ملتا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْھُمْ۔

(۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَاِنَّ مَنْزِلَکَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَۃٍ تَقْرَأُھَا

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ)

عبداللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے (کہ قیامت کے دن) صاحبِ قرآن سے کہا جاوے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیۃ پر پہونچے

صاحب القرآن سے بظاہر حافظ مراد ہے اور ملا علی قاری رحؒ نے بڑی تفصیل سے اس کو واضح کیا ہے کہ یہ فضیلت حافظ ہی کے لئے ہے۔ ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں، اوّل اس وجہ سے کہ صاحبِ قرآن کا لفظ بھی اسی طرف مشیر ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مسند احمد کی روایت میں ہے حَتّٰی یَقْرَأَ شَیْئًا مَّعَہٗ (یہاں تک کہ پڑھے جو کچھ قرآن شریف اس کے ساتھ ہے) یہ لفظ اس امر میں زیادہ ظاہر ہے کہ اس سے حافظ مراد ہے۔ اگرچہ محتمل وہ ناظرہ خواں بھی ہے جو کہ قرآن شریف بہت کثرت کے ساتھ پڑھتا ہو۔ مرقاۃ میں لکھا ہے وہ پڑھنے والا مراد نہیں جس کو قرآن لعنت کرتا ہو۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن، اُن کو لعنت کرتا ہے۔ اس لئے اگر کسی شخص کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف

کے پڑھنے سے اس کی مقبولیت پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ترتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور شرع شریف میں کئی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔ اول حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے۔ دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جاوے۔ تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زیر، زبر، پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا۔ چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلامِ پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ پانچویں آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جاوے اور دل پر جلدی اثر کرے کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تاثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اطبّا نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اس کو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اس کو جلدی کھینچتا ہے اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو اس کو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے۔ اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا خاص استعمال کیا جاوے تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہوگی۔ چھٹے تشدید اور مدّ کو اچھی طرح ظاہر کیا جاوے کہ اس کے اظہار سے کلامِ پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔ ساتویں آیاتِ رحمت و عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ تمہید میں گذر چکا۔ یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے، اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے، یعنی کلامِ پاک کا فہم و تدبّر۔ حضرت ام المومنین امّ سلمہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے یعنی زبر، زیر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے، اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا۔ ترتیل سے تلاوت مستحب ہے۔ اگرچہ معنی نہ سمجھتا ہو۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ترتیل سے اَلْقَارِعَۃُ اور اِذَا زُلْزِلَتِ پڑھوں یہ بہتر ہے اس سے کہ بلا ترتیل سورۂ بقرہ اور آلِ عِمْرَان پڑھوں۔

شرّاح اور مشائخ کے نزدیک حدیثِ بالا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک درجہ اوپر چڑھتا جا۔ اس لئے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ

جنت کے درجات کلام اللہ شریف کی آیات کے برابر ہیں۔ لہذا جو شخص جتنی آیات کا ماہر ہوگا اتنے ہی درجے اُوپر اس کا ٹھکانا ہوگا، اور جو شخص تمام کلام پاک کا ماہر ہوگا وہ سب سے اُوپر کے درجے میں ہوگا۔

ملا علی قاری ؒ نے لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے اُوپر کوئی درجہ نہیں، پس قرار آیات کی بقدر ترقی کریں گے۔ اور علامہ دانی ؒ سے اہل فن کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات چھ ہزار (۶۰۰۰) ہیں لیکن اس کے بعد کی مقدار میں (یعنی تعداد میں) اختلاف ہے اور اتنے اقوال نقل کئے ہیں۔ ۲۰۴-۱۴-۱۹-۲۵-۳۶۔

شرح احیاء میں لکھا ہے کہ ہر آیت ایک درجہ ہے جنت میں پس قاری سے کہا جاوے گا کہ جنت کے درجات پر اپنی تلاوت کے بقدر چڑھتے جاؤ۔ جو شخص قرآن پاک تمام پورا کرلے گا وہ جنت کے اعلیٰ درجے پر پہنچے گا، اور جو شخص کچھ حصہ پڑھا ہوا ہوگا وہ اس کی بقدر درجات پر پہنچے گا۔ بالجملہ منتہائے ترقی منتہائے قرأت ہوگی۔ بندہ کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب کچھ اور معلوم ہوتا ہے فَإِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللهِ وَإِنْ كَانَ خَطَأً فَمِنِّيْ وَمِنَ الشَّيْطٰنِ وَاللهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْهُ بَرِيْئَانِ (اگر درست ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ کی اعانت سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اپنی تقصیر سے ہے)۔

حاصل اس مطلب کا یہ ہے کہ حدیثِ بالا سے درجات کی وہ ترقی مراد نہیں جو آیات کے لحاظ سے فی آیت ایک درجہ ہے اس لئے کہ اس ترقی میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا جب ایک آیت پڑھی جائے ایک درجہ کی ترقی ہوگی۔ عام ہے کہ ترتیل سے ہو یا بلا ترتیل بلکہ اس حدیث میں بظاہر دوسری ترقی باعتبار کیفیت مُراد ہے جس میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو دخل ہے لہذا جس ترتیل سے دنیا میں پڑھتا تھا اُسی ترتیل سے آخرت میں پڑھ سکے گا اور اسکے موافق درجات میں ترقی ہوتی رہے گی۔ مُلا علی قاری ؒ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا میں کثرت تلاوت کرتا رہا ہے تو اس وقت بھی یاد ہوگا ورنہ بھول جائے گا۔ اللہ جل شانہٗ اپنا فضل فرماویں کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے دینی شوق میں یاد کرا دیا تھا مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں ضائع کر دیتے ہیں اور اس کے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآنِ پاک یاد کرتا ہوا اور اس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہوا مر جائے وہ حفاظ کی جماعت میں شمار ہوگا۔ حق تعالیٰ کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں کوئی لینے والا ہو۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(۱۰) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ بِہٖ حَسَنَۃٌ وَالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا لَآ اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ مِیْمٌ حَرْفٌ (رواہ الترمذی وقال ھٰذا حدیث صحیح غریب اسنادا والدارمی)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الٓمّ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف لام ایک حرف۔ میم ایک حرف۔

مقصود یہ ہے کہ جیسے اور جملہ اعمال میں پورا عمل ایک شمار کیا جاتا ہے، کلام پاک میں ایسے نہیں بلکہ اجزاء عمل بھی پورے عمل شمار کئے جاتے ہیں اور اس لئے تلاوتِ کلام پاک میں ہر ہر حرف ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے اور ہر نیکی پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے (مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا جو شخص ایک نیکی لاوے اس کو دس نیکی کے بقدر اجر ملتا ہے) دس حصہ اجر کا وعدہ ہے اور یہ اقل درجہ ہے وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (حق تعالیٰ شانہ جس کے لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرمادیتے ہیں) ہر حرف کو مستقل نیکی شمار کرنے کی مثال حضور ﷺ نے ارشاد فرمادی کہ الٓمّ پورا ایک حرف شمار نہیں ہوگا، بلکہ الف، لام، میم علیحدہ علیحدہ حرف شمار کئے جائیں گے اور اس طرح پر الم کے مجموعہ پر تیس نیکیاں ہوگئیں اس میں اختلاف ہے کہ الم سے سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے یا اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ مراد ہے۔ اگر سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے تو بظاہر مطلب یہ ہے کہ لکھے ہوئے حروف کا اعتبار ہے اور لکھنے میں چونکہ وہ بھی تین ہی حروف لکھے جاتے ہیں اس لئے تیس نیکیاں ہوئیں اور اگر اس سے سورۂ فیل کا شروع مراد ہے تو پھر سورۂ بقرہ کے شروع میں جو الٓمّ ہے وہ نو حروف ہیں۔ اس لئے اسکا اجر نوے نیکیاں ہوگئیں۔ بیہقی رح کی روایت میں ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ ب س م یعنی علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں۔

(۱۱) عَنْ مُعَاذِ الْجُھَنِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِیْہِ اُلْبِسَ وَالِدَاہُ تَاجًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ ضَوْءُہٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ

معاذ جہنی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی

فِي بُيُوتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهٰذَا	آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو۔ پس کیا گمان ہے تمہارا
(رواہ احمد وابوداؤد وصححہ الحاکم)	اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

یعنی قرآن پاک کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہے کہ اس پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہو اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو، یعنی آفتاب اتنی دُور سے اس قدر روشنی پھیلاتا ہے اگر وہ گھر کے اندر آجائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہوگا تو پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جاوے گا اس کی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جس کو گھر میں طلوع ہونے والا آفتاب پھیلا رہا ہے اور جب کہ والدین کے لئے یہ ذخیرہ ہے تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کر لیا جاوے کہ کس قدر ہوگا کہ جب اس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا حال بدرجہا زیادہ ہوگا۔ کہ والدین کو یہ اجر صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ اس کے وجود یا تعلیم کا سبب ہوئے ہیں۔ آفتاب کے گھر میں ہونے سے جو تشبیہ دی گئی ہے اسمیں علاوہ ازیں کہ قرب میں روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے ایک اور لطیف امر کی طرف بھی اشارہ ہے وہ یہ کہ جو چیز ہر وقت پاس رہتی ہے اس سے انس والفت زیادہ ہوتی ہے اس لئے آفتاب کی دوری کی وجہ سے جو اس سے بیگانگی ہے وہ ہر وقت کے قرب کی وجہ سے مُبدّل بہ اُنس ہو جاوے گی تو اس صورت میں روشنی کے علاوہ اس کے ساتھ موانست کی طرف بھی اشارہ ہے اور اس طرف بھی کہ وہ اپنی ہوگی کہ آفتاب سے اگرچہ ہر شخص نفع اٹھاتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو ہبہ کر دیا جاوے تو اس کے لئے کس قدر افتخار کی چیز ہو۔

حاکمؒ نے بریدہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جاوے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جاویں گے کہ تمام دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض میں۔

جمع الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلا دے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اٹھایا جاوے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جاوے گا کہ پڑھنا شروع کر جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جاوے گا حتیٰ کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

بچّے کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کے لئے یہ فضائل ہیں اور اسی پر بس نہیں۔ دوسری بات بھی سن لیجئے کہ اگر خدا نخواستہ آپ نے اپنے بچے کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہ ہی نہیں کہ آپ اس لازوال ثواب سے محروم رہیں گے۔ بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جواب دہی بھی کرنی پڑے گی آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی و حافظ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کے مُلّانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں۔ اس وجہ سے آپ اپنے لاڈلے بچّے کو اس سے بچاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اس سے آپ اس کو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر ہی رہے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اپنے اُوپر بھی بڑی سخت جواب دِہی لے رہے ہیں حدیث کا ارشاد ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ الحدیث ہر شخص سے اس کے ماتحتوں اور دست نگروں کا بھی سوال ہو گا کہ اِن کو کس قدر دین سکھلایا ہاں یہ ضرور ہے کہ ان عیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے۔ مگر جوؤں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں۔ البتہ اس کے صاف رکھنے کی ضرور کوشش چاہیئے بالجملہ اگر آپ اپنے بچّے کو دین داری صلاحیت سکھلائیں گے۔ اپنی جواب دِہی سے سُبک دوش ہوں گے اور اس وقت تک وہ زندہ رہے جس قدر نیک اعمال کرے گا۔ دعا و استغفار آپ کے لئے کرے گا۔ آپ کے لئے رفعِ درجات کا سبب بنے گا لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپ نے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا جس قدر بداطواریاں فسق و فجور اس سے سرزد ہوں گے آپ کے نامۂ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہیں گے۔ خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں۔ دنیا بہر حال گذر جانے والی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے۔ لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اس کا کوئی منتہا نہیں۔

(۱۲) عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِیْ اِھَابٍ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ مَا احْتَرَقَ (رواہ الدارمی)	عقبہؓ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اگر رکھ دیا جاوے قرآن شریف کسی چمڑے میں پھر وہ آگ میں ڈال دیا جاوے تو نہ جلے۔

مشائخِ حدیث اس روایت کے مطلب میں دو طرف گئے ہیں۔ بعض کے نزدیک چمڑے سے عام مُراد ہے جس جانور کا ہو اور آگ سے دنیوی آگ مراد ہے۔ اس صورت میں یہ مخصوص معجزہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص تھا۔ جیسا کہ اور انبیاء کے معجزے ان کے زمانے کے ساتھ خاص ہوئے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چمڑے سے مراد آدمی کا چمڑا ہے، اور آگ سے جہنم۔ اس صورت میں یہ حکم عام ہو گا کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہ ہو گا یعنی جو شخص کہ حافظِ قرآن ہو اگر وہ

کسی جُرم میں جہنم میں ڈالا بھی جاوے گا تو آگ اس پر اثر نہ کرے گی۔ ایک روایت میں مَامَسَّتْهُ النَّارُ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی آگ اس کو چھونے کی بھی نہیں۔ ابو امامہؓ کی روایت جس کو شرح السنۃ سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے اس دوسرے معنی کی تائید کرتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو، اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس قلب کو عذاب نہیں فرماتے جس میں کلام پاک محفوظ ہو۔ یہ حدیث اپنے مضمون میں صاف اور نص ہے۔ جو لوگ حفظِ قرآن شریف کو فضول بتلاتے ہیں وہ خدا راہ ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظِ قرآن پر جان دیدینا چاہئے۔ اس لئے کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کئے ہوں جس کی وجہ سے آگ کا مستحق نہ ہو۔

شرح احیاء میں اُن لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک اور وحشت اثر دن میں اللہ کے سائے کے نیچے رہیں گے۔ حضرت علیؓ کی حدیث سے بروایت دیلمیؒ نقل کیا ہے کہ حاملینِ قرآن یعنی حُفاظ اللہ کے سائے کے نیچے انبیاء اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

(۱۳) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِيْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ۔

(رواه احمد والترمذی وقال هٰذا حديث غريب حفص بن سليمان الراوی ليس هو بالقوی يضعف فی الحديث ورواه ابن ماجة والدارمی)

حضرت علیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمادیں گے۔ جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو۔

دخولِ جنت ویسے تو ہر مومن کے لئے انشاء اللہ ہے ہی۔ اگرچہ بداعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن حفاظ کے لئے یہ فضیلت ابتداءً دخول کے اعتبار سے ہے۔ وہ دس شخص جن کے بارے میں شفاعت قبول فرمائی گئی وہ فُساق و فجار ہیں جو مرتکب کبائر کے ہیں اس لئے کہ کفار کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (مشرکین پر اللہ نے جنت کو حرام کردیا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں) دوسری جگہ ارشاد ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا

لِلْمُشْرِكِيْنَ الآية (نبی اور مسلمانوں کے لئے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے استغفار کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں) وغیرہ وغیرہ نصوص اس مضمون میں صاف ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے اس لئے حفاظ کی شفاعت سے ان مسلمانوں شفاعت مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے ان کا جہنم میں داخل ہونا ضروری بن گیا تھا، جو لوگ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں اُن کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے کسی قریبی رشتہ دار ہی کو حافظ بنا دیں کہ اس کے طفیل یہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ کا کس قدر انعام ہے اس شخص[1] پر جس کے باپ چچا، تایا، دادا، نانا، ماموں سب ہی حافظ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

(۱۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا تَفُوْحُ رِيْحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِیْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْكِیَ عَلٰى مِسْكٍ (رواه الترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان)

ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو سیکھو پھر اس کو پڑھو اس لئے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی۔ اس کی مثال اس مشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو کہ اس کی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے اسی طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار و برکات سے معمور رہتا ہے۔ اور اگر وہ حافظ سو جاوے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اس کے قلب میں جو کلام پاک ہے وہ تو بہر حال مشک ہی ہے۔ اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اس کی برکات سے محروم رہے لیکن اس کا قلب تو بہر حال اس مشک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِیْ لَيْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ (رواه الترمذی وقال هذا حديث صحيح)

عبد اللہ بن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں، وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

[1] حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم مولف کتاب ہذا ۱۲

(رواه الدارمی والحاکم وصححه)

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ خانۂ خالی را دیو میگیرد اسی طرح جو قلب کلام پاک سے خالی ہوتا ہے، شیاطین کا اس پر تسلّط زیادہ ہوتا ہے اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلام پاک محفوظ نہیں، ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اس کے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے۔ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں، شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں۔ ابن مسعود سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہی ہے جس میں تلاوتِ قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

(۱۶) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ.

(رواه البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے۔ اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔

تلاوت کا اذکار سے افضل ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اوروں کے کلام پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کو فضیلت ہے مخلوق پر۔ ذکر اللہ کا افضل ہونا صدقہ سے اور روایات میں بھی وارد ہے اور صدقہ کا روزہ سے افضل ہونا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے دوسری بعض روایات کے خلاف ہے جن سے روزہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ احوال کے اعتبار سے مختلف ہے۔ بعض حالتوں میں روزہ افضل ہے اور بعض میں صدقہ اسی طرح لوگوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہے بعض لوگوں کے لیے روزہ افضل ہے اور جبکہ روزہ آگ سے بچاؤ ہے جس کا درجہ اس روایت میں سب سے اخیر میں ہے تو پھر تلاوت کلام اللہ کا کیا کہنا جو سب سے اوّل ہے صاحبِ احیار نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سَو نیکیاں ملیں گی اور جس

شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں۔ اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔

(۱۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْهِ ثَلٰثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلٰثُ اٰیَاتٍ یَقْرَاُ بِهِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ۔ (رواہ مسلم)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ بڑی اور موٹی اس کو مل جاویں۔ ہم نے عرض کیا بیشک ضرور پسند کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے۔ وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں۔

اس سے ملتا جلتا مضمون حدیث ۳ میں گذر چکا ہے اس حدیث شریف میں چونکہ نماز میں پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز پڑھنے سے افضل ہے اس لئے تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی گئی اس لئے کہ وہاں بھی دو عبادتیں ہیں۔ نماز اور تلاوت۔ ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں اونٹنی اور اس کا حمل۔ میں حدیث ۳ کے فائدے میں لکھ چکا ہوں کہ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے۔ ورنہ ایک آیت کا باقی اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔

(۱۸) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ الثَّقَفِیِّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِیْ غَیْرِ الْمُصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهٗ فِی الْمُصْحَفِ تُضْعَفُ عَلٰی ذٰلِکَ اِلٰی اَلْفَیْ دَرَجَةٍ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

اوس ثقفیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے، اور قرآن پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔

حافظِ قرآن کے متعدد فضائل پہلے گزر چکے ہیں اس حدیث شریف میں جو دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے میں تدبر اور فکر کے زیادہ ہونے کے علاوہ وہ کئی عبادتوں کو متضمن ہے۔ قرآن پاک کو دیکھنا، اس کو چھونا وغیرہ وغیرہ اس وجہ سے

یہ افضل ہوا، چونکہ روایات کا مفہوم مختلف ہے۔ اسی وجہ سے علمائے اس میں اختلاف فرمایا ہے کہ کلام پاک کا حفظ پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر۔ ایک جماعت کی رائے کہ حدیث بالا کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس میں غلط پڑھنے سے امن رہتا ہے۔ قرآن پاک پر نظر رہتی ہے۔ قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے۔ دوسری جماعت دوسری روایت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حفظ پڑھنا زیادتی خشوع کا سبب ہوتا ہے، ریا سے دور ہوتا ہے اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ حفظ پڑھنے کی تھی، حفظ کو ترجیح دیتی ہے۔ امام نوویؒ نے اس میں یہ فیصلہ کیا ہے فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہے بعض کے لئے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے جس کو اس میں تدبر و تفکر زیادہ حاصل ہوتا ہو اور جس کو حفظ میں تدبر زیادہ حاصل ہوتا ہو اس کے لئے حفظ پڑھنا افضل ہے۔

حافظؒ نے بھی فتح الباری میں اسی تفصیل کو پسند کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس کثرت تلاوت کی وجہ سے دو کلام مجید پھٹے تھے۔ عمرو بن میمون نے شرح احیا میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن شریف کھولے اور بقدر سو آیت کے پڑھ لے تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لئے مفید بتلایا جاتا ہے۔ ابو عبیدہؓ نے حدیث مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو اُستاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا۔ حضرت امام شافعی صاحبؒ بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کرتے تھے۔

(۱۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاُ كَمَا يَصْدَاُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ (رواه البیہقی فی شعب الایمان)

عبد اللہ بن عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے پوچھا گیا کہ حضورؐ ان کی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

یعنی گناہوں کی کثرت اور اللہ جل شانہٗ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگ جانے سے زنگ لگ جاتا ہے اور کلام پاک کی تلاوت اور موت کی یاد اُن کے لئے صیقل کا کام دیتا ہے۔ دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جس قدر

وہ دھندلا ہوگا معرفت کا انعکاس اس میں کم ہوگا اور جس قدر صاف اور شفاف ہوگا اسی قدر اس میں معرفت کا انعکاس واضح ہوگا۔ اسی لیے آدمی جس قدر معاصیٔ شہوانیہ یا شیطانیہ میں مبتلا ہوگا اسی قدر معرفت سے دور ہوگا اور اسی آئینہ کے صاف کرنے کے لئے مشائخ سلوک ریاضات و مجاہدات اذکار و اشغال تلقین فرماتے ہیں۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب میں پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کر لیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح سے اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ اُن نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس قلب میں خیر کی طرف رغبت ہی نہیں رہتی، بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

اسی کی طرف قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (بے شک ان کے قلوب پر زنگ جما دیا اُن کی بداعمالیوں نے) ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو واعظ چھوڑتا ہوں ایک بولنے والا دوسرا خاموش، بولنے والا قرآن شریف ہے اور خاموش، موت کی یاد۔ حضورؐ کا ارشاد سر آنکھوں پر، مگر واعظ تو اس کے لئے ہو جو نصیحت قبول کرے، نصیحت کی ضرورت سمجھے، جہاں سرے سے دین ہی بیکار ہو، ترقی کی راہ میں مانع ہو، وہاں نصیحت کی ضرورت کسے اور نصیحت کریگی کیا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے۔ رات بھر اس میں غور و تدبر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے اور تم لوگ اس کے حروف اور زبر و زیر تو بہت درست کرتے ہو مگر اس کو فرمانِ شاہی نہیں سمجھتے، اس میں غور و تدبر نہیں کرتے۔

(۲۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا يَّتَبَاهُوْنَ بِهٖ وَاِنَّ بَهَاءَ اُمَّتِيْ وَشَرَفَهَا الْقُرْاٰنُ (رواه فی الحلیة)	حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کے لئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے۔ میری اُمت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے۔

یعنی لوگ اپنے آباؤ اجداد سے، خاندان سے اور اسی طرح بہت سی چیزوں سے اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کیا کرتے ہیں میری اُمت کے لیے ذریعہ افتخار کلام اللہ شریف ہے کہ اس کے پڑھنے سے اسکے یاد کرنے سے، اس کے پڑھانے سے، اس پر عمل کرنے سے غرض اس کی ہر چیز قابلِ افتخار ہے اور کیوں نہ ہو

محبوب کا کلام ہے، آقا کا فرمان ہے، دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ نیز دنیا کے جس قدر کمالات ہیں وہ آج نہیں تو کل زائل ہونے والے ہیں لیکن کلام پاک کا شرف و کمال دائمی ہے کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے قرآن شریف کے چھوٹے چھوٹے اوصاف بھی ایسے ہیں کہ افتخار کے لئے ان میں کا ہر ایک کافی ہے چہ جائیکہ اس میں وہ سب اوصاف کامل طور پر پائے جاتے ہیں مثلاً اس کی حسنِ تالیف حسن سیاق، الفاظ کا تناسب، کلام کا ارتباط، گذشتہ اور آئندہ واقعات کی اطلاع، لوگوں کے متعلق ایسے طعن کہ وہ اگر اس کی تکذیب بھی کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں جیسے کہ یہود کا باوجود ادعائے محبت کے موت کی تمنا نہ کر سکنا، نیز سننے والے کا اس سے متاثر ہونا، پڑھنے والے کا کبھی نہ اُکتانا حالانکہ ہر کلام خواہ وہ کتنا ہی دل کو پیارا معلوم ہوتا ہو مجنون بنا دینے والے محبوب کا خط ہی کیوں نہ ہو، دن میں دس دفعہ پڑھنے سے دل نہ اکتائے تو بیس دفعہ سے اکتا جائے گا، بیس سے نہ سہی چالیس سے اکتا جاوے گا، بہرحال اکتا دے گا، پھر اکتا دے گا۔ مگر کلام پاک کا رکوع یاد کیجئے، دو سو مرتبہ پڑھئے، چار سو مرتبہ پڑھئے، عمر بھر پڑھتے رہئے کبھی نہ اُکتا دے گا۔ اگر کوئی عارض پیش آجائے تو وہ خود عارضی ہو گا اور جلد زائل ہو جانے والا جتنی کثرت کیجئے اتنی ہی طراوت اور لذت میں اضافہ ہوگا وغیرہ وغیرہ یہ امور ایسے ہیں کہ اگر کسی کے کلام میں ان میں سے ایک بھی پایا جاوے خواہ پورے طور سے نہ ہو تو اس پر کتنا افتخار کیا جاتا ہے۔ پھر جب کہ کسی کلام میں یہ سب کے سب امور علیٰ وجہ الکمال پائے جاتے ہوں تو اس سے کتنا افتخار ہوگا۔ اس کے بعد ایک لمحہ ہمیں اپنی حالت پر بھی غور کرنا ہے ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جن کو اپنے حافظِ قرآن ہونے پر فخر ہے یا ہماری نگاہ میں کسی کا حافظِ قرآن ہونا باعثِ شرف ہے، ہماری شرافت، ہمارا افتخار اونچی اونچی ڈگریوں سے، بڑے بڑے القاب سے دنیوی جاہ و جلال اور مرنے کے بعد چھوٹ جانے والے مال و متاع سے ہے۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی۔

(۲۱) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ رَاْسُ الْاَمْرِ کُلِّہٖ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّہٗ نُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ وَذُخْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث طویل)

ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں، حضورؐ نے فرمایا تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے میں نے عرض کیا کہ اسکے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرما دیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

تقویٰ حقیقتاً تمام امور کی جڑ ہے، جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جاوے اس سے پھر کوئی بھی معصیت نہیں ہوتی اور نہ پھر اس کو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (جو شخص تقویٰ حاصل کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے ہر ضیق میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اس طرح اس کو روزی پہنچاتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا)

تلاوت کا نور ہونا پہلی روایات سے بھی معلوم ہو چکا۔ شرح احیاء میں معرفۃ ابو نعیمؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسطؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے، وہ مکانات آسمان والوں کے لئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے۔ یہ حدیث ترغیب وغیرہ میں اتنی ہی نقل کی گئی۔ یہ مختصر ہے اصل روایت بہت طویل ہے جس کو ابن حبانؒ وغیرہ سے ملا علی قاریؒ نے مفصل اور سیوطیؒ نے کچھ مختصر نقل کیا ہے اگرچہ ہمارے رسالہ کے مناسب اتنا ہی جزو ہے جو اوپر گذر چکا۔ مگر چونکہ پوری حدیث بہت سے ضروری اور مفید مضامین پر مشتمل ہے اس لئے تمام حدیث کا مطلب نقل کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرمؐ سے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کل کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ سو صحائف اور چار کتابیں، پچاس صحیفے حضرت شیثؑ پر اور تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے اور ان کے علاوہ چار کتابیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن شریف نازل فرمائی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں میں کیا چیز تھی، ارشاد فرمایا کہ وہ سب ضرب المثلیں تھیں مثلاً او متسلط و مغرور بادشاہ میں نے تجھ کو اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرتا رہے میں نے تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے اسلئے کہ میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو بندہ ناچیز کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہؓ کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجا کرتے تھے تو منجملہ اور نصائح کے اس کو بھی اہتمام سے فرمایا کرتے تھے وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ کہ مظلوم کی بد دعا سے بچنا اس لئے کہ اس کے اور اللہ جل شانہٗ کے درمیان میں حجاب اور واسطہ نہیں۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دُعا کردن　　اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

نیز ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لئے ضروری ہے جب تک کہ وہ مغلوب العقل نہ ہوجائے کہ اپنے تمام اوقات کو تین حصوں پر منقسم کرے، ایک حصہ میں اپنے رب کی عبادت کرے اور ایک حصہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ کتنے کام اچھے کئے اور کتنے برے اور ایک حصہ کو کسبِ حلال میں خرچ کرے۔ عاقل پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی نگہبانی کرے۔ اپنے حالات کی درستگی کے فکر میں رہے۔ اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے، جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا رہے گا اس کی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔ عاقل کے لئے ضرور ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ سفر نہ کرے یا آخرت کے لئے توشہ مقصود ہو یا کچھ فکر معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ مباح ہو، میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی؟ ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں مثلاً میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو (اس لئے کہ جب کسی شخص کو مثلاً یہ یقین ہو جاوے کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا، عنقریب سولی پر چڑھنا ہے، پھر وہ کسی چیز سے خوش نہیں ہو سکتا) میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ اس کو موت کا یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث، تغیرات، انقلابات ہر وقت دیکھتا ہے، پھر دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے، میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو تقدیر کا یقین ہے، پھر رنج و مشقت میں مبتلا ہوتا ہے، میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہے پھر نیک اعمال نہیں کرتا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضورؐ نے سب سے اول تقویٰ کی وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام اُمور کی بنیاد اور جڑ ہے، میں نے عرض کیا کہ کچھ اور بھی اضافہ فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کا اہتمام کر کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آسمان میں ذخیرہ ہے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ زیادہ ہنسی سے احتراز کر کہ اس سے دل مر جاتا ہے اور چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے (یعنی ظاہر و باطن دونوں کو نقصان پہنچا دینے والی چیز ہے) میں نے اور اضافہ کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جہاد کا اہتمام کر کہ میری امت کیلئے یہی رہبانیت ہے (راہب پہلی اُمتوں میں وہ لوگ کہلاتے تھے کہ جو دنیا کے سب تعلقات منقطع کر کے اللہ والے بن جاویں) میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ میل جول رکھ، ان کو دوست بنا، ان کے پاس بیٹھا کر، میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ اپنے سے

کم درجے والے پر نگاہ رکھا کر (تاکہ شکر کی عادت ہو) اپنے سے اوپر کے درجہ والوں کو مت دیکھ مبادا اللہ کی نعمتوں کی جو تجھ پر ہیں تحقیر کرنے لگے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے عیوب لوگوں پر حرف گیری سے روک دیں اور ان کے عیوب پر اطلاع کی کوشش مت کر کہ تو اُن میں خود مبتلا ہے تجھے عیب لگانے کے لئے کافی ہے کہ تُو لوگوں میں ایسے عیب پہچانے جو تجھ میں خود موجود ہیں اور تو اُن سے بے خبر ہے اور ایسی باتیں ان میں پکڑے جن کو تو خود کرتا ہے پھر حضورؐ نے اپنا دست شفقت میرے سینہ پر مار کر ارشاد فرمایا کہ ابو ذر تدبیر کی برابر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنے کی برابر تقویٰ نہیں اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں اھ۔ اس میں خلاصہ اور مطلب کا زیادہ لحاظ کیا گیا۔ تمام الفاظ کے ترجمہ کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

(۲۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَ یَتَدَارَسُوْنَہٗ بَیْنَھُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَحَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔

(رواہ مسلم وابوداؤد)

ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوتِ کلام پاک اور اس کا دَور نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ملائکۂ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں، اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

اس حدیث شریف میں مکاتب اور مدرسوں کی خاص فضیلت ذکر فرمائی گئی جو بہت سی انواع اکرام کو شامل ہے۔ ان میں سے ہر ہر اکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر خرچ کر دے تب بھی ارزاں ہے۔ پھر چہ جائیکہ ایسے ایسے متعدد انعامات فرمائے جاویں بالخصوص آخری فضیلت آقا کے دربار میں ذکر محبوب کی مجلس میں یاد ایک ایسی نعمت ہے جس کا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی۔

سکینہ کا نازل ہونا متعدد روایات میں وارد ہوا ہے، اس کے مصداق میں مشائخ حدیث کے چند قول ہیں لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ سب کا مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے حضرت علیؓ سے سکینہ کی تفسیر یہ نقل کی گئی کہ وہ ایک خاص ہوا ہے

جس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے۔ علامہ سدیؒ سے نقل کیا گیا کہ وہ جنت کے ایک طشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے اس میں انبیاء کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے، بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے۔ طبریؒ نے اس کو پسند کیا ہے کہ اس سے سکونِ قلب مراد ہے، بعض نے کہا ہے کہ طمانیت مراد ہے، بعض نے اس کی تفسیر وقار سے کی ہے، تو کسی نے ملائکہ سے بعض نے اور بھی اقوال کہے ہیں۔ حافظ کی رائے فتح الباری میں یہ ہے کہ سکینہ کا اطلاق سب پر آتا ہے، نوویؒ کی رائے ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت رحمت وغیرہ کو اور ملائکہ کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ دوسری جگہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ ایک جگہ ارشاد ہے فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ غرض متعدد آیات میں اس کا ذکر ہے اور احادیث میں متعدد روایات میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے۔ احیاء میں نقل کیا ہے کہ ابن ثوبانؓ نے اپنے کسی عزیز سے اس کے ساتھ افطار کا وعدہ کیا مگر دوسرے روز صبح کے وقت پہنچے، انہوں نے شکایت کی تو کہا کہ اگر میرا تم سے وعدہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا کہ کیا مانع پیش آیا، مجھے اتفاقاً دیر ہوگئی تھی حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت آگیا۔ خیال ہوا کہ وتر بھی ساتھ ہی پڑھ لوں کہ موت کا اطمینان نہیں کبھی رات میں مرجاؤں اور وہ ذمہ پر باقی رہ جائیں، میں دعاء قنوت پڑھ رہا تھا کہ مجھے جنت کا ایک سبز باغ نظر آیا جس میں ہر نوع کے پھول وغیرہ تھے، اُس کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوا کہ صبح ہوگئی اس قسم کے سیکڑوں واقعات ہیں جو بزرگوں کے حالات میں درج ہیں لیکن ان کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب ماسوا سے انقطاع ہوجاوے اور اسی جانب توجہ کامل ہوجاوے۔

ملائکہ کا ڈھانکنا بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے، اُسید بن حُضیرؓ کا مفصل قصہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک ابر سا چھایا ہوا محسوس کیا، حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو قرآن شریف سننے کے لئے آئے تھے، ملائکہ اژدہام کی وجہ سے ابر سا معلوم ہوتے تھے۔ ایک صحابی کو ایک مرتبہ ابر سا محسوس ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا، یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔ مسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصل آئی جس میں اور بھی مضامین ہیں۔ اخیر میں ایک جملہ یہ بھی زیادہ ہے مَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ (جس شخص کو اس کے بُرے اعمال رحمت سے دور کریں اس

کا عالی نسب ہونا اونچے خاندان کا ہونا رحمت سے قریب نہیں کرسکتا) ایک شخص جو پشتانی شریف النسب ہے مگر فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس رذیل اور کم ذات مسلمان کی برابری کسی طرح بھی نہیں کرسکتا جو متقی پرہیز گار ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔

(۲۳) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ اِلَی اللّٰہِ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْہُ یَعْنِی الْقُرْاٰنَ (رواہ الحاکم وصححہ ابوداؤد فی مراسلہ عن جبیر بن نفیر والترمذی عن ابی امامۃ بمعناہ)

ابو ذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کرسکتے جو خود حق سبحانہٗ سے نکلی ہے۔ یعنی کلام پاک۔

متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھ کر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے ارشاد ہوا کہ احمد میرا کلام ہے میں نے عرض کیا سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے، دونوں طرح موجب تقرب ہے اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوتِ کلام پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہونے کی تشریح حضرت اقدس بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبہ احسان حق سبحانہٗ و تقدس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہوسکتی ہے اول تصور جس کو عرفِ شرع میں تفکر و تدبر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ کے یہاں مراقبہ سے دوسرا ذکر لسانی اور تیسرا تلاوتِ کلام پاک۔ سب سے اول طریقہ بھی چونکہ ذکر قلبی ہے اسلئے دراصل طریقے دو ہی ہیں۔ اول ذکر عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی، دوسرے تلاوت سو جس لفظ کا اطلاق حق سبحانہٗ و تقدس پر ہوگا اور اس کو بار بار دہرایا جاویگا جو ذکر کا حاصل ہے تو مدرکہ کے اس ذات کی طرف توجہ اور التفات کا سبب ہوگا اور گویا وہ ذات مستحضر ہوگی اور استحضار کے دوام کا نام معیت ہے جس کو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا الحدیث (حق سبحانہٗ و تقدس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس کو محبوب بنا لیتا ہوں حتی کہ میں

اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے یعنی جبکہ بندہ کثرتِ عبادت سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مقرب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اعضا کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب مرضی آقا کے تابع ہو جاتے ہیں اور نفل عبادات کی کثرت اس لئے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعینہ ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اس کے لئے ضرورت ہے دوام استحضار کی جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا لیکن تقرب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کے لئے ہے، اگر کوئی چاہے کہ کسی دوسرے کے نام کی تسبیح پڑھ کر اس سے تقرب حاصل کرلے تو یہ ممکن نہیں، اس وجہ سے کہ اس قسم کے تقرب میں جس کی طرف تقرب ہو اس میں دو بات کا پایا جانا ضروری ہے۔ اول یہ کہ اس کا علم محیط ہو ذاکرین کے قلبی اور زبانی اذکار کو اگرچہ وہ مختلف زمانوں اور مختلف اوقات میں ذکر کریں، دوسرے یہ کہ ذکر کرنیوالے کے مدرکہ میں تجلی اور اسکے پُر کردینے کی قدرت ہو جسکو عرف میں دُنو اور تدلّی نزول اور قرب سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں چونکہ اسی مطلب میں پائی جاتی ہیں اسلئے طریقِ بالا سے تقرب بھی اسی پاک ذات سے حاصل ہوسکتا ہے اور اسی کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا الحدیث (جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اس کی طرف ایک باع آتا ہوں یعنی دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے بقدر اور جو شخص میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔ یہ سب تشبیہات سمجھانے کے لئے ہیں ورنہ حق سبحانہٗ وتقدس چلنا پھرنا وغیرہ سب سے مبرا ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس اپنے یاد کرنے اور ڈھونڈنے والوں کی طرف اُن کی طلب اور سعی سے زیادہ توجہ اور نزول فرماتے ہیں، اور کیوں نہ فرمادیں کہ کریم کے کرم کا مقتضا یہی ہے پس جبکہ یاد کرنے والوں کی طرف سے یاد کرنے میں دوام ہوتا ہے تو پاک آقا کی طرف سے توجہ اور نزول میں دوام ہوتا ہے، کلام الٰہی چونکہ سراسر ذکر ہے اور اس کی کوئی آیت ذکر و توجہ الی اللہ سے خالی نہیں اسلئے یہی بات اس میں بھی پائی جاتی ہے، مگر اس میں ایک خصوصیت زیادہ ہے، جو زیادتی تقرب کا سبب ہے وہ یہ کہ ہر کلام متکلم کی صفات واثرات اپنے اندر لئے ہوئے ہوا کرتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ فساق وفجار کے اشعار کا ورد رکھنے سے اس کے اثرات پائے جاتے ہیں اور اتقیا کے اشعار سے انکے ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے منطق فلسفہ میں غلو سے نخوت تکبر پیدا ہوتا ہے اور حدیث کی کثرتِ مزاولت سے تواضع پیدا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ فارسی اور انگریزی نفس زبان ہونے

میں دونوں برابر ہیں۔لیکن مصنفین جن کی کتب پڑھائی جاتی ہیں ان کے اختلاف اثرات سے ثمرات میں بھی اختلاف ہوتا ہے بالجملہ چونکہ کلام میں ہمیشہ متکلم کے تاثرات پائے جاتے ہیں، اسلئے کلام الٰہی کے تکرارِ ورد سے اس کے متکلم کے اثرات بھی پیدا ہونا اور اُن سے طبعًا مناسبت پیدا ہوجانا یقینی ہے نیز ہر مصنّف کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص اس کی تالیف کا اہتمام کیا کرتا ہے تو فطرتًا اس کی طرف التفات اور توجہ ہوا کرتی ہے اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے کلام کا ورد رکھنے والے کی طرف حق سبحانہٗ وتقدس کی زیادتیِ توجہ بھی بدیہی اور یقینی ہے جو زیادتیِ قرب کا سبب ہوتی ہے۔ آقائے کریم اپنے کرم سے مجھے بھی اس لطف سے نوازیں اور تمہیں بھی۔

(۲۴) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَهْلُ الْقُرْاٰنِ هُمْ اَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهٗ (رواه النسائی وابن ماجة والحاکم واحمد)	انسؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہوں اسکی ساتھ خصوصیت رکھتے ہوں انکا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے اور گزشتہ مضمون سے واضح ہوگیا کہ جب یہ ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں تو الطافِ باری بھی ہر وقت ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہی ہیں، کسقدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت ومشقّت سے اللہ والے بنتے ہیں، اللہ کے اہل شمار کئے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونے کا شرف حاصل ہوجاتا ہے۔

دنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کیلئے ممبروں میں صرف شمول کیلئے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے ووٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے، ذلتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس سب کو کام سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن شریف کی محنت کو بیکار سمجھا جاتا ہے ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

(۲۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ۔ (رواه البخاری ومسلم)	ابو ہریرہؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہٗ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو کلامِ الٰہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔

پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں پڑھنے والوں میں انبیاء چونکہ آداب تلاوت کو بکمالہٖ ادا کرتے ہیں اس لئے ان کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے پھر جبکہ حُسنِ آواز اس کی ساتھ مل جاوے تو سونے پر سُہاگہ ہے جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاء کے بعد الافضل فالافضل حسب حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

(۲۶) عَنْ فُضَالَةَ ابْنِ عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَشَدُّ اُذُنًا اِلٰى قَارِئِ الْقُرْاٰنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ اِلٰى قَيْنَتِهٖ (رواہ ابن ماجۃ وابن حبان والحاکم کذا فی شرح الاحیاءِ قلت وقال الحاکم صحیح علی شرطهما وقال الذهبی منقطع)	فضالہ ابن عبیدؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سن رہا ہو۔

گانے کی آواز کی طرف فطرۃً اور طبعًا توجہ ہوتی ہے مگر شرعی روک کی وجہ سے دین دار لوگ اِدھر متوجہ نہیں ہوتے لیکن گانے والی اپنی مملوکہ ہو تو اس کا گانا سننے میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں اس لئے اس طرف کامل توجہ ہوتی ہے۔ البتہ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے۔ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے اِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ اَلْحَدِيْثُ یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کو آواز بنا بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں اس طرح مت پڑھو مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہ گار ہے مگر گانے کے قواعد کی رعایت کئے بغیر خوش آوازی مطلوب ہے۔ حدیث میں متعدد جگہ اس کی ترغیب آئی ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے کلام اللہ شریف کا حُسن دوبالا ہو جاتا ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب غنیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا۔ ایک گویا جس کا نام زاذان تھا گا رہا تھا اور سارنگی بجا رہا تھا۔ ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گذرے ہوئے چلے گئے۔ زاذان نے ان کو بولتے ہوئے دیکھا لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا عبداللہ بن مسعودؓ صحابی ہیں اور یہ ارشاد فرما گئے۔ اس پر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں اور قصہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعودؓ کے پیچھے لگ لئے اور ملازم وقت ہو گئے، غرض متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے، مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد

فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو عشق بازوں اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو، عنقریب ایک قوم آنے والی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی وہ تلاوت ذرا بھی ان کیلئے نافع نہ ہوگی خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اسکو تلاوت کرتے دیکھے تو محسوس کرے کہ اسپر اللہ کا خوف ہے یعنی اس کی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو، اس سب کے ساتھ اللہ جل و علا کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت و طاقت کے موافق اسکا مکلف ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کی کیطرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلام پاک پڑھے اور کما حقہٗ اسکو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اس کو درست کرنیکے بعد اوپر لے جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ۔

(۲۷) عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَافْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

عبیدہ ملیکیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے قرآن والو قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اس کی تلاوت شب و روز ایسی کرو جیسا کہ اسکا حق ہے کلام پاک کی اشاعت کرو اور اسکو اچھی آواز سے پڑھو اور اس کے معانی میں تدبر کرو تاکہ تم فلاح کو پہنچو اور اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اسکے لئے بڑا اجر و بدلہ ہے۔

حدیث بالا میں چند امور ارشاد فرمائے ہیں (۱) قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ، قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں اول یہ کہ اس پر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلافِ ادب ہے ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک پر تکیہ لگانا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس کی طرف سے پشت کرنا، اس کو روندنا وغیرہ حرام ہے دوسرے یہ کہ کنایہ ہے غفلت سے کہ کلام پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا ہے جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا کہ قبر کے سرہانے برکت کے واسطے رحل پر رکھا رہتا ہے۔ یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے (۲) اور اس کی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے خود کلام پاک میں بھی اس کی طرف متوجہ فرمایا گیا ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے) یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے

اسی طرح پڑھنا چاہیے (۳) اور اس کی اشاعت کرو یعنی تقریر سے تحریر سے ترغیب سے عملی شرکت سے جس طرح ہو سکے اس کی اشاعت جتنی ہو سکے کرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام پاک کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کا حکم فرماتے ہیں لیکن ہمارے روشن دماغ اس کے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی حُبِ رسول اور حبِ اسلام کے لمبے چوڑے دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جاتے ؎

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

آقا کا حکم ہے قرآنِ پاک کو پھیلاؤ، مگر ہمارا عمل ہے کہ جو کوشش اس کی رکاوٹ میں ہو سکے دریغ نہ کریں گے، جبریہ تعلیم کے قوانین بنوائیں گے، تاکہ بچے بجائے قرآن پاک کے پرائمری پڑھیں، ہمیں اس پر غصہ ہے کہ مکتب کے میاں جی بچوں کی عمر ضائع کر دیتے ہیں اس لیے ہم وہاں نہیں پڑھانا چاہتے، مُسلّم وہ یقیناً کوتاہی کرتے ہیں مگر ان کی کوتاہی سے آپ سبک دوش ہو جاتے ہیں یا آپ پر سے قرآن پاک کی اشاعت کا فریضہ ہٹ جاتا ہے اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے وہ اپنی کوتاہیوں کے جوابدہ ہیں، مگر ان کی کوتاہی سے آپ بچوں کو جبراً قرآن پاک کے مکاتب سے ہٹا دیں اور ان کے والدین پر نوٹس جاری کرائیں کہ وہ قرآن پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور رہوں اور اس کا وبال آپ کی گردن پر رہے، یہ حُمّیٰ دق کا علاج سکھیا نہیں تو اور کیا ہے۔ عدالتِ عالیہ میں اپنے اس جواب کو اس لئے جبراً تعلیم قرآن سے ہٹا دیا کہ مکتب کے میاں جی بہت بُری طرح سے پڑھاتے تھے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ کتنا وزن رکھتا ہے، بنئے کی دکان پر جانے کے واسطے یا انگریزوں کی چاکری کے واسطے جس کی تعلیم اہمیت رکھتی ہو، مگر اللہ کے یہاں تعلیم قرآن سب سے اہم ہے۔

(۴) خوش آوازی سے پڑھو جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا (۵) اور اس کے معنی میں غور کرو، توراۃ سے احیاء میں نقل کیا ہے حق سبحانہٗ وتقدس ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی تیرے پاس راستے میں کسی دوست کا خط آجاتا ہے تو چلتے چلتے راستے میں ٹھہر جاتا ہے، الگ کو بیٹھ کر غور سے پڑھتا ہے ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے، میری کتاب تجھ پر گذرتی ہے میں نے اس میں سب کچھ واضح کر دیا ہے بعض اہم امور کا بار بار تکرار کیا ہے تاکہ تو اس پر غور کرے اور تو بے پرواہی سے اُڑا دیتا ہے کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی ذلیل ہوں۔ اے میرے بندے تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن اِدھر متوجہ ہو جاتا ہے، کان لگاتا ہے غور کرتا ہے کوئی بیچ میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے تو تو اشارہ سے اس کو روکتا ہے، منع کرتا ہے میں تجھ سے اپنے کلام کے ذریعے سے باتیں کرتا ہوں اور تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا، کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں آہ۔ تدبّر اور غور کے متعلق کچھ مقدمہ میں اور کچھ حدیث ۸ کے ذیل میں مذکور ہو چکا ہے (۶) اور اس کا بدلہ دنیا میں نہ چاہو یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ

نہ لوکہ آخرت میں اس کا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے، دنیا میں اگر اس کا معاوضہ لے لیا جاویگا تو ایسا ہے جیساکہ روپیوں کے بدلے کوئی شخص کوڑیوں پر راضی ہو جاوے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمت دینار و دراہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی، اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکتِ وحی سے یعنی فہم قرآن سے محروم ہو جاوے گی کَذَا فِی الْاِحْیَاءِ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

(۲۸) عَنْ وَاثِلَۃَ رَفَعَہٗ اُعْطِیْتُ مَکَانَ التَّوْرٰۃِ السَّبْعَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِیْنَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الْاِنْجِیْلِ الْمَثَانِیَ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ (لاحمد والکبیر کذا فی جمع الفوائد۔)

واثلہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلہ میں سبع طویل ملی ہیں، اور زبور کے بدلہ میں مئین اور انجیل کے بدلہ میں مثانی اور مفصل مخصوص ہیں میرے ساتھ۔

کلام پاک کی اول سات سورتیں طول کہلاتی ہیں اس کے بعد کی گیارہ سورتیں مئین کہلاتی ہیں اس کے بعد کی بیس سورتیں مثانی، اس کے بعد ختم قرآن تک مفصل۔ یہ مشہور قول ہے، بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طول میں داخل ہیں یا مئین میں، اسی طرح مثانی میں داخل ہیں یا مفصّل میں مگر حدیث شریف کے مطلب و مقصود میں اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر کتب مشہورہ سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں ان سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور ان کے علاوہ مفصّل اس کلام پاک میں مخصوص ہے، جس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

(۲۹) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَۃٍ مِّنْ ضُعَفَاءِ الْمُھَاجِرِیْنَ وَاِنَّ بَعْضَھُمْ لَیَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْیِ وَقَارِیٌ یَّقْرَأُ عَلَیْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَیْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَکَتَ الْقَارِیُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا نَسْتَمِعُ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَھُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِیَعْدِلَ بِنَفْسِہٖ فِیْنَا ثُمَّ قَالَ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں ضعفاء مہاجرین کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا، ان لوگوں کے پاس کپڑا بھی اتنا نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھانپ لیں، بعض لوگ بعض کی اوٹ کرتے تھے اور ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہو گئے حضورؐ کے آنے پر قاری چُپ ہو گیا تو حضورؐ نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ سن رہے تھے، حضورؐ نے فرمایا کہ تمام تعریف اس

وُجُوهُهُمْ لَهُ فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيْكَ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَآءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَّذٰلِكَ خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ (رواه ابو داؤد)

اللہ کے لئے ہے جنے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان میں ٹھہرنے کا حکم کیا گیا، اسکے بعد حضورؐ ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ سب کے برابر رہیں کسی کے قریب کسی سے دُور نہ ہوں اسکے بعد سب کو حلقہ کر کے بیٹھنے کا حکم فرمایا، سب حضورؐ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے فقراء مہاجرین تمہیں مژدہ ہو قیامت کے دن نور کامل کا اور اس بات کا کہ تم اغنیا سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور یہ آدھا دن پانسو برس کی برابر ہو گا۔

ننگے بدن سے بظاہر محلِ ستر کے علاوہ مراد ہے مجمع میں ستر کے علاوہ اور بدن کے کھلنے سے بھی حجاب معلوم ہوا کرتا ہے اسلئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ گئے تھے کہ بدن نظر نہ آوے حضورؐ کے تشریف لانے کی اول تو ان لوگوں کو اپنی مشغولی کی وجہ سے خبر نہ ہوئی لیکن جب حضورؐ بالکل سَر پر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا، اور قاری ادب کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔

حضورؐ کا دریافت فرمانا بظاہر اظہارِ مسرت کیلئے تھا ورنہ حضور قاری کو پڑھتے ہوئے دیکھ ہی چکے تھے، آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کی برابر ہوتا ہے وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور اسی وجہ سے بظاہر جہاں قیامت کا ذکر آتا ہے غداً کے ساتھ آتا ہے جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں لیکن یہ سب باعتبار اغلب اور عام مومنین کے ہے ورنہ کافرین کے لئے وارد ہوا ہے فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ایسا دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا اور خواص مومنین کیلئے حسب حیثیت کم معلوم ہوگا، چنانچہ وارد ہوا ہے کہ بعض مومنین کیلئے بمنزلہ دو رکعت فجر کے ہوگا قرآن شریف کے پڑھنے کے فضائل جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں بے حد ہیں۔ اس کے سننے کے فضائل بھی متعدد روایات میں آئے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ سید المرسلین کو ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہوا ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا بعض علما کا فتویٰ ہے کہ قرآن پاک کا سننا پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہے اس لئے کہ قرآن پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے جس میں علما کا اختلاف ہے کہ وہ نادار جو صبر کرنے والا ہو اپنے فقر و فاقہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو وہ افضل ہے یا وہ مالدار جو شکر کرنے والا ہو حقوق ادا کرنے والا ہو، اس حدیث سے صابر حاجت مند کی افضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

---

(۳۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةٌ مُّضَاعَفَةٌ وَّمَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ (رواه احمد عن عبادة بن ميسرة واختلف فی توثيقه عن الحسن عن ابی هريرة والجمهور علٰی ان الحسن لم يسمع عن ابی هريرة۔)

نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سنے اس کے لئے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

محدثین نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اس میں کلام کیا ہے مگر مضمون بہت سی روایات سے مؤید ہے کہ کلام پاک کا سننا بھی بہت اجر رکھتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ منبر پر تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ پر تو خود نازل ہی ہوا، حضورؐ کو کیا سناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سنوں، اسکے بعد انہوں نے سنایا تو حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ ایک مرتبہ سالم مولیٰ حذیفہؓ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے سنتے رہے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کا قرآن شریف سنا تو تعریف فرمائی۔

(۳۱) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ (رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی والحاكم وقال علٰی شرط البخاری)

عقبہ بن عامرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنے والے کے مشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

صدقہ بعض اوقات علانیہ افضل ہوتا ہے جبکہ وقت دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو یا اور کوئی مصلحت ہو، اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے جہاں ریا کا شبہ ہو یا دوسرے کی تذلیل ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کلام اللہ شریف کا بعض اوقات میں آواز سے پڑھنا افضل ہے جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو اور اس میں دوسرے کے سننے کا ثواب بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں کو تکلیف ہو یا ریا کا احتمال ہو وغیرہ وغیرہ اسی وجہ سے زور سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کی مستقل فضیلتیں بھی آئی ہیں کہ بعض اوقات یہ مناسب تھا اور بعض اوقات وہ افضل تھا۔ آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر بہت سے لوگوں نے خود اس صدقہ والی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے بیہقیؒ نے کتاب الشعب میں ذکر کیا ہے روایت بقواعد محدثین ضعیف ہے، حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ آہستہ کا عمل علانیہ کے عمل سے ستر حصہ

زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جابرؓ نے حضورِ اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ پکار کر اس طرح مت پڑھو کہ ایک کی آواز دوسر کے ساتھ خلط ہو جائے، عمر بن عبد العزیزؒ نے مسجد نبوی میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سنا تو اس کو منع کرا دیا، پڑھنے والے نے کچھ حجت کی تو عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھ اور اگر لوگوں کی خاطر پڑھتا ہے تو پڑھنا بے کار ہے۔ اسی طرح حضورؐ سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا۔ شرح احیاء میں دونوں طرح کی روایات و آثار ذکر کئے گئے۔

(۳۲) عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَّمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَهٗ اَمَامَهٗ قَادَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ سَاقَهٗ اِلَى النَّارِ (رواہ ابن حبان والحاکم مطولا وصححہ۔

جابرؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ قرآن پاک ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پس پشت ڈال دے اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔

یعنی جس کی یہ شفاعت کرتا ہے اس کی شفاعت حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں مقبول ہے اور جس کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑے کی تفصیل حدیث ۸ کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کے لئے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑتا ہے اور اپنی حق تلفی کرنے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق کیوں نہیں ادا کیا جو شخص اس کو اپنے پاس رکھ لے یعنی اس کا اتباع اور اس کی پیروی اپنا دستور العمل بنالے اس کو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اس کو پشت کے پیچھے ڈال دے یعنی اس کا اتباع نہ کرے اس کا جہنم میں گرنا ظاہر ہے۔ بندہ کے نزدیک کلام پاک کے ساتھ لاپرواہی برتنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو سکتا ہے متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ بے پرواہی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں، بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی۔ ایک شخص کا حال دکھلایا گیا جس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کچل جاتا تھا حضورؐ کے دریافت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا کلام سکھلایا تھا، مگر اس نے نہ شب کو اس کی تلاوت کی نہ دن میں اس پر عمل کیا، لہٰذا قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں کہ درحقیقت کلام اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اسکے ساتھ بے توجہی پر جو سزا دی جاوے مناسب ہے۔

(۳۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ

عبد اللہ بن عمروؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کیلئے شفاعت

لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ رَبِّ إِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فِي النَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ رَبِّ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ (رواہ احمد وابن ابی الدنیا والطبرانی فی الکبیر والحاکم وقال صحیح علےٰ ما شرط مسلم)

کرتے ہیں روزہ عرض کرتاہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن کہتاہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے، پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

ترغیب میں الطعام والشراب کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا۔ حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشاتِ نفسانیہ سے روکا، اس میں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشات نفسانیہ سے جدا رہنا چاہیے اگرچہ وہ جائز ہوں جیسا کہ پیار کرنا، لپٹانا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ کلام مجید جوانمرد کی شکل میں آئے گا اور کہے گا کہ میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن کو پیاسا رکھا۔ نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے اس طرف کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے حدیث ۲۷ میں اس کی تصریح بھی گذر چکی، خود کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ دوسری جگہ ارشاد ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ایک جگہ ارشاد ہے يَتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ایک جگہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام تمام رات گذر جاتی تھی۔ حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمالیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیرؒ نے دو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا۔ ثابت بنانی دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اسی طرح ابو حرۃ (سھو) ابو شیخ ہنائی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو کلام مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے۔ اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کرلیتا۔ صالح بن کیسانؒ جب حج کو گئے تو راستے میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید پورے کرتے تھے۔ منصور بن زاذان صلوٰۃ الضحےٰ میں ایک کلام مجید اور دوسرا ظہر سے عصر تک پورا کرتے تھے اور تمام رات نوافل میں گذارتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہو جاتا تھا۔ اسی طرح اور حضرات بھی جیسا کہ محمد بن نصرؒ نے قیام الیل میں تخریج کیا ہے۔ شرح احیاء میں لکھا ہے کہ سلف کی عادات ختم قرآن میں مختلف رہی ہیں بعض حضرات ایک ختم

روزانہ کرتے تھے جیساکہ امام شافعیؒ غیر رمضان المبارک میں اور بعض دو ختم روزانہ کرتے تھے، جیساکہ خود امام شافعیؒ صاحب کا معمول رمضان المبارک میں تھا اور یہی معمول اسودؒ اور صالح بن کیسان، سعید بن جبیر اور ایک جماعت کا تھا بعض کا معمول تین ختم روزانہ کا تھا چنانچہ سلیم بن عتر جو بڑے تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح مصر میں شریک تھے اور حضرت معاویہؓ نے قصص کا امیران کو بنایا تھا اُن کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین ختم قرآن شریف کرتے تھے، نووی کتاب الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہم کو پہنچی ہے وہ ابن الکاتب کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔ ابن قدامہؒ نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے، اہل تاریخ نے امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ رمضان شریف میں اکسٹھ قرآن شریف پڑھتے تھے ایک دن کا اور ایک رات کا اور ایک تمام رمضان شریف میں تراویح کا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دن سے کم میں ختم کرنے والا تدبر نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے ابن حزم وغیرہ نے تین دن سے کم میں ختم کو حرام بتلایا ہے بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے اس لئے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح زیادتی میں بھی جمہور کے نزدیک تحدید نہیں جتنے ایام میں بہ سہولت ہوسکے۔ کلام مجید ختم کرے، مگر بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس دن سے زائد ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤ روزانہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے تو دوسرے دن اس کی قضا کرلے غرض چالیس دن کے اندر اندر ایک مرتبہ کلام مجید پورا ہو جاوے جمہور کے نزدیک اگرچہ یہ ضروری نہیں مگر جب بعض علما کا مذہب ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس سے کم نہ ہو۔ نیز بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے صاحبؒ مجمع نے ایک حدیث نقل کی ہے مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِيْ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَدْ عَزَّبَ جس شخص نے قرآن شریف چالیس رات میں ختم کیا اس نے بہت دیر کی۔ بعض علما کا فتویٰ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلام مجید ختم کرلے کہ صحابہؓ کا معمول عامۃً یہی نقل کیا جاتا ہے جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز میں ایک منزل روزانہ کر کے پنج شنبہ کے روز ختم کرلے۔ امام صاحبؒ کا مقولہ پہلے گذر چکا کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے، لہٰذا اس سے کم کسی طرح نہ ہونا چاہیے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو تو تمام دن، اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اس

سے بعض مشائخ نے استنباط فرمایا ہے کہ گرمی کے ایام میں دن کے ابتداء میں ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تاکہ بہت سا وقت ملائکہ کی دعا کا میسّر ہو۔

(۲۴) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ سُلَيْمٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَا نَبِيٌّ وَلَا مَلَكٌ وَلَا غَيْرُهٗ قَالَ الْعِرَاقِيُّ (رواه عبد الملك بن حبيب كذا في شرح الاحياء)

سعیدؓ بن سلیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی نہ فرشتہ وغیرہ۔

کلام اللہ شریف کا شفیع اور اس درجہ کا شفیع ہونا جس کی شفاعت مقبول ہے اور بھی متعدد روایات سے معلوم ہو چکا، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے میرے اور تمہارے لئے اس کو شفیع بنا دے نہ کہ فریق مخالف اور مدعی، لآلی مصنوعہ (نام کتاب ۱۲) میں بزار کی روایت سے نقل کیا ہے اور وضع کا حکم بھی اس پر نہیں لگایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سرہانے نہایت حسین و جمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے، جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے، میرا دوست ہے میں کسی حال میں اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا، تم سوالات کے اگر مامور ہو تو اپنا کام کرو میں اس وقت اس سے جدا نہیں ہو سکتا کہ جنّت میں داخل کراؤں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں، ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ، تو بے فکر رہ منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملاء اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے بھی نصیب فرما دیں اور تمہیں بھی۔ یہ حدیث بڑے فضائل پر شامل ہے جس کو تطویل کے خوف سے مختصر کر دیا۔

(۲۵) عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنْبَيْهِ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُوْحٰى اِلَيْهِ لَا يَنْبَغِيْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَنْ يَّجِدَ مَعَ مَنْ وَّجَدَ وَلَا

عبد اللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اس نے علوم نبوت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا، گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی، حامل

يَجْهَلَ مَعَ مَنْ جَهِلَ وَفِي جَوْفِهِ كَلَامُ اللهِ (رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد)

قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ غصہ والوں کے ساتھ غصہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے، حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے۔

چونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہو گیا اس لئے وحی تو اب نہیں آسکتی لیکن چونکہ یہ حق سبحانہٗ و تقدس کا پاک کلام ہے اس لئے علم نبوت ہونے میں کیا تامل ہے، اور جب کوئی شخص علوم نبوت سے نوازا جاوے تو نہایت ہی ضروری ہے کہ اس کے مناسب بہترین اخلاق پیدا کرے اور بُرے اخلاق سے احتراز کرے فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں کہ حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے اس کیلئے مناسب نہیں کہ لہو ولعب میں لگنے والوں میں لگ جاوے یا غافلین میں شریک ہو جاوے یا بے کار لوگوں میں داخل ہو جاوے۔

(۳۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَهُوْلُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَلَا يَنَالُهُمُ الْحِسَابُ هُمْ عَلٰى كَثِيْبٍ مِنْ مِسْكٍ حَتّٰى يُفْرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ وَاَمَّ بِهٖ قَوْمًا وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَدَاعٍ يَدْعُوْا اِلَى الصَّلٰوتِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ وَرَجُلٌ اَحْسَنَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ وَفِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَوَالِيْهِ (رواه الطبرانی فی المعاجم الثلاثة)

ابن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو قیامت کا خوف دامنگیر نہ ہوگا نہ ان کو حساب کتاب دینا پڑے گا، اتنے مخلوق اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو وہ مشک کے ٹیلوں پر تفریح کریں گے ایک وہ شخص جسنے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا اور امامت کی اسطرح پر کہ مقتدی اس سے راضی رہے دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کیلئے بلاتا ہو صرف اللہ کے واسطے تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ رکھے اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔

قیامت کی سختی اس کی دہشت اس کا خوف اس کی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں کہ کسی مسلمان کا دل اس سے خالی ہو یا بے خبر ہو، اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بے فکری نصیب ہو جاوے یہ بھی لاکھوں نعمتوں سے بڑھ کر اور کروڑوں راحتوں سے مغتنم ہے پھر اس کے ساتھ اگر تفریح و تنعُّم بھی نصیب ہو جاوے تو خوشا نصیب اس شخص کے جس کو یہ میسّر ہو اور بربادی و خسران ہے ان بے حسوں کے لئے جو اس کو لغو بے کار اور اضاعتِ وقت سمجھتے ہیں، معجم کبیر میں اس حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ غرض سات دفعہ یہ لفظ کہا، یعنی اگر سات مرتبہ نہ سنا ہوتا تو کبھی نقل نہ کرتا۔

(۳۷) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَاذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَتَعَلَّمَ اٰيَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ وَلَاَنْ تَغْدُوَ فَتَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهٖ اَوْلَمْ يُعْمَلْ بِهٖ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تُصَلِّيَ اَلْفَ رَكْعَةٍ (رواہ ابن ماجہ باسناد حسن)	ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اگر تو صبح کو جاکر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے، خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے فضائل علم میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں ان کا احاطہ بالخصوص اس مختصر میں دشوار ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

(۳۸) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ اٰيَاتٍ فِیْ لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ (رواہ الحاکم واقال صحیح علی شرط مسلم)	ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔

دس آیات کی تلاوت سے جس کے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔

(۳۹) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ الصَّلَوٰتِ الْمَكْتُوْبَاتِ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَمَنْ قَرَأَ فِیْ لَيْلَةٍ مِّائَةَ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ (رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرطھما)	ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مداومت کرے وہ غافلین سے نہیں لکھا جائے گا جو شخص سو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قانتین سے لکھا جاوے گا۔

حسن بصریؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سو آیتیں رات کو پڑھے

کلام اللہ شریف کے مطالبے سے بچ جاوے گا اور جو دو سو پڑھ لے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور جو پانچ سو سے ہزار تک پڑھ لے اس کے لئے ایک قنطار ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ قنطار کیا ہوتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد ہوں یا دینار)

(۴۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ قَالَ فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ (رواہ رزین کذا فی الرحمۃ المہداۃ)	ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے انہوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

کتاب اللہ پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اس کی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے، حدیث ۲۲ میں گذر چکا کہ جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے سکینہ اور رحمت اس گھر میں نازل ہوتی ہے اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں فتنوں سے مراد خروج دجال، فتنۂ تاتار وغیرہ علماء نے بتلائے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت میں وارد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی قوم اپنے قلعہ میں محفوظ ہو اور اس کی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کی کلام کو اس کا محافظ پاوے گا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا۔

خاتمہ

فِیْ عِدَّةِ رِوَایَاتٍ زَائِدَةٍ عَلَی الْاَرْبَعِیْنَةِ لَابُدَّ مِنْ ذِکْرِهَا لِاَغْرَاضٍ تُنَاسِبُ الْمَقَامَ

(۱) عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ۔ (رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)	عبد الملک بن عمیرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

خاتمہ میں بعض ایسی سورتوں کے فضائل ہیں جو پڑھنے میں بہت مختصر لیکن فضائل میں بہت بڑھی ہوئی ہیں اور اسی طرح دو ایک ایسے خاص امر ہیں جن پر تنبیہ قرآن پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے۔

سورۂ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نماز پڑھتے تھے حضورؐ نے ان کو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا، انہوں نے نماز کا عذر کیا حضورؐ نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی تم کو بلاویں) پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤں گا پھر حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اَلْحَمْدُ کی سات آیتیں ہیں۔ یہ سبع مثانی ہیں اور قرآن عظیم بعض صوفیا سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آگیا اور جو کلام پاک میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں آگیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آگیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی ب میں آگیا۔ اس کی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود سب چیز سے بندہ کا اللہ جلّ شانہٗ کے ساتھ ملا دینا ہے۔ بعض نے اس کے آگے اضافہ کیا ہے کہ ب میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطہ میں آگیا یعنی وحدانیت کہ نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس چیز کو جس کی تقسیم ہو سکتی ہو۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تمام مقاصد دینی و دنیوی آگئے۔ ایک دوسری روایت میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل نہیں ہوئی، نہ توراۃ میں، نہ انجیل میں، نہ زبور میں، نہ بقیہ قرآن پاک میں مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے تو ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے دینی ہو یا دنیوی ظاہری ہو یا باطنی لکھ کر لٹکانا اور چاٹنا بھی امراض کے لئے نافع ہے صحاح کی کتابوں میں وارد ہے کہ صحابہؓ نے سانپ بچھو کے کاٹے ہوؤں پر اور مرگی والوں پر اور دیوانوں پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور حضورؐ نے اس کو جائز بھی رکھا، نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ سائبؓ بن یزید پر حضورؐ نے اس سورت کو دم فرمایا اور یہ سورت پڑھ کر لعاب دہن درد کی جگہ لگایا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کے ارادے سے لیٹے اور سورہ فاتحہ، اور قل ہو اللہ احد پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لے موت کے سوا ہر بلا سے امن پائے ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانے سے مجھکو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانے سے کسی کو نہیں ملی (۱) سورۂ فاتحہ (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورۂ بقرہ کی اخیر آیات اور (۴) سورۂ کوثر، ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن بصریؒ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورۂ فاتحہ کو پڑھا اس نے گویا توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف کو پڑھا

ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی اوّل جب کہ اسپر لعنت ہوئی، دوسرے جبکہ اس کو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا، تیسرے جبکہ حضور اکرمؐ کو نبوت ملی، چوتھے جبکہ سورۂ فاتحہ نازل ہوئی، شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور درد گردہ کی شکایت کی، شعبیؒ نے کہا کہ اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کر، اسنے پوچھا کہ اساس القرآن کیا ہے شعبیؒ نے کہا سورۂ فاتحہ۔ مشائخ کے اعمال مجرب میں لکھا ہے کہ سورۂ فاتحہ اسم اعظم ہے ہر مطلب کیلئے پڑھنی چاہیے اور اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ صبح کی سنّت اور فرض کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے میم کے ساتھ الحمدللہ کا لام ملاکر اکتالیس بار چالیس دن تک پڑھے جو مطلب ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو گا اور اگر کسی مریض یا جادو کیے ہوئے کیلئے ضرورت ہو تو پانی پر دم کر کے اس کو پلاوے دوسرے یہ کہ نوچندی اتوار کو صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بلا قید میم ملانے کے ستّر بار پڑھے، اور اس کے بعد ہر روز اسی وقت پڑھے اور دس دس بار کم کرتا جاوے یہانتک کہ ہفتہ ختم ہو جاوے۔ اول مہینے میں اگر مطلب پورا ہو جاوے تو فبہا ورنہ دوسرے تیسرے مہینے میں اسی طرح کرے نیز اس سورت کا چینی کے برتن پر گلاب اور مشک و زعفران سے لکھ کر اور دھو کر پلانا چالیس روز تک امراض مزمنہؒ کیلئے مجرب ہے۔ نیز دانتوں کے درد، اور سر کے درد، پیٹ کے درد کے لئے سات بار پڑھ کر دم کرنا مجرب ہے۔ یہ سب مضمون مظاہر حق سے مختصر طور سے نقل کیا گیا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے حضورؐ نے فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھلا ہے جو آج سے قبل کبھی نہیں کھلا تھا، پھر اس میں سے ایک فرشتہ نازل ہوا حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا جو آج سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا تھا، پھر اس فرشتہ نے عرض کیا کہ دو نوروں کی بشارت لیجئے جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دیے گئے ایک سورہ فاتحہ، دوسرا خاتمہ سورۂ بقرہ یعنی سورۂ بقرہ کا اخیر رکوع۔ ان کو نور اس لئے فرمایا کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے آگے آگے چلیں گے۔

(۲) عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ يٰسٓ فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ حَوَائِجُهٗ (رواہ الدارمی)	عطا بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو شروع دن میں پڑھے اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں

احادیث میں سورۂ یٰسٓ کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں وارد

مزمنہ یعنی کہنہ، پرانے

ہوا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک دِل ہوا کرتا ہے۔ قرآن شریف کا دل سورہ یٰسٓ ہے جو شخص سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے دس قرآنوں کا ثواب لکھتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ کو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا جب فرشتوں نے سُنا تو کہنے لگے کہ خوش حالی ہے اس اُمت کے لئے جن پر یہ قرآن اُتارا جائے گا اور خوش حالی ہے ان دِلوں کے لئے جو اس کو اٹھائیں گے یعنی یاد کریں گے اور خوش حالی ہے اُن زبانوں کے لئے جو اس کو تلاوت کریں گی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، پس اس سورت کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو، ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ یٰسٓ کا نام توراۃ میں مُعِمَّہ ہے کہ اپنے پڑھنے والے کیلئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور اس سے دنیا و آخرت کی مصیبت کو دُور کرتی ہے اور آخرت کی ہَول کو دور کرتی ہے، اس سورت کا نام رَافِعہ خَافِضہ بھی ہے یعنی مومنوں کے رُتبے بلند کرنے والی اور کافروں کو پست کرنے والی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورۂ یٰسٓ میرے ہر اُمتی کے دِل میں ہو، ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورۂ یٰسٓ کو ہر رات میں پڑھا پھر مرگیا تو شہید مرا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو یٰسٓ کو پڑھتا ہے اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے اور جو راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے اور جو شخص جانور کے گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھے وہ پالیتا ہے اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہو جاتا ہے اور جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نزع میں ہو تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے اور جو ایسی عورت پر پڑھے جس کے بچہ ہونے میں دشواری ہو رہی ہو اس کے لئے بچہ جننے میں سہولت ہوتی ہے۔ مقریؒ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ یا دشمن کا خوف ہو اور اس کے لئے سورۂ یٰسٓ پڑھے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے سورۂ یٰسٓ اور والصّٰفّٰت جمعہ کے دن پڑھی اور پھر اللہ سے دعا کی اس کی دعا پوری ہوتی ہے (اس کا بھی اکثر مظاہر حق سے منقول ہے مگر مشائخ حدیث کو بعض روایات کی صحت میں کلام ہے۔

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَأْمُرُ بَنَاتِهٖ يَقْرَأْنَ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ (رواہ البیہقی فی شعب)

ابن مسعودؓ نے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور ابن مسعودؓ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورۃ کو پڑھیں۔

سورۂ واقعہ کے فضائل بھی متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورۂ حدید اور سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۂ واقعہ سورۃ الغنی ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیبیوں کو سکھاؤ اور حضرت عائشہؓ سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے مگر بہت ہی پست خیالی ہے کہ چار پیسے کے لئے اس کو پڑھا جاوے، البتہ اگر غنائے قلب اور آخرت کی نیت سے پڑھے تو دنیا خود بخود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوگی۔

(۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَۃً فِی الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَ لَہٗ وَھِیَ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ (رواہ احمد وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ)	ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورہ تیس آیات کی ایسی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی مغفرت کرا دے وہ سورۃ تبارک الذی ہے۔

سورۂ تبارک الذی کے متعلق بھی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورۃ ہر مومن کے دل میں ہو، ایک روایت میں ہے کہ جس نے تبارک الذی اور الم سجدہ کو مغرب اور عشا کے درمیان پڑھا گویا اس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کیلئے ستّر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ستّر برائیاں دور کی جاتی ہیں ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لئے عبادت لیلۃ القدر کی برابر ثواب لکھا جاتا ہے (کذا فی المظاہر)

ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے ایک جگہ خیمہ لگایا ان کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے اچانک ان خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ کسی کو سورۂ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سنا تو حضورؐ سے آکر عرض کیا، حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سورۃ اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک الم سجدہ اور سورۂ تبارک الذی نہ پڑھ لیتے تھے خالد بن معدان کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص بڑا گنہ گار تھا اور سورۂ سجدہ پڑھا کرتا تھا، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھا کرتا تھا، اس سورۃ نے اپنے پَر اس شخص پر پھیلا دئے کہ اے رب یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا اس کی شفاعت قبول کی گئی اور حکم ہو گیا کہ ہر خطا کے بدلے ایک نیکی دی جائے۔ خالد بن معدانؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور

کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کر ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹادے اور پرندہ کے بن جاتی ہے اور اپنے پر میت پر پھیلادیتی ہے اور اس پر عذاب قبر ہونے سے مانع ہوتی ہے اور یہی سارا مضمون وہ تبارک الذی کے بارے میں بھی کہتے ہیں۔ خالدؒ بن معدان اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں تمام قرآن کی ہر سورۃ پر ساٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں، عذاب قبر کوئی معمولی چیز نہیں ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی کسی نے پوچھا کہ آپ جنت وجہنم کے تذکرہ سے بھی اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر سے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر منازلِ آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس کے عذاب سے نجات پالے آئندہ کے واقعات اس کے لئے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائے تو آنے والے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں، نیز میں نے یہ بھی سنا ہے کہ قبر سے زیادہ متوحش کوئی منظر نہیں (جمع الفوائد) اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ بِفَضْلِكَ وَمَنِّكَ۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰخِرَهٗ وَمِنْ اٰخِرِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اَوَّلَهٗ كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ (رواہ الترمذی کذا فی الرحمۃ وا لحاکم وقال تفرد بہ صالح المری وھو من زھاد اھل البصرۃ الا ان الشیخین لم یخرجاہ وقال الذھبی صالح متروك قلت ھو من رواۃ ابی داؤد والترمذی)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین اعمال میں سے کون سا عمل ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ حال مرتحل لوگوں نے پوچھا کہ حال مرتحل کیا چیز ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ صاحب قرآن ہیں جو اول سے چلے حتیٰ کہ اخیر تک پہنچے اور اخیر کے بعد پھر اول پر پہنچے جہاں ٹھہرے پھر آگے چل دے۔

حال کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو اور مرتحل کوچ کرنیوالے کو یعنی یہ کہ جب کلام پاک ختم ہو جائے تو پھر از سر نو شروع کرے یہ نہیں کہ بس اب ختم ہو گیا دوبارہ پھر دیکھا جائیگا کنز العمال کی ایک روایت میں اس کی شرح وارد ہوئی اَلْخَاتِمُ الْمُفْتَتِحُ ختم کرنیوالا اور ساتھ ہی شروع کرنے والا یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی دوسرا شروع کرلے۔ اسی سے غالباً وہ عادت ماخوذ ہے جو ہمارے دیار میں متعارف ہے کہ ختم قرآن شریف کے بعد مُفْلِحُوْنَ تک پڑھا جاتا ہے مگر اب لوگ اسی کو مستقل

ادب سمجھتے ہیں اور پھر پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دراصل معاً دوسرا قرآن شریف شروع کرنا بظاہر مقصود ہے جس کو پورا بھی کرنا چاہیے شرح احیاءؔ میں اور علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں بروایت دارمی نقل کیا ہے کہ حضور اکرمؐ جب قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کرتے تو سورۂ بقرہ سے مفلحون تک ساتھ ہی پڑھتے اور اس کے بعد ختم قرآن کی دعا فرماتے تھے۔

(۶) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَاھَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَھُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِّنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِھَا۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی خبر گیری کیا کرو قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیوں سے۔

یعنی آدمی اگر جانور کی حفاظت سے غافل ہو جاوے اور وہ رسّی سے نکل جاوے تو بھاگ جاویگا اسی طرح کلام پاک کی اگر حفاظت نہ کی جاوے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا اور بھول جاوے گا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا درحقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بمحال ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے یاد ہو جانے کو سورۂ قمر میں بہ بطور احسان کے ذکر فرمایا، اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ کہ ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کے لئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنیوالا۔ صاحبِ جلالین نے لکھا ہے کہ استفہام اس آیت میں امر کے معنی میں ہے تو جس بہ کو حق تعالیٰ شانہٗ بار بار تاکید فرما رہے ہوں اس کو ہم مسلمان لغو اور حماقت اور بیکار اضاعتِ وقت سے تعبیر کرتے ہوں، اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کیلئے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے تعجب کی بات ہے کہ حضرت عزیرؑ اگر اپنی یاد سے تورات لکھا دیں تو اس کی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جاویں اور مسلمانوں کے لئے اللہ جل شانہٗ نے اس لطف واحسان کو عام فرما رکھا ہے تو اس کی یہ قدردانی کی جاوے فَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ بالجملہ یہ محض حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف وانعام ہے کہ یہ یاد ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اس سے بھلا دیا جاتا ہے قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر اُمت کے گناہ پیش کیے گئے میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی

حاضر ہو گا۔ جمع الفوائد میں رزین کی روایت سے آیتِ ذیل کو دلیل بنایا ہے اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے اس کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اس کو اندھا اٹھائیں گے وہ عرض کریگا کہ یا اللہ میں تو آنکھوں والا تھا مجھے اندھا کیوں کر دیا ارشاد ہو گا۔ اس لئے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے اُن کو بھلا دیا پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جاوے گا یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔

(۷) عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَتَاَکَّلُ بِہِ النَّاسَ جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْہُہٗ عَظْمٌ لَیْسَ عَلَیْہِ لَحْمٌ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

بریدہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے کھاوے لوگوں سے۔ قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئیگا کہ اسکا چہرہ محض ہڈی ہو گا جسپر گوشت نہ ہو گا

یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلبِ دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی و عربی ہر طرح کے لوگ ہیں جسطرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اسطرح سیدھا کریں گے جسطرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنواریں گے ایک ایک حروف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہو گا، آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہو گا۔ مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جبکہ اس میں اخلاص نہ ہو محض دنیا کمانے کے واسطے کیا جاوے، چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اسنے اشرف الاشیا کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ کیا تو اشرف الاعضا چہرہ کو رونق سے محروم کر دیا جاوے گا۔ عمران بن حصینؓ کا ایک واعظ پر گذر ہوا جو تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کر رہا تھا، یہ دیکھ کر انہوں نے اَنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضور اکرمؐ سے سنا ہے کہ جو شخص تلاوت کرے اسکو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے۔ مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص علم کے ذریعے سے دنیا کماوے اسکی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رخسار سے صاف کرے اس میں شک نہیں کہ جوتا تو صاف ہو جائے گا مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی منتہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی الآیۃ (یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی خریدی ہے پس نہ ان کی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں)، اُبَی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی اسنے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور سے دی میں نے حضورؐ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے

ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تونے لے لی۔ اسی طرح کا واقعہ عبادۃ بن الصامت نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضورؐ کا جواب یہ نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے مونڈھوں کے درمیان لٹکادی، دوسری روایت میں ہے کہ اگر تو چاہے کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اس کو قبول کرے۔

یہاں پہنچ کر میں ان حفاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ للہ اپنے منصب اور اپنی ذمہ داری کا لحاظ کیجئے جو لوگ آپ کی بدنیتوں کے حملہ کی وجہ سے کلام مجید پڑھانا یا حفظ کرانا بند کرتے ہیں، اس کے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں خود آپ لوگ بھی اس کے جوابدہ اور قرآن پاک کے بند کرنے والوں میں شریک ہیں۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اشاعت کرنے والے ہیں لیکن درحقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ ہیں جن کی بداطواریاں اور بدنیتیاں دنیا کو مجبور کررہی ہیں کہ وہ قرآن پاک ہی کو چھوڑ بیٹھیں۔ علماء نے تعلیم کی تنخواہ کو اس لیے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اسی کو مقصود بنالیں۔ بلکہ حقیقتاً مدرسین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اشاعتِ علم و قرآن شریف ہونے کی ضرورت ہے اور تنخواہ اس کا معاوضہ نہیں بلکہ رفع ضرورت کی ایک صورت ہے جس کو مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔

تتمہ: کلام پاک کے ان سب فضائل اور خوبیوں کے ذکر کرنے سے مقصود اس کی ساتھ دست پیدا کرنا ہے اس لئے کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کے لئے لازم و ملزوم ہے اور ایک کی محبت دوسرے کی محبت کا سبب ہوتی ہے۔ دنیا میں آدمی کی خلقت صرف اللہ جل شانہٗ کی معرفت کے لئے ہوئی ہے اور آدمی کے علاوہ سب چیز کی خلقت آدمی کے لئے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند   تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار   شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

کہتے ہیں، بادل و ہوا، چاند، سورج، آسمان و زمین غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول ہے تا کہ تو اپنی حوائج ان کے ذریعے سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے کہ آدمی کی ضروریات کے لئے یہ سب چیزیں کس قدر فرمانبردار و مطیع اور وقت پر کام کرنے والی ہیں اور تنبیہ کے لئے کبھی کبھی ان میں تخلف بھی تھوڑی دیر کے لئے کردیا جاتا ہے۔ بارش کے وقت بارش نہ ہونا، ہوا کے وقت ہوا نہ چلنا اسی طرح گرہن کے ذریعے سے چاند، سورج، غرض ہر چیز میں کوئی تغیر بھی پیدا کیا جاتا ہے تا کہ ایک غافل کیلئے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے۔ اس سب کے بعد کس قدر حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کی تابع کی جاویں اور ان کی فرمانبرداری بھی تیری اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب نہ

بنے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لئے بہترین معین محبّت ہے اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ جب کسی شخص سے محبّت ہو جاتی ہے عشق و فریفتگی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری طبیعت اور عادت بن جاتی ہے اور اس کی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیسا کہ بغیر محبّت کے کسی کی اطاعت خلافِ عادت و طبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے کسی چیز سے محبت پیدا کرنے کی صورت اس کے کمالات و جمال کا مشاہدہ ہے، جو اس ظاہرہ سے ہو یا حواس باطنہ میں استحضار سے اگر کسی کے چہرے کو دیکھ کر بے اختیار اس سے وابستگی ہو جاتی ہے، تو کسی کی دل آویز آواز بھی بسا اوقات مقناطیس کا اثر رکھتی ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا بسا اوقات یہ مبارک دولت بات سے بھی پیدا ہو جاتی ہے کان میں آواز پڑ جانا اگر کسی کی طرف بے اختیار کھینچتا ہے تو کسی کے کلام کی خوبیاں، اسکے جوہر اس کے ساتھ الفت کا سبب بن جاتی ہیں، کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنے کی تدبیر اہلِ فن نے یہ بھی لکھی ہے کہ اس کی خوبیوں کا استحضار کیا جاوے، اس کے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جاوے جیسا کہ عشق طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں، کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑ جاتا ہے تو آدمی سعی کرتا ہے کوشش کرتا ہے کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے تاکہ محبت میں اضافہ ہو، قلب کو تسکین ہو حالانکہ تسکین ہوتی نہیں، مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کسی کھیت میں بیج ڈالنے کے بعد اگر اس کی آبپاشی کی خبر نہ لی گئی تو پیداوار نہیں ہوتی۔ اگر کسی کی محبت دل میں بے اختیار آ جانے کے بعد اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے تو آج نہیں تو کل دل سے محو ہو جاوے گی لیکن اس کے خط و خال سراپا اور رفتار و گفتار کے تصوّر سے اس قلبی بیج کو سینچتا رہے تو اس میں ہر لحہ اضافہ ہوگا ؎

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے　　　اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اس سبق کو بھلا دو گے فوراً چھٹی مل جاوے گی، جتنا جتنا یاد کرو گے اتنا ہی جکڑے جاؤ گے۔ اسی طرح کسی قابلِ عشق سے محبت پیدا کرنی ہو تو اس کے کمالات اس کی دل آویزیوں کا تتبع کرے، جو ہر و نکو تلاش کرے اور جس قدر معلوم ہو جاویں اس پر بس نہ کرے بلکہ اس سے زائد کا متلاشی ہو کہ فنا ہونیوالے محبوب کے کسی ایک عضو کے دیکھنے پر قناعت نہیں کی جاتی، اس سے زیادہ کی ہوس جہاں تک کہ امکان میں ہو باقی رہتی ہے۔ حق سبحانہٗ و تقدس جو حقیقتاً ہر جمال و حسن کا منبع ہیں اور حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے۔ یقیناً ایسے محبوب ہیں کہ جن کے کسی جمال و کمال پر بس نہیں نہ اس کی کوئی غایت ان ہی بے نہایت کمالات میں سے ان کا کلام بھی ہے جس کے متعلق میں پہلے اجمالاً

کہہ چکا ہوں کہ اس انتساب کے بعد پھر کسی کمال کی ضرورت نہیں، عشاق کے لئے اس انتساب کے برابر اور کونسی چیز ہوگی ؎ اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

قطع نظر اس سے کہ اس انتساب کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے کہ اس کا موجد کون ہے اور وہ کس کی صفت ہے تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو جو جو نسبتیں ہیں ایک مسلمان کی فریفتگی کے لئے وہ کیا کم ہیں اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود کلام پاک ہی میں غور کیجئے کہ کونسی خوبی دنیا میں ایسی ہے جو کسی چیز میں پائی جاتی ہے اور کلام پاک میں نہ ہو ؎

دامانِ نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گل چیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

احادیث سابقہ کو غور سے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کوئی بھی چیز دنیا میں ایسی نہیں جسکی طرف احادیث بالا میں متوجہ نہ کر دیا ہو اور انواع محبت وافتخار میں سے کسی نوع کا دلدادہ بھی ایسا نہ ہوگا کہ اسی رنگ میں کلام اللہ شریف کی افضلیت و برتری اس نوع میں کمال درجہ کی نہ بتلادی گئی ہو مثلاً کلّی اور اجمالی بہترائی جو دنیا بھر کی چیزوں کو شامل ہے ہر جمال و کمال اس میں داخل ہے سب سے پہلی حدیث (۱) نے کلّی طور پر ہر چیز سے اس کی افضلیت اور برتری بتلادی، محبت کی کوئی سی نوع لے لیجئے کسی شخص کو اسباب غیر متناہیہ میں سے کسی وجہ سے کوئی پسند آئے، قرآن شریف اسی کلی افضلیت میں اس سے افضل ہے اس کے بعد بالعموم جو اسباب تعلق و محبت ہوتے ہیں جزئیات و تمثیل کے طور سے ان سب پر قرآن شریف کی افضلیت بتلادی گئی، اگر کسی کو ثمرات اور منافع کی وجہ سے کسی سے محبت ہوتی ہے تو اللہ جل شانہٗ کا وعدہ ہے کہ ہر مانگنے والے سے زیادہ عطا کروں گا حدیث نمبر ۲ اگر کسی کو ذاتی فضیلت ذاتی جوہر، ذاتی کمال سے کوئی بھاتا ہے تو اللہ جل شانہٗ نے بتلادیا کہ دنیا کی ہر بات پر قرآن شریف کو اتنی فضیلت ہے جتنی خالق کو مخلوق پر، آقا کو بندوں پر، مالک کو مملوک پر، حدیث ۳۔ اگر کوئی مال و متاع حشم و خدم اور جانوروں کا گرویدہ ہے اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دل کھوئے ہوئے ہے تو جانوروں کے بے مشقت حاصل کرنے سے تحصیل کلام پاک کی افضلیت پر متنبہ کر دیا، حدیث ۴۔ اگر کوئی صوفی تقدس و تقویٰ کا بھوکا ہے اس کے لئے سرگرداں ہے تو حضورؐ نے بتلادیا کہ قرآن کے ماہر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہے جن کی برابر تقویٰ کا ہونا مشکل ہے کہ ایک آن بھی خلاف اطاعت نہیں گزار سکتے۔ حدیث ۵۔ اگر کوئی شخص دوہرا حصہ ملنے سے افتخار کرتا ہے یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہے کہ اس کی رائے دو رائوں کے برابر شمار کی جاوے تو اٹکنے والے کے لئے دوہرا اجر ہے حدیث ۶۔

اگر کوئی حاسد بداخلاقیوں کا متوالا ہے، دنیا میں حسد ہی کا خوگر ہو گیا ہو، اس کی زندگی حسد سے نہیں ہٹ سکتی تو حضورؐ نے بتلا دیا کہ اس قابل جس کے کمال پر واقعی حسد ہو سکتا ہے، وہ حافظِ قرآن ہے۔ حدیث ۷۔ اگر کوئی فواکہ کا متوالا ہے، اس پر جان دیتا ہے پھل بغیر اس کو چین نہیں پڑتا تو قرآن شریف ترنج کی مشابہت رکھتا ہے۔ حدیث ۸۔ اگر کوئی میٹھے کا عاشق ہے، مٹھائی بغیر اس کا گزر نہیں تو قرآن شریف کھجور سے زیادہ میٹھا ہے اگر کوئی شخص عزت و وقار کا دلدادہ ہے، ممبری اور کونسل بغیر اس سے نہیں رہا جاتا تو قرآن شریف دنیا اور آخرت میں رفع درجات کا ذریعہ ہے۔ حدیث ۹۔ اگر کوئی شخص معین و مددگار چاہتا ہے ایسا جاں نثار چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار ہے تو قرآن شریف سلطان السلاطین ملک الملوک شہنشاہ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے۔ حدیث ۱۰۔ اگر کوئی نکتہ رس باریک بینیوں میں عمر خرچ کرنا چاہتا ہے اس کے نزدیک ایک باریک نکتہ حاصل کر لینا دنیا بھر کے لذّات سے اعراض کو کافی ہے تو بطن قرآن شریف دقائق کا خزانہ ہے۔ حدیث ۱۱۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے۔ محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہنر سمجھتا ہے، عمر کھپاتا ہے تو بطن قرآن شریف ان اسرار مخفیہ پر متنبہ کرتا ہے جن کی انتہا نہیں اگر کوئی شخص اونچے مکانات بنانے پر مَر رہا ہے ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہنچاتا ہے۔ حدیث ۱۲۔ اگر کوئی اس کا گرویدہ ہے کہ ایسی سہل تجارت کروں جس میں محنت کچھ نہ ہو اور نفع بہت سا ہو جاوے تو قرآن شریف ایک حرف پر دس نیکیاں دلاتا ہے۔ حدیث ۱۳۔ اگر کوئی تاج و تخت کا بھوکا ہے اس کی خاطر دنیا سے لڑتا ہے تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وہ تاج دیتا ہے جس کی چمک دمک کی دنیا میں کوئی نظیر ہی نہیں۔ حدیث ۱۴۔ اگر کوئی شعبدہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے، آگ ہاتھ پر رکھتا ہے، جلتی دیا سلائی منہ میں رکھ لیتا ہے تو قرآن شریف جہنم تک کی آگ کو اثر کرنے سے مانع ہے۔ حدیث ۱۵۔ اگر کوئی حکام رسی پر مرتا ہے اس پر ناز ہے کہ ہمارے ایک خط سے فلاں حاکم نے اس ملزم کو چھوڑ دیا ہم نے فلاں شخص کو سزا نہیں ہونے دی اتنی سی بات حاصل کرنے کیلئے جج و کلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان و مال ضائع کرتا ہے ہر روز کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگرداں رہتا ہے تو قرآن شریف اپنے ہر رفیق کے ذریعے ایسے دس شخصوں کی خلاصی دلاتا ہے جن کو جہنم کا حکم مل چکا ہے۔ حدیث ۱۶۔ اگر کوئی خوشبوؤں پر مرتا ہے چمن اور پھولوں کا دلدادہ ہے تو قرآن شریف بالچھڑ ہے۔ حدیث ۱۷۔ اگر کوئی عطور کا

فریفتہ ہے جنائے مشکی ہیں غسل چاہتا ہو، تو کلام مجید سراپا مشک ہے اور غور کرو گے تو معلوم ہو جاوے گا کہ اِس مشک سے اُس مشک کو کچھ بھی نسبت نہیں، چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک ؎

کار زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

حدیث ۱۸ اگر کوئی جوڑ کا آشنا ڈرسے کوئی کام کرسکتا ہے ترغیب اس کے لئے کار آمد نہیں، تو قرآن شریف سے خالی ہونا گھر کی بربادی کے برابر ہے۔ حدیث ۱۹ اگر کوئی عابد افضل العبادات کی تحقیق میں رہتا ہے اور ہر کام میں اس کا متمنی ہے کہ جس چیز میں زیادہ ثواب ہو اسی میں مشغول رہوں، تو قرأت قرآن افضل العبادات ہے۔ اور تصریح سے بتا دیا کہ نفل نماز، روزہ و تسبیح و تہلیل وغیرہ سب سے افضل ہے۔ حدیث ۲۰ بہت سے لوگوں کو حاملہ جانوروں سے دل چسپی ہوتی ہے، حاملہ جانور قیمتی داموں میں خریدے جاتے ہیں، حضورؐ نے متنبہ فرمادیا اور خصوصیت سے اس جزو کو بھی مثال میں ذکر فرمایا کہ قرآن شریف اس سے بھی افضل ہے۔ حدیث ۲۱ اکثر لوگوں کو صحت کی فکر دامنگیر رہتی ہے ورزش کرتے ہیں، روزانہ غسل کرتے ہیں، دوڑتے ہیں، علی الصبح تفریح کرتے ہیں۔ اسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج و غم فکر و تشویش دامنگیر رہتی ہے حضورؐ نے فرمادیا کہ سورۂ فاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے اور قرآن شریف دلوں کی بیماری کو دور کرنیوالا ہے۔ حدیث ۲۲ لوگوں کو افتخار کے اسباب گزشتہ افتخارات کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوتے ہیں، جن کا احاطہ مشکل ہے۔ اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے کسی کو اپنی عادتوں پر کسی کو اپنی ہر دلعزیزی پر، کسی کو اپنے حسنِ تدبیر پر حضورؐ نے فرما دیا کہ حقیقتاً قابل افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہے اور کیوں نہ ہو کر درحقیقت ہر جمال و کمال کو جامع ہے ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ حدیث ۲۳ اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے، کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں، تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمادیا کہ ذخیرہ کے قابل کلام پاک ہے جتنا دل چاہے آدمی جمع کرے کہ اس سے بہتر کوئی خزینہ نہیں۔ حدیث ۲۴ اسی طرح اگر برقی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمرے میں دس قمقمے بجلی کے اس لئے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اُٹھے تو قرآن شریف سے بڑھ کر نورانیت کس چیز میں ہوسکتی ہے۔ حدیث ۲۵ اگر آپ اس پر جان دیتے ہیں کہ آپ کے پاس ہدایا آیا کریں، دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہا کریں آپ توسیعِ تعلقات اسی کی خاطر کرتے ہیں جو دوست آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپ کا حصہ نہ لگائے تو آپ اس کی شکایت کرتے ہیں تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے

والا کون ہے کہ سکینہ اس کے پاس بھیجی جاتی ہے پس آپ کے کسی پر مرنے کی اگر یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اس کا بھی بدل ہے۔ حدیث ۲۶ اور اگر آپ کسی وزیر کے اس لئے ہر وقت قدم چومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کر دے گا، کسی پیش کار کی اس لئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کر دے گا یا کسی کی آپ اسلئے چاپلوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپ کا ذکر کر دے تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوب حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب و آقا کی زبان سے کراتا ہے۔ حدیث ۲۷ اگر آپ اس کے جویاں رہتے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب کیا چیز ہے کہ اس کے مہیا کرنے میں پہاڑوں سے دودھ کی نہر نکالی جائے تو قرآن شریف کی برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں۔ حدیث ۲۸ اگر آپ درباری بننے میں عمر کھپا رہے ہیں، سلطان کے مصاحب بننے کیلئے ہزار تدبیر اختیار کرتے ہیں، تو کلام اللہ شریف کے ذریعے آپ اس بادشاہ کے مصاحب شمار ہوتے ہیں جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے کی بادشاہت کچھ حقیقت نہیں رکھتی حدیث ۲۹ تعجب کی بات ہے کہ لوگ کونسل کی ممبری کیلئے اور اتنی سی بات کیلئے کہ کلکٹر صاحب تسکار میں جا دیں تو آپ کو بھی ساتھ لے لیں آپ کس قدر قربانیاں کرتے راحت و آرام، جان و مال نثار کرتے ہیں، لوگوں سے کوشش کراتے ہیں، دین اور دنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں، صرف اس لئے کہ آپ کی نگاہ میں اس سے آپ کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کیلئے حقیقی حاکم و بادشاہ کی مصاحبت کیلئے واقعی درباری بننے کے لئے آپ کو ذرا سی توجہ کی بھی ضرورت نہیں آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجئے مگر خدارا اس عمر کا تھوڑا سا حصہ عمر دینے والے کی خوشنودی کیلئے بھی تو خرچ کیجئے، اسی طرح اگر آپ میں چشتیت پھونک دی گئی ہے اور ان مجالس بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالس تلاوت اس سے کہیں زیادہ دل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے سے بڑے مستغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں، حدیث ۳۰، ۳۱ اسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تو تلاوت کیجئے۔ حدیث ۳۲ اور آپ اسلام کے مدعی ہیں، مسلم ہونے کا دعویٰ ہے تو حکم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن شریف کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے بھی آپ کے اسلام کو کوئی سروکار ہے تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اس کے رسول کی طرف سے اس کی تلاوت کا حکم ہے حدیث ۳۳ اگر آپ میں قومی جوش بہت زور کرتا ہے، ترکی ٹوپی کے آپ صرف اس لئے دلدادہ ہیں کہ وہ آپ کے نزدیک خالص اسلامی لباس ہے، قومی شعار میں آپ بہت خاص دلچسپی رکھتے ہیں، ہر طرف اس کے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں، اخبارات

یں مضامین شائع کرتے ہیں، جلسوں یں ریزولیوشن پاس کرتے ہیں تو اللہ کا رسول آپ کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو قرآن شریف کو پھیلاؤ۔

بیجا نہ ہوگا اگر یں یہاں پہنچ کر سربرآوردگانِ قوم کی شکایت کروں کہ قرآن پاک کی اشاعت یں آپ کی طرف سے کیا اعانت ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خدارا ذرا غور سے جواب دیجئے کہ اس کے سلسلہ کو بند کرنے یں آپ کا کس قدر حصہ ہے۔ آج اس کی تعلیم کو بیکار بتلایا جاتا ہے، اضاعتِ عمر سمجھا جاتا ہے اسکو بیکار دماغ سوزی اور بے نتیجہ عرق ریزی کہا جاتا ہے، ممکن ہے کہ آپ اس کے موافق نہ ہوں لیکن ایک جماعت جب ہمہ تن اس یں کوشاں ہے تو کیا آپ کا سکوت اس کی اعانت نہیں ہے مانا کہ آپ اس خیال سے بیزار ہیں مگر آپ کی اس بیزاری نے کیا فائدہ دیا ؎

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن　　خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

آج اس کی تعلیم پر بڑے زور سے اس لئے انکار کیا جاتا ہے کہ مسجد کے ملاتوں نے اپنے ٹکڑوں کیلئے دھندا کر رکھا ہے گو یہ عامۃً نیتوں پر حملہ ہے جو بڑی سخت ذمہ داری ہے اور اپنے وقت پر اس کا ثبوت دینا ہوگا مگر یں نہایت ہی ادب سے پوچھتا ہوں کہ خدارا ذرا اس کو تو غور کیجئے کہ ان خود غرض ملانوں کی ان خود غرضیوں کے ثمرات آپ دنیا یں کیا دیکھ رہے ہیں اور آپ کی ان بے غرضانہ تجاویز کے ثمرات کیا ہوں گے اور نشر و اشاعتِ کلام پاک یں آپ کی ان مفید تجاویز سے کس قدر مدد ملے گی، بہر حال حضورؐ کا ارشاد آپ کے لئے قرآن شریف کے پھیلانے کا ہے اس یں آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اس ارشادِ نبویؐ کا کس درجہ امتثال آپ کی ذات سے ہوا اور ہو رہا ہے، دیکھئے ایک دوسری بات کا بھی خیال رکھیں، بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اس خیال یں شریک نہیں تو ہم کو کیا مگر اس سے آپ اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے، صحابہؓ نے حضورِ اکرمؐ سے پوچھا تھا اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ (کیا ہم ایسی حالت یں ہلاک ہو جاویں گے کہ ہم یں صلحا موجود ہوں، حضورؐ نے ارشا فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جاوے) اسی طرح ایک روایت یں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک گاؤں کے اُلٹ دینے کا حکم فرمایا، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اس یں فلاں بندہ ایسا ہے کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا ارشاد ہوا کہ صحیح ہے مگر یہ میری نافرمانی ہوتے ہوئے دیکھتا رہا اور کبھی اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑا۔

درحقیقت علماء کو یہی اُمور مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجائز امور کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کریں جس کو ہمارے روشن خیال تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں آپ حضرات اپنی وسعتِ خیالی اور وسعتِ اخلاق پر مطمئن نہ رہیں کہ یہ فریضہ صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں ہر اس شخص کے ذمہ ہے جو کسی ناجائز بات

کا وقوع دیکھے اور اس پر ٹوکنے کی قدرت رکھتا ہو پھر نہ ٹوکے۔ بلال بن سعدؓ سے مروی ہے کہ معصیت جب مخفی طور سے کی جاتی ہے تو اس کا وبال صرف کرنیوالے پر ہوتا ہے لیکن جب کھُلم کھُلا کی جاوے اور اس پر انکار نہ کیا جاوے تو اس کا وبال عام ہوتا ہے، اسی طرح اگر آپ تاریخ کے دلدادہ ہیں جہاں کہیں معتبر تاریخ پرانی تاریخ آپ کو ملتی ہے آپ اس کے لئے سفر کرتے ہیں تو قرآن شریف میں تمام ایسی کتب کا بدل موجود ہے جو قرونِ سابقہ میں حجّت و معتبر مانی گئی ہیں۔ حدیث ۳۴ اگر آپ اس قدر اونچے مرتبے کے متمنّی ہیں کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے کا حکم ہو تو یہ بات بھی صرف کلام اللہ شریف میں ہی ملے گی۔ حدیث ۳۵ اگر آپ اس قدر کاہل ہیں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تو بے محنت بے مشقّت اکرام بھی آپ کو صرف کلام اللہ شریف میں ملیگا کہ چپ چاپ کسی مکتب میں بیٹھے بچوّں کا کلام مجید سُنتے جائیے اور مفت کا ثواب لیجئے۔ حدیث ۳۶ اگر آپ مختلف الوان کے گرویدہ ہیں، ایک نوع سے اُکتا جاتے ہیں تو قرآن شریف کے معنی میں مختلف الوان مختلف مضامین حاصل کیجئے، کہیں رحمت کہیں عذاب کہیں قصّے، کہیں احکام اور کیفیت تلاوت میں کبھی پکار پکار کر پڑھیں اور کبھی آہستہ۔ حدیث ۳۷ اگر آپ کی سیہ کاریاں حد سے متجاوز ہیں اور مرنے کا آپ کو یقین بھی ہے تو پھر تلاوتِ کلام پاک میں ذرا بھی کوتاہی نہ کیجئے کہ اس درجہ کا سفارشی نہ ملے گا اور پھر ایسا کہ جس کی سفارش کے قبول ہونے کا یقین بھی ہو۔ حدیث ۳۸ اسی طرح اگر آپ اس قدر باوقار واقع ہوئے ہیں کہ جھگڑالو سے گھبراتے ہیں، لوگوں کے جھگڑے کے ڈر سے آپ بہت سی قربانیاں کرجاتے ہیں تو قرآن شریف کے مطالبہ سے ڈرتے رہیئے کہ اس جیسا جھگڑالو آپ کو نہ ملے گا فریقین کے جھگڑے میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی طرف دار ہوتا ہے مگر اس کے جھگڑنے میں اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور ہر شخص اسی کو سچّا بتلائے گا، اور آپ کا کوئی طرفدار نہ ہوگا۔ حدیث ۳۹ اگر آپ کو ایسا رہبر درکار ہے اور اس پر آپ قربان ہیں جو محبوب کے گھر تک پہنچا دے تو تلاوت کیجئے اور اگر آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جیل خانہ نہ ہو جائے تو ہر حالت میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر چارہ نہیں۔ حدیث ۴۰ اگر آپ علوم انبیا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے گرویدہ و شیدائی ہیں تو قرآن شریف پڑھئے اور جتنا چاہے کمال پیدا کیجئے، اسی طرح اگر آپ بہترین اخلاق پر جان دینے کو تیار ہیں تو بھی تلاوت کی کثرت کیجئے۔ حدیث ۴۱ اگر آپ کا مچلا ہوا دل ہمیشہ شملہ اور منصوری کی چوٹیوں ہی پر تفریح میں بہلتا ہے اور سو جان سے آپ ایک پہاڑ کے سفر پر قربان ہیں تو قرآن پاک مشک کے پہاڑوں پر ایسے وقت میں تفریح کراتا ہے کہ تمام عالم میں نفسا نفسی کا زور رہو، حدیث ۴۲ اگر آپ زاہدوں کی اعلیٰ فہرست میں شمار چاہتے ہیں

اور رات دن نوافل سے آپ کو فرصت نہیں تو کلام پاک سیکھنا، سکھانا اس سے پیش پیش ہے، حدیث ۴۳، ۴۴ اگر دنیا کے ہر جھگڑے سے آپ نجات چاہتے ہیں ہر مخمصے سے آپ علیحدہ رہنے کے دلدادہ ہیں تو صرف قرآن پاک ہی میں اُن سے مخلصی ہے، حدیث ۴۵ اگر آپ کسی طبیب کے ساتھ وابستگی چاہتے ہیں تو سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے حدیث خاتمہ ۱ اگر آپ کی بے نہایت غرضیں پوری نہیں ہوتیں تو کیوں روزانہ سورۂ یٰسٓ کی تلاوت آپ نہیں کرتے، حدیث ۲ اگر آپ کو پیسہ کی محبت ایسی ہے کہ اِس کے بغیر آپ کسی کے بھی نہیں تو کیوں روزانہ سورۂ واقعہ کی تلاوت نہیں کرتے، حدیث ۳ اگر آپ کو عذاب قبر کا خوف دامنگیر ہے اور آپ اس کے متحمل نہیں تو اس کے لئے بھی کلام پاک میں نجات ہے حدیث ۴ اور اگر آپ کو کوئی دائمی مشغلہ درکار ہے کہ جس میں آپ کے مبارک اوقات ہمیشہ مصروف رہیں تو قرآن پاک سے بڑھ کر نہ ملے گا۔ حدیث ۵ مگر ایسا نہ ہو کہ یہ دولت حاصل ہونے کے بعد چھن جاوے کہ سلطنت ہاتھ آنے کے بعد پھر ہاتھ سے نکل جانا زیادہ حسرت و خسران کا سبب ہوتا ہے اور کوئی حرکت ایسی بھی نہ کر جائیے کہ نیکی برباد گناہ لازم ۶، ۷ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ۔

مجھ سا ناکارہ قرآن پاک کی خوبیوں پر کیا متنبہ ہو سکتا ہے، ناقص سمجھ کے موافق جو ظاہری طور پر سمجھ میں آیا ظاہر کر دیا مگر اہل فہم کے لئے غور کا راستہ ضرور کھل گیا اس لئے کہ اسباب محبت جن کو اہل فن نے کسی کے ساتھ محبت کا ذریعہ بتلایا ہے، پانچ چیزیں منحصر ہیں اوّل اپنا وجود کہ طبعًا آدمی اس کو محبوب رکھتا ہے۔ قرآن شریف میں حوادث سے امن ہے اس لئے وہ اپنی حیات وبقا کا سبب ہے، دوسرے طبعی مناسبت جس کے متعلق اس سے زیادہ وضاحت کیا کر سکتا ہوں کہ کلام صفت الٰہی ہے اور مالک اور مملوک آقا اور بندہ میں جو مناسبت ہے وہ واقفوں سے مخفی نہیں ؎

ہست رب الناس را با جان ناس اتصال بے تکیف و بے قیاس

سب سے ربطِ آشنائی ہے اسے دل میں ہر اک کے رسائی ہے اُسے

تیسرے جمال، چوتھے کمال، پانچویں احسان ان ہر سہ امور کے متعلق احادیث بالا میں اگر غور فرمائیں گے تو نہ صرف اس جمال و کمال پر جس کی طرف ایک ناقص الفہم نے اشارہ کیا ہے، اقتصار کریں گے بلکہ وہ خود بے تردد اس امر تک پہنچیں گے کہ عزت افتخار شوق و سکون، جمال و کمال، اکرام و احسان، لذت و راحت مال و متاع غرض کوئی بھی چیز ایسی نہ پاویں گے جو محبت کے ا اب میں ہو سکتی ہے اور نبی کریمؐ نے اس پر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوع میں اس سے افضل نہ ارشاد فرمایا ہو البتہ حجاب میں

مستور ہونا دنیا کے لوازمات میں سے ہے لیکن عقل مند شخص اس وجہ سے کہ لیچی کا چھلکا خاردار ہے اس کے گودہ سے اعراض نہیں کرتا، اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اس لئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ اس وقت برقعہ میں ہے، پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن سے ممکن کوشش کرےگا اور کامیاب نہ بھی ہو سکا تو اس پردہ کے اوپر ہی سے آنکھیں ٹھنڈی کرےگا اس کا یقین ہو جاوے کہ جس کی خاطر برسوں سے سرگرداں ہوں، وہ اسی چادر میں ہے ممکن نہیں کہ پھر اس چادر سے نگاہ ہٹ سکے، اسی طرح کلام پاک کے اُن فضائل ومناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو عاقل کا کام نہیں کہ اس سے بے توجہی اور لاپرواہی کرے بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس کرے اور کمالات میں غور۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جاویں تو تلاوت کلام اللہ سے کبھی بھی سیری نہ ہو۔ ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ بیس برس میں نے کلام پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیس برس سے مجھے اس کی ٹھنڈک پہنچ رہی ہے پس جو شخص بھی معاصی سے توبہ کے بعد غور کریگا کلام پاک کو "آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کا مصداق پائے گا۔ اے کاش کہ ان الفاظ کے معنیٰ مجھ پر بھی صادق آتے۔ میں ناظرین سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ کہنے والے کی طرف التفات نہ فرمائیں کہ میری ناکارگی آپ کو اہم مقصود سے نہ روکے بلکہ بات کی طرف توجہ فرمائیں اور جہاں سے یہ امور ماخوذ ہیں اس کی طرف التفات کیجئے کہ میں درمیان میں صرف نقل کا واسطہ ہوں، یہاں تک پہنچنے کے بعد اللہ کی ذات سے بعید نہیں کہ وہ کسی دل میں حفظ قرآن پاک کا ولولہ پیدا کر دے، پس اگر بچہ کو حفظ کرانا ہے تو اس کے لئے کسی عمل کی ضرورت نہیں کہ بچپن کی عمر خود حفظ کے لئے معین ومجرّب ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص بڑی عمر میں حفظ کا ارادہ کرے تو اس کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا ایک مجرب عمل لکھتا ہوں جس کو ترمذی حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت علیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جاویں قرآن پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے۔ جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ایسی ترکیب بتلاؤں کہ جو تجھے بھی نفع دے اور جسکو تو بتلاوے اس کیلئے بھی نافع ہو اور جو کچھ تو سیکھے وہ محفوظ رہے۔ حضرت علیؓ کے دریافت کرنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی شب آوے تو اگر یہ ہو سکتا ہو کہ رات کے اخیر تہائی حصہ میں اُٹھے تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے اور دعا اس وقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے۔ اسی وقت کے انتظار میں حضرت یعقوبؑ نے

اپنے بیٹوں سے کہا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا یعنی جمعہ کی رات کو، پس اگر اس وقت میں جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت اور یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر شروع ہی رات میں کھڑا ہو اور چار رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسٓ شریف پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ دخان اور تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الٓمٓ سجدہ[1] اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھے اور جب التحیات سے فارغ ہو جاوے تو اول حق تعالیٰ شانہٗ کی خوب حمد و ثنا کر اس کے بعد مجھ پر درود اور سلام بھیج، اس کے بعد تمام انبیا پر درود بھیج، اس کے بعد تمام مومنین کے لئے اور ان تمام مسلمان بھائیوں کے لئے جو تجھ سے پہلے مر چکے ہیں استغفار کر اور اس کے بعد یہ دعا پڑھ۔ ف: دعا آگے آ رہی ہے اس کے ذکر سے قبل مناسب ہے کہ حمد و ثنا وغیرہ جن کا حضورؐ نے حکم فرمایا ہے دوسری روایات سے جن کو شروح حصن اور مناجات مقبول وغیرہ میں نقل کیا ہے مختصر طور پر ایک ایک دعا نقل کر دی جاوے تاکہ جو لوگ اپنے طور سے نہیں پڑھ سکتے وہ اس کو پڑھیں اور جو حضرات خود پڑھ سکتے ہوں وہ اس پر قناعت نہ کریں بلکہ حمد و صلوٰۃ کو بہت اچھی طرح سے مبالغہ سے پڑھیں (دعا یہ ہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمٰتِهٖ اَللّٰهُمَّ لَآ اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْبَرَرَةِ الْكِرَامِ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اِنَّكَ سَمِيْعٌ مُّجِيْبُ الدَّعَوَاتِ ط

ترجمہ: ”تمام تعریف جہانوں کے پروردگار کے لئے ہے۔ ایسی تعریف جو اس کی مخلوقات کے اعداد کے برابر ہو، اس کی مرضی کے موافق ہو، اس کے عرش کے وزن کے برابر ہو، اس کے

---

[1] ترتیب قرآنی میں یہ سورت پہلی دونوں سورتوں سے مقدم ہے۔ مگر اول تو نوافل میں فقہاء نے اس قسم کی گنجائش فرمائی ہے دوسرے نوافل کا ہر شفعہ مستقل نماز کا حکم رکھتا ہے اور اس شفعہ کی دونوں سورتیں آپس میں مرتب ہیں، اس لئے کوئی کراہت نہیں۔ ہکذا فی الکوکب الدری وحاشیۃ ۱۲ منہ

کلمات کی سیاہیوں کے برابر ہو، اے اللہ میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود بیان کی، اے اللہ ہمارے سردار نبی اُمّی اور ہاشمی پر درود وسلام اور برکات نازل فرما اور تمام نبیوں اور رسولوں اور ملائکہ مقربین پر بھی، اے ہمارے رب ہماری اور ہم سے پہلے مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں مومنین کی طرف سے کینہ پیدا نہ کر اے ہمارے رب تو مہربان اور رحیم ہے، اے الٰہ العالمین میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین اور مسلمانوں کی مغفرت فرما، بے شک تو دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

اس کے بعد وہ دعا پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں حضرت علیؓ کو تعلیم فرمائی، اور وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ وَارْحَمْنِيْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْنِيْنِيْ وَارْزُقْنِيْ حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِيْ وَارْزُقْنِيْ اَنْ اَقْرَاَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِيْ يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِيْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِيْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِيْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِيْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِيْ فَاِنَّهٗ لَا يُعِيْنُنِيْ عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۝

ترجمہ: اے الٰہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بے کار چیزوں میں کلفت نہ اٹھاؤں، اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما۔ اے اللہ، اے زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے اے اللہ، اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنی کلام پاک مجھے سکھا دی اسی طرح اس کی یاد بھی میرے سینے سے چسپاں کر دے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جاوے، اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن، اے اللہ، اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کر دے اور میری زبان کو

[1] حضورؐ کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا یہ ہے۔ ۱۲

اس پر جاری کردے اور اسکی برکت سے میرے دل کی تنگی کو دور کردے اور میرے سینے کو کھول دے۔ اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھو دے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کر سکتا، اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہو سکتی مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے۔

پھر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے علی اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کر انشاء اللہ دعا ضرور قبول کی جائے گی قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے کبھی قبولیت دعا نہ چوکے گی، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ علیؓ کو پانچ یا سات ہی جمعہ گزرے ہوں گے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبریاد ہو جاتی ہیں کہ گویا قرآن شریف میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک بھی لفظ نہیں چھوٹتا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے نبی کی رحمت کے طفیل مجھے بھی قرآن و حدیث کے حفظ کی توفیق عطا فرما دیں اور تمہیں بھی۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

تکملہ

اوپر جو چہل حدیث لکھی گئی ہے وہ ایک خاص مضمون کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے اس میں اختصار کی رعایت نہیں ہو سکی، اس زمانے میں چونکہ ہمتیں نہایت ہی پست ہو گئی ہیں، دین کے لئے کسی معمولی سی مشقت کا بھی برداشت کرنا گراں ہے اس لیے اس جگہ ایک دوسری چہل حدیث نقل کرتا ہوں، جو نہایت ہی مختصر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی جگہ منقول ہے، اس کے ساتھ ہی بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ مہمات دینیہ کو ایسی جامع ہے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ کنز العمال میں قدمائے محدثین کی ایک جماعت کی طرف اس کا انتساب کیا ہے اور متاخرین میں سے مولانا قطب الدین صاحب مہاجر مکیؒ نے بھی اس کو ذکر فرمایا ہے کیا ہی اچھا ہو کہ دین کے ساتھ وابستگی رکھنے والے حضرات کم از کم اس کو ضرور حفظ کر لیں کہ کوڑیوں میں لعل ملتے ہیں، وہ حدیث یہ ہے:۔

عَنْ سَلْمَانَؓ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا

لِیْ اَلَّتِیْ قَالَ مَنْ حَفِظَهَا مِنْ اُمَّتِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَمَا هِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ
تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ [١] وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ [٢] وَالْمَلٰٓئِكَةِ [٣] وَالْكُتُبِ [٤] وَالنَّبِیّٖنَ [٥] وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ [٦] وَالْقَدْرِ
خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی [٧] وَاَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ [٨]
وَتُقِیْمَ الصَّلٰوةَ بِوُضُوْءٍ سَابِغٍ كَامِلٍ لِوَقْتِهَا [٩] وَتُؤْتِیَ الزَّكٰوةَ [١٠] وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ [١١]
وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنْ كَانَ لَكَ مَالٌ [١٢] وَتُصَلِّیَ اثْنَتَیْ عَشَرَةَ رَكْعَةً فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ [١٣]
وَالْوِتْرَ لَا تَتْرُكْهُ فِیْ كُلِّ لَیْلَةٍ [١٤] وَلَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَیْئًا [١٥] وَلَا تَعُقَّ وَالِدَیْكَ [١٦] وَلَا
تَاْكُلْ مَالَ الْیَتِیْمِ ظُلْمًا [١٧] وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ [١٨] وَلَا تَزْنِ [١٩] وَلَا تَحْلِفْ بِاللّٰهِ كَاذِبًا [٢٠]
وَلَا تَشْهَدْ شَهَادَةَ زُوْرٍ [٢١] وَلَا تَعْمَلْ بِالْهَوٰی [٢٢] وَلَا تَغْتَبْ اَخَاكَ الْمُسْلِمَ [٢٣] وَلَا تَقْذِفِ [٢٤]
الْمُحْصَنَةَ وَلَا تَغُلَّ [٢٥] اَخَاكَ الْمُسْلِمَ وَلَا تَلْعَبْ [٢٦] وَلَا تَلْهُ مَعَ اللَّاهِیْنَ [٢٧] وَلَا تَقُلْ [٢٨]
لِلْقَصِیْرِ یَا قَصِیْرُ تُرِیْدُ بِذٰلِكَ عَیْبَهٗ وَلَا تَسْخَرْ [٢٩] بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلَا تَمْشِ [٣٠]
بِالنَّمِیْمَةِ بَیْنَ الْاَخَوَیْنِ وَاشْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰی [٣١] عَلٰی نِعْمَتِهٖ وَتَصْبِرَ عَلَی الْبَلَآءِ
وَالْمُصِیْبَةِ [٣٢] وَلَا تَاْمَنْ [٣٣] مِنْ عِقَابِ اللّٰهِ وَلَا تَقْطَعْ [٣٤] اَقْرِبَآئَكَ وَصِلْهُمْ [٣٥] وَلَا تَلْعَنْ [٣٦]
اَحَدًا مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَاَكْثِرْ [٣٧] مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّكْبِیْرِ وَالتَّهْلِیْلِ وَلَا تَدَعْ [٣٨] حُضُوْرَ
الْجُمُعَةِ وَالْعِیْدَیْنِ وَاعْلَمْ [٣٩] اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ یَكُنْ لِیُخْطِئَكَ وَمَا اَخْطَاَكَ لَمْ یَكُنْ
لِیُصِیْبَكَ وَلَا تَدَعْ [٤٠] قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ ۔ (رواہ الحافظ ابوالقاسم بن
عبدالرحمٰن بن محمد بن اسحاق بن مندۃ والحافظ ابوالحسن علی بن ابی القاسم
بن بابویہ الرازی فی الاربعین وابن عساکر والرافعی عن سلمان ۔)

ترجمہ: سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ چالیس حدیثیں جن کے بارے میں یہ کہا ہے کہ جو ان کو یاد کرلے جنت میں داخل ہوگا وہ کیا ہیں حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: (۱) اللہ پر ایمان لاوے یعنی اس کی ذات وصفات پر (۲) اور آخرت کے دن پر (۳) اور فرشتوں کے وجود پر (۴) اور پہلی کتابوں پر (۵) اور تمام انبیاء پر (۶) اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر (۷) اور تقدیر پر کہ بھلا اور برا جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے (۸) اور گواہی دے تو اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں (۹) ہر نماز کے وقت کامل وضو کرکے نماز کو قائم کرے (کامل وضو وہ کہلاتی ہے جس میں آداب ومستحبات کی رعایت رکھی گئی ہو، اور ہر نماز کے وقت اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نئی وضو ہر نماز کے لئے کرے اگرچہ

پہلے سے وضو ہو کر یہ مستحب ہے اور نماز کے قائم کرنے سے اس کے تمام سنن اور مستحبات کا اہتمام کرنا مراد ہے۔ چناں چہ دوسری روایت میں وارد ہے اِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ (یعنی جماعت میں صفوں کا ہموار کرنا کہ کسی قسم کی کجی یا درمیان میں خلا نہ رہے) یہ بھی نماز قائم کرنے کے مفہوم میں داخل ہے (۱۰) زکوٰۃ ادا کرے (۱۱) اور رمضان کے روزے رکھے (۱۲) اگر مال ہو تو حج کرے یعنی اگر جانے کی قدرت رکھتا ہو تو حج بھی کرے چوں کہ اکثر مانع مال ہی ہوتا ہے اس لئے اسی کو ذکر فرما دیا ورنہ مقصود یہ ہے کہ حج کے شرائط پائے جاتے ہوں تو حج کرے (۱۳) بارہ رکعات سنت مؤکدہ روزانہ ادا کرے، اس کی تفصیل دوسری روایات میں اس طرح آئی ہے، کہ صبح سے پہلے دو رکعت، ظہر سے قبل چار، ظہر کے بعد دو رکعت، مغرب کے بعد دو رکعت، عشا کے بعد دو رکعت (۱۴) اور وتر کو کسی رات میں نہ چھوڑے، چوں کہ وہ واجب ہے، اور اس کا سنتوں سے زیادہ ہے۔ اس لئے اس کو تاکیدی لفظ سے ذکر فرمایا (۱۵) اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے (۱۶) اور والدین کی نافرمانی نہ کرے (۱۷) اور ظلم سے یتیم کا مال نہ کھاوے یعنی اگر کسی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہو جیسا کہ بعض صورتوں میں ہوتا ہے تو مضائقہ نہیں (۱۸) اور شراب نہ پئے (۱۹) زنا نہ کرے (۲۰) جھوٹی قسم نہ کھاوے (۲۱) جھوٹی گواہی نہ دے (۲۲) خواہشات نفسانیہ پر عمل نہ کرے (۲۳) مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرے (۲۴) عفیفہ عورت کو تہمت نہ لگائے (اسی طرح عفیف مرد کو) (۲۵) اپنے مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے (۲۶) لہو ولعب میں مشغول نہ ہو (۲۷) تماشائیوں میں شریک نہ ہو، (۲۸) کسی پستہ قد کو عیب کی نیت سے ٹھگنا مت کہو یعنی اگر کوئی عیب دار لفظ ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ اس کے کہنے سے نہ عیب سمجھا جاتا ہو نہ عیب کی نیت سے کہا جاتا ہو جیسا کسی کا نام بدھو پڑ جاوے تو مضائقہ نہیں لیکن طعن کی غرض سے کسی کو ایسا کہنا جائز نہیں (۲۹) کسی کا مذاق مت اڑا (۳۰) نہ مسلمانوں کے درمیان چغل خوری کر (۳۱) اور ہر حال میں اللہ جل شانہٗ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کر (۳۲) بلا اور مصیبت پر صبر کر (۳۳) اور اللہ کے عذاب سے بے خوف مت ہو (۳۴) اعزہ سے قطع تعلق مت کر (۳۵) بلکہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر (۳۶) اللہ کی کسی مخلوق کو لعنت مت کر (۳۷) سُبحان اللہ الحمد للہ لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر، ان الفاظ کا اکثر ورد رکھا کر (۳۸) جمعہ اور عیدین میں حاضری مت چھوڑ (۳۹)

اور اس بات کا یقین، کہ کہ جو کچھ تکلیف و راحت تجھے پہنچی وہ مقدر میں تھی جو ٹلنے والی نہ تھی اور جو کچھ نہیں پہنچا وہ کسی طرح بھی پہنچنے والا نہ تھا (۴۰) اور کلام اللہ شریف کی تلاوت کسی حال میں بھی مت چھوڑ۔

سلمانؓ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو شخص اس کو یاد کرے اس کو کیا اجر ملے گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتقدس اس کا انبیاء اور علماء کے ساتھ حشر فرمائیں گے۔

حق سبحانہٗ تعالے ہماری سیئات سے درگزر فرما کر اپنے نیک بندوں میں محض اپنے لطف سے شامل فرمالیں تو اس کی کریمی شان سے کچھ بھی بعید نہیں، پڑھنے والے حضرات سے بڑی ہی لجاجت کے ساتھ استدعا ہے کہ دعائے خیر سے اس سیہ کار کی بھی دستگیری فرمادیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

محمد زکریا عفی عنہ کاندھلوی مقیم مدرسہ مظاہر العلوم

سہارنپور، ۲۹ ر ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ پنجشنبہ

تاریخ کتابت عکسی یکم رجب المرجب ۱۳۸۲ھ

باردوم ۲۰ ر شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائلِ رمضان

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ

GABA

گابا سنز اردو منزل، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 021-32636565-32628266

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ چند احادیث کا ترجمہ ہے جو رمضان المبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین ذات نے مسلمانوں کے لئے ہر باب میں جس قدر فضائل اور ترغیبات ارشاد فرمائی ہیں ان کا اصل شکریہ اور قدر دانی تو یہ تھی کہ ہم ان پر مر مٹتے مگر ہماری کوتاہیاں اور دینی بے رغبتیاں اس قدر روز افزوں ہیں کہ اُن پر عمل تو درکنار ان کی طرف التفات اور توجہ بھی نہیں رہی۔ حتیٰ کہ اب لوگوں کو ان کا علم بھی بہت کم ہو گیا ہے۔

ان اوراق کا مقصد یہ ہے کہ اگر مساجد کے ائمہ تراویح کے حُفاظ اور وہ پڑھے لکھے حضرات جن کو دین کی کسی درجہ میں بھی رغبت ہے اوائل رمضان میں اس رسالہ کو مساجد اور مجامع میں سنا دیا کریں، تو اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ اپنے محبوب کے کلام کی برکت سے ہم لوگوں کو مبارک مہینے کی کچھ قدر اور اس کی برکات کی طرف کچھ توجہ ہو جایا کرے اور نیک اعمال کی زیادتی، اور بد اعمالیوں کی کمی کا ذریعہ بن جایا کرے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہٗ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت فرما دیں تو تیرے لئے سُرخ اونٹوں سے (جو عمدہ مال شمار ہوتا ہے) بہتر اور افضل ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے مگر جب ہی کہ اس انعام کی قدر بھی کی جائے۔ ورنہ ہم سے محروموں کے لئے ایک مہینہ تک رمضان رمضان چلّاتے جانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ سال بھر کے روزے رکھنے کا رے دارد مگر رمضان المبارک کے ثواب کے مقابلہ میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگ اس کی تمنا کرنے لگیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کے روزے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھنا دل کی کھوٹ اور وساوس کو دور کرتا ہے، آخر کوئی تو بات ہے کہ صحابۂ کرامؓ رمضان کے مہینے میں جہاد کے سفر میں باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار افطار کی اجازت فرما دینے

کے روزہ کا اہتمام فرماتے حتیٰ کہ حضورؐ کو حکماً منع فرمانا پڑا۔
مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ ایک غزوہ کے سفر میں ایک منزل پر اترے گرمی نہایت سخت تھی اور غربت کی وجہ سے اس قدر کپڑا بھی سب کے پاس نہ تھا کہ دھوپ کی گرمی سے بچاؤ کرلیں، بہت سے لوگ اپنے ہاتھ سے آفتاب کی شعاع سے بچتے تھے۔ اس حالت میں بھی بہت سے روزے دار تھے، جن سے کھڑے ہو سکنے کا تحمل نہ ہوا اور گر گئے۔ صحابہؓ کرامؓ کی ایک جماعت گویا ہمیشہ تمام سال روزے دار ہی رہتی تھی۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینکڑوں روایات میں مختلف انواع کے فضائل نقل کئے گئے جن کا احاطہ تو مجھ جیسے ناکارہ کے امکان سے خارج ہے ہی لیکن میرا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ان کو کچھ تفصیل سے لکھوں تو دیکھنے والے اُکتا جائیں گے کہ اس زمانہ میں دینی امور میں جس قدر بے التفاتی کی جارہی ہے وہ محتاج بیان نہیں علم و عمل دونوں میں جس قدر بے پرواہی دین کے بارے میں بڑھتی جارہی ہے وہ ہر شخص اپنی ہی حالت میں غور کرنے سے معلوم کرسکتا ہے اس لئے اکیس ۲۱ احادیث پر اکتفا کرتا ہوں، اور ان کو تین فصلوں پر منقسم کرتا ہوں۔
فصل اوّل رمضان المبارک کے فضائل میں جس میں دس احادیث مذکور ہیں۔
دوسری فصل شب قدر کے بیان میں جس میں سات حدیثیں ہیں۔
تیسری فصل میں اعتکاف کا ذکر ہے جس میں تین حدیثیں ہیں۔ اس کے بعد خاتمہ میں ایک طویل حدیث پر اس رسالہ کو ختم کردیا حق تعالیٰ شانہٗ اپنی کریم ذات اور اپنے محبوبؐ کے طفیل اس کو قبول فرماویں اور مجھ سیہ کار کو بھی اس کی برکات سے انتفاع کی توفیق عطا فرماویں۔ فَاِنَّهٗ بَرٌّ جَوَادٌ کَرِیْمٌ

فصلِ اوّل ـــ فضائلِ رمضان میں

۱۔ عَنْ سَلْمَانَؓ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ شَهْرٌ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ

حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا، کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو

بِخَصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ
وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى
سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ
الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ
وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْ رِزْقِ الْمُؤْمِنِ فِيْهِ مَنْ
فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ
وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ
اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ
قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا
يُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ
فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةِ مَآءٍ
اَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ
وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ
مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ
اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ وَاسْتَكْثِرُوْا
فِيْهِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَيْنِ تُرْضُوْنَ
بِهِمَا رَبَّكُمْ وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا
فَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ
فَشَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَهٗ
وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا
فَتَسْئَلُوْنَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذُوْنَ بِهٖ مِنَ
النَّارِ وَمَنْ اَسْقٰى صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ
حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ
الْجَنَّةَ۔

فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی
تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے جو شخص اس
مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے
ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور
جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا
ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے یہ
مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ
مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے اس
مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو شخص کسی
روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کیلئے گناہوں
کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا
اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب
ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں
کیا جائے گا صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں
سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ
دار کو افطار کرائے تو آپؐ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر
کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہٗ ایک
کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی
پلادے یا ایک گھونٹ لسی پلاوے اس پر بھی مرحمت فرما
دیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ
کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور
آخری حصہ آگ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینہ
میں ہلکا کردے اپنے غلام وخادم کے بوجھ کو
حق تعالیٰ شانہٗ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور
آگ سے آزادی فرماتے ہیں۔ اور چار چیزوں

(رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ وقال ان صح الخبر ورواہ البیہقی ورواہ ابو الشیخ بن حبان فی الثواب باختصار عنہما وفی اسانیدہم علی بن زید بن جدعان ورواہ ابن خزیمۃ ایضاً والبیہقی باختصار عنہ من حدیث ابی ہریرۃ وفی اسنادہ کثیر بن زید کذا فی الترغیب ص۲۰۳ قلت علی بن زید ضعفہ جماعۃ وقال الترمذی صدوق وصحح لہ حدیثا فی السلام وحسن لہ غیر ما حدیث

کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے۔ اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میری حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

وکذا کثیر ضعفہ النسائی وغیرہ وقال ابن معین ثقۃ وقال ابن عدی لم ار بحدیثہ باسا واخرج بحدیثہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ کذا فی رجال المنذری ص۲۹۔ لکن قال العینی الخبر منکر فتامل۔

ف۔ محدثین کو اس کے بعض رواۃ میں کلام ہے لیکن اول تو فضائل میں اس قدر کلام قابل تحمل ہے دوسرے اس کے اکثر مضامین کی دوسری روایات مؤید ہیں۔ اس حدیث سے چند امور معلوم ہوتے ہیں۔ اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کہ شعبان کی اخیر تاریخ میں خاص طور سے اس کا وعظ فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ فرمائی تاکہ رمضان المبارک کا ایک سکنڈ بھی غفلت سے نہ گزر جائے پھر اس وعظ میں تمام مہینہ کی فضیلت بیان فرمانے کے بعد چند اہم امور کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا سب سے اول شب قدر کہ وہ حقیقت میں بہت ہی اہم رات ہے ان اوراق میں اس کا بیان دوسری فصل میں مستقل آئے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ نے اس کے روزہ کو فرض کیا، اور اس کے قیام یعنی تراویح کو سنت کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کا ارشاد بھی خود حق سبحانہ و تقدس کی طرف سے ہے۔ پھر جن روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ میں نے سُنت کیا۔ اُن سے مراد تاکید ہے کہ حضورؐ اس کی تاکید بہت فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے سب ائمہ اُس کے سُنت ہونے پر متفق ہیں۔ بُرہان میں لکھا ہے کہ مسلمانوں میں سے روافض کے سوا کوئی شخص اس کا منکر نہیں۔

حضرت مولانا الشاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی ؒ نے ماثبت بالسنۃ میں بعض کتب فقہ سے نقل کیا ہے کہ کسی شہر کے لوگ اگر تراویح چھوڑ دیں تو اس کے چھوڑنے پر امام اُن سے مقاتلہ کرے، اس جگہ خصوصیت سے ایک بات کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ جلدی سے کسی مسجد میں آٹھ دس دن میں کلام مجید سُن لیں پھر چھٹی۔ یہ خیال رکھنے کی بات ہے کہ یہ دو سنتیں الگ الگ ہیں، تمام کلام اللہ شریف کا تراویح میں پڑھنا یا سننا یہ مستقل سنت ہے اور پورے رمضان شریف کی تراویح مستقل سنت ہے پس اس صورت میں ایک سنت پر عمل ہوا اور دوسری رہ گئی، البتہ جن لوگوں کو رمضان المبارک میں سفر وغیرہ یا اور کسی وجہ سے ایک جگہ روزانہ تراویح پڑھنی مشکل ہو، ان کیلئے مناسب ہے کہ اول قرآن شریف چند روز میں سن لیں تاکہ قرآن شریف ناقص نہ رہے، پھر جہاں وقت ملا اور موقعہ ہوا وہاں تراویح پڑھ لی کہ قرآن شریف بھی اس صورت میں ناقص نہیں ہوگا اور اپنے کام کا بھی حرج نہ ہوگا۔

حضور ؐ نے روزہ اور تراویح کا ذکر فرمانیکے بعد عام فرض اور نفل عبادات کے اہتمام کیطرف متوجہ فرمایا، کہ اسمیں ایک نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے فرائض کے برابر ہے اور اسکے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرائض کے برابر ہے اس جگہ، ہم لوگونکو اپنی اپنی عبادات کیطرف بھی ذرا غور کرنیکی ضرورت ہے کہ اس مبارک مہینہ میں فرائض کا ہم سے کسقدر اہتمام ہوتا ہے اور نوافل میں کتنا اضافہ ہوتا ہے فرائض میں تو ہمارے اہتمام کی یہ حالت ہے کہ سحر کھانیکے بعد جو سوتے ہیں تو اکثر صبح کی نماز قضا ہو گئی! اور کم از کم جماعت تو اکثروں کی فوت ہو ہی جاتی ہے گویا سحر کھانے کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ کے سب سے زیادہ مہتم بالشان فرض کو یا بالکل قضا کر دیا یا کم از کم ناقص کر دیا کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کو اہل اصول نے ادا ناقص فرمایا ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ایک جگہ ارشاد ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کی تو (گویا) نماز بغیر مسجد کے ہوتی ہی نہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے بدون جماعت نماز پڑھتا ہے اس کے ذمہ سے فرض تو ساقط ہو جاتا ہے مگر اس کو نماز کا ثواب نہیں ملتا! اسی طرح دوسری نماز مغرب کی بھی جماعت اکثروں کی افطار کی نذر ہو جاتی ہے اور رکعتِ اولیٰ یا تکبیر اولیٰ کا تو ذکر ہی کیا ہے! اور بہت سے لوگ تو عشاء کی نماز بھی تراویح کے احسان کے بدلے میں وقت سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو رمضان المبارک میں ہماری نماز کا حال ہے جو اہم ترین فرائض میں ہے کہ ایک فرض کے بدلے میں تین کو ضائع کیا، یہ تین تو اکثر ہیں ورنہ ظہر کی نماز قیلولہ کی نذر اور عصر کی جماعت افطاری کا سامان خریدنے کی نذر ہوتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا گیا ہے! اسی طرح اور فرائض پر آپ خود غور فرمالیں کہ کتنا اہتمام رمضان المبارک میں ان کا کیا جاتا ہے، اور جب فرائض کا یہ حال ہے تو نوافل کا کیا پوچھنا! اشراق اور چاشت تو رمضان المبارک

میں سونے کی نذر ہو ہی جاتے ہیں اور اوابین کا کیسے اہتمام ہو سکتا ہے جبکہ ابھی روزہ کھولا ہے اور آئندہ تراویح کا سہم ہے، اور تہجد کا وقت تو ہے ہی عین سحر کھانے کا وقت، پھر نوافل کی گنجائش کہاں، لیکن یہ سب باتیں بے توجہی اور نہ کرنے کی ہیں کہ ع تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں۔

کتنے اللہ کے بندے ہیں کہ جن کے لئے انہی اوقات میں سب چیزوں کی گنجائش نکل آتی ہے میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو متعدد رمضانوں میں دیکھا ہے کہ باوجود ضعف اور پیرانہ سالی کے مغرب کے بعد نوافل میں سوا پارہ پڑھنا یا سنانا اور اس کے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ ضروریات کے بعد ہندوستان کے قیام میں تقریباً دو سوا دو گھنٹے تراویح میں خرچ ہوتے تھے اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین گھنٹے میں عشاء اور تراویح سے فراغت ہوتی اس کے بعد آپ حسب اختلافِ موسم دو تین گھنٹے آرام فرمانے کے بعد تہجد میں تلاوت فرماتے اور صبح سے نصف گھنٹہ قبل سحر تناول فرماتے، اس کے بعد سے صبح کی نماز تک کبھی حفظ تلاوت فرماتے اور کبھی اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، اسفار یعنی چاندنی میں صبح کی نماز پڑھ کر اشراق تک مراقب رہتے اور اشراق کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ آرام فرماتے، اس کے بعد سے تقریباً بارہ بجے تک اور گرمیوں میں ایک بجے تک "بذل المجہود" تحریر فرماتے اور ڈاک وغیرہ ملاحظ فرما کر جواب لکھاتے اس کے ظہر کی نماز تک آرام فرماتے اور ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے۔ بذل المجہود ختم ہو جانے کے بعد صبح کا کچھ حصہ تلاوت میں اور کچھ کتب بینی میں۔ بذل المجہود اور وفاء الوفاء زیادہ تر اس وقت زیر نظر رہتی تھی، یہ اس پر تھا کہ رمضان المبارک میں معمولات میں کوئی خاص تغیر نہ تھا کہ نوافل کا یہ معمول دائمی تھا۔ اور نوافل مذکورہ کا تمام سال بھی اہتمام رہتا تھا، البتہ رکعات کے طول میں رمضان المبارک میں اضافہ ہو جاتا تھا، ورنہ جن اکابر کے یہاں رمضان المبارک کے خاص معمولات مستقل تھے ان کا اتباع تو ہر شخص سے نبھنا بھی مشکل ہے۔

حضرت اقدس مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے اور یکے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے کلام مجید سنتے رہتے تھے اور حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری قدس سرہٗ کے یہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن و رات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی بعض مخصوص خدام کو صرف اتنی اجازت ہوتی تھی کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چائے کے ایک دو فنجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضرِ خدمت

بذل المجہود پانچ جلدوں میں مکمل شرح ابوداؤد کی ہے عربی زبان میں ہے :۔

ہوجایا کریں، بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے اُن کو پڑھ لیا جائے یا کوئی تفریحی فقرہ اُن پر کہدیا جائے، بلکہ اس لئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق اُن کا اتباع کیا جائے اور حتی الوسع پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے کہ ہر لائن اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے، جو لوگ دنیوی مشاغل سے مجبور نہیں ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ گیارہ مہینے ضائع کر دینے کے بعد ایک مہینہ مرمٹنے کی کوشش کرلیں۔ ملازم پیشہ حضرات جو دس بجے سے چار بجے تک دفتر میں رہنے کے پابند ہیں اگر صبح سے دس بجے تک کم از کم رمضان المبارک کا مبارک مہینہ تلاوت میں خرچ کر دیں تو کیا دِقت ہے آخر دنیوی ضروریات کے لئے دفتر کے علاوہ اوقات میں سے وقت نکالا ہی جاتا ہے اور کھیتی کرنے والے تو نہ کسی کے نوکر، نہ اوقات کے تغیر میں ان کو ایسی پابندی کہ اس کو بدل نہ سکیں یا کھیت پر بیٹھے بیٹھے تلاوت نہ کر سکیں، اور تاجروں کیلئے تو اس میں کوئی دقت ہی نہیں کہ اس مبارک مہینہ میں دوکان کا وقت تھوڑا سا کم کر دیں یا کم از کم دوکان ہی پر تجارت کے ساتھ تلاوت بھی کرتے رہا کریں کہ اس مبارک مہینہ کو کلام الٰہی کے ساتھ بہت ہی خاص مناسبت ہے۔

اسی وجہ سے عموماً اللہ جل شانہٗ کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوئی ہیں چنانچہ قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر تمام کا تمام اسی ماہ میں نازل ہوا۔ اور وہاں سے حسب موقع تھوڑا تھوڑا تئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ اسکے علاوہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے اسی ماہ کی یکم یا ۳ تاریخ کو عطا ہوئے اور حضرت داوٗد علیہ السّلام کو زبور ۱۸ یا ۱۲ رمضان کو ملی، اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو توریت ۶ رمضان المبارک کو عطا ہوئی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو انجیل ۱۲ یا ۱۳ رمضان کو ملی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو کلام الٰہی کے ساتھ خاص مناسبت ہے اسی وجہ سے تلاوت کی کثرت اس مہینہ میں منقول ہے اور مشائخ کا معمول حضرت جبرئیلؑ ہر سال رمضان میں تمام قرآن شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے علماء نے ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے قرآن پاک کے دور کرنے کا جو عام طور سے رائج ہے استحباب نکالا ہے، بالجملہ تلاوت کا خاص اہتمام جتنا بھی ممکن ہو سکے کرے اور جو وقت تلاوت سے بچے اسکو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں کہ نبی کریمؐ نے اسی حدیث کے آخر میں چار چیزوں کیطرف خاص طور سے متوجہ فرمایا اور اس مہینہ میں انکی کثرت کا حکم فرمایا کلمہ طیبہ اور استغفار اور جنت کے حصول اور دوزخ سے بچنے کی دعا۔ اسلئے جتنا بھی وقت مل سکے ان چیزوں میں صرف کرنا سعادت سمجھے اور یہی نبی کریمؐ کے ارشاد مبارک کی قدر ہے۔ کیا دِقت ہے کہ اپنے دنیوی کاروبار میں مشغول رہتے ہوئے زبان سے درود شریف یا کلمۂ طیبہ کا بھی ورد رہے اور کل کو یہ کہنے کا منہ باقی رہے ؎

میں گو رہا رہینِ ستم ہائے روزگار لیکن تمہاری یاد سے غافل نہیں رہا

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کی کچھ خصوصیتیں اور آداب ارشاد فرمائے اول یہ کہ یہ صبر کا مہینہ ہے یعنی اگر روزہ وغیرہ میں کچھ تکلیف ہو تو اسے ذوق شوق سے برداشت کرنا چاہئے یہ نہیں کہ مار دھاڑ ہول پکار جیسا کہ اکثر لوگوں کی گرمی کے رمضان میں عادت ہوتی ہے اسی طرح اگر اتفاق سے سحر نہ کھائی گئی تو صبح سے ہی روزہ کا سوگ شروع ہو گیا اسی طرح رات کی تراویح میں اگر دقت ہو تو اس کو بڑی بشاشت سے برداشت کرنا چاہئے اس کو مصیبت اور آفت نہ سمجھیں کہ یہ بڑی سخت محرومی کی بات ہے ہم لوگ دنیوی معمولی اغراض کی بدولت کھانا پینا راحت و آرام سب چھوڑ دیتے ہیں تو کیا رضائے الٰہی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ یہ غم خواری کا مہینہ ہے یعنی غربا مساکین کے ساتھ مدارات کا برتاؤ کرنا اگر دس چیزیں اپنی افطاری کے لئے تیار کی ہیں تو دو چار غربا کے لئے بھی کم از کم ہونی چاہئے، ورنہ اصل تو یہ تھا کہ ان کے لئے اپنے سے افضل نہ ہوتا تو مساوات ہی ہوتی غرض جس قدر بھی ہمت ہو سکے اپنے افطار و سحر کے کھانے میں غربا کا حصہ بھی ضرور لگانا چاہئے صحابہ کرامؓ امت کیلئے عملی نمونہ اور دین کے ہر جزو کو اس قدر واضح طور پر عمل فرما کر دکھلا گئے کہ اب ہر نیک کام کیلئے ان کی شاہراہِ عمل کھلی ہوئی ہے ایثار و غمخواری کے باب میں ان حضرات کا اتباع بھی دل گردہ والے کا کام ہے سیکڑوں ہزاروں واقعات ہیں جن کو دیکھ کر بجز حیرت کے کچھ نہیں کہا جاتا۔

ایک واقعہ مثالاً لکھتا ہوں، ابوجہمؓ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کرنے چلا اور اس خیال سے پانی کا مشکیزہ بھی لے لیا کہ اگر اس میں کچھ رمق باقی ہوئی تو پانی پلا دونگا اور ہاتھ مُنہ دھو دوں گا وہ اتفاق سے پڑے ہوئے ملے میں نے ان سے پانی کو پوچھا انہوں نے اشارہ سے مانگا کہ اتنے میں برابر سے دوسرے زخمی نے آہ کی چچازاد بھائی نے پانی پینے سے پہلے اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا اس کے پاس گیا اور پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی پیاسے ہیں اور پانی مانگتے ہیں کہ اتنے میں ان کے پاس والے نے اشارہ کر دیا۔ انہوں نے بھی خود پانی پینے سے قبل اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا، اتنے میں وہاں تک پہونچا تو ان کی رُوح پرواز کر چکی تھی۔ واپس دوسرے صاحب کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے تو لوٹ کر چچازاد بھائی کے پاس آیا تو دیکھا کہ ان کا بھی وصال ہو گیا۔ یہ ہیں تمہارے اسلاف کے ایثار کہ خود پیاسے جان دیدی اور اجنبی بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَاَرْضَاھُمْ وَرَزَقَنَا اِتِّبَاعَھُمْ، اٰمِین

رُوح البیان میں سیوطیؒ کی جامع الصغیر اور سخاویؒ کی مقاصد سے بروایت حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میری اُمت میں ہر وقت پانسو برگزیدہ بندے اور چالیس اَبدال رہتے ہیں جب کوئی شخص اُن میں سے مرجاتا ہے فوراً دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے خصوصی اعمال کیا ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنے والوں سے درگزر کرتے ہیں اور بُرائی کا معاملہ کرنے والوں سے (بھی) احسان کا برتاؤ کرتے ہیں اور اللہ کے عطا فرمائے ہوئے رزق میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث سے نقل کیا ہے کہ جو شخص بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو شب باشی کی جگہ دے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے ہولوں سے اس کو پناہ دیتے ہیں یحییٰ برمکیؒ حضرت سفیان ثوریؒ پر ہر ماہ ایک ہزار درہم خرچ کرتے تھے تو حضرت سفیانؒ سجدے میں اُن کے لئے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ یحییٰ نے میری دنیا کی کفایت کی تو اپنے لطف سے اس کی آخرت کی کفایت فرما۔ جب یحییٰ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے خواب میں ان سے پوچھا کہ کیا گزری۔ انھوں نے کہا کہ سفیانؒ کی دُعا کی بدولت مغفرت ہوئی۔ اس کے بعد حضورؐ نے روزہ افطار کرانے کی فضیلت ارشاد فرمائی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے اس پر رمضان کی راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور شب قدر میں جبرئیل علیہ السّلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے حضرت جبرئیلؑ مصافحہ کرتے ہیں (اس کی علامت یہ ہے کہ) اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ حماد بنؒ سلمہ ایک مشہور محدث ہیں روزانہ پچاس۵۰ آدمیوں کے روزہ افطار کرانے کا اہتمام کرتے تھے۔[1]

افطار کی فضیلت ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ اس ماہ کا اوّل حصّہ رحمت ہے یعنی حق تعالیٰ شانہٗ کا انعام متوجہ ہوتا ہے اور یہ رحمتِ عامہ سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے اس کے بعد جو لوگ اس کا شکر ادا کرتے ہیں اُن کے لئے اس رحمت میں اضافہ ہوتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اور اس کے درمیانی حصّہ سے مغفرت شروع ہو جاتی ہے اس لئے کہ روزوں کا کچھ حصّہ گزر چکا ہے اس کا معاوضہ اور اکرام مغفرت کیساتھ شروع ہو جاتا ہے اور آخری حصّہ تو بالکل آگ سے خلاصی ہے ہی۔

اور بھی بہت سی روایات میں ختم رمضان پر آگ سے خلاصی کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں

---

[1] رُوح البیان

رمضان کے تین حصے کئے گئے جیسا کہ مضمون بالا سے معلوم ہوا بندۂ ناچیز کے خیال میں تین حصے رحمت اور مغفرت اور آگ سے خلاصی کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ آدمی تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ لوگ جن کے اوپر گناہوں کا بوجھ نہیں اُن کے لئے شروع ہی سے رحمت اور انعام کی بارش ہوجاتی ہے دوسرے وہ لوگ جو معمولی گنہ گار ہیں ان کے لئے کچھ حصہ روزہ رکھنے کے بعد اُن روزوں کی برکت اور بدلہ میں مغفرت اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے تیسرے وہ جو زیادہ گنہ گار ہیں ان کے لئے زیادہ حصہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی ہے اور جن لوگوں کے لئے ابتدا ہی سے رحمت تھی اور ان کے گناہ بخشے بخشائے تھے ان کا تو پوچھنا ہی کیا کہ ان کے لئے رحمتوں کے کس قدر انبار ہوں گے (وَاللّٰہُ اَعلَمُ وَعِلمُہٗ اَتَمّ)

اس کے بعد حضورؐ نے ایک اور چیز کی طرف رغبت دلائی ہے کہ آقا لوگ اپنے ملازموں پر اس مہینہ میں تخفیف رکھیں اس لئے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں۔ کام کی زیادتی سے ان کو روزہ میں دقت ہوگی۔ البتہ اگر کام زیادہ ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ رمضان کے لئے ہنگامی ملازم ایک آدھ بڑھالے مگر جب ہی کہ ملازم روزہ دار بھی ہو ورنہ اس کے لئے رمضان بے رمضان برابر۔ اور اس ظلم و بے غیرتی کا تو ذکر ہی کیا کہ خود روزہ خور ہو کر بے حیا منہ سے روزہ دار ملازموں سے کام لے اور نماز روزہ کی وجہ سے اگر تعمیل میں کچھ تساہل ہو تو برسنے لگے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ (ترجمہ) اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کیسی (مصیبت) کی جگہ لوٹ کر جائیں گے (مراد جہنم ہے) اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا! اول کلمہ شہادت احادیث میں اس کو افضل الذکر ارشاد فرمایا ہے مشکوٰۃ میں بروایت ابو سعید خدریؓ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ تو مجھے کوئی ایسی دعا بتلادے کہ اس کے ساتھ میں تجھے یاد کیا کروں اور دعا کیا کروں وہاں سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ارشاد ہوا۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں میں تو کوئی دعا یا ذکر مخصوص چاہتا ہوں۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ اگر ساتوں آسمان اور ان کے آباد کرنے والے میرے سوا یعنی ملائکہ اور ساتوں زمین ایک پلڑہ میں رکھدیئے جاویں اور دوسرے میں کلمہ طیبہ رکھدیا جاوے تو وہی جھک جائے گا۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اس کلمہ کو پڑھے آسمان کے دروازے اس کے لئے فوراً کھل جاتے ہیں اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی بشرطیکہ کہنے والا

کبائر سے بچے عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ ضرورتِ عامہ کی چیز کو کثرت سے مرحمت فرماتے فرماتے ہیں دنیا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام ہوتی ہے مثلاً پانی ہے کہ عام ضرورت کی چیز ہے حق تعالیٰ شانہٗ کی بے پایاں رحمت نے اس کو کس قدر عام کر رکھا ہے اور کیمیا جیسی لغو اور بیکار چیز کو عنقا کر دیا، اسی طرح کلمۂ طیبہ افضل[1] الذکر ہے متعدد احادیث سے اس کی تمام اذکار پر افضلیت معلوم ہوتی ہے اس کو سب سے عام کر رکھا ہے کہ کوئی محروم نہ رہے۔ پھر بھی اگر کوئی محروم رہے تو اس کی بدبختی ہے بالجملہ بہت سی احادیث اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں جن کو اختصاراً ترک کیا جاتا ہے۔ دوسری چیز جس کی کثرت کرنے کو حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا وہ استغفار ہے! احادیث میں استغفار کی بھی بہت ہی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص استغفار کی کثرت رکھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ہر تنگی میں اس کے لئے راستہ نکال دیتے ہیں اور ہر غم سے نجات نصیب فرماتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی گنہ گار تو ہوتا ہی ہے، بہترین گنہ گار وہ ہے جو توبہ کرتا رہے ایک حدیث قریب آنے والی ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک کالا نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کرتا ہے تو وہ دُھل جاتا ہے ورنہ باقی رہتا ہے اس کے بعد حضورؐ نے دو چیز کے مانگنے کا امر فرمایا ہے جنکے بغیر چارہ ہی نہیں جنت کا حصول اور دوزخ سے امن۔ اللہ اپنے فضل سے مجھے بھی مرحمت فرمائے اور تمہیں بھی۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِیَتْ اُمَّتِیْ خَمْسَ خِصَالٍ فِیْ رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهُنَّ اُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِیْتَانُ حَتّٰی یُفْطِرُوْا وَیُزَیِّنُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ یَوْمٍ جَنَّتَهٗ ثُمَّ یَقُوْلُ یُوْشِكُ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ اَنْ یُّلْقُوْا عَنْهُمُ الْمُؤْنَةَ وَیَصِیْرُوْا اِلَیْكَ وَتُصَفَّدُ فِیْهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَا یَخْلُصُوْا فِیْهِ اِلٰی مَا كَانُوْا

ابوہریرہؓ نے حضور اکرمؐ سے نقل کیا کہ میری اُمت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں (۱) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (۲) یہ کہ ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں (۳) جنت ہر روز ان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے

[1] مصنف کا ایک رسالہ فضائل ذکر کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

يَخْلُصُوْنَ اِلَيْهِ فِيْ غَيْرِهٖ وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرَهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ، رواه احمد والبزار والبيهقى و رواه ابوالشيخ ابن حبان فى كتاب الثواب الا ان عنده وتستغفر لهم الملٰئكة بدل الحيتان، كذا فى الترغيب،

نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں (۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں اُن بُرائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دیدی جاتی ہے''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں پانچ خصوصیتیں ارشاد فرمائی ہیں جو اس اُمت کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مخصوص انعام ہوئی اور پہلی امت کے روزہ داروں کو مرحمت نہیں ہوئی، کاش ہمیں اس نعمت کی قدر ہوتی اور ان خصوصی عطایا کے حصول کی کوشش کرتے۔

اوّل یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو جو بھوک کی حالت میں ہو جاتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے شرّاح حدیث کے اس لفظ کے مطلب میں آٹھ قول ہیں جن کو موطا[1] کی شرح میں بندہ مفصل نقل کر چکا ہے، مگر بندہ کے نزدیک ان میں سے تین قول راجح ہیں۔ اول یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ آخرت میں اس بدبو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائیں گے جو مشک سے زیادہ عمدہ اور دماغ پرور ہو گی یہ مطلب تو ظاہر ہے اور اس میں کچھ بُعد بھی نہیں نیز دُرِّ منثور کی ایک روایت میں اس کی تصریح بھی ہے اس لئے یہ بمنزلہ متعین کے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت میں جب قبروں سے اٹھیں گے تو یہ علامت ہو گی کہ روزہ دار کے منہ سے ایک خوشبو جو مشک سے بھی بہتر ہو گی وہ آئے گی تیسرا مطلب جو بندہ کی ناقص رائے میں ان دونوں سے اچھا ہے وہ یہ کہ دنیا ہی میں اللہ کے نزدیک اس بُو کی قدر مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ امر ارباب المحبت سے ہے جس کو کسی سے محبت و تعلق ہوتا ہے اس کی بدبو بھی فریفتہ کیلئے ہزار خوشبوؤں سے بہتر ہوا کرتی ہے ؎

اے حافظِ مسکین چہ کنی مشک ختن را ۔۔۔ از گیسوئے احمد بستاں عطرِ عدن را

---

[1] موطا امام مالک کی عربی زبان میں بہت بہترین شرح موصوف نے کی ہے جو اوجز المالک کے نام سے مشہور ہے چھ جلدوں میں ہے۔

مقصود روزہ دار کا کمال تقرب ہے، کہ بمنزلہ محبوب کے بن جاتا ہے روزہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی محبوب ترین عبادتوں میں سے ہے اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ ہر نیک عمل کا بدلہ ملائکہ دیتے ہیں، مگر روزہ کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں اس لئے کہ وہ خالص میرے لئے ہے بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ: اُجْزیٰ بہٖ ہے یعنی یہ کہ اس کے بدلہ میں میں خود اپنے کو دیتا ہوں۔ اور محبوب کے ملنے سے زیادہ اونچا بدلہ اور کیا ہو سکتا ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ساری عبادتوں کا دروازہ روزہ ہے یعنی روزہ کی وجہ سے قلب منوّر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہر عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے مگر جب ہی کہ روزہ بھی روزہ ہو صرف بھوکا رہنا مراد نہیں بلکہ آداب کی رعایت رکھ کر جن کا بیان حدیث نمبر۹ کے ذیل میں مفصل آئے گا۔

اس جگہ ایک ضروری مسئلہ قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ اس منہ کی بدبو والی حدیثوں کی بناء پر بعض ائمہ روزہ دار کو شام کے وقت مسواک کرنے کو منع فرماتے ہیں حنفیہ کے نزدیک مسواک ہر وقت مستحب ہے اس لئے کہ مسواک سے دانتوں کی بو زائل ہوتی ہے اور حدیث میں جس بو کا ذکر ہے وہ معدہ کے خالی ہونے کی ہے نہ کہ دانتوں کی حنفیہ کے دلائل اپنے موقع پر کتب فقہ و حدیث میں موجود ہیں۔

دوسری خصوصیت مچھلیوں کے استغفار کرنے کی ہے اس سے مقصود کثرت سے دعا کرنیوالوں کا بیان ہے متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے بعض روایات میں ہے کہ ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے ہیں میرے٭ چچا جان کا ارشاد ہے کہ مچھلیوں کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے حق تعالیٰ شانہٗ اُن کیلئے (دنیا ہی میں) محبوبیت فرما دیں گے اور حدیث پاک میں ارشاد ہے جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل عؑ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص پسند ہے تم بھی اس سے محبّت کرو، وہ خود محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا پسندیدہ ہے تم سب اس سے محبّت کرو، پس اس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین پر قبولیت رکھ دی جاتی ہے اور عام قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص کی محبّت اس کے پاس رہنے والوں کو ہوتی ہے لیکن اس کی محبت اتنی عام ہوتی ہے کہ آس پاس رہنے والوں ہی کو نہیں بلکہ دریا کے رہنے والے جانوروں کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے کہ وہ بھی دعا کرتے ہیں اور گویا بر سے متجاوز ہو کر بحر تک پہنچنا محبوبیت کی انتہا ہے نیز جنگل کے جانوروں کا دعا کرنا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔

تیسری خصوصیت جنّت کا مزین ہونا ہے یہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے بعض روایات

٭ یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ بانی تحریک تبلیغ بستی حضرت نظام الدینؒ۔

میں آیا ہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان کیلئے جنت کو آراستہ کرنا شروع ہو جاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے آنے کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اتنا ہی پہلے سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ شادی کا اہتمام مہینوں پہلے سے کیا جاتا ہے۔

چوتھی خصوصیت سرکش شیاطین کا قید ہو جانا ہے کہ جس کی وجہ سے معاصی کا زور کم ہو جاتا ہے رمضان المبارک میں رحمت کے جوش اور عبادت کی کثرت کا مقتضیٰ یہ تھا کہ شیاطین بہکانے میں بہت ہی ان تھک کوشش کرتے اور پاؤں چوٹی کا زور ختم کر دیتے اور اس وجہ سے معاصی کی کثرت اس مہینہ میں اتنی ہو جاتی کہ حد سے زیادہ، لیکن باوجود اس کے یہ مشاہدہ ہے اور محقق کہ مجموعی طور سے گناہوں میں بہت کمی ہو جاتی ہے کتنے شرابی کبابی ایسے ہیں کہ رمضان میں خصوصیت سے نہیں پیتے، اور اسی طرح اور بھی گناہوں میں کھلی کمی ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود گناہ ہوتے ضرور ہیں مگر ان کے سرزد ہونے سے اس حدیث پاک میں تو کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ اس کا مضمون ہی یہ ہے کہ سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اس بنا پر اگر وہ گناہ غیر سرکشوں کا اثر ہو تو کچھ خلجان نہیں، البتہ دوسری روایات میں سرکش کی قید بغیر مطلقاً شیاطین کے مقیّد ہونے کا ارشاد بھی موجود ہے پس اگر ان روایات سے بھی سرکش شیاطین کا ہی قید ہونا مُراد ہے کہ بسا اوقات لفظ مطلق بولا جاتا ہے مگر دوسری جگہ سے اس کی قیودات معلوم ہو جاتی ہیں تب بھی کوئی اشکال نہیں رہا، البتہ اگر ان روایات سے سب شیاطین کا محبوس ہونا مراد ہو تب بھی ان معاصی کے صادر ہونے سے کچھ خلجان نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ اگرچہ معاصی عموماً شیاطین کے اثر سے ہوتے ہیں مگر سال بھر تک ان کے تلبّس اور اختلاط اور زہریلے اثر کے جماؤ کی وجہ سے نفس ان کے ساتھ اس درجہ مانوس اور متاثر ہو جاتا ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہی خیالات اپنی طبیعت بن جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں، رمضان میں بھی انہی سے زیادہ تر صدور ہوتا ہے اور آدمی کا نفس چونکہ ساتھ رہتا ہے اسی لئے اس کا اثر ہے دوسری بات ایک اور بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک کالا نقط لگ جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ دھل جاتا ہے ورنہ لگا رہتا ہے۔ اور اگر دوسری مرتبہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقط لگ جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے، پھر خیر کی بات اس کے قلب تک نہیں پہنچتی اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ سے ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے قلوب زنگ آلود ہو گئے، ایسی صورت میں وہ قلوب ان گناہوں کی طرف خود متوجہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک نوع

کے گناہ کو بے تکلف کر لیتے ہیں لیکن اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے مثلاً جو لوگ شراب پیتے ہیں ان کو اگر سور کھانے کو کہا جائے تو ان کی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے۔ حالانکہ معصیت میں دونوں برابر ہیں تو اسی طرح جب کہ غیر رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو دل اُن کے ساتھ رنگے جاتے ہیں جس کی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی ان کے سرزد ہونے کے لئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی۔ بالجملہ اگر حدیث پاک سے سب شیاطین کا مقید ہو جانا مراد ہے، تب بھی رمضان المبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں، اور اگر متمرد اور خبیث شیاطین کا مقید ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں! ور بندہ ناچیز کے نزدیک یہی توجیہ اولیٰ ہے اور ہر شخص اس کو غور کر سکتا ہے اور تجربہ کر سکتا ہے کہ رمضان المبارک میں نیکی کرنے کے لئے یا کسی معصیت سے بچنے کے لئے اتنے زور نہیں لگانے پڑتے جتنے کہ غیر رمضان میں پڑتے ہیں تھوڑی سی ہمت اور توجہ کافی ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے ہیں یعنی فساق کے حق میں صرف متکبر شیاطین قید ہوتے ہیں اور صلحاء کے حق میں مطلقاً ہر قسم کے شیاطین محبوس ہو جاتے ہیں۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ یہ مضمون پہلی روایت میں بھی گزر چکا ہے چونکہ رمضان المبارک کی راتوں میں شب قدر سب سے افضل رات ہے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ نے خیال فرمایا کہ اتنی بڑی فضیلت اسی رات کے لیے ہو سکتی ہے مگر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے فضائل مستقل علیحدہ چیز ہے، یہ انعام تو ختم رمضان کا ہے۔

(۳) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهٗ قَالَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بَعُدَ مَنْ

کعبؓ بن عجرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب آپؐ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اُترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپؐ سے

ہ بضم العین ای عن الخیر وبکسرہا ای ہلک قالہ السخاوی ۱۲ منہ

اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ قُلْتُ آمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ آمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرُ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ آمِيْنَ رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد كذا في الترغيب وقال السخاوي رواه ابن حبان في ثقاته و صحيحه والطبراني في الكبير والبخاري في برالوالدين له والبيهقي في الشعب و غيرهم ورجاله ثقات وبسط طرقه وروى الترمذي عن ابي هريرة بمعناه وقال ابن حجر طرقه كثيرة كمافي المرقاۃ

(منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیلؑ میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جیو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا آمین، پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جیو وہ شخص جس کے سامنے آپؐ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین، جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین۔

ف : اس حدیث میں حضرت جبرئیلؑ نے تین بد دعائیں دی ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں پر آمین فرمائی! اول تو حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بد دعا ہی کیا کم تھی اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین نے تو جتنی سخت بد دعا بنادی وہ ظاہر ہے اللہ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما دیں اور ان برائیوں سے محفوظ رکھیں، ورنہ ہلاکت میں کیا تردد ہے دُرِ منثور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت جبرئیلؑ نے حضورؐ سے کہا کہ آمین کہو، تو حضورؐ نے فرمایا آمین جس سے اور بھی زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

اوّل وہ شخص کہ جس پر رمضان المبارک گزر جائے اور اس کی بخشش نہ ہو یعنی رمضان المبارک جیسا خیر و برکت کا زمانہ بھی غفلت اور معاصی میں گزر جائے کہ رمضان المبارک میں مغفرت اور اللہ جلّ شانہٗ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے پس جس شخص پر رمضان المبارک کا مہینہ بھی اسی طرح گزر جائے کہ اس کی بداعمالیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے وہ مغفرت سے محروم رہے تو اس کی مغفرت کے لئے اور کونسا وقت ہوگا، اور اس کی ہلاکت میں کیا تامل ہے اور مغفرت کی صورت یہ ہے کہ رمضان المبارک کے جو کام ہیں یعنی روزہ و تراویح۔ ان کو نہایت اہتمام سے ادا کرنے کے بعد ہر وقت کثرت کے ساتھ اپنے

گناہوں سے توبہ و استغفار کرے۔

دوسرا شخص جس کے لئے بددعا کی گئی وہ ہے جس کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ پڑھے۔ اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے اسی وجہ سے بعض علماؒ کے نزدیک جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو تو سننے والوں پر درود شریف کا پڑھنا واجب ہے۔ حدیث بالا کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جس کے سامنے حضورؐ کا تذکرہ ہو اور وہ درود نہ بھیجے، بعض احادیث میں اس کو شقی اور بخیل تر لوگوں میں شمار کیا گیا ہے، نیز جفا کار اور جنت کا راستہ بھولنے والا حتیٰ کہ جہنم میں داخل ہونے والا اور بددین تک فرمایا ہے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور نہ دیکھے گا۔ محققین علماؒ نے ایسی روایات کی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ درود شریف نہ پڑھنے والے کے لئے آپ کے ظاہر ارشادات اس قدر سخت ہیں کہ ان کا تحمل دشوار ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپؐ کے احسانات امت پر اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ تحریر و تقریر ان کا احصار کر سکے اس کے علاوہ آپ کے حقوق امت پر اس قدر زیادہ ہیں کہ انکو دیکھتے ہوئے درود شریف نہ پڑھنے والوں کے حق میں ہر وعید اور تنبیہ بجا اور موزوں معلوم ہوتی ہے، خود درود شریف کے فضائل اس قدر ہیں کہ ان سے محرومی مستقل بدنصیبی ہے اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجے حق تعالیٰ جل شانہٗ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں نیز ملائکہ کا اس کے لئے دعا کرنا، گناہوں کا معاف ہونا، درجات کا بلند ہونا، احد پہاڑ کے برابر ثواب کا ملنا، شفاعت کا اس کے لئے واجب ہونا وغیرہ وغیرہ امور مزید برآں نیز اللہ جل شانہٗ کی رضا، اس کی رحمت، اس کے غصہ سے امان، قیامت کے ہول سے نجات مرنے سے قبل جنت میں اپنے ٹھکانے کا دیکھ لینا وغیرہ بہت سے وعدے درود شریف کی خاص خاص مقداروں پر مقرر فرمائے گئے ہیں۔ ان سب کے علاوہ درود شریف سے تنگیٔ معیشت اور فقر دور ہوتا ہے اللہ اور اس کے رسول کے دربار میں تقرب نصیب ہوتا ہے، دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے، اور قلب کی نفاق اور زنگ سے صفائی ہوتی ہے، لوگوں کو اس سے محبت ہوتی ہے، اور بہت سی بشارتیں ہیں جو درود شریف کی کثرت پر احادیث میں وارد ہوئی ہیں، فقہائے اس کی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے اور اس پر علما مذہب کا اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے یا نہیں، بعض علماؒ کے نزدیک ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اور دوسرے بعض کے نزدیک مستحب۔

تیسرے وہ شخص کہ جس کے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ انکی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جسکی وجہ سے جنت کا مستحق ہو جائے، والدین کے حقوق کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے علماء نے ان کے حقوق میں لکھا ہے کہ مباح امور میں ان کی اطاعت ضروری ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی بے ادبی نہ کرے تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ مشرک ہوں اپنی آواز کو انکی آواز سے اونچی نہ کرے، ان کا نام لیکر نہ پکارے، کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کرے، اگر قبول نہ کریں تو سلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دعا کرتا رہے، غرض ہر بات میں ان کا بہت احترام ملحوظ رکھے، ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے، تیرا جی چاہے اس کی حفاظت کر یا اس کو ضائع کر دے، ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ والدین کا کیا حق ہے آپؐ نے فرمایا کہ وہ تیری جنت ہیں یا جہنم یعنی ان کی رضا جنت ہے اور ناراضگی جہنم ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مطیع بیٹے کی محبت اور شفقت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس قدر دل چاہے اللہ معاف فرما دیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کا مرنے سے قبل دنیا میں بھی وبال پہنچاتے ہیں ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانے کا ارادہ کرتا ہوں حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تیری ماں بھی زندہ ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان کی خدمت کر کہ ان کے قدموں کے نیچے تیرے لئے جنت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے اور بھی بہت سی روایات میں اس کا اہتمام اور فضل وارد ہوا ہے۔ جو لوگ کسی غفلت سے اس میں کوتاہی کر چکے ہیں اور اب ان کے والدین موجود نہیں شریعت مطہرہ میں اس کی تلافی بھی موجود ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس کے والدین اس حالت میں مر گئے ہوں کہ وہ ان کی نافرمانی کرتا ہو تو اُن کے لئے کثرت سے دُعا اور استغفار کرنے سے مطیع شمار ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہترین بھلائی باپ کے بعد اس کے ملنے والوں سے حُسن سلوک ہے۔

(۴) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا وَحَضَرَ رَمَضَانُ اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَكَةٍ يَغْشَاكُمُ اللّٰهُ فِيْهِ فَيُنْزِلُ الرَّحْمَةَ وَيَحُطُّ الْخَطَايَا وَيَسْتَجِيْبُ فِيْهِ الدُّعَاءَ يَنْظُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى تَنَافُسِكُمْ فِيْهِ وَيُبَاهِيْ بِكُمْ مَلٰئِكَتَهٗ فَاَرُوا اللّٰهَ

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں، دعا کو قبول کرتے ہیں تمہارے تنافس کو دیکھتے

مِنْ اَنْفُسِکُمْ خَیْرًا فَاِنَّ الشَّقِیَّ مَنْ حُرِمَ فِیْهِ رَحْمَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (رواه الطبرانی ورواته ثقات الا ان محمد ابن قیس لایحضرنی فیه جرح ولاتعدیل کذا فی الترغیب)

ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ، بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔

ف: تنافس اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جاوے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے تفاخر اور تقابل والے آویں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں، فخر کی بات نہیں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں اپنی نااہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کرسکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثروں کو اس کا اہتمام رہتا ہے کہ دوسری سے تلاوت میں بڑھ جاوے خانگی کاروبار کے ساتھ پندرہ بیس پارے روزانہ بے تکلف پورے کرلیتی ہیں حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور زیادتی کی توفیق عطا فرماویں۔

(۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عُتَقَاءَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ یَعْنِیْ فِیْ رَمَضَانَ وَاِنَّ لِکُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ دَعْوَةً مُّسْتَجَابَةً (رواه البزار کذا فی الترغیب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لئے ہر شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

ف: بہت سی روایات میں روزے دار کی دعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں کہ دعا مانگنے کی تو کہاں فرصت خود افطار کی دعا بھی یاد نہیں رہتی افطار کی مشہور دعا یہ ہے اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْكَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ ترجمہ:۔ اے اللہ تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسہ ہے تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔

حدیث کی کتابوں میں یہ دعا مختصر ملتی ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ افطار کے وقت یہ دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ۔ ترجمہ: اے اللہ تیری اُس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے بعض کتب میں خود حضورؐ سے یہ دعا منقول ہے یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اغْفِرْ لِیْ۔ ترجمہ: اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما اور بھی متعدد دعائیں روایات میں وارد ہوئی ہیں مگر کسی دعا کی تخصیص نہیں اجابتِ دعا کا وقت ہے اپنی اپنی ضرورت کے لئے دعا فرماویں، یاد آجائے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور

سائل کا حق ہوتا ہے ؎

چشمۂ فیض سے گر ایک اشارا ہو جائے لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

(۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ (رواه احمد فی حدیث والترمذی وحسنه وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحهما کذا فی الترغیب)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی ایک روزہ دار کی افطار کے وقت دوسرے عادل بادشاہ کی دعا، تیسرے مظلوم کی جس کو حق تعالیٰ شانہٗ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کیلئے کھولدئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کرونگا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔

ف: دُرِّ منثور میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے جب رمضان آتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔ دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان میں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرما دیتے ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دعا پر آمین کہا کرو۔ بہت سی روایات سے رمضان کی دعا کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ بے تردد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے اور سچے رسول کا نقل کیا ہوا ہے تو اس کے پورا ہونے میں کچھ تردد نہیں لیکن اس کے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کے لئے دعا کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ دعا قبول نہیں ہوئی بلکہ دعا کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے یا خود وہی چیز ملتی ہے جس کی دعا کی یا اس کے بدلے میں کوئی برائی مصیبت اس سے ہٹا دی جاتی ہے یا آخرت میں اسی قدر ثواب اس کے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بندہ کو بلا کر ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا تو نے مجھ سے دعا مانگی تھی۔ وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی۔ اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی دعا ایسی نہیں کی

جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو، تو نے فلاں دعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹا دی جائے میں نے اس کو دنیا میں پورا کر دیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کیلئے دعا کی تھی مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر و ثواب تیرے لئے متعین کیا۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو ہر ہر دعا یاد کرائی جاوے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جاویگا اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی تمنا کریگا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اس کا اس قدر اجر ملتا۔ غرض دعا نہایت ہی اہم چیز ہے اس کی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے۔ اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بد دل نہ ہونا چاہیئے۔

اس رسالہ کے ختم پر جو لمبی حدیث آرہی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی حق تعالیٰ شانہٗ بندہ ہی کے مصالح پر نظر فرماتے ہیں اگر اس کے لئے اس چیز کا عطا فرمانا مصلحت ہوتا ہے تو مرحمت فرماتے ہیں ورنہ نہیں۔ یہ بھی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم لوگ بسا اوقات اپنی نافہمی سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو ہمارے مناسب نہیں ہوتی اس کے ساتھ دوسری ضروری اور اہم بات قابل لحاظ یہ ہے کہ بہت سے مرد اور عورتیں تو خاص طور سے اس مرض میں مبتلا ہیں کہ بسا اوقات غصّے اور رنج میں اولاد وغیرہ کو بد دعا دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ جل شانہٗ کے عالی دربار میں بعض اوقات ایسے خاص قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو مل جاتا ہے۔ یہ احمق غصّہ میں اوّل تو اولاد کو کوستی ہیں اور جب وہ مرجاتی ہے یا کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں اور اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ یہ مصیبت خود ہی اپنی بد دعا سے مانگی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی جانوں اور اولاد کو نیز مال اور خادموں کو بد دعا نہ دیا کرو، مبادا اللہ کے کسی ایسے خاص وقت میں واقع ہو جائے جو قبولیت کا ہے بالخصوص رمضان المبارک کا تمام مہینہ تو بہت ہی خاص وقت ہے اس میں اہتمام سے بچنے کی کوشش اشد ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں اللہ کو یاد کرنے والا شخص بخشا بخشایا ہے اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں رہتا۔

حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت سے ترغیب میں نقل کیا ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور آگے بڑھ، اور اے برائی کے طلب گار بس کر اور آنکھیں کھول۔ اس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے کوئی توبہ کرنیوالا ہے کہ اس کی توبہ قبول کیجائے، کوئی دعا کرنیوالا ہے کہ اسکی دعا قبول کی جائے، کوئی

مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے! اس سب کے بعد یہ امر بھی نہایت ضروری اور قابل لحاظ ہے کہ دعا کے قبول ہونے کیلئے کچھ شرائط بھی وارد ہوئی ہیں کہ ان کے فوت ہونے سے بسا اوقات دعا رد کر دی جاتی ہے منجملہ ان کے حرام غذا ہے کہ اس کی وجہ سے بھی دعا رد ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور یا رب یا رب کرتے ہیں، مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، ایسی حالت میں کہاں دعا قبول ہو سکتی ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعا لوگوں کی ایک جماعت تھی جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا اُس کے لئے بددعا کرتے وہ ہلاک ہو جاتا۔ حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اسنے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اسنے کہا کہ میں ان لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہو گیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہمارے زمانہ کی حلال روزی پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے جہاں ہر وقت سود تک کے جواز کی کوششیں جاری ہوں، ملازمین رشوت کو اور تاجر دھوکہ دینے کو بہتر سمجھتے ہوں۔

(۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ (رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب)

حضور کا ارشاد ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

ف: کس قدر اللہ جل جلالہٗ کا انعام و احسان ہے کہ روزہ کی برکت سے اس سے پہلے کھانے کو جس کو سحری کہتے ہیں اُمت کیلئے ثواب کی چیز بنا دیا اور اس میں بھی مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے، بہت سی احادیث میں سحر کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے۔ علامہ عینیؒ نے سترہ صحابہؓ سے اس کی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں اور اس کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ تراویح پڑھ کر کھانا کھا کر سو جاتے ہیں اور وہ اسکے ثواب سے محروم رہتے ہیں اسلئے کہ لغت میں سحر اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے جیسا کہ قاموس نے لکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے[1]۔ صاحب کشافؒ نے اخیر کے چھٹے حصہ کو بتلایا ہے یعنی تمام رات کو چھ حصوں پر تقسیم کر کے اخیر کا حصہ مثلاً اگر غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحر کا وقت ہے اور ان میں بھی تاخیر اولیٰ ہے بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزہ میں شک ہونے لگے۔ سحری کی فضیلت بہت سی احادیث میں آئی ہے۔

[1] مرقاۃ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزہ میں سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے کہ وہ سحری نہیں کھاتے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کہ اسمیں برکت ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے، جماعت میں، اور ثرید میں، اور سحری کھانے میں اس حدیث میں جماعت سے عام مراد ہے نماز کی جماعت اور ہر وہ کام جس کو مسلمانوں کی جماعت مل کر کرے کہ اللہ کی مدد اس کے ساتھ فرمائی گئی ہے، اور ثرید گوشت میں پکی ہوئی روٹی کہلاتی ہے جو نہایت لذیذ کھانا ہوتا ہے۔ تیسرے سحری، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو اپنے ساتھ سحر کھلانے کیلئے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت کا کھانا کھالو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سحری کھا کر روزہ پر قوت حاصل کرو، اور دوپہر کو سو کر اخیر شب کے اٹھنے پر مدد چاہا کرو۔

حضرت عبداللہ بن حارثؓ ایک صحابیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپؐ سحری نوش فرما رہے تھے، آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ نے تمکو عطا فرمائی ہے اسکو مت چھوڑنا۔ حضورؐ نے متعدد روایات میں سحور کی ترغیب فرمائی ہے حتیٰ کہ ارشاد ہے کہ اور کچھ نہ ہو تو ایک چھوارہ ہی کھالے یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلئے روزہ دار ونکو اس ہم خرما و ہم ثواب کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہئے کہ اپنی لاحت اپنا نفع اور مفت کا ثواب۔ مگر اتنا ضروری ہے کہ افراط و تفریط ہر چیز میں مضر ہے اسلئے نہ اتنا کم کھاوے کہ عبادات میں ضعف محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاوے کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں۔ خود ان احادیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ چاہے ایک چھوارہ ہو یا ایک گھونٹ پانی نیز مستقل احادیث میں بھی بہت کھانے کی ممانعت آئی ہے، حافظ ابن حجر بخاری کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ سحری کی برکات مختلف وجوہ سے ہیں، اتباعِ سنت اہل کتاب کی مخالفت کہ وہ سحری نہیں کھاتے، اور ہم لوگ حتی الوسع ان کی مخالفت کے مامور ہیں۔

نیز عبادت پر قوت، عبادت میں دل لگنے کی زیادتی، نیز شدتِ بھوک سے اکثر بد خلقی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی مدافعت اسوقت کوئی ضرورت مند سائل آ جائے تو اس کی اعانت کوئی پڑوس میں غریب فقیر ہو اسکی مدد، یہ وقت خصوصیت سے قبولیتِ دعا کا ہے، سحری کی بدولت دعا کی توفیق ہو جاتی ہے اس وقت میں ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ صوفیا کو سحور کے مسئلہ میں کلام ہے کہ وہ مقصد روزہ کے خلاف ہے اسلئے کہ مقصدِ روزہ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا توڑنا ہے اور سحری کھانا اس مقصد کے خلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار میں اتنا کھانا کہ یہ مصلحت بالکلیہ فوت ہو جائے یہ تو بہتر نہیں۔ اس کے علاوہ حسب حیثیت و

ضرورت مختلف ہوتا رہتا ہے بندہ کے ناقص خیال میں اس بارے میں قول فیصل بھی یہی ہے کہ اصل سحورو افطار میں تقلیل ہے مگر حسب ضرورت اس میں تغیر ہو جاتا ہے مثلاً طلبا کی جماعت کہ ان کیلئے تقلیل طعام منافع صوم کے حاصل ہونیکے ساتھ تحصیل علم کی مضرت کو شامل ہے اسلئے ان کیلئے بہتر یہ ہے کہ تقلیل نہ کریں کہ علم دین کی اہمیت شریعت میں بہت زیادہ ہے اسی طرح ذاکرین کی جماعت علیٰ ہٰذا دوسری جماعتیں جو تقلیل طعام کی وجہ سے کسی دینی کام میں اہمیت کے ساتھ مشغول نہ ہو سکیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد کو تشریف لے جاتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ سفر میں روزہ نیکی نہیں حالانکہ رمضان المبارک کا روزہ تھا مگر اس جگہ جہاد کا تقابل آپڑا تھا، البتہ جس جگہ کسی ایسے دینی کام میں جو روزے سے زیادہ اہم ہو ضعف اور کسل روا نہ ہو وہاں تقلیل طعام ہی مناسب ہے شرح اقناع میں علامہ شعرانیؒ سے نقل کیا ہے کہ ہم سے اس پر عہد لئے گئے کہ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیں۔ بالخصوص رمضان المبارک کی راتوں میں بہتر یہ ہے کہ رمضان کے کھانے میں غیر رمضان سے کچھ تقلیل کرے اسلئے کہ افطار و سحر میں جو شخص پیٹ بھر کر کھاتے اس کا روزہ ہی کیا ہے مشائخ نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان میں بھوکا رہے آئندہ رمضان تک تمام سال شیطان کے زور سے محفوظ رہتا ہے، اور بھی بہت سے مشائخ سے اس باب میں تشدد منقول ہے۔

شرح احیا میں عوارف سے نقل کیا ہے کہ سہلؒ بن عبداللہ تستری پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں ایک لقمہ البتہ روزانہ اتباعِ سنّت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے، حضرت جنیدؒ ہمیشہ روزہ رکھتے لیکن اللہ والے دوستوں میں سے کوئی آتا تو اس کی وجہ سے روزہ افطار فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ (ایسے) دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت کچھ روزہ کی فضیلت سے کم نہیں، اور بھی سلف کے ہزاروں واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے مگر شرط وہی ہے کہ اس کی وجہ سے اور دینی اہم امور میں نقصان نہ ہو۔

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَهُ مِنْ صِیَامِهِ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَهُ مِنْ قِیَامِهِ اِلَّا السَّهَرُ (رواه ابن ماجة واللفظ له والنسائی وابن خزیمة فی صحیحه والحاکم وقال علی شرط البخاری ذکر لفظهما المنذری فی الترغیب بمعنا

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔

ف : علماؔ کے اس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں اول یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مال حرام سے افطار کرتا ہے کہ جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہوگیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا اور کچھ نہ ملا۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا رہتا ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جامع ہوتے ہیں یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں اور ان کے علاوہ بھی اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی، مگر تفریحاً تھوڑی سی غیبت یا کوئی اور حماقت بھی کرلی تو وہ سارا جاگنا بے کار ہوگیا، مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کر دی یا محض ریا اور شہرت کیلئے جاگا تو وہ بیکار ہے۔

(۹) عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّةٌ مَالَمْ یَخْرِقْھَا (رواہ النسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والحاکم وصححہ علی شرط البخاری والفاظھم مختلفۃ حکاھا المنذری فی الترغیب)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

ف : ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے، دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے ان دونوں روایتوں میں اور اسی طرح اور بھی متعدد روایات میں روزہ میں اس قسم کے امور سے بچنے کی تاکید آئی ہے اور روزہ کا گویا ضائع کر دینا اس کو قرار دیا ہے ہمارے اس زمانہ میں روزہ کے کاٹنے کے لئے مشغلہ اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ واہی تباہی میری تیری باتیں شروع کر دی جائیں، بعض علماؔ کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ سب روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں، جمہور کے نزدیک اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں مگر روزہ کے برکات جاتے رہنے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔

مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو ان کا اہتمام ضروری ہے

اول نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے۔ پھر اجنبی کا کیا ذکر اور اسی طرح کسی لہو ولعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے حق تعالیٰ جل شانہٗ اس کو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں جس کی حلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے، صوفیا نے بے محل کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے جو دل کو حق تعالیٰ جل شانہٗ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کر دے۔ دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے، جھوٹ، چغل خوری، لغو بکواس، غیبت بدگوئی، بدکلامی، جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے اس لئے روزہ دار کو چاہئے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً تمسخر، جھگڑا وغیرہ نہ کرے اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہدے کہ میرا روزہ ہے یعنی دوسرے کی ابتدا کرنے پر بھی اس سے نہ الجھے اگر وہ سمجھنے والا ہو تو اس سے کہدے کہ میرا روزہ ہے اور اگر وہ بیوقوف ناسمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھادے کہ تیرا روزہ ہے تجھے ایسی لغویات کا جواب دینا مناسب نہیں بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے کہ بعض علما کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، نبی کریمؐ کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابل برداشت بن گئی۔ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضورؐ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا، دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں، اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی مترشح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہوگئیں اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اس کی تائید کرتا ہے کہ روزہ میں اکثر متقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور فاسق لوگوں کی اکثر بری حالت ہوتی ہے۔ اس لئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے تب بھی اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں سے اس حالت میں احتراز کریں، بالخصوص غیبت سے جس کو لوگوں نے روزہ کاٹنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور احادیث میں بھی بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی

گئی اس کا حقیقتاً گوشت کھایا جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں حضورؐ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے معلوم ہوا کہ ان کی غیبت کی تھی اللہ تعالیٰ اپنے حفظ میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں عوام کا ذکر نہیں خواص مبتلا ہیں ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیادار کہلاتے ہیں دینداروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اکثر اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہو تو اس پر اظہارِ واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا چیز ہے آپؐ نے فرمایا کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اسے ناگوار ہو، سائل نے پوچھا کہ اگر اس میں واقعتاً وہ بات موجود ہو جو کہی گئی۔ حضورؐ نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے، اگر واقعۃً موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذابِ قبر ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے، دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سود کے ستّر سے زیادہ باب ہیں سب سے سہل اور ہلکا درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور ایک درہم سود کا پینتیس زنا سے زیادہ سخت ہے، اور بدترین سود اور سب سے زیادہ خبیث ترین سود مسلمان کی آبرو ریزی ہے، احادیث میں غیبت اور مسلمان کی آبرو ریزی پر سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں میرا دل چاہتا تھا کہ ان میں سے کچھ معتد بہ روایات جمع کروں اس لئے کہ ہماری مجلسیں اس سے بہت ہی زیادہ پُر رہتی ہیں مگر مضمون دوسرا ہے اس لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اللہ پاک ہم لوگوں کو اس بلا سے محفوظ فرمائیں اور بزرگوں اور دوستوں کی دُعا سے مجھ سیہ کار کو بھی محفوظ فرمائیں کہ باطنی امراض میں کثرت سے مبتلا ہوں ؎

کبر و نخوت جہل و غفلت حقد و کینہ بدظنی — کذب و بدعہدی ریا و بغض و غیبت دشمنی
کون بیماری ہے یارب جو نہیں مجھ میں ہوئی — عافنی من کلّ داءٍ واقض عنی حاجتی
اِنَّ لِی قَلْباً سَقِیماً اَنْتَ شَافٍ لِلْعَلِیْلِ

تیسری چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے وہ کان کی حفاظت ہے ہر مکروہ چیز سے جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے اس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنیوالا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں، چوتھی چیز باقی اعضاء بدن

مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا اور اسی طرح اور باقی اعضائے بدن کا۔ اسی طرح پیٹ کا افطار کے وقت مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا، جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہے اُس کا حال اس شخص کا سا ہے کہ کسی مرض کے لئے دَوا کرتا ہے مگر اس میں تھوڑا سا سنکھیا بھی ملا لیتا ہے کہ اس مرض کے لئے تو وہ دوا مفید ہو جائے گی مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کردے گا۔

پانچویں چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے اس لئے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے، مقصود روزہ سے قوتِ شہوانیہ اور بہیمیہ کا کم کرنا ہے اور قوتِ نورانیہ اور ملکیہ کا بڑھانا ہے، گیارہ مہینہ تک بہت کچھ کھایا ہے اگر ایک مہینہ اس میں کچھ کمی ہو جائے گی تو کیا جان نکل جاتی ہے مگر ہم لوگوں کا حال ہے کہ افطار کے وقت تلافیٔ مافات میں اور سحر کے وقت حفظ ماتقدم میں اتنی زیادہ مقدار کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت بھی نہیں آتی، رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کیلئے خورید کا کام دیتا ہے۔ علامہ غزالیؒ لکھتے ہیں کہ روزہ کی غرض یعنی قہر ابلیس اور شہوتِ نفسانیہ کا توڑنا کیسے حاصل ہو سکتا ہے اگر آدمی افطار کے وقت اس مقدار کی تلافی کرلے جو فوت ہوئی حقیقۃً ہم لوگ بجز اس کے کہ اپنے کھانے کے اوقات بدل دیتے ہیں اس کے سوا کچھ بھی کمی نہیں کرتے، بلکہ اور زیادتی مختلف انواع کی کر جاتے ہیں جو بغیر رمضان کے میسر نہیں ہوتی، لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ عمدہ عمدہ اشیاء رمضان کے لئے رکھتے ہیں اور نفس دن بھر کے فاقہ کے بعد جب ان پر پڑتا ہے تو خوب زیادہ سیر ہو کر کھاتا ہے تو بجائے قوتِ شہوانیہ کے ضعیف ہونے کے اور بھڑک اٹھتی ہے اور جوش میں آجاتی ہے اور مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے روزہ کے اندر مختلف اغراض اور فوائد اور اس کے مشروع ہونے سے مختلف منافع مقصود ہیں وہ سب جب ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب کچھ بھوکا بھی رہے، بڑا نفع تو یہی ہے جو معلوم ہو چکا یعنی شہوتوں کا توڑنا یہ بھی اسی پر موقوف ہے کہ کچھ وقت بھوک کی حالت میں گزرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح چلتا ہے اس کے راستوں کو بھوک سے بند کرو، تمام اعضا کا سَیر ہونا نفس کے بُھوکا رہنے پر موقوف ہے، جب نفس بھوکا رہتا ہے تو تمام اعضاء سیر رہتے ہیں اور جب نفس سَیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے رہتے ہیں دوسری غرض روزہ سے فقراء کے ساتھ تشبہ اور ان کے حال پر نظر ہے وہ بھی جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب سحر میں معدہ کو دودھ جلیبی سے اتنا نہ بھر لے کہ شام تک بھوک ہی نہ لگے، فقراء کے ساتھ مشابہت جب

ہی ہو سکتی ہے جب کچھ وقت بھوک کی بیتابی کا بھی گزرے۔ بشر حافی کے پاس ایک شخص گئے وہ سردی میں کانپ رہے تھے اور کپڑے پاس رکھے ہوئے تھے انھوں نے پوچھا کہ یہ وقت کپڑے نکالنے کا ہے فرمایا کہ فقرا بہت ہیں اور مجھ میں ان کی ہمدردی کی طاقت نہیں اتنی ہمدردی کرلوں کہ میں بھی ان جیسا ہو جاؤں مشائخ صوفیا نے عامۃً اس پر تنبیہ فرمائی ہے اور فقہا نے بھی اس کی تصریح کی ہے صاحب مراقی الفلاحؒ لکھتے ہیں کہ سحور میں زیادتی نہ کرے جیسا کہ متنعم لوگوں کی عادت ہے کہ یہ غرض کو فوت کر دیتا ہے۔ علامہ طحطاویؒ اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ غرض کا مقصود یہ ہے کہ بھوک کی تلخی کچھ محسوس ہو تاکہ زیادتیٔ ثواب کا سبب ہو اور مساکین و فقرا پر ترس آسکے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ کو کسی برتن کا بھرنا اس قدر ناپسند نہیں ہے جتنا کہ پیٹ کا پُر ہونا ناپسند ہے، ایک جگہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے۔ اگر کوئی شخص بالکل کھانے پر تُل جائے تو اس سے زیادہ نہیں کہ ایک تہائی پیٹ کھانے کے لئے رکھے اور ایک تہائی پینے کے لئے اور تہائی خالی۔ آخر کوئی تو بات تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز تک مسلسل لگاتار روزہ رکھتے تھے کہ درمیان میں کچھ بھی نوش نہیں فرماتے تھے۔ میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو پورے رمضان المبارک دیکھا ہے کہ افطار و سحر دونوں وقت کی مقدار تقریباً ڈیڑھ چپاتی سے زیادہ نہیں ہوتی تھی کوئی خادم عرض بھی کرتا تو فرماتے کہ بھوک نہیں ہوتی دوستوں کے خیال سے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں۔ اور اس سے بڑھ کر حضرت مولینا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوریؒ کے متعلق سنا ہے کہ کئی کئی دن مسلسل ایسے گذر جاتے تھے کہ تمام شب کی مقدار سحر و افطار بے دودھ کی چائے کے چند فنجان کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی ایک مرتبہ حضرت کے مخلص خادم حضرت مولانا شاہ عبد القادرؒ صاحب مدظلہ العالی نے لجاجت سے عرض کیا کہ ضعف بہت ہو جائے گا حضرت کچھ تناول ہی نہیں فرماتے تو حضرت نے فرمایا کہ الحمد للہ جنت کا لطف حاصل ہو رہا ہے حق تعالیٰ ہم سیہ کاروں کو بھی ان پاک ہستیوں کا اتباع نصیب فرمادیں تو زہے نصیب مولانا سعدیؒ کہتے ہیں ؎

ندارند تن پروراں آگہی   کہ پُر معدہ باشد زحکمت تہی

ؒ حضرت مولانا حضرت رائپوری صاحبؒ کے اجل خلفا میں ہیں رائپور ہی قیام رہتا ہے اپنے شیخ کے قدم بقدم متبع ہیں جو لوگ رائے پوری دربار سے محروم رہ گئے مولانا کے وجود کو غنیمت سمجھیں کہ ہرجانے والا اپنی نظیر نہیں چھوڑتا (اب حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحبؒ کا بھی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ جمعرات کو وصال ہو گیا۔ انیس احمد غفرلہٗ)

چھٹی چیز جس کا لحاظ روزہ دار کے لئے ضروری فرماتے ہیں یہ ہے کہ روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نہ معلوم یہ روزہ قابلِ قبول ہے یا نہیں اور اسی طرح ہر عبادت کے ختم پر کہ نہ معلوم کوئی لغزش جس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا ایسی تو نہیں ہو گئی جس کی وجہ سے یہ منہ پر مار دیا جائے نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں کہ قرآن پاک ان کو لعنت کرتا رہتا ہے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن لوگوں کا اولین درجہ میں فیصلہ ہوگا (اُن کے منجملہ) ایک شہید ہوگا جس کو بلایا جائے گا اور اللہ کے جو جو انعام دنیا میں اس پر ہوئے تھے وہ اسکو جتائے جائیں گے وہ اُن سب نعمتوں کا اقرار کریگا اسکے بعد اُس سے پوچھا جائیگا کہ ان نعمتوں میں کیا حق ادائیگی کی وہ عرض کریگا کہ تیرے راستہ میں قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے بلکہ قتال اس لیے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں سو کہا جاچکا اسکے بعد حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینکدیا جائیگا ایسے ہی ایک عالم بلایا جائیگا اسکو بھی اسیطرح سے اللہ کے انعامات جتلاکر پوچھا جائیگا کہ ان انعامات کے بدلے میں کیا کارگذاری ہے وہ عرض کرے گا کہ علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کی خاطر تلاوت کی، ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اس لئے کیا گیا تھا کہ لوگ علّامہ کہیں سو کہا جاچکا اس کو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، اسی طرح ایک دولت مند بلایا جائے گا اس سے انعاماتِ الٰہی شمار کرانے اور اقرار لینے کے بعد پوچھا جائیگا کہ اللہ کی ان نعمتوں میں کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ کوئی خیر کا راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں مَیں نے کچھ خرچ نہ کیا ہو ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ لوگ سخی کہیں، سو کہا جاچکا اس کو بھی حکم ہوگا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ محفوظ فرمائیں کہ یہ سب بدنیتی کے ثمرات ہیں) اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں مذکور ہیں اس لیے روزہ دار کو اپنی نیت کی حفاظت کے ساتھ اس سے خائف بھی رہنا چاہیئے، اور دعا بھی کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کو اپنی رضا کا سبب بنالیں، مگر ساتھ ہی یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اپنے عمل کو قابل قبول نہ سمجھنا امر آخر اور کریم آقا کے لطف پر نگاہ امرِ آخر ہے اس کے لطف کے انداز بالکل نرالے ہیں معصیت پر بھی کبھی ثواب دیدیتے ہیں تو پھر کوتاہیٔ عمل کا کیا ذکر ہے

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست — بسیار شیوہا است بتاں را کہ نام نیست

یہ چھ چیزیں عام صلحاؒ کے لئے ضروری بتلائی جاتی ہیں خواص اور مقربین کے لئے ان کے ساتھ ایک ساتویں چیز کا بھی اضافہ فرماتے ہیں کہ دل کو اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہ ہونے دے حتیٰ کہ روزہ کی حالت میں اس کا خیال اور تدبیر کہ افطار کے لیے کوئی چیز ہے یا نہیں یہ بھی خطا فرماتے ہیں۔

بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ روزہ میں شام کو افطار کے لئے کسی چیز کے حاصل کرنے کا قصد بھی خطا ہے اس لئے کہ یہ اللہ کے وعدہ رزق پر اعتماد کی کمی ہے شرح احیا میں بعض مشائخ کا قصہ لکھا ہے کہ اگر افطار کے وقت سے پہلے کوئی چیز کہیں سے آجاتی تھی تو اس کو کسی دوسرے کو دیدیتے تھے، مبادا دل کو اس کی طرف التفات ہوجائے اور توکل میں کسی قسم کی کمی ہوجائے مگر یہ امور بڑے لوگوں کے لیے ہیں ہم لوگوں کو ان امور کی ہوس کرنا بھی بے محل ہے اور اس حالت پر پہنچے بغیر اس کو اختیار کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ میں آدمی کے ہر جزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے احتراز، آنکھ کا روزہ لہو ولعب کی چیزوں سے احتراز ہے اور ایسے ہی باقی اعضا حتیٰ کہ نفس کا روزہ حرص وشہوتوں سے بچنا، دل کا روزہ حُبّ دنیا سے خالی رکھنا، روح کا روزہ آخرت کی لذّتوں سے بھی احترازا ور سرِ خاص کا روزہ غیر اللہ کے وجود سے بھی احتراز ہے۔

(۱۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَّمْ یَقْضِهٖ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص قصداً بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کردے، غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداود وابن ماجۃ والدارمی والبخاری فی ترجمۃ باب کذا فی المشکوٰۃ قلت وبسط الکلام علی طرقہ العینی فی شرح البخاری)

ف: بعض علما کا مذہب جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہ وغیرہ حضرات بھی ہیں اس حدیث کی بنا پر یہ ہے کہ جس نے رمضان المبارک کے روزہ کو بلا وجہ کھودیا اس کی قضا ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزے رکھتا رہے مگر جمہور فقہا کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزے کے بدلے ایک روزہ سے قضا ہوجائے گی اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا کے ایک روزہ کے علاوہ دو مہینے کے روزہ کفارہ کے ادا کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے البتہ وہ برکت اور فضیلت جو رمضان المبارک کی ہے ہاتھ نہیں آسکتی اور اس حدیث پاک کا مطلب یہی ہے کہ وہ برکت ہاتھ نہیں آسکتی جو رمضان شریف میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی یہ سب کچھ اس حالت میں ہے کہ بعد میں قضا بھی کرے اور اگر سرے سے رکھے ہی نہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض فُسّاق کی حالت ہے تو اس کی گمراہی کا کیا پُوچھنا، روزہ ارکانِ اسلام سے ایک رکن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد

پانچ چیزوں پر ارشاد فرمائی ہے، سب سے اوّل توحید و رسالت کا اقرار اس کے بعد اسلام کے چاروں مشہور رکن نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، کتنے مسلمان ہیں جو مردم شماری میں مسلمان شمار ہوتے ہیں لیکن ان پانچوں میں سے ایک کے بھی کرنے والے نہیں، سرکاری کاغذات میں وہ مسلمان لکھے جائیں مگر اللہ کی فہرست میں وہ مسلمان شمار نہیں ہو سکتے۔ حتیٰ کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ اسلام کی بنیاد تین چیز پر ہے کلمۂ شہادت، نماز اور روزہ جو شخص ان میں سے ایک بھی چھوڑ دے وہ کافر ہے۔ اس کا خون کر دینا حلال ہے، علماؔ نے ان جیسی روایات کو انکار کے ساتھ مقید کیا ہو یا کوئی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے انکار نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ایسے لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت وارد ہوئے ہیں فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والوں کو اللہ کے قہر سے بہت ہی زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے کہ موت سے کسی کو چارہ نہیں دنیا کی عیش و عشرت بہت جلد چھوٹنے والی چیز ہے۔ کار آمد چیز صرف اللہ کی اطاعت ہے، بہت سے جاہل تو اتنے ہی پر کفایت کرتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتے لیکن بہت سے بددین زبان سے بھی اس قسم کے الفاظ بک دیتے ہیں کہ جو کفر تک پہونچا دیتے ہیں مثلاً روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو یا ہمیں بھوکا مارنے سے اللہ کو کیا مل جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے الفاظ سے بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور بہت غور و اہتمام سے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیے کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی کفر کا سبب ہوتا ہے اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے کبھی بھی روزہ نہ رکھے اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اس کا منکر نہ ہو وہ کافر نہیں جس فرض کو ادا نہیں کرتا اس کا گناہ ہوتا ہے اور جو اعمال ادا کرتا ہے ان کا اجر ملتا ہے لیکن دین کی کسی ادنیٰ سے ادنےٰ بات کا تمسخر بھی کفر ہے جس سے اور بھی تمام عمر کے نماز روزہ نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، بہت زیادہ قابلِ لحاظ امر ہے اس لئے روزہ کے متعلق کبھی کوئی ایسا لفظ ہرگز نہ کہے اور اگر تمسخر وغیرہ نہ کرے تب بھی بغیر عذر افطار کرنے والا فاسق ہے حتیٰ کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جو شخص رمضان میں علی الاعلان بغیر عذر کے کھاوے اس کو قتل کیا جاوے لیکن قتل پر اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے قدرت نہ ہو کہ یہ کام امیر المومنین کا ہے تو اس فرض سے کوئی بھی سبک دوش نہیں کہ اس کی اس ناپاک حرکت پر اظہار نفرت کرے اور اس سے کم تو ایمان کا کوئی درجہ ہی نہیں کہ اس کو دل سے برا سمجھے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے مطیع بندے کے طفیل مجھے بھی نیک اعمال کی توفیق نصیب فرماویں کہ سب سے زیادہ کوتاہی کرنے والوں میں ہوں فصل اول میں دس حدیثیں کافی سمجھتا ہوں کہ ماننے والے کیلئے ایک بھی کافی ہے چہ جائیکہ

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ اور نہ ماننے والے کے لئے جتنا بھی لکھا جائے بے کار ہے حق تعالیٰ شانہ سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق نصیب فرماویں۔

فصل ثانی ـــــ شبِ قدر کے بیان میں

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہے کلام پاک میں اُس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گذار دے اس نے گویا تراسی برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گذار دیا اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ زیادہ افضل ہے اللہ جل شانہٗ کا حقیقۃً بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لئے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ دُرِّ منثور میں حضرت انسؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شب قدر حق تعالیٰ جل شانہٗ نے میری اُمت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن اس سے اللہ کے لاڈ لے نبی کو رنج ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جائیں اور ان کو عبادت میں گذار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گذار دیا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا رہا صحابہؓ کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اس کی تلافی کے لئے اس رات کا نزول فرمایا ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوبؑ حضرت زکریاؑ حضرت حزقیلؑ حضرت یوشعؑ کہ اسّی اسّی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سُوْرَةُ الْقَدْرِ سنائی اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں اس قسم کے اختلافِ روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات

کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہر حال سبب نزول جو بھی کچھ ہوا ہو لیکن اُمتِ محمدیہ کے لئے یہ اللہ جل شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسر ہوتا ہے ورنہ ے

تہیدستانِ قسمت را چہ سُود از رہبر کامل　　کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کس قدر قابلِ رشک ہیں وہ مشائخ جو فرماتے ہیں کہ بلوغ کے بعد سے مجھ سے شب قدر کی عبادت کبھی فوت نہیں ہوئی، البتہ اس رات کی تعیین میں علماء اُمت کے درمیان میں بہت ہی کچھ اختلاف ہے تقریباً پچاس کے قریب اقوال ہیں سب کا احاطہ دشوار ہے البتہ مشہور اقوال کا ذکر عنقریب آنے والا ہے، کتبِ احادیث میں اس رات کی فضیلت مختلف انواع اور متعدد روایات سے وارد ہوئی ہے جن میں سے بعض کا ذکر آتا ہے مگر چونکہ اس رات کی فضیلت خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اور مستقل ایک سورت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ اوّل اس سورۃ شریفہ کی تفسیر لکھ دی جائے۔ ترجمہ حضرت اقدس حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر بیان القرآن سے ماخوذ ہے اور فوائد دوسری کتب سے۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ بے شک ہم نے قرآن پاک کو شبِ قدر میں اتارا ہے۔ ف: یعنی قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اسی رات میں اترا ہے یہی ایک بات اس رات کی فضیلت کے لئے کافی تھی کہ قرآن جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سے برکات و فضائل شامل ہو گئے ہوں۔ آگے زیادتیٔ شوق کے لئے ارشاد فرماتے ہیں: وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں، اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں، لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے: تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اس رات میں فرشتے اُترتے ہیں۔ علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں تجھے دیکھا تھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ عالی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہاوے اس کے بعد والدین نے جب تجھے اوّل دیکھا تھا جب کہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی، حتیٰ کہ

کپڑے کو اگر لگ جاتا تو کپڑے کو دھونے کی نوبت آتی ۔لیکن جب حق تعالے شانہٗ نے اس قطرہ کو بہتر صورت مرحمت فرمادی تو والدین کو بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی اور آج جبکہ توفیق الٰہی سے تو شب قدر میں معرفت الٰہی اور طاعت ربانی میں مشغول ہے تو ملائکہ بھی اپنے اس فقرہ کی معذرت کرنے کے لئے اُترتے ہیں۔ وَالرُّوحُ فِيهَا اور اس رات میں روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی نازل ہوتے ہیں، روح کے معنی میں مفسّرین کے چند قول ہیں جمہور کا یہی قول ہے جو اوپر لکھا گیا کہ اس سے حضرت جبرئیل علیہ السّلام مراد ہیں۔ علامہ رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی افضلیت کی وجہ سے ملائکہ کے ذکر کے بعد خاص طور سے ان کا ذکر فرمایا بعض کا قول ہے روح سے مراد ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ تمام آسمان و زمین اس کے سامنے ایک لقمہ کے بقدر ہیں، بعضوں کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک مخصوص جماعت ہے جو اور فرشتوں کو بھی صرف لیلۃ القدر ہی میں نظر آتے ہیں۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی کوئی مخصوص مخلوق ہے جو کھاتے پیتے ہیں مگر نہ فرشتے ہیں نہ انسان، پانچواں یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مراد ہیں جو اُمت محمدیہ کے کارنامے دیکھنے کے لئے ملائکہ کے ساتھ اُترتے ہیں، چھٹا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے یعنی اس رات میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان کے بعد میری رحمت خاص نازل ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی چند اقوال ہیں۔ مگر مشہور قول پہلا ہی ہے۔ سنن بیہقی میں حضرت انسؓ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اُترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں: بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اُترتے ہیں۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں آدمؑ کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا اسی رات میں جنت میں درخت لگائے گئے اور دعا وغیرہ کا قبول ہونا بکثرت روایات میں وارد ہے۔ دُرِّمنثور کی ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی سَلٰمٌ وہ رات سراپا سلام ہے یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے دوسری جاتی ہے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے یا یہ مراد ہے کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے شر و فساد وغیرہ سے امن ہے: هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ وہ رات ان ہی

برکات کے ساتھ، تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے۔ یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔ اس سورۂ شریف کے ذکر کے بعد کہ خود اللہ جل جلالہٗ کے کلام پاک میں اس رات کی کئی نوع کی فضیلتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں احادیث کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی لیکن احادیث میں بھی اسکی فضیلت بہ کثرت وارد ہوئی ہے ان میں سے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (کذا فی الترغیب عن البخاری ومسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لئے کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

ف: کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو خطابیؒ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ نہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں اس لئے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے ان کو اِلَّا مَنْ تَابَ کے ساتھ ذکر کیا ہے اسی بنا پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر کے ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ کا ارشاد ہے کہ احادیث میں صغائر کی قید دو وجہ سے مذکور نہیں ہوتی اول تو یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے ہی نہیں کہ اس کے ذمہ کبیرہ گناہ ہو کیونکہ جب کبیرہ گناہ اس سے صادر ہو جاتا ہے تو مسلمان کی اصل شان یہ ہے کہ اس وقت تک چین ہی نہ آوے جب تک کہ اس گناہ سے توبہ نہ کر لے دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے موقع ہوتے ہیں مثلاً لیلۃ القدر ہی میں جب کوئی شخص بامید ثواب عبادت کرتا ہے تو اپنی بداعمالیوں پر ندامت اس کے لئے گویا لازم ہے اور ہو ہی جاتی ہے اس لئے

توبہ کا تحقق خود بخود ہو جاتا ہے کہ توبہ کی حقیقت گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہے لہٰذا اگر کوئی شخص کبائر کا مرتکب بھی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ لیلۃ القدر ہو یا کوئی او اجابت کا موقعہ ہو اپنی بداعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل و زبان سے توبہ بھی کرلے تاکہ اللہ کی رحمتِ کاملہ متوجہ ہو اور صغیرہ کبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہو جاویں اور یاد آجاوے تو اس سیہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمالیں۔

(۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذَا الشَّھْرَ قَدْ حَضَرَکُمْ وَفِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ مَنْ حُرِمَھَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ وَلَا یُحْرَمُ خَیْرَھَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ (رواہ ابن ماجۃ واسنادہ حسن انشاء اللہ کذا فی الترغیب وفی المشکوٰۃ عنہ الاکل محروم)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔

ف: حقیقتاً اس کی محرومی میں کیا تامل ہے جو اس قدر بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھو دے ریلوے ملازم چند کوڑیوں کی خاطر رات رات بھر جاگتے ہیں اگر اسّی برس کی عبادت کی خاطر کوئی ایک مہینہ تک رات میں جاگ لے تو کیا دقت ہے اصل یہ ہے کہ دل میں تڑپ ہی نہیں اگر ذرا سا چسکہ پڑ جائے تو پھر ایک رات کیا سیکڑوں راتیں جاگی جا سکتی ہیں ؎

اُلفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

آخر تو کوئی بات تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ساری بشارتوں اور وعدوں کے جن کا آپ کو یقین تھا پھر اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں ورم کر جاتے تھے انہی کے نام لیوا اور امتی آخر ہم بھی کہلاتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں نے ان امور کی قدر کی وہ سب کچھ کر گئے اور نمونہ بن کر امت کو دکھلا گئے کہنے والوں کو یہ موقعہ بھی نہیں رہا کہ حضورؐ کی حرص کون کر سکتا ہے اور کس سے ہو سکتی ہے دل میں سما جانے کی بات ہے کہ چاہنے والے کے لئے دودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی بھی مشکل نہیں ہوتی، مگر یہ بات کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر مشکل سے حاصل ہوتی ہے ؎

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

آخر کیا بات تھی کہ حضرت عمرؓ عشا کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے اور صبح تک نماز میں

گذار دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نمازیں گذار دیتے صرف رات کے اول حصّہ میں تھوڑا سا سوتے تھے رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے، شرح احیا میں ابوطالبؒ مکی سے نقل کیا ہے کہ چالیس تابعین سے بطریق تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشار کی وضو سے نماز صبح پڑھتے تھے۔ حضرت شدادؓ رات کو لیٹتے اور تمام رات کروٹیں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے یا اللہ آگ کے ڈر نے میری نیند اُڑا دی اسود بن یزیدؒ رمضان میں مغرب عشاء کے درمیان تھوڑی دیر سوتے اور بس سعید بن المسیّبؒ کے متعلق منقول ہے کہ پچاس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی، صلہ بن اشیمؒ رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ دُعا کرتے کہ یا اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت مانگوں صرف اتنی درخواست ہے کہ آگ سے بچا دیجیو، حضرت قتادہؒ تمام رمضان تو ہر تین رات میں ایک ختم فرماتے مگر عشرۂ اخیرہ میں ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے۔ امام ابو حنیفہؒ کا چالیس سال تک عشار کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا اتنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹاتا ہے جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ قوت کس طرح حاصل ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طفیل ایک مخصوص طریق پر دعا کی تھی۔ صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث میں قیلولہ کا ارشاد ہے، گویا دوپہر کے سونے میں بھی اتباع سنت کا ارادہ ہوتا، قرآن شریف پڑھتے ہوئے اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ترس آنے لگتا تھا، ایک مرتبہ ساری رات اس آیت کو پڑھتے اور روتے گذار دی بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ الخ (سورۂ قمر رکوع ۳) ابراہیم بن ادہمؒ رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے نہ رات کو، امام شافعیؒ رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرتے اور ان کے علاوہ سیکڑوں واقعات ہیں جنہوں نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ پر عمل کر کے بتلا دیا کہ کرنے والے کے لئے کچھ مشکل نہیں یہ سلف کے واقعات ہیں اب بھی کرنے والے موجود ہیں اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانہ کے موافق اپنی طاقت و قدرت کے موافق نمونۂ سلف اب بھی موجود ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اقتدا کرنے والے اس دورِ فساد میں بھی موجود ہیں نہ راحت و آرام انہماکِ عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دنیوی مشاغل سدِّ راہ ہوتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جلّ جلالہٗ کا ارشاد ہے، اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو بند کر دوں گا ورنہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھر دوں گا، اور فقر زائل نہیں ہو گا، روزمرہ کے مشاہدات اس

سچے ارشاد کے شاہد عدل ہیں۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ فِیْ کَبْکَبَۃٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ یُصَلُّوْنَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِھِمْ یَعْنِیْ یَوْمُ فِطْرِھِمْ بَاھٰی بِھِمْ مَلٰٓئِکَتَہٗ فَقَالَ یَا مَلٰٓئِکَتِیْ مَا جَزَآءُ اَجِیْرٍ وَفّٰی عَمَلَہٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآئُہٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرَہٗ قَالَ مَلٰٓئِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْھِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَاءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّھُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّھُمْ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کیلئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعائے رحمت کرتے ہیں اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہٗ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں اسلئے کہ انہوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے کیا بدلہ ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اُجرت پوری دیدی جائے تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کر دیا پھر دعا کے ساتھ چلاتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) نکلے ہیں میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میری بخشش کی قسم میرے علو شان کی قسم میرے بلندی مرتبہ کی قسم میں ان لوگوں کی دعا ضرور قبول کرونگا پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دئے ہیں اور تمہاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے پس یہ لوگ عیدگاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

ف: حضرت جبرئیلؑ کا ملائکہ کے ساتھ آنا خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔ رسالہ کی سب سے اخیر حدیث میں اس کا مفصل ذکر آ رہا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر وشاغل کے گھر جاویں اور ان سے مصافحہ کریں۔ غالیۃ المواعظ میں حضرت اقدس

شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی غنیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا سؤر ہو یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں۔ اور اللہ کی اتنی بڑی نعمت رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

(۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (مشکوٰۃ عن البخاری)

حضرت عائشہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

ف: جمہور علماء کے نزدیک اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے۔ عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا، اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ راتوں میں کرنا چاہئے، اگر مہینہ ۲۹ کا ہو تب بھی اخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے مگر ابن حزمؒ کی رائے ہے کہ عشرہ کے معنی دس کے ہیں لہٰذا اگر تیس کا چاند رمضان المبارک کا ہو تب تو یہ ہے، لیکن اگر ۲۹ کا چاند ہو تو اس صورت میں اخیر عشرہ بیسویں شب سے شروع ہوتا ہے اور اس صورت میں وتر راتیں یہ ہوں گی، ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر ہی کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا، اس لئے بھی جمہور کا قول اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے زیادہ راجح ہے۔ اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے اور دونوں قولوں پر تلاش جب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لے کر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے اور شب قدر کی فکر میں لگا رہے۔ دس گیارہ راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں جن کو جاگ کر گذار دینا اس شخص کے لئے کچھ مشکل ہو جو ثواب کی امید رکھتا ہو ؎

عُرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ۔۔۔ صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

(۵) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ (مشکوٰۃ عن البخاری)

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمادیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، حضرت نے فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو، لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

ف: اس حدیث میں تین مضمون قابل غور ہیں، امر اول جو سب سے اہم ہے وہ جھگڑا ہے جو اس قدر سخت بری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہیں نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں صحابہؓ نے عرض کیا ضرور، حضورؐ نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایکدم صاف ہو جاتے ہیں آپس کی لڑائی سے دین بھی اسیطرح صاف ہو جاتا ہے دنیا دار دین سے بے خبر لوگوں کا کیا ذکر جبکہ بہت سی لمبی لمبی تسبیحیں پڑھنے والے دین کے دعویدار بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مبتلا رہتے ہیں اوّل حضورؐ کے ارشاد کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنے اس دین کی فکر کریں جس کے گھمنڈ میں صلح کیلئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی فصل اول میں روزہ کے آداب میں گزر چکا ہے کہ نبی کریمؐ نے مسلمانوں کی آبرو ریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبرو کی پرواہ کرتے ہیں نہ اللہ اور اس کے سچے رسولؐ کے ارشادات کا خیال، خود اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا الآیۃ اور نزاع مت کرو، ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی[1] آج وہ لوگ جو ہر وقت دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خود وہ اپنے وقار کو کتنا صدمہ پہنچا رہے ہیں اور اپنی ان ناپاک اور کمینہ حرکتوں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں اور پھر دنیا کی ذلت بدیہی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی

[1] بیان القرآن

سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹاؤ رکھے اگر اس حالت میں مرگیا تو سیدھا جہنم میں جاوے گا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر پیر و جمعرات کے دن اللہ کی حضوری میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اللہ جلّ شانہٗ کی رحمت سے (نیک اعمال کی بدولت) مشرکوں کے علاوہ اوروں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے مگر جن دو میں جھگڑا ہوتا ہے ان کی مغفرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑے رکھو جب تک صلح نہ ہو۔ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ ہر پیر جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے، اس میں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور استغفار کرنے والوں کی استغفار قبول کی جاتی ہے مگر آپس میں لڑنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شبِ برات میں اللہ کی رحمتِ عامہ خلقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانہ سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر، دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبولیت کے لیے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی، جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں۔ یہ جگہ اُن روایات کے احاطہ کی نہیں مگر چند روایات اس لیے لکھ دی ہیں کہ ہم لوگوں میں عوام کا ذکر نہیں خواص میں اور ان لوگوں میں جو شرفا کہلاتے ہیں دین دار سمجھے جاتے ہیں ان کی مجالس ان کے مجامع، ان کی تقریبات اس کمینہ حرکت سے لبریز ہیں: فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ لیکن ان سب کے بعد یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ سب دنیوی دشمنی اور عداوت پر ہے۔ اگر کسی شخص کے فسق کی وجہ سے یا کسی دینی امر کی حمایت کی وجہ سے ترک تعلق کرے تو جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کا ارشاد نقل فرمایا تو ان کے بیٹے نے اس پر ایسا لفظ کہہ دیا جو صورتاً حدیث پر اعتراض تھا۔ حضرت ابن عمرؓ مرتے تک ان سے نہیں بولے اور بھی اس قسم کے واقعات صحابہ کرامؓ کے ثابت ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ شانہٗ دانا بینا ہیں قلوب کے حال کو اچھی طرح جاننے والے ہیں اس سے خوب واقف ہیں کہ کون سا ترکِ تعلق دین کی خاطر ہے، اور کون سا اپنی وجاہت اور کسرِ شان اور بڑائی کی وجہ سے ہے۔ ویسے تو ہر شخص اپنے کینہ اور بغض کو دین کی طرف منسوب کر ہی سکتا ہے۔ دوسرا امر جو حدیث بالا میں معلوم ہوتا ہے وہ حکمتِ الٰہی کے سامنے رضا اور قبول و تسلیم ہے کہ باوجود اس کے کہ شبِ قدر کی تعیین کا اُٹھ جانا (ظاہراً)

بہت ہی بڑی خیر کا اُٹھ جانا تھا، لیکن چوں کہ اللہ کی طرف سے ہے اس لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شاید ہمارے لئے یہی بہتر ہو۔ نہایت عبرت اور غور کا مقام ہے اللہ جل شانہ کی رحیم وکریم ذات بندہ پر ہر وقت مہربان ہے اگر بندہ اپنی بداعمالی سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تب بھی اللہ جلّ جلالہٗ کی طرف سے تھوڑی سی توجہ اور اقرارِ عجز کے بعد اللہ کا کرم شامل حال ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت بھی کسی بڑی خیر کا سبب بنادی جاتی ہے اور اللہ کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں چناں چہ علمائ نے اس کے اخفاء میں بھی چند مصالح ارشاد فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور اس صورت موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کے بغیر اُن سے رہا ہی نہیں جاتا تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہوتے کے اس رات میں معصیت کی جرأت کی جاتی تو سخت اندیشہ ناک تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے، کہ ایک صحابی سو رہے تھے، آپؐ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگا دو تاکہ وضو کرلیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے جگا تو دیا مگر حضورؐ سے پوچھا کہ آپؐ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں آپؐ نے خود کیوں نہیں جگا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا، مبادا انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے انکار کفر ہو جاتا تیرے کہنے سے انکار پر کفر نہیں ہوگا۔ تو اسی طرح حق سبحانہٗ وتقدّس کی رحمت نے گوارا نہ فرمایا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے۔ تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا، اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہیں چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔ پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جلّ شانہٗ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا اس صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں کہ جب احتمال پر اس قدر کوشش کر رہے ہیں کہ اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی رات شب قدر ہے تو پھر ان کی

کوششوں کا کیا حال ہوتا۔ ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں ایسے ہی امور کی وجہ سے عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیتے ہیں، چنانچہ اسم اعظم کو مخفی فرما دیا، اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقتِ خاص مقبولیتِ دعا کا ہے اس کو بھی مخفی فرما دیا ایسے ہی اور بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلا دی گئی ہو اور اس کے بعد دیگر مصالح مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے تعیین ہٹا دی ہو۔ تیسری بات جو اس حدیث پاک میں وارد ہے وہ شب قدر کی تلاش کے لئے تین راتیں ارشاد فرمائی ہیں نویں، ساتویں، پانچویں۔ دوسری روایات کے ملانے سے اتنا تو محقق ہے کہ یہ تینوں راتیں اخیر عشرہ کی ہیں لیکن اس کے بعد پھر چند احتمال ہیں کہ اخیر عشرہ میں اگر اوّل سے شمار کیا جاوے تو حدیث کا محمل ۲۹، ۲۷، ۲۵، رات ہوتی ہے اور اگر اخیر سے شمار کیا جائے جیسا کہ بعض الفاظ سے مترشح ہے تو پھر ۲۹ کے چاند کی صورت میں ۲۱، ۲۳، ۲۵ اور ۳۰ کے چاند کی صورت میں ۲۲، ۲۴، ۲۶ ہے۔ اس کے علاوہ بھی تعیین میں روایات بہت مختلف ہیں۔ اور اسی وجہ سے علماء کے درمیان میں اس کے بارے میں بہت کچھ اختلاف ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ پچاس کے قریب علماء کے اقوال ہیں۔ روایات کے بہ کثرت اختلاف کی وجہ محققین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ رات کسی تاریخ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مختلف سالوں میں مختلف راتوں میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے روایات مختلف ہیں کہ ہر سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کے متعلق مختلف راتوں میں تلاش کا حکم فرمایا، اور بعض سالوں میں متعین طور سے بھی ارشاد فرمایا چنانچہ ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ کی مجلس میں ایک مرتبہ شب قدر کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ آج کون سی تاریخ ہے، عرض کیا گیا کہ ۲۲ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آج ہی کی رات میں تلاش کرو حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ شب قدر نبی کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت تک رہے گی میں نے عرض کیا کہ رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے آپؐ نے فرمایا کہ عشرۂ اوّل اور عشرۂ آخر میں تلاش کرو پھر حضورؐ اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے موقع پا کر عرض کیا، اجی یہ تو بتلا ہی دیجیے کہ عشرہ کے کونسے حصہ میں ہوتی ہے حضورؐ اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے نہ بعد میں اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات راتوں میں تلاش کرو بس اس کے بعد اور کچھ نہ پوچھو۔ ایک صحابی کو

حضورؐ نے ۲۳ شب متعین طور پر ارشاد فرمائی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں سو رہا تھا مجھے خواب میں کسی نے کہا کہ اُٹھ آج شب قدر ہے میں جلدی سے اٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو آپؐ کی نماز کی نیت بندھ رہی تھی اور یہ رات ۲۳ شب تھی بعض روایات میں متعین طور سے ۲۴ کی شب کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شب قدر کو پا سکتا ہے (یعنی شب قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے) کسی نے ابن کعبؓ سے اس کو نقل کیا تو وہ فرمانے لگے کہ ابن مسعودؓ کی غرض یہ ہے کہ لوگ ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں پھر قسم کھا کر یہ بتلایا کہ وہ ۲۷ رمضان کو ہوتی ہے۔ اور اسی طرح سے بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ کی رائے ہے کہ وہ ۲۷ شب میں ہوتی ہے۔ ابی بن کعبؓ کی تحقیق یہی ہے ورنہ ابن مسعودؓ کی تحقیق وہی ہے کہ جو شخص تمام سال جاگے وہ اس کو معلوم کر سکتا ہے۔ اور دُرّ منثور کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں۔ ائمہ میں سے بھی امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ تمام سال میں دائر رہتی ہے۔ دوسرا قول امام صاحب کا یہ ہے کہ تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔ صاحبین کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے مگر معلوم نہیں۔ شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ ۲۱ کی شب میں ہونا اقرب ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ اُمید ہے۔ شیخ العارفین محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے اس لئے کہ میں نے دو مرتبہ اس کو شعبان میں دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ پندرہ کو اور ایک مرتبہ ۱۹ کو اور دو مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں ۱۳ کو اور اٹھارہ کو اور رمضان کے اخیر عشرہ کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے اس لئے مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے لیکن رمضان المبارک میں بہ کثرت پائی جاتی ہے ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شب قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے ایک وہ رات ہے جس میں احکام خداوندی نازل ہوتے ہیں اور اسی رات میں قرآن شریف لوح محفوظ سے اُترا ہے، یہ رات رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں تمام

سال میں دائر رہتی ہے لیکن جس سال قرآن پاک نازل ہوا۔ اس سال رمضان المبارک میں تھی، اور اکثر رمضان المبارک ہی میں ہوتی ہے۔ اور دوسری شب قدر وہ ہے جس میں روحانیت کا ایک خاص انتشار ہوتا ہے اور ملائکہ بہ کثرت زمین پر اُترتے ہیں اور شیاطین دور رہتے ہیں، دعائیں اور عبادتیں قبول ہوتی ہیں، یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے اور اخیر عشرہ کی وتر راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ اسی قول کو راجح فرماتے تھے۔

بہر حال شب قدر ایک ہو یا دو، ہر شخص کو اپنی ہمت و وسعت کے موافق تمام سال اس کی تلاش میں سعی کرنا چاہیے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو کرنا چاہیے، اگر یہ بھی مشکل ہو تو عشرۂ اخیرہ کو غنیمت سمجھنا چاہیے، اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرۂ اخیر کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے اور اگر خدانخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہر حال غنیمت بارِدہ سمجھنا ہی چاہیے کہ اگر تائید ایزدی شاملِ حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسّر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں لیکن اگر میسّر نہ بھی ہو تب بھی اجر سے خالی نہیں۔ بالخصوص مغرب و عشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال بہت ہی ضرور ہونا چاہیے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسّر ہو جائیں تو کس قدر باجماعت نمازوں کا ثواب ملے۔ اللہ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں کوشش کی جائے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے لیکن اس کے باوجود کتنے ہمت والے ہیں جو دین کے درپے ہیں، دین کے لئے مرتے ہیں کوشش کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل اغراضِ دنیویہ میں کوشش کے بعد اگر نتیجہ مرتب نہ ہو تو وہ کوشش بے کار اور ضائع۔ لیکن اس پر بھی کتنے لوگ ہیں کہ دنیوی اغراض اور بے کار و لغو امور کے حاصل کرنے کے لئے جان و مال دونوں کو برباد کرتے ہیں ؎ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

(۶) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ فِيْ رَمَضَانَ فِي الْعَشْرَةِ الْاَوَاخِرِ فَاِنَّهَا فِيْ لَيْلَةِ وِتْرٍ فِيْ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ اَوْ ثَلٰثٍ

حضرت عبادہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷،

وَّعِشْرِيْنَ اَوْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ اَوْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ مَنْ قَامَهَا اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّهَا لَيْلَةٌ بُلْجَةٌ صَافِيَةٌ سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ لَا حَارَّةٌ وَّلَا بَارِدَةٌ كَاَنَّ فِيْهَا قَمَرًا سَاطِعًا وَّلَا يَحِلُّ لِنَجْمٍ اَنْ يُّرْمٰى بِهٖ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِيْحَتَهَا لَا شُعَاعَ لَهَا مُسْتَوِيَةً كَاَنَّهَا الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى الشَّيْطَانِ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ (درمنثور عن احمد والبیہقی ومحمد بن نصر وغیرھم)

۲۹، یا رمضان کی آخر رات میں جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمک دار ہوتی ہے۔ صاف شفاف نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی، بلکہ معتدل گویا کہ اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند۔ اللہ جل شانہٗ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا۔ (بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے)

ف: اس حدیث کا اوّل مضمون تو سابقہ روایات میں ذکر ہو چکا ہے، آخر میں شب قدر کی چند علامات ذکر کی ہیں جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایاتِ حدیث میں وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور لابدی نہیں ہیں عبدۃ بن ابی لبابہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیس شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا ایوب بن خالد کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہوگئی میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا، اور یہ تیئیسویں شب کا قصہ ہے۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے، حتیٰ کہ درخت زمین پر

گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں مگر ایسی چیزوں کا تعلق امورِ کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔

(۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ (رواه احمد وابن ماجة والترمذی وصححه کذا فی المشکوٰة)

حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جاوے تو کیا دعا مانگوں حضورؐ نے اللّٰہم سے اخیر تک دعا بتلائی، جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے اللہ تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرمادے مجھ سے بھی۔

ف: نہایت جامع دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے ؎

من نگویم کہ طاعتم بہ پذیر   قلمِ عفو بر گناہم کش

حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں دُعا کے ساتھ مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت دوسری عبادات کے۔ ابن رجبؒ کہتے ہیں کہ صرف دُعا نہیں بلکہ مختلف عبادات میں جمع کرنا افضل ہے مثلاً تلاوت، نماز، دعا، اور مراقبہ وغیرہ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب امور منقول ہیں یہی قول زیادہ اقرب ہے کہ سابقہ احادیث میں نماز، ذکر وغیرہ کئی چیزوں کی فضیلت گذر چکی ہے۔

فصل ثالث ـــــ اعتکاف کے بیان میں

اعتکاف کہتے ہیں مسجد میں اعتکاف کی نیت کر کے ٹھہرنے کو، حنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں ایک واجب جو منّت اور نذر کی وجہ سے ہو جیسے یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، یا بغیر کسی کام پر موقوف کرنے کے یونہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کر لیا، یہ واجب ہوتا ہے۔ اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ دوسری قسم سنّت ہے جو رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ان ایام کے

اعتکاف فرمانے کی تھی، تیسرا اعتکاف نفل ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت نہ ایّام کی مقدار جتنے دن کا جی چاہے کرلے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کرلے تب بھی جائز ہے البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں، لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کرلیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی رہے۔ میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ کو ہمیشہ اس کا اہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اعتکاف کی نیت فرماتے تھے اور بسا اوقات خُدام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیت فرماتے تھے، اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ معتکف کی مثال اُس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے — یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگر حقیقۃً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے، اور اللہ جلّ شانہٗ کی کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ بلکہ بے بہانہ مرحمت فرماتے ہیں ؎

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے — در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال — کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے، اور اللہ جلّ شانہٗ جس کو اکرام فرمادیں اس کے بھرپور خزانوں کا بیان کون کر سکتا ہے اس کے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نا مر دبلوغ کی کیفیت کیا بیان کر سکتا ہے مگر ہاں یہ ٹھان لے کہ ؎

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پر فدا ہوں — یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کرلینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیوں کے بدلے میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اس کے غیر کی طرف سے

منقطع ہو کر ایسی طرح اس میں لگ جاوے کہ خیالات تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اس کی محبت سما جاوے حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ انس کے بدلہ اللہ کے ساتھ انس پیدا ہو جاوے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اس دن اللہ کی پاک ذات کے سوا نہ کوئی مونس نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہو گا تو کس قدر لذت سے وقت گذرے گا ؎

دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن بیٹھا رہوں تصوّرِ جاناں کئے ہوئے

صاحب مُراقی الفلاح کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال میں سے ہے! اس کی خصوصیتیں حدِ احصاء سے خارج ہیں کہ اس میں قلب کو دنیا و مافیہا سے یکسو کر لینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے ؎

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں سر زیرِ بارِ منّتِ درباں کئے ہوئے

نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ نیز اس میں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے۔ نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں وغیرہ وغیرہ، بہت سے فضائل اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں۔

مسئلہ مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجدِ مکہ ہے، پھر مسجدِ مدینہ منورہ، پھر مسجد بیت المقدس، ان کے بعد مسجد جامع، پھر اپنی مسجد۔ امام صاحب کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو، صاحبین کے نزدیک شرعی مسجد ہونا کافی ہے اگرچہ جماعت نہ ہوتی ہو۔ عورت کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیے اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونہ کو اس کے لئے مخصوص کرلے، عورتوں کے لئے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں۔ مگر اس کے باوجود عورتیں اس سُنّت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِیْ قُبَّۃٍ تُرْکِیَّۃٍ ثُمَّ اَطْلَعَ رَأْسَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ اَلْتَمِسُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ ثُمَّ اَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِیْتُ فَقِیْلَ لِیْ اِنَّھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ کَانَ اِعْتَکَفَ مَعِیَ فَلْیَعْتَکِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِیْتُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ ثُمَّ اُنْسِیْتُھَا وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَّطِیْنٍ مِنْ صَبِیْحَتِھَا فَالْتَمِسُوْھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْا فِیْ کُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمُطِرَتِ السَّمَاءُ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ وَکَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰی عَرِیْشٍ فَوَکَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَیْنَایَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی جَبْھَتِہٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ مِنْ صَبِیْحَۃِ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ (مشکوٰۃ عن المتفق علیہ باختلاف اللفظ)

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں مجھے یہ رات دکھلا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی (اس کی علامت یہ ہے) کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا لہٰذا اب اس کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیس کی صبح کو دیکھا۔

ف: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے اس مہینہ میں تمام مہینہ کا اعتکاف فرمایا، اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا تھا۔ لیکن اکثر عادت شریفہ چونکہ اخیر عشرہ ہی کے اعتکاف کی رہی ہے اس لئے علماء کے نزدیک سنت موکدہ وہی ہے۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض شب قدر کی تلاش ہے۔ اور حقیقت میں اعتکاف اس کے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

نیز اعتکاف میں چوں کہ آنا جانا اور اِدھر اُدھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے اس لئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہٰذا شبِ قدر کے قدر دانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوّل تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی، رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے، جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اخیر عشرہ میں حضورؐ لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہے اور بیبیوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہو سکتا ہے۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيَجْرِيْ لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا

(مشکوٰۃ عن ابن ماجۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کے لئے۔

ف: دو مخصوص نفعے اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہو جاتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلم عظیم ہے، اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن اور حفاظت رہتی ہے، دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف ان کو نہیں کر سکتا، اس لئے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رُکا رہا ان کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا اللہ اکبر کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے، درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے ع بہا نہ می دہد بہا نمید ہد۔ مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں ضرورت ہی نہیں توجہ کون کرے اور

کیوں کرے کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں ؂

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر — تجھ سے کیا ضِد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ كَانَ مُعْتَكِفًا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَا فُلَانُ اَرَاكَ مُكْتَئِبًا حَزِيْنًا قَالَ نَعَمْ يَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِفُلَانٍ عَلَيَّ حَقٌّ وَلَا[1] وَحُرْمَةِ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ مَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَفَلَا اُكَلِّمُهٗ فِيْكَ قَالَ اِنْ اَحْبَبْتَ قَالَ فَانْتَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لَهُ الرَّجُلُ اَنَسِيْتَ مَا كُنْتَ فِيْهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَهْدُ بِهٖ قَرِيْبٌ فَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ وَهُوَ يَقُوْلُ مَنْ مَشٰى فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ وَبَلَغَ فِيْهَا كَانَ خَيْرًا لَّهٗ مِنِ اعْتِكَافِ عَشْرِ سِنِيْنَ وَمَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلٰثَ خَنَادِقَ اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ (رواه الطبرانی فی الاوسط والبیهقی واللفظ له والحاکم مختصرا وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب وقال السیوطی فی الدر صححه الحاکم وضعفه البیهقی)

حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں معتکف تھے آپؓ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کرکے (چپ چاپ) بیٹھ گیا حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے اس نے کہا کہ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں اس نے عرض کیا کہ جیسے آپ مناسب سمجھیں، ابن عباسؓ یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے، اس شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف بھول گئے، فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلے اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گذرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضورؐ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے

---

[1] هکذا فی النسخة التی بایدینا بلفظ حرف النهی وهو الصواب عندی لوجوه ووقع فی بعض النسخ ما نقط ولاء بالهمزة فی اخره وهو تصحیف عندی من الکاتب وعلیه قرائن ظاهرة ۱۲

اور کوشش کرے اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے زیادہ چوڑی ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہو گی)

ف: اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوئے، اوّل یہ کہ ایک دن کے اعتکاف کا ثواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتے ہیں اور ہر خندق اتنی بڑی ہے جتنا سارا جہان اور ایک دن سے زیادہ جس قدر زیادہ دنوں کا اعتکاف ہو گا اتنا ہی اجر زیادہ ہو گا۔ علّامہ شعرانی رحمہ اللہ نے کشف الغمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص عشرۂ رمضان کا اعتکاف کرے اس کو دو حج اور دو عمروں کا اجر ہے اور جو شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف کرے کہ نماز، قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔

دوسرا مضمون جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ مسلمانوں کی حاجت روائی، کہ دس برس کے اعتکاف سے افضل ارشاد فرمایا ہے اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہیں فرمائی کہ اس کی تلافی پھر بھی ہو سکتی ہے اور اس کی قضا ممکن ہے اسی وجہ سے صوفیاء کا مقولہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کے یہاں ٹوٹے ہوئے دل کی جتنی قدر ہے اتنی کسی چیز کی نہیں، یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی بد دعا سے احادیث میں بہت ڈرایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے اور نصائح کے ساتھ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ مظلوم کی بد دعا سے بچیو۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردن   اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

اس جگہ ایک مسئلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے بھی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر اعتکاف واجب ہو تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورتِ بشری کے علاوہ کسی ضرورت سے بھی مسجد سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ایثار کہ دوسرے کی وجہ سے اپنا اعتکاف توڑ دیا ایسے ہی لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ دوسروں کی خاطر

خود پیاسے تڑپ تڑپ کر مرجاویں مگر پانی کا آخری قطرہ اس لئے نہ پئیں کہ دوسرا زخمی جو پاس لیٹا ہوا ہے وہ اپنے سے مقدم ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ اعتکاف نفلی اعتکاف ہو، اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔ خاتمہ میں ایک طویل حدیث جس میں کئی نوع کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں ذکر کر کے اس رسالہ کو ختم کیا جاتا ہے۔

(۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ لَتُبَخَّرُ وَتُزَيَّنُ مِنَ الْحَوْلِ اِلَى الْحَوْلِ لِدُخُوْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاِذَا كَانَتْ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ يُقَالُ لَهَا الْمُثِيْرَةُ فَتَصْفِقُ وَرَقَاتِ اَشْجَارِ الْجِنَانِ وَحَلَقَ الْمَصَارِيْعِ فَيُسْمَعُ لِذٰلِكَ طَنِيْنٌ لَّمْ يَسْمَعِ السَّامِعُوْنَ اَحْسَنَ مِنْهُ فَتَبْرُزُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ حَتّٰى يَقِفْنَ بَيْنَ شُرَفِ الْجَنَّةِ فَيُنَادِيْنَ هَلْ مِنْ خَاطِبٍ اِلَى اللّٰهِ فَيُزَوِّجَهٗ ثُمَّ يَقُلْنَ الْحُوْرُ الْعِيْنُ يَا رِضْوَانُ الْجَنَّةِ مَا هٰذِهِ اللَّيْلَةُ فَيُجِيْبُهُنَّ بِالتَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ هٰذِهٖ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ عَلَى الصَّائِمِيْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا رِضْوَانُ اِفْتَحْ اَبْوَابَ الْجِنَانِ وَيَا مَالِكُ اَغْلِقْ اَبْوَابَ الْجَحِيْمِ عَلَى الصَّائِمِيْنَ مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَا جِبْرَئِيْلُ اهْبِطْ اِلَى الْاَرْضِ فَاصْفِدْ مَرَدَةَ الشَّيَاطِيْنِ وَغُلَّهُمْ بِالْاَغْلَالِ

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے حضورؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے، پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دلآویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی، پس خوش نما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو ہم سے جوڑ دیں، پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ثُمَّ اَقْذِفُهُمْ فِي الْبِحَارِ حَتّٰى لَا يُفْسِدُوْا عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَهُمْ قَالَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمُنَادٍ يُّنَادِيْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِيَهٗ سُؤْلَهٗ هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَاَتُوْبَ عَلَيْهِ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ مَنْ يُّقْرِضُ الْمَلِيَّ غَيْرَ الْعَدُوْمِ وَالْوَفِيَّ غَيْرَ الظَّلُوْمِ قَالَ وَلِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ اَلْفُ اَلْفِ عَتِيْقٍ مِّنَ النَّارِ كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ فَاِذَا كَانَ اٰخِرُ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَعْتَقَ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ بِقَدْرِ مَا اَعْتَقَ مِنْ اَوَّلِ الشَّهْرِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَاْمُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ جِبْرَئِيْلَ فَيَهْبِطُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَمَعَهُمْ لِوَاءٌ اَخْضَرُ فَيَرْكُزُ اللِّوَاءَ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ وَلَهٗ مِائَةُ جَنَاحٍ مِّنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا اِلَّا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيَنْشُرُهُمَا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيُجَاوِزَا الْمَشْرِقَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَيَحُثُّ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَلٰٓئِكَةَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَيُسَلِّمُوْنَ عَلٰى كُلِّ قَائِمٍ وَّقَاعِدٍ وَّمُصَلٍّ وَّذَاكِرٍ وَّيُصَافِحُوْنَهُمْ وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهِمْ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِيْ جِبْرَئِيْلُ مَعَاشِرَ الْمَلٰٓئِكَةِ الرَّحِيْلَ الرَّحِيْلَ

کی امت کے لئے (آج) کھولدئے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رضوان سے فرما دیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھولدے اور مالک (جہنّم کے داروغہ) سے فرمادیتے ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کردے اور جبرئیلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزوں کو خراب نہ کریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں کون ہے جو غنی کو قرض دے، ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضورؐ نے [illegible] کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہوچکے تھے، اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے اُن کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ

فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرَئِيْلُ فَمَا صَنَعَ اللّٰهُ فِيْ حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةً فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ قَالَ رَجُلٌ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَعَاقٌّ لِوَالِدَيْهِ وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَمُشَاحِنٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُشَاحِنُ قَالَ هُوَ الْمُصَارِمُ فَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ فَاِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَلٰٓئِكَةَ فِيْ كُلِّ بِلَادٍ فَيَهْبِطُوْنَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَقُوْمُوْنَ عَلٰى اَفْوَاهِ السِّكَكِ فَيُنَادُوْنَ بِصَوْتٍ يَّسْمَعُ مَنْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا الْجِنُّ وَالْاِنْسُ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اُخْرُجُوْا اِلٰى رَبٍّ كَرِيْمٍ يُعْطِي الْجَزِيْلَ وَيَعْفُوْ عَنِ الْعَظِيْمِ فَاِذَا بَرَزُوْا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلٰٓئِكَةِ مَا جَزَآءُ الْاَجِيْرِ اِذَا عَمِلَ عَمَلَهٗ قَالَ فَتَقُوْلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلٰهَنَا وَسَيِّدَنَا جَزَائُهٗ اَنْ تُوَفِّيَهٗ اَجْرَهٗ قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ يَا مَلٰٓئِكَتِيْ اِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِيَامِهِمْ رِضَائِيْ وَمَغْفِرَتِيْ وَيَقُوْلُ يَا عِبَادِيْ سَلُوْنِيْ فَوَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا تَسْئَلُوْنِي الْيَوْمَ شَيْئًا فِيْ جَمْعِكُمْ لِاٰخِرَتِكُمْ اِلَّا اَعْطَيْتُكُمْ وَلَا لِدُنْيَاكُمْ اِلَّا نَظَرْتُ

شانہٗ حضرت جبرئیلؑ کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں، ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اُوپر کھڑا کرتے ہیں، اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں، پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں صبح تک یہی حالت رہتی ہے، جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت اب کوچ کرو اور چلو۔ فرشتے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ چار شخص کون ہیں، ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو، دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنیوالا ہو، تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنیوالا اور ناطہ توڑنے والا ہو، چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو، اور آپس میں قطع تعلق کرنیوالا ہو، پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام

لَكُمْ فَوَعِزَّتِي لَاَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَادُمْتُمْ تُرَاقِبُوْنِي وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا اُخْزِيْكُمْ وَلَا اَفْضَحُكُمْ بَيْنَ اَصْحَابِ الْحُدُوْدِ اِنْصَرِفُوْا مَغْفُوْرًا لَّكُمْ قَدْ اَرْضَيْتُمُوْنِي وَرَضِيْتُ عَنْكُمْ فَتَفْرَحُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَتَسْتَبْشِرُ بِمَا يُعْطِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اِذَا اَفْطَرُوْا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔

(كذا فى الترغيب وقال رواه ابوالشيخ بن حبان فى كتاب الثواب والبيهقى واللفظ له وليس فى اسناده من اجمع على ضعفه قلت قال السيوطى فى التدريب قد التزم البيهقى ان لايخرج فى تصانيفه حديثا يعلمه موضوعا الخ وذكر القارى فى المرقاة بعض طرق الحديث ثم قال فاختلاف طرق الحديث يدل على ان له اصلا اه)

(آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنّات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت اس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دیدی جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔ اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو، میری عزّت کی قسم میرے جلال کی قسم آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا، اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزّت کی قسم جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزّت کی قسم اور میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس اُمت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھِل جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

ف: اس حدیث کے اکثر مضامین رسالہ کے گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں البتہ چند امور قابلِ غور ہیں جن میں سب سے اوّل اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرت عامّہ سے بھی مستثنیٰ تھے جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے اور وہ عید کی اس مغفرت عامّہ سے بھی مستثنیٰ کر دیئے گئے جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے کون سا ٹھکانا ڈھونڈ رکھا ہے۔ افسوس تم پر بھی اور تمہاری اُس عزّت پر بھی جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول اللہ کی بددعائیں برداشت کر رہے ہو، جبرئیلؑ کی بددعائیں اٹھا رہے ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرتِ عامّہ سے بھی نکالے جا رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی، اپنی مونچھ اونچی کر ہی لی، وہ کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے جب کہ اللہ کا پیارا رسول تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے، اللہ کا مقرب فرشتہ تمہاری ہلاکت کی بددُعا دے رہا ہے اللہ جل شانہٗ تمہیں اپنی مغفرت و رحمت سے نکال رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو، صبح کا بھٹکا شام کو گھر آجائے تو کچھ نہیں گیا۔ آج وقت ہے اور تلافی ممکن، اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزّت و وجاہت کی پوچھ نہ مال و متاع کار آمد، وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے حقوق میں درگذر فرماتے ہیں مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دئے نہیں چھوڑتے، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مفلس میری اُمت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے اور نماز روزہ صدقہ سب ہی کچھ لاوے۔ لیکن کسی کو گالی دے رکھی ہے، کسی کو تہمت لگا دی تھی، کسی کو مار پیٹ کی تھی پس یہ سب دعویدار آویں گے اور اس کے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کریں گے، اور جب اس کے پاس نیک اعمال ختم ہو جاویں گے تو اپنی بُرائیاں ان حرکتوں کے بدلہ میں اس پر ڈالتے رہیں گے اور پھر اس انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہو جائے گا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہوگا وہ محتاجِ بیان نہیں ؎

وہ مایوسِ تمنّا کیوں نہ سوئے آسماں دیکھے
کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائے گاں دیکھے

دوسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ اس رسالہ میں چند مواقع مغفرت کے ذکر کئے گئے ہیں اور

ان کے علاوہ بھی بہت سے اُمور ایسے ہیں کہ وہ مغفرت کے سبب ہوتے ہیں اور گناہ اُن سے معاف ہوجاتے ہیں۔ اس پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ایک مرتبہ گناہ معاف ہوچکے تو اس کے بعد دوسری مرتبہ معافی کے کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اگر اس پر کوئی گناہ ہوتا ہے تو اس کو مٹاتی ہے اور اگر اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا تو اس کے بقدر اس پر رحمت اور انعام کا اضافہ ہوجاتا ہے۔

تیسرا امر یہ ہے کہ سابقہ احادیث میں بھی بعض جگہ اور اس حدیث میں بھی حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی مغفرت فرمانے پر فرشتوں کو گواہ بنایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کی عدالت کے معاملات ضابطہ پر رکھے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اُن کی تبلیغ کے بارے میں بھی گواہ طلب کئے جائیں گے۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں بہت سے مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا لہٰذا تم گواہ رہو کہ میں پہنچا چکا ہوں، بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام قیامت کے دن بلائے جائیں گے اُن سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے رسالت کا حق ادا کیا ہمارے احکام پہنچائے وہ عرض کریں گے پہنچائے تھے۔ پھر ان کی اُمت سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں احکام پہنچائے تھے وہ کہیں گے مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ۔ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ ڈرانے والا تو حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ اپنے گواہ پیش کرو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کو پیش کریں گے، اُمت محمدیہ بلائی جائے گی اور گواہی دے گی بعض روایات میں آتا ہے کہ ان سے جرح کی جائے گی کہ تم کو کیا خبر، کہ نوحؑ نے اپنی اُمت کو احکام پہنچائے۔ یہ عرض کریں گے کہ ہمارے رسولؐ نے خبر دی، ہمارے رسول پر جو سچی کتاب اُتری اس میں خبر دی گئی۔ اسی طرح اور انبیاء کی اُمت کے ساتھ ہی پیش آئے گا اسی کے متعلق ارشاد خداوندی ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ قیامت میں گواہیاں چار طرح کی ہوں گی، ایک ملائکہ کی، جس کے متعلق آیاتِ ذیل میں تذکرہ ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ۔ وَمَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ دوسری گواہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۝ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا ط تیسری اُمتِ محمدیہ کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ؕ چوتھی آدمی کی اپنے اعضاء کی گواہی جس کے متعلق ارشاد ہے یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ الآیۃ اور اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ الآیۃ اختصار کے خیال سے ان آیات کا ترجمہ نہیں لکھا سب آیات کا حاصل قیامت کے دن ان چیزوں کی گواہی دینے کا ذکر ہے جن کا بیان آیت کے شروع میں لکھ دیا گیا۔ چوتھا امر حدیث بالا میں یہ ارشاد مبارک ہے کہ میں تم کو کفار کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ یہ حق تعالیٰ شانہٗ کا غایت درجہ کا لطف وکرم اور مسلمانوں کے حال پر غیرت ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈھنے والوں کے لئے یہ بھی لطف وانعام ہے کہ ان کی لغزشوں اور سیات سے وہاں بھی درگذر اور پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ ایک مومن کو اپنے قریب بلا کر اس پر پردہ ڈال کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے اس کی لغزشوں اور سیّات یاد دلا کر اس سے ہر ہر گناہ کا اقرار کرائیں گے اور وہ اپنے گناہوں کی کثرت اور اقرار پر یہ سمجھے گا کہ اب ہلاکت کا وقت قریب آگیا۔ تو ارشاد ہوگا کہ میں نے دنیا میں تجھ پر ستاری فرمائی ہے تو آج بھی اُن پر پردہ ہے اور معاف ہیں۔ اس کے بعد اس کے نیک اعمال کا دفتر اس کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اور بھی سینکڑوں روایات سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں، اس کے احکام کی پابندی کرنے والوں کی لغزشوں سے درگذر کر دیا جاتا ہے اس لئے نہایت اہمیت کے ساتھ ایک مضمون سمجھ لینا چاہئے۔ کہ جو لوگ اللہ والوں کی کوتاہیوں پر ان کی غیبت میں مبتلا رہتے ہیں وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ مبادا قیامت میں اُن کے نیک اعمال کی برکت سے ان کی لغزشیں تو معاف کر دی جائیں اور پردہ پوشی فرمائی جائے لیکن تم لوگوں کے اعمال نامے غیبت کا دفتر بن کر ہلاکت کا سبب بنیں، اللہ جلّ شانہٗ اپنے لطف سے ہم سب سے درگذر فرما دیں۔

پانچواں امر ضروری یہ ہے کہ حدیث بالا میں عید کی رات کو انعام کی رات سے پکارا گیا۔ اس رات میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے اس لئے بندوں کو بھی اس رات کی بے حد قدر کرنا چاہئے بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا خواص بھی

رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں۔ حالانکہ یہ رات بھی خصوصیت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت کر کے دونوں عیدوں میں جاگے (اور عبادت میں مشغول رہے اس کا دل اس دن نہ مریگا جس دن سب کے دل مرجاویں گے یعنی فتنہ و فساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھاتی ہے، اس کا دل زندہ رہے گا، اور ممکن ہے کہ صُور پھونکے جانے کا دن مُراد ہو، کہ اس کی روح بے ہوش نہ ہوگی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لئے) جاگے اس کے واسطے جنّت واجب ہوجاوے گی، لیلۃ الترویہ (آٹھ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ العرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ النحر (۱۰ ذی الحجہ کی رات) اور عید الفطر کی رات اور شب براءت یعنی ۱۵ شعبان کی رات۔

فقہاء نے بھی عیدین کی رات میں جاگنا مستحب لکھا ہے۔ ماثبت بالسنۃ میں امام شافعی صاحب سے نقل کیا ہے کہ پانچ راتیں دُعا کی قبولیت کی ہیں۔ جمعہ کی رات، عیدین کی راتیں، غرّۂ رجب کی رات، اور نصف شعبان کی رات۔

تنبیہ

بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں جمعہ کی رات کا بھی خصوصیت سے اہتمام چاہئے کہ جمعہ اور اس کی رات بہت متبرک اوقات ہیں۔ احادیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مگر چوں کہ بعض روایات میں جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے اس لئے بہتر ہے کہ ایک دو رات کو اس کے ساتھ اور بھی شامل کرلے۔

آخر میں ناظرین سے لجاجت سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کے مخصوص اوقات میں جب آپ اپنے لئے دعا فرمائیں تو اس سیہ کار[1] کو بھی شامل فرمائیں۔ کیا بعید ہے کہ کریم آقا تمھاری مخلصانہ دُعا سے اس کو بھی اپنی رضا و محبت سے نواز دیں۔

---

[1] یعنی حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ، احقر ناکارہ انیس احمد بھی آپ حضرات سے دُعا کا ملتجی ہے۔

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ جہاں　　پر ترے در کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے

کش مکش سے نا اُمیدی کی ہوا ہوں میں تباہ　　دیکھ مت میرے عمل، کر لطف پر اپنے نگاہ
یارب اپنے رحم و احسان و عطا کے واسطے

چرخِ عصیاں سر پہ ہے زیرِ قدم بحرِ اَلم　　چار سو ہے فوجِ غم، کر جلد اب بہرِ کرم
کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے　　اور تکیہ زُہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب　　نے عبادت نے ورع نے خواہشِ علم و ادب
دردِ دل، پر چاہیے مجھ کو خدا کے واسطے

عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دُنیا بے شمار　　کی عطا تو نے مجھے، پر اب تو اے پروردگار
بخش، وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا　　کر مری امداد اللہ وقت ہے امداد کا
اپنے لُطف و رحمتِ بے انتہا کے واسطے

گو میں ہوں اک بندۂ عاصی غلامِ پُر قصور　　جُرم میرا حوصلہ ہے نام ہے تیرا غفور
تیرا کہلاتا ہوں میں جیسا ہوں اے ربِّ شکور　　اَنْتَ شَافٍ اَنْتَ کَافٍ فِیْ مُہِمَّاتِ الْاُمُوْرِ
اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْلُ

محمد زکریا کاندھلوی مقیم مظاہر علوم

تحریر تاریخ کتابت عکسی ۱۲ ر رجب ۱۳۸۲ھ
دوسری مرتبہ کتابت عکسی ۱۵ ر رجب ۱۳۹۶ھ
۲۷ ر شب رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائلِ تبلیغ

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

نوراللہ مرقدہ



گابا سنز اردو منزل، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 021-32636565-32628266

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تمہید

حمد وصلوٰۃ کے بعد۔ مجدّدِ دینِ اسلام کے ایک درخشندہ جوہر، اور علماء ومشائخ عصر کے ایک آبدار گوہر کا ارشاد ہے کہ تبلیغِ دین کی ضرورت کے متعلق مختصر طور پر چند آیات واحادیث لکھ کر پیش کروں چونکہ مجھ جیسے سیہ کار کے لئے ایسے ہی حضرات کی رضا وخوشنودی وسیلۂ نجات اور کفارۂ سیئات ہوسکتی ہے۔ اس لئے اس عُجالۂ نافعہ کو خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہر اسلامی مدرسہ، اسلامی انجمن، اسلامی اسکول اور ہر اسلامی طاقت بلکہ ہر مسلمان سے گذارش ہے کہ اس وقت دین کا انحطاط جسقدر روز افزوں ہے، دین کے اوپر جس طرح کُفّار کی طرف سے نہیں خود مسلمانوں کی طرف سے حملے ہو رہے ہیں فرائض و واجبات پر عمل عام مسلمانوں سے نہیں بلکہ خاص اور اَخصُّ الخَوَاص مسلمانوں سے متروک ہوتا جارہا ہے۔ نماز روزہ کے چھوڑ دینے کا کیا ذکر جبکہ لاکھوں آدمی کُھلے ہوئے شرک وکفر میں مبتلا ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ان کو شرک وکفر نہیں سمجھتے۔ محرّمات اور فسق وفجور کا شُیُوع جسقدر صاف اور واضح طریق سے بڑھتا جارہا ہے اور دین کے ساتھ لاپرواہی بلکہ اِستخفاف واِستہزاء جتنا عام ہوتا جارہا ہے وہ کسی فردِ بشر سے مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے خاص علماء بلکہ عام علماء میں بھی لوگوں سے یکسوئی اور وحشت بڑھتی جارہی ہے جس کا لازمی اثر یہ ہورہا ہے کہ دین اور دینیات سے اجنبیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ عوام اپنے کو معذور کہتے ہیں کہ ان کو بتلانے والا کوئی نہیں۔ اور علماء اپنے کو معذور سمجھتے ہیں کہ انکی سُننے والا کوئی نہیں۔ لیکن خدائے قدوس کے یہاں نہ عوام کا یہ عذر کافی کہ کسی نے بتلایا نہ تھا اس لئے کہ دینی امور کا معلوم کرنا، تحقیق کرنا ہر شخص کا اپنا فرض ہے قانون سے ناواقفیت کا عذر کسی حکومت میں بھی معتبر نہیں۔ اَحْکَمُ الحَاکِمِیْن کے یہاں یہ پوچ عذر کیسے چل سکتا ہے یہ تو عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اسی طرح نہ علماء کے لئے یہ جواب موزوں کہ کوئی سُننے والا نہیں۔ جن اسلاف کی نیابت کے آپ حضرات دعویدار ہیں انہوں نے کیا کچھ تبلیغ کی خاطر برداشت نہیں فرمایا، کیا پتھر نہیں کھائے، گالیاں نہیں کھائیں، مصیبتیں نہیں جھیلیں؟ لیکن ہر نوع کی تکالیف برداشت فرمانے کے بعد اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کا احساس فرما کر لوگوں تک دین پہنچایا، ہر سخت سے سخت مزاحمت کے باوجود نہایت شفقت سے اسلام واحکامِ اسلام کی اشاعت کی۔

عام طور پر مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جس کے سامنے کوئی منکر ہو رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو یا اس کے روکنے کے اسباب پیدا کر سکتا ہو اسکے ذمہ واجب ہے کہ اسکو روکے۔ اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جاوے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی جبکہ وہ اپنی کوتاہی سے یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا ان سے پورا نہیں ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہو۔ قرآن و حدیث میں جسقدر اہتمام سے تبلیغ اور اَمر بِالمعرُوف وَالنَّہی عَنِ المُنکَر کو ارشاد فرمایا گیا ہے وہ ان آیات و احادیث سے ظاہر ہے جو آئندہ فصلوں میں آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں صرف علماء کے ذمہ رکھکر یا انکی کوتاہی بتا کر کوئی شخص بریُ الذِّمّہ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے میری عَلَی العُمُوم درخواست ہے کہ ہر مسلمان کو اسوقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصہ لینا چاہئے اور جسقدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ کر سکتا ہو کرنا چاہئے ؎

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار ❊ کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

یہ بھی معلوم کر لینا ضروری ہے کہ تبلیغ کے لئے یا اَمر بِالمعرُوف اور نَہی عَنِ المُنکَر کیلئے پورا کامِل و مکمل عالِم ہونا ضروری نہیں ہر وہ شخص جو کوئی مسئلہ جانتا ہو اسکو دوسروں تک پہنچائے۔ جب اسکے سامنے کوئی ناجائز امر کیا جارہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو تو اس کا روکنا اس پر واجب ہے۔ اس رسالہ میں مختصر طور پر سات فصلیں ذکر کی ہیں۔

فصلِ اوّل

میں تبرکاً اللہ پاک کی بابرکت کلام میں سے چند آیات کا ترجمہ جن میں تبلیغ و اَمر بِالمعرُوف کی تاکید و ترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود حق سبحانہٗ و تقدس کو اس کا کتنا اہتمام ہے کہ جس کے لئے بار بار مختلف عنوانوں سے اپنے پاک کلام میں اس کا اعادہ کیا ہے۔ تقریباً ساٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اسکی ترغیب اور توصیف میں گذر چکی ہیں۔ اگر کوئی دَقیقُ النَّظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کسقدر آیات معلوم ہوں۔ چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا۔ اس لئے چند آیات ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) قَالَ اللّٰہُ عَزَّاسمُہٗ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿ اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (بیان القرآن)

مُفَسِّرِین نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بلائے وہ اس بشارت اور تعریف کا

مستحق ہے خواہ کسی طریق سے بُلائے۔ مثلاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معجزہ وغیرہ سے بلاتے ہیں، اور علماء دلائل سے، مجاہدین تلوار سے، اور مؤذنین اذان سے۔ غرض جو بھی کسی شخص کو دعوت الی الخیر کرے وہ اس میں داخل ہے خواہ اعمالِ ظاہرہ کی طرف بلائے یا اعمالِ باطنہ کی طرف۔ جیساکہ مشائخ صوفیہ معرفت اللہ کی طرف بُلاتے ہیں (خازن) مُفسّرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ تفاخر بھی ہو۔ اسکو اپنے لئے باعثِ عزت بھی سمجھتا ہو۔ اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔ بعض مُفسّرین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ، نصیحت، تبلیغ سے اپنے کو بہت بڑی ہستی نہ کہنے لگے بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمین میں سے ایک مُسلمان میں بھی ہوں۔

(۲) وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیگا۔ ﴾

مُفسّرین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیات سُنا کر نصیحت فرمانا مقصود ہے کہ وہ نفع رساں ہے مؤمنین کے لئے تو ظاہر ہے کُفّار کے لئے بھی، اس لحاظ سے کہ وہ انشاء اللہ اسکے ذریعہ سے مؤمنین میں داخل ہو جائینگے اور آیت کے مصداق میں شامل ہونگے۔ ہمارے اس زمانے میں وعظ ونصیحت کا راستہ تقریباً بند ہو گیا ہے وعظ کا مقصد بالعموم شُستگیٔ تقریر بن گیا ہے تاکہ سُننے والے تعریف کردیں حالانکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شخص تقریر و بلاغت اسلئے سیکھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو قیامت کے دن اسکی کوئی عبادت مقبول نہیں نہ فرض نہ نفل۔

(۳) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اسکے پابند رہئے۔ ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے معاش تو آپکو ہم دینگے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔ ﴾

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی تنگیٔ معاش کے رفع فرمانیکا فکر ہوتا تو اس کو نماز کی تاکید فرماتے اور آیتِ بالا کو تلاوت فرما کر گویا اس طرف اشارہ فرماتے کہ وسعتِ رزق کا وعدہ اہتمامِ نماز پر موقوف ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں نماز کے حکم کرنے کے ساتھ خود اسپر اہتمام کرنے کا حکم اسلئے ارشاد ہوا ہے کہ یہ اَنْفَع ہے کہ تبلیغ کیساتھ ساتھ جس چیز کا دوسروں کو حکم کیا جاوے خود بھی اسپر اہتمام کیا جاوے کہ اس سے دوسروں پر اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اور دوسروں کے اہتمام کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے ہدایت کیواسطے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو

مبعوث فرمایا ہے کہ وہ نمونہ بنکر سامنے ہوں تو عمل کرنے والوں کو عمل کرنا سہل ہو، اور یہ خدشہ نہ گذرے کہ فلاں حکم مشکل ہے اسپر عمل کیسے ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد رزق کے وعدہ کی مصلحت یہ ہے کہ نماز کا اپنے اوقات کے ساتھ اہتمام بسا اوقات اسباب معیشت میں ظاہر نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہے بالخصوص تجارت ملازمت وغیرہ میں، اسلئے اسکو ساتھ کے ساتھ دفع فرمادیا کہ یہ ہمارے ذمہ ہے۔ یہ سب دُنیاوی امور کے اعتبار سے ہے اسکے بعد بطور قاعدہ کلیہ اور امر بدیہی کے فرمایا کہ عاقبت تو ہے ہی متقیوں کے لئے اسمیں کسی دوسرے کی شرکت ہی نہیں۔

(۴) یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

بیٹا نماز پڑھا کر، اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے (بیان القرآن)

اس آیت شریفہ میں مہتم بالشان امور کو ذکر فرمایا ہے اور حقیقۃً یہ امور اہم ہیں، تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہیں۔ مگر ہم لوگوں نے ان ہی چیزوں کو خاص طور سے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اَمر بالمعروف کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ تو تقریبًا سب ہی کے نزدیک متروک ہے۔ نماز جو تمام عبادات میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے اور ایمان کے بعد سب سے مقدم اسی کا درجہ ہے اسکی طرف سے بھی کسقدر غفلت برتی جاتی ہے۔ اُن لوگوں کو چھوڑ کر جو بے نمازی کہلاتے ہیں خود نمازی لوگ بھی اسکا کامل اہتمام نہیں فرماتے، بالخصوص جماعت جس کی طرف اقامتِ نماز سے اشارہ ہے صرف غرباء کے لئے رہ گئی۔ امراء اور باعزت لوگوں کے لئے مسجد میں جانا گویا عار بن گیا ہے۔

فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی ؏ آنچہ عار تست او فخر من است

(۵) وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ ٥

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور بُرے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہونگے۔

حق سُبحانہٗ و تقدس نے اس آیتِ شریفہ میں ایک اہم مضمون کا حکم فرمایا ہے وہ یہ کہ اُمت میں سے ایک جماعت اس کام کے لئے مخصوص ہو کہ وہ اسلام کی طرف لوگوں کو تبلیغ کیا کرے یہ حکم مُسلمانوں کے لئے تھا مگر افسوس کہ اس اصل کو ہم لوگوں نے بالکلیہ ترک کر دیا ہے اور دوسری قوموں نے نہایت اہتمام سے پکڑ لیا ہے۔ نصاریٰ کی مستقل جماعتیں دُنیا میں تبلیغ کے لئے مخصوص ہیں اور اسی طرح دوسری اقوام میں اسکے لئے مخصوص کارکن موجود ہیں۔ لیکن کیا مسلمانوں میں بھی کوئی جماعت ایسی ہے؟ اس کا جواب نفی میں

نہیں تو اثبات میں بھی مشکل ہے۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی فرد اسکے لئے اُٹھتا بھی ہے تو اس وجہ سے کہ بجائے اعانت کے اس پر اعتراضات کی اسقدر بھرمار ہوتی ہے کہ وہ آج نہیں تو کل تھک کر بیٹھ جاتا ہے۔ حالانکہ خیر خواہی کا مقتضا یہ تھا کہ اسکی مدد کی جاتی، اور کوتاہیوں کی اصلاح کی جاتی۔ نہ یہ کہ خود کوئی کام نہ کیا جاوے اور کام کرنیوالوں کو اعتراضات کا نشانہ بنا کر ان کو کام کرنے سے گویا روک دیا جاوے۔

(۶) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ﴿تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کے (نفع رسانی) کے لئے نکالے گئے ہو۔ تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو، اور برے کام سے منع کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو (بیان القرآن و ترجمہ عاشقی)

مسلمانوں کا اَشْرَفُ النَّاس اور امتِ محمدیہ کا اَشْرَفُ الاُمَم ہونا متعدد احادیث میں تصریح سے وارد ہوا ہے، قرآن پاک کی آیات میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحۃً و اشارۃً بیان فرمایا گیا ہے اس آیت شریفہ میں بھی خَيْرَ أُمَّةٍ کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور اسکے ساتھ ہی اسکی علت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ تم بہترین امت ہو اسلئے کہ اَمْر بِالْمَعْرُوف اور نَہْی عَنِ الْمُنْكَر کرتے ہو۔

مُفَسِّرِیْن نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں اَمْر بِالْمَعْرُوف اور نَہْی عَنِ الْمُنْكَر کو ایمان سے بھی پہلے ذکر فرمایا۔ حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو اور امم سابقہ بھی شریک تھیں۔ یہ خاص خصوصیت جس کی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین سے اُمتِ محمدیہ کو تفوق ہے وہ یہی اَمْر بِالْمَعْرُوف اور نَہْی عَنِ الْمُنْكَر ہے جو اس اُمت کا تمغۂ امتیاز ہے، اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں اسلئے ساتھ ہی بطور قید کے اسکو بھی ذکر فرما دیا، ورنہ اصل مقصود اس آیتِ شریفہ میں اسی کا ذکر فرمانا ہے اور چونکہ وہی اس جگہ مقصود بالذکر ہے اس لئے اسکو مقدم فرمایا۔

اس اُمت کے لئے تمغۂ امتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسکا مخصوص اہتمام کیا جائے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اسمیں کافی نہیں، اسلئے کہ یہ امر پہلی اُمتوں میں بھی پایا جاتا تھا جس کو فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهٖ وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے، امتیاز مخصوص اہتمام کا ہے کہ اس کو مستقل کام سمجھ کر دین کے اور کاموں کی طرح سے اس میں مشغول ہوں۔

(۷) لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ﴿عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (و برکت) نہیں ہوتی، مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح

فَسَوۡفَ نُؤۡتِیۡهِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ۝ پ۵۔ ع۱۴ ﴿ کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کے لئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں اُن کے مشوروں میں البتہ خیر و برکت ہے۔) اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض) اللہ کی رضا کے واسطے کرے گا (نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے) اس کو ہم عنقریب اجرِ عظیم عطا فرمائینگے۔

اِس آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے امر بالمعروف کرنے والوں کے لئے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے، اور جس اجر کو حق جل جلالہٗ بڑا فرمادیں اسکی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کا ہر کلام اس پر بار ہے مگر یہ کہ اَمر بِالمعروف اور نہی عَنِ المُنکَر ہو، یا اللہ کا ذکر ہو۔

دوسری احادیث میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل نماز روزہ صدقہ سب سے افضل ہو" صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "لوگوں میں مصالحت کرانا، کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسا کہ اُسترہ بالوں کو اُڑا دیتا ہے۔" اور بھی بہت سی نصوص میں لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اس جگہ اس کا ذکر مقصود نہیں۔ اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ اَمر بِالمعروف میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مصالحت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہو سکے اس کا بھی ضرور اہتمام کیا جائے۔

فصلِ ثانی

میں اُن احادیث میں سے بعض کا ترجمہ ہے جو مضمون بالا کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ تمام احادیث کا نہ احاطہ مقصود ہے نہ ہو سکتا ہے نیز اگر کچھ زیادہ مقدار میں آیات و احادیث جمع بھی کیجائیں تو ڈر یہ ہے کہ دیکھے گا کون۔ آجکل ایسے امور کے لئے کسے فرصت اور کس کے پاس وقت ہے اسلئے صرف یہ امر دکھلانے کیلئے اور آپ حضرات تک پہنچا دینے کے لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسقدر اہمیت کیساتھ اسکی تاکید فرمائی ہے اور نہ ہونے کی صورت میں کسقدر سخت وعید اور دھمکی فرمائی ہے چند احادیث ذکر کیجاتی ہیں:۔

(۱) عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدِ الۡخُدۡرِیِّ ؓ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ مَنۡ ﴿ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز اَمر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر

رَأیٰ مِنکُمْ مُنکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ رواہ مسلم والترمذی وابن ماجہ والنسائی کذافی الترغیب

قدرت ہو کہ اسکو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے۔ اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے، اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسکو بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اس کو زبان سے بند کرنے کی طاقت ہو تو بند کر دے ورنہ دل سے اس کو بُرا سمجھے کہ اس صورت میں بھی وہ بری الذمّہ ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اس کو بُرا سمجھے تو وہ بھی مومن ہے مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔

اس مضمون کے متعلق کئی ارشادات نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مختلف احادیث میں نقل کئے گئے ہیں۔ اب اس کے ساتھ اس ارشاد کی تعمیل پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں یا فقط زبان سے اس کی بُرائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں۔ یا کم از کم اس ایمان کے ضعیف درجہ کے موافق دل ہی سے اس کو بُرا سمجھتے ہیں یا اس کام کو ہوتا ہوا دیکھنے سے دل تلملاتا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر ذرا تو غور کیجیے کہ کیا ہونا چاہیئے تھا اور کیا ہو رہا ہے:۔

(۲) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍؓ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ وَالْوَاقِعِ فِیْہَا کَمَثَلِ قَوْمٍ اِسْتَہَمُوْا عَلٰی سَفِیْنَۃٍ فَصَارَ بَعْضُہُمْ اَعْلَاھَا وَبَعْضُہُمْ اَسْفَلَہَا فَکَانَ الَّذِیْ فِیْ اَسْفَلِہَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰی مَنْ فَوْقَہُمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِیْ نَصِیْبِنَا خَرْقًا وَّلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ تَرَکُوْھُمْ وَمَا اَرَادُوْا ھَلَکُوْا جَمِیْعًا وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰی اَیْدِیْہِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِیْعًا (رواہ البخاری والترمذی)

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قرعہ سے (مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصّہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے (الطبق) کے حصہ میں ہوں، جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جہاز کے اوپر کے حصہ پر آکر پانی لیتے ہیں، اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اوپر پانی کے لئے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے ہم اپنے

ہی حصہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے اُوپر والوں کو ستانا نہ پڑے۔ ایسی صورت میں اگر اُوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کرلیں گے کہ وہ جانیں اُن کا کام، ہمیں اُن سے کیا واسطہ۔ تو اس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔

صحابۂ کرام رضؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں بھی تباہ و برباد ہو سکتے ہیں جب کہ ہم میں صلحاء اور متقی لوگ موجود ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جائے۔

اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہر طرف گیت گائے جا رہے ہیں اور اس پر شور مچایا جا رہا ہے، نئے نئے طریقے ان کی اصلاح کے واسطے تجویز کئے جا رہے ہیں۔ مگر کسی روشن خیال (تعلیمِ جدید کے شیدائی) کی تو کیا کسی تاریک خیال (مولوی صاحب) کی بھی نظر اس طرف نہیں جاتی ہے کہ حقیقی طبیب اور شفیق مربّی نے کیا مرض تشخیص فرمایا اور کیا علاج تبلایا ہے اور اس پر کس درجہ عمل کیا جا رہا ہے۔ کیا اس ظلم کی کچھ انتہا ہے کہ جو سبب مرض ہے جس سے مرض پیدا ہوا ہے وہی علاج تجویز کیا جا رہا ہے کہ (دین کی ترقی کے لئے دین و اسبابِ دین سے بے توجہی کی جا رہی ہے۔ اپنی ذاتی رایوں پر عمل کیا جا رہا ہے) تو یہ مریض کل کی جگہ آج ہلاک نہ ہوگا تو کیا ہوگا ؎

میرؔ کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

(۳) عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّہٗ کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ یَا ھٰذَا اتَّقِ اللّٰہَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ بِہٖ فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لَکَ ثُمَّ یَلْقَاہُ مِنَ الْغَدِ وَھُوَ عَلٰی حَالِہٖ فَلَا یَمْنَعُہٗ ذٰلِکَ اَنْ یَّکُوْنَ اَکِیْلَہٗ وَشَرِیْبَہٗ وَقَعِیْدَہٗ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِکَ ضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزّل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع کرتا کہ دیکھ اللہ سے ڈر ایسا نہ کر لیکن اس کے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے تعلّقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے تھا۔ جب عام طور پر ایسا ہونے لگا

بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاسِقُوْنَ ثُمَّ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی الترغیب

تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب کو بعضوں کیساتھ خلط کر دیا (یعنی نافرمانوں کے قلوب جیسے تھے، ان کی نحوست سے فرمانبرداروں کے قلوب بھی ویسے ہی کر دیئے) پھر ان کی تائید میں کلام پاک کی آیتیں لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے فَاسِقُوْنَ تک پڑھیں اِس کے بعد حضورؐ نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ اَمر بالمعروف اور نَہی عن المنکر کرتے رہو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اس کو حق بات کی طرف کھینچکر لاتے رہو۔

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضورؐ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے جوش میں اُٹھ کر بیٹھ گئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ تم نجات نہیں پاؤ گے جب تک کہ ان کو ظلم سے نہ روک دو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم اَمر بالمعروف اور نَہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچکر لاتے رہو ورنہ تمھارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیئے جائیں گے جس طرح ان لوگوں کے کر دیئے گئے اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہوگی جس طرح ان پر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔ قرآن پاک کی آیات تائید میں اِس لئے پڑھیں کہ ان آیات شریفہ میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور سبب لعنت منجملہ اور اسباب کے یہ بھی ہے کہ وہ منکرات سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔

آجکل یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی صُلحِ کُل رہے جس جگہ جاوے ویسی ہی کہنے لگے۔ اسی کو کمال اور وسعتِ اخلاق سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ عَلَی الْاِطْلَاق غلط ہے بلکہ جہاں اَمر بالمعروف وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے (نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی) لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دست نگر لوگوں میں۔ وہاں کسی طرح بھی یہ سکوت کمالِ اخلاق نہیں بلکہ سکوت کرنے والا شرعاً وعرفاً خود مجرم ہے۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو اپنے بھائیوں میں محمود ہو (اغلب یہ ہے کہ) وہ مداہن ہوگا۔

متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے اُس کی مضرت کرنے والے ہی کو ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کھُلّم کھُلا کیا جاتا ہے اور لوگ اس کے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اس کی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے۔

اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کر لے کہ کتنے مَعَاصی اس کے علم میں ایسے کیے جاتے ہیں جن کو وہ روک سکتا ہے، اور پھر بے توجہی، لاپرواہی، بے التفاتی سے کام لیتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے، اس کو کوتاہ نظر تبلایا جاتا ہے، اس کی اعانت کرنے کی بجائے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○

(۴) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا (رواه ابو داؤد وابن ماجة وابن حبان والاصبهانی وغیرهم کذا فی الترغیب)

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت و قوم باوجود قدرت کے اُس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو اُن پر مرنے سے پہلے دُنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلّط ہو جاتا ہے۔

میرے مخلص بزرگو! اور ترقیٔ اسلام و مسلمین کے خواہشمند دوستو! یہ ہیں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب اور روز افزوں بربادی کی وجوہ۔ ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برابر والوں کو نہیں، اپنے گھر کے لوگوں کو، اپنے چھوٹوں کو، اپنی اولاد کو، اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اِس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھُلے ہوئے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں۔ اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کو چھوڑیئے روکنے کا ارادہ بھی کر لیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپ کے دل میں کسی وقت اِس کا خطرہ بھی گزر جاتا ہے کہ یہ لاڈلا بیٹا کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے۔ جرم بھی نہیں سیاسی مجالس میں شرکت ہی کر لیتا ہے تو آپ کو فکر ہوتی ہے کہ کہیں ہم نہ ملوّث ہو جائیں۔ اس کو تنبیہ کی جاتی ہے اور اپنی صفائی اور تبرّی کی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں۔ مگر کہیں اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکمِ عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے۔ تاش سے دل بہلاتا ہے۔ نماز کئی کئی وقت کی اُڑا دیتا ہے مگر افسوس کہ آپ کے مُنہ سے کبھی حرفِ غلط کی طرح بھی یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو۔ یہ مسلمانوں کے کام نہیں ہیں۔ حالانکہ اُس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینے

کے بھی مامور تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔ ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جو اپنے لڑکے سے اس لئے ناخوش ہیں کہ وہ عہدی ہے۔ گھر پڑا رہتا ہے۔ ملازمت کی سعی نہیں کرتا ہے، یا دوکان کا کام تندہی سے نہیں کرتا ہے لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو لڑکے سے اس لئے ناراض ہوں کہ وہ جماعت کی پرواہ نہیں کرتا یا نماز قضا کر دیتا ہے۔

بزرگو اور دوستو! اگر صرف آخرت ہی کا وبال ہوتا تب بھی یہ امور اس قابل تھے کہ ان سے کوسوں دُور بھاگا جاتا۔ لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس دُنیا کی تباہی کو جس کو ہم عملاً آخرت سے مُقدّم سمجھتے ہیں انھیں امور کی وجہ سے ہے۔ غور تو کیجئے اس اندھے پن کی کوئی حد بھی ہے۔ مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى حقیقی بات یہ ہے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ کا پرتو ہے۔

(۵) رُوِیَ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَهَا وَتَرُدُّ عَنْهُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَةَ مَالَمْ يَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّهَا قَالَ يُظْهَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِى اللّٰهِ فَلَا يُنْكَرُ وَلَا يُغَيَّرُ (رواہ الاصبہانی ترغیب)

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ کلمۂ توحید (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) کہنے والے کو ہمیشہ نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا کو دفع کرتا ہے جب تک کہ اس کے حقوق سے بے پرواہی اور استخفاف نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے حقوق سے بے پرواہی و استخفاف کئے جانے کا کیا مطلب ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نافرمانیاں کھُلی طور پر کیجائیں اور اُن کو بند کرنے کی کوئی کوشش نہ کی جائے ٭ اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرمائیے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا، کوئی حد ہے اور اس کے روکنے یا بند کرنے کی یا کم از کم تقلیل کی کوئی سعی، کوئی کوشش ہے۔ ہرگز نہیں ایسے خطرناک ماحول میں مسلمانوں کا عالم میں موجود ہونا ہی اللہ تعالیٰ کا حقیقی انعام ہے۔ ورنہ ہم نے اپنی بربادی کے لئے کیا کچھ اسباب پیدا نہیں کر لئے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا کہ کیا کوئی اللہ کا عذاب اگر زمین والوں پر نازل ہوا اور وہاں کچھ دین دار لوگ بھی ہوں تو اُن کو بھی نقصان پہنچتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ دُنیا میں تو سب کو اثر پہنچتا ہے مگر آخرت میں وہ لوگ گنہگاروں سے علیحدہ ہو جائیں گے، اس لئے وہ حضرات جو اپنی دین داری پر مطمئن ہو کر دُنیا سے یکسو ہو بیٹھے

اِس سے بے فکر نہ رہیں کہ خدانخواستہ اگر منکرات کے اِس شیوع پر کوئی بلا نازل ہوگئی تو اُن کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

(۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهٖ اَنْ قَدْ حَضَرَهٗ شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا كَلَّمَ اَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَةِ اَسْتَمِعُ مَا يَقُوْلُ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لَكُمْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَا اُجِيْبُ لَكُمْ وَتَسْأَلُوْنِيْ فَلَا اُعْطِيَكُمْ وَتَسْتَنْصِرُوْنِيْ فَلَا اَنْصُرُكُمْ فَمَا زَادَ عَلَيْهِنَّ حَتّٰى نَزَلَ (رواه ابن ماجه وابن حبان في صحيحه كذا في الترغيب)

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولتکدہ پر تشریف لائے تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔ حضورؐ نے کسی سے کچھ بات چیت نہیں فرمائی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہوگئی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضورؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔ لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور قبول نہ ہو۔ تم سوال کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمھاری مدد نہ کروں۔" یہ کلماتِ طیبات حضورؐ نے ارشاد فرمائے اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

اِس مضمون پر وہ حضرات خصوصیت سے توجہ فرمائیں جو دشمن کے مقابلہ کے لئے اُمورِ دینیہ میں تسامح اور مساہلت پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی اعانت اور امدادِ دین کی پختگی ہی میں مضمر ہے حضرت ابوالدرداء رضؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کر دے گا جو تمھارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، تمھارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اُس وقت تمھارے برگزیدہ لوگ دعائیں کرینگے تو قبول نہ ہونگی، تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی، مغفرت مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔ خود حق جل جلالہٗ کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمھاری مدد کرے گا۔ (اور دشمنوں کے مقابلہ میں) تمھارے قدم جما دے گا۔ (بیان القرآن) دوسری جگہ ارشاد باری عزّ اسمہٗ ہے اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ الآیۃ۔ ترجمہ۔ اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ تمھاری مدد کریں تو کوئی شخص تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمھاری مدد نہ کریں تو پھر کون شخص ہے

جو تمھاری مدد کرسکتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیئے۔

دُرِّ منثور میں بروایتِ ترمذی وغیرہ حضرت حذیفہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اَمر بالمعروف اور نَہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ اللہ جلّ جلالہٗ اپنا عذاب تم پر مسلّط کردیں گے پھر تم دعا بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔

یہاں پہنچ کر میرے بزرگ اوّل یہ سوچ لیں کہ ہم لوگ اللہ کی کس قدر نافرمانیاں کرتے ہیں پھر معلوم ہوجائے گا کہ ہماری کوششیں بیکار کیوں جاتی ہیں۔ ہماری دُعائیں بے اثر کیوں رہتی ہیں۔ ہم اپنی ترقّی کے بیج بو رہے ہیں یا تنزّل کے۔

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِی الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْھَا ھَیْبَۃُ الْاِسْلَامِ وَاِذَا تَرَکَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ حُرِمَتْ بَرَکَۃَ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰہِ (کذا فی الدر عن الحکیم الترمذی)

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمّت دُنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہَیبت و وقعت اُس کے قلوب سے نکل جائیگی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہوجائیگی اور جب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جلّ شانہٗ کی نگاہ سے گِر جائے گی۔

اے بہی خواہانِ قوم! ترقّیٔ اسلام اور ترقّیٔ مسلمین کیلئے ہر شخص کوشاں اور ساعی ہے۔ لیکن جو اسباب اس کے لئے اختیار کئے جا رہے ہیں وہ تنزّل کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اگر درحقیقت تم اپنے رسول (روحی فداہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو سچّا رسول سمجھتے ہو۔ ان کی تعلیم کو سچّی تعلیم سمجھتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ سببِ مرض بتا رہے ہیں۔ جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ فرما رہے ہیں وہی چیزیں تمھارے نزدیک سببِ شفاء و صحت قرار دی جارہی ہیں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ "کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اُس دین کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں" لیکن تمھاری رائے ہے کہ مذہب کی آڑ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تاکہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقّی کرسکیں۔ اللہ جلّ جلالہٗ کا ارشاد ہے۔

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ ؏

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اُسکی کھیتی میں ترقّی دینگے اور جو دُنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسکو کچھ دُنیا دیدینگے اور آخرت میں اُس کا کچھ حصّہ نہیں۔ (بیان القرآن)

حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان آخرت کو اپنا نصب العین بنالیتا ہے اللہ جل شانہٗ اُس کے دل کو غنی فرمادیتے ہیں اور دُنیا ذلیل ہو کر اُس کے پاس آتی ہے۔ اور جو شخص دُنیا کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دُنیا میں سے جتنا حصہ مقدّر ہو چکا ہے اس سے زیادہ ملتا ہی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آیتِ پاک کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے ابنِ آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو تفکرات سے خالی کر دوں گا اور تیرے فقر کو ہٹا دوں گا ورنہ تیرے دل میں (سینکڑوں طرح کے) مشاغل بھر دوں گا اور تیرا فقر بند نہیں کروں گا“ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ارشاد ہے اور تمھاری رائے ہے کہ مسلمان ترقی میں اِس لئے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں کہ جو راستہ ترقی کیلئے اختیار کیا جاتا ہے یہ مُلاّ نے اُس میں رُکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ ہی ذرا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر یہ مُلاّ نے ا یسے ہی لالچی ہیں تو آپ حضرات کی ترقیات ان کے لئے تو مسرّت کا سبب ہونگی کیونکہ جب ان کی روزی آپ کے زعم میں آپ کے ذریعہ سے ہے تو جس قدر وسعت اور فتوحات آپ پر ہوں گی، وہ ان کے لئے بھی سببِ وسعت اور فتوحات ہوں گی مگر یہ خود غرض پھر بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو کوئی تو مجبوری ان کو درپیش ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے نفع کو بھی کھو رہے ہیں، اور آپ جیسے محسن و مربیوں سے بگاڑ کر گویا اپنی دُنیا خراب کر رہے ہیں۔ میرے دوستو! ذرا غور تو کرو، اگر یہ مُلاّ نے کوئی ایسی بات کہیں جو قرآنِ پاک میں بھی صاف طور سے موجود ہو تو پھر تو ان کی ضد سے منہ پھیرنا نہ صرف عقل ہی سے دُور ہے بلکہ شانِ اسلام سے بھی دور ہے۔ یہ مُلاّ نے خواہ کتنے ہی نااہل ہوں مگر جبکہ صریح ارشادِ باری عزّ اسمہٗ، اور ارشادِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تک پہنچا رہے ہوں تو آپ پر ان ارشادات کی تعمیل فرض ہے اور حکم عدولی کی صورت میں جوابدہی لازمی ہے۔ کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سرکاری قانون کی اِس لئے پرواہ نہیں کہ اعلان کرنیوالا بھنگی تھا۔

آپ حضرات یہ نہ فرمائیں کہ یہ مولوی جو دینی کاموں کے لئے مخصوص ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمیشہ دُنیا سے سوال کرتے ہیں۔ اِس لئے کہ میرا جہاں تک خیال ہے حقیقی مولوی اپنی ذات کے لئے شاید ہی کبھی سوال کریں بلکہ جس قدر بھی وہ اللہ کی عبادت میں منہمک ہیں اسی قدر استغناء سے ہدیہ بھی قبول فرماتے ہیں۔ البتہ کسی دینی کام کے لئے سوال کرنے میں انشاء اللہ وہ اِس سے زیادہ

ماجور ہیں جتنا اپنے لئے سوال نہ کرنے میں۔
ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ دینِ محمدی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں رہبانیت کی تعلیم نہیں اس میں دین و دُنیا دونوں کو ساتھ رکھا گیا ہے۔ ارشادِ باری عزّ اسمہ ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور اس آیت شریفہ پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ گویا تمام قرآنِ پاک میں عمل کے لئے یہی ایک آیت نازل ہوئی ہے۔ لیکن اوّل تو آیت شریفہ کی تفسیر رَاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ سے معلوم کرنے کی ضرورت تھی اور اسی وجہ سے علماء کا ارشاد ہے کہ صرف لفظی ترجمہ دیکھ کر اپنے کو عالمِ قرآن سمجھ لینا جہالت ہے۔ صحابہ کرامؓ اور علماء تابعینؒ سے جو آیت شریفہ کی تفسیریں منقول ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:۔
حضرتِ قتادہؓ سے مروی ہے کہ دُنیا کی بھلائی سے مُراد عافیت اور بقدرِ کفایت روزی ہے، حضرتِ علی کرّم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ اس سے صالح بیوی مراد ہے۔ حضرتِ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اس سے مراد علم اور عبادت ہے۔ سُدّیؒ سے منقول ہے کہ پاک مال مراد ہے۔ حضرت ابنِ عمرؓ سے مروی ہے کہ نیک اولاد اور خلقت کی تعریف مراد ہے۔ جعفرؓ سے منقول ہے کہ صحت اور روزی کا کافی ہونا اور اللہ پاک کے کلام کا سمجھنا، دشمنوں پر فتح اور صالحین کی صحبت مراد ہے دوسرے یہ کہ اگر ہر قسم کی دُنیا کی ترقی مُراد ہو جیسا کہ میرا بھی دل چاہتا ہے تب بھی اس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کا ذکر ہے نہ کہ اس کی تحصیل میں انہماک اور مشغولی کا، اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا خواہ ٹوٹے ہوئے جُوتے کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو یہ خود دین ہے۔ تیسرے یہ کہ دُنیا کے حاصل کرنے کو، اس کے کمانے کو کون منع کرتا ہے۔ یقیناً حاصل کیجئے اور بہت شوق سے حاصل کیجئے۔ ہم لوگوں کی ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ دُنیا جیسی مُغتنَم و مقصود چیز کو چھوڑ دیں۔ مقصد یہ ہے کہ جتنی کوشش دُنیا کے لئے کریں اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اس کے برابر تو دین کے لئے کریں.. اس لئے کہ خود آپ کے قول کے موافق دین اور دُنیا دونوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ ورنہ میں پوچھتا ہوں کہ جس قرآنِ پاک میں یہ آیت ارشاد فرمائی ہے اسی کلام پاک کی وہ آیت بھی تو ہے جو اُوپر گزر چکی مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ﭘ۲۵ اور اسی کلام پاک میں یہ بھی ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ○ (ﭘ۱۵ ع ۲) اسی کلام پاک میں ہے ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ

المآب سورۂ آل عمران رکوع ۲۔ اسی کلام پاک میں ہے مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ پ۴ آل عمران۔ اسی کلام پاک میں ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ پ۵ اسی کلام پاک میں ہے وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۝ سورۂ انعام اسی کلام پاک میں ہے وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا سورۂ انعام اسی کلام پاک میں ہے تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ پ۱ اسی کلام پاک میں ہے أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ پ۱ اسی کلام پاک میں ہے مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ پ۱۲ اسی کلام پاک میں ہے وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ پ۱۳ اسی کلام پاک میں ہے فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ پ۱۴

اِن کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جن میں دُنیا و آخرت کا تقابل کیا گیا ہے۔ اسوقت نہ احصاء مقصود نہ ضرورت، نمونہ کے طور پر چند آیات اختصاراً لکھدی ہیں اور اختصار ہی کی وجہ سے ترجمہ کے بجائے پارہ کا حوالہ لکھدیا ہے۔ کسی مترجم قرآن شریف سے ترجمہ دیکھ لیجئے مقصود سب کا یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں جو لوگ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں وہ نہایت خسران میں ہیں۔ اگر دونوں کو آپ نہیں سنبھال سکتے تو پھر صرف آخرت ہی قابل ترجیح ہے مجھے انکار نہیں کہ دُنیا کی زندگی میں آدمی ضروریاتِ دنیویہ کا سخت محتاج ہے مگر اس وجہ سے کہ آدمی کو بیت الخلاء جانا لابد ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں، اسلئے دن بھر وہیں بیٹھا رہے اسکو کوئی بھی عقل سلیم گوارا نہ کریگی۔

حکمتِ الٰہی پر ایک نگاہِ عمیق ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ شریعت مطہرہ میں ایک ایک چیز کا انضباط ہے اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے ایک ایک چیز کو واضح فرما دیا۔ نمازوں کے اوقات کی تقسیم نے صاف طور سے اس جانب اشارہ کر دیا کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹوں میں نصف بندہ کا حق ہے چاہے وہ اس کو اپنی راحت میں خرچ کرے یا طلب معیشت میں، اور نصف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور آپ کی تجویز کے موافق دین و دنیا کے ساتھ ساتھ رکھنے کا مقتضی بھی یہی ہونا چاہئے کہ روز و شب میں سے آدھا وقت دین کیلئے خرچ ہونا چاہئے اور آدھا دُنیا کیلئے۔ ورنہ اگر دُنیاوی مشاغل خواہ فکرِ معاش کے ہوں یا راحتِ بدن کے نصف سے بڑھ گئے تو یقیناً آپنے دُنیا کو راجح بنالیا پس آپکی تجویز کے موافق بھی مقتضائے عدل یہی ہے کہ شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں سے ۱۲ گھنٹے

دین کے لئے خرچ کئے جاویں تاکہ دونوں کا حق ادا ہو جائے اور اسوقت یقیناً یہ کہنا بجا ہوگا کہ دنیا و آخرت دونوں کی حسنات کی تحصیل کا حکم کیا گیا ہے اور اسلام نے رہبانیت نہیں سکھلائی۔ یہ مضمون اس جگہ مقصود نہ تھا بلکہ اشکال کے جواب میں تبعاً آ گیا، اسلئے مختصر و مجمل طور پر اشارہ کر کے چھوڑ دیا، اس فصل میں مقصود احادیثِ تبلیغ کا ذکر کرنا تھا، ان میں سے سات احادیث پر اکتفا کرتا ہوں کہ ماننے والے کے لئے سات تو سات ایک بھی کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لئے فَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ۝ کافی سے زائد ہے۔

اخیر میں ایک ضروری گذارش یہ بھی ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جبکہ بُخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشاتِ نفسانیہ کا اتباع کیا جائے، دنیا کو دین پر ترجیح دی جائے، ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے، دوسرے کی نہ مانے، اسوقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہے۔ مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ اسلئے جو کچھ کرنا ہے کر لو، خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھتی آنکھوں آن پہونچے کہ اسوقت کسی قسم کی اصلاح ممکن نہ ہوگی، نیز اُن عیوب سے جن کا ذکر اس حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اہتمام سے بچنا ضروری ہے کہ یہ فتنوں کے دروازے ہیں، ان کے بعد سراسر فتنے ہی فتنے ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں انکو ہلاک کر دینے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡنَا مِنَ الۡفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنۡھَا وَمَا بَطَنَ۔

فصلِ ثالث

میں ایک خاص مضمون پر تنبیہ مقصود ہے وہ یہ کہ جس طرح اس زمانہ میں نفس تبلیغ میں کوتاہی ہو رہی ہے اور عام طور پر لوگ اس سے بہت زیادہ غافل ہو رہے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں میں ایک خاص مرض یہ ہے کہ جب وہ کسی دینی منصب تقریر، تحریر، تعلیم، تبلیغ، وعظ وغیرہ پر مامور ہو جاتے ہیں تو دوسروں کی فکر میں ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنے سے غفلت ہو جاتی ہے۔ حالانکہ جس قدر دوسروں کی اصلاح کی ضرورت ہے اس سے بہت زیادہ اپنے نفس کی اصلاح کی احتیاج ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں بہت زیادہ اہتمام سے منع فرمایا ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرتا پھرے اور خود مبتلائے معاصی رہے۔

آپؐ نے شبِ معراج میں ایک جماعت کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے

تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ لوگ آپ کی اُمت کے واعظ و مقرر ہیں کہ دوسرونکو نصیحت کرتے تھے خود اسپر عمل نہیں کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ اہل جنّت کے چند لوگ بعض اہل جہنم سے جاکر پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہونچ گئے، ہم تو جنت میں تمہاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قُرّاء (علماء) کی طرف عذاب جہنم زیادہ سُرعت سے چلے گا، وہ اسپر تعجب کریں گے کہ بُت پرستوں سے بھی پہلے ان کو عذاب دیا جاتا ہے۔ تو جواب ملے گا کہ جاننے کے باوجود کسی جُرم کا کرنا انجان ہو کر کرنے کی برابر نہیں ہوسکتا۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ اُس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر، مختلف انواع کی تحریرات ورسائل شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مگر سب بے سود۔ خود اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ: کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو حالانکہ پڑھتے ہو کتاب کیا تم سمجھتے نہیں۔ (ترجمہ عاشقی) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَا تَزَالُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ (ترغیب عن البیھقی وغیرہ)

ترجمہ: قیامت میں آدمی کے قدم اسوقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے جب تک چار سوال نہ کرلئے جاویں۔ عمرؔ کس مشغلہ میں ختم کی، جوانی کس کام میں خرچ کی، مالؔ کس طرح کمایا تھا اور کس کس مصرف میں خرچ کیا تھا، اپنےؔ علم پر کیا عمل کیا تھا۔

حضرت ابو الدرداءؓ جو ایک بڑے صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ اس امر کا خوف ہے کہ قیامت کے دن تمام مجمعوں کے سامنے مجھے پکار کر یہ سوال نہ کیا جاوے کہ جتنا علم حاصل کیا تھا اسپر کیا عمل کیا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابیؓ نے دریافت کیا کہ، بدترین خلائق کون شخص ہے۔ آپنے فرمایا کہ بُرائی کے سوالات نہیں کیا کرتے، بھلائی کی باتیں پوچھو، بدترین خلائق بدترین علماء ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو صرف زبان پر ہو وہ اللہ تعالیٰ

کا الزام ہے اور گویا اس عالِم پر حجّت تام ہے۔ دوسرے وہ علم ہے جو دل پر اثر کرے وہ علمِ نافع ہے حاصل یہ ہے کہ علمِ ظاہری کے ساتھ علمِ باطن بھی حاصل کرے تاکہ علم کے ساتھ قلب بھی متصف ہو جائے ورنہ اگر دل میں اس کا اثر نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی حجّت ہو گا، اور قیامت کے دن اُس پر مواخذہ ہو گا کہ اس علم پر کیا عمل کیا۔ اور بھی بہت سی روایات میں اس پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ مُبلّغین حضرات اپنی اصلاحِ ظاہر و باطن کی پہلے فکر کریں۔ مبادا ان وعیدوں میں داخل ہو جائیں۔ اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ اپنی رحمتِ واسعہ کے طفیل اِس سیہ کار کو بھی اصلاحِ ظاہر و باطن کی توفیق عطا فرماویں کہ اپنے سے زیادہ بدافعال کسی کو بھی نہیں پاتا۔ اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ وَاسِعَۃٍ۔

فصلِ رابع

میں بھی ایک خاص و نہایت اہم امر کی طرف حضراتِ مُبلّغین کی توجہ مبذول کرانا مقصود ہے جو نہایت ہی اہم ہے وہ یہ کہ تبلیغ میں بسا اوقات تھوڑی سی بے احتیاطی سے نفع کے ساتھ نقصان بھی شامل ہو جاتا ہے اس لئے بہت ضروری ہے کہ احتیاط کے ہر پہلو کا لحاظ رکھا جائے بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اسکی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مُسلمان کی پردہ دری ہو رہی ہے حالانکہ عرضِ مُسلم ایک عظیم الشان و رفیع شئے ہے۔ نبیِٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ۔ (رواہ مسلم و ابوداؤد وغیرہما ترغیب) ترجمہ۔ جو شخص کسی مُسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جلشانہٗ دُنیا اور آخرت میں اسکی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرماتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ کَشَفَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ کَشَفَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ حَتّٰی یَفْضَحَہٗ بِھَا فِیْ بَیْتِہٖ (رواہ ابن ماجہ ترغیب) ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مُسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیگا، جو شخص کسی مُسلمان کی پردہ دری کرتا ہے اللہ جلشانہٗ اسکی پردہ دری فرماتا ہے حتّٰی کہ گھر بیٹھے اسکو رسوا کر دیتا ہے۔

الغرض بہت سی روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے اسلئے مُبلّغین حضرات کو

مُسلمان کی پردہ پوشی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے اور اس سے زیادہ بڑھ کر اسکی آبرو کی حفاظت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں مسلمان کی مدد نہ کرے کہ اس کی آبروریزی ہو رہی ہو تو اللہ جلّ شانہٗ اسکی مدد سے ایسے وقت میں اعراض فرماتے ہیں جبکہ وہ مدد کا محتاج ہو۔ ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مُبارک ہے کہ بدترین سود مُسلمان کی آبروریزی ہے۔

اسی طرح بہت سی روایات میں مُسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اسلئے بہت ضروری ہے کہ مُبلّغین حضرات اس کا پُرزور اہتمام رکھیں کہ نَہِیْ عَنِ الْمُنْکَرِ میں اپنی طرف سے پردہ دری نہ ہو جو منکر مخفی طور سے معلوم ہوا سپر مخفی انکار ہو، اور جو علانیہ کیا جائے اس پر علانیہ انکار ہونا چاہئے۔ نیز انکار میں بھی اُس کی آبرو کی حتی الوسع فکر رہنی چاہئے۔ مبادا نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو جاوے۔ حاصل یہ ہے کہ منکر پر انکار ضرور کیا جائے کہ سابقہ وعیدیں بھی بہت سخت ہیں مگر اسمیں اسکی آبرو کا بھی حتی الوسع سخت اہتمام کیا جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ جس معصیت کا وقوع علانیہ طور پر ہو رہا ہو۔ اسپر بے تکلف علانیہ انکار کیا جائے۔ لیکن جس منکر کا کرنے والے کی طرف سے افشا نہ ہوا سپر انکار کرنے میں اپنی طرف سے کوئی ایسی صورت اختیار نہ فرمائی جائے جس سے اس کا افشا ہو۔ نیز یہ بھی آدابِ تبلیغ میں سے ہے کہ نرمی اختیار کی جائے۔ مامون الرّشید خلیفہ کو کسی شخص نے سخت کلامی سے نصیحت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ نرمی سے کہو۔ اس لئے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے تم سے بہتر یعنی حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارون علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو میرے سے زیادہ بُرے یعنی فرعون کی طرف بھیجا تھا تو فرمایا تھا فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا یعنی تم اس سے نرم گفتگو کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک جوان حاضر ہوا اور درخواست کی، کہ مجھے زنا کی اجازت دیدیجئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اسکی تاب نہ لاسکے اور ناراض ہونا شروع فرمادیا حضورؐ نے اُس سائل سے فرمایا قریب ہو جاؤ۔ اور پھر فرمایا کہ کیا تُو چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں کے ساتھ زنا کرے۔ کہا میں آپ پر قربان ہوں یہ میں ہرگز نہیں چاہتا۔ فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ انکی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ پھر فرمایا، کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی سے زنا کرے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہوں نہیں چاہتا۔ فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ انکی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ غرض اسی طرح بہن خالہ پھوپھی کو پوچھ کر حضورؐ نے دستِ مُبارک اس شخص کے سینہ پر رکھ کر دعا فرمائی کہ یا اللہ اسکے دل کو پاک کر اور گناہ کو معاف فرما اور شرمگاہ کو معصیت سے

محفوظ فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اسکے بعد سے زنا کی برابر کوئی چیز اس شخص کے نزدیک مبغوض نہ تھی۔ بالجملہ دعا سے دوا سے نصیحت سے نرمی سے یہ تصوّر کر کے سمجھائے کہ میں اسجگہ ہوتا تو میں اپنے لئے کیا صورت پسند کرتا تاکہ لوگ مجھ کو اس صورت سے نصیحت کریں۔

فصلِ خامسؐ

میں بھی مُبلّغینؐ کی خدمت میں ایک ضروری درخواست ہے وہ یہ کہ اپنی ہر تقریر و تحریر کو خلوص اخلاص کیساتھ متصف فرمائیں۔ کیونکہ اخلاص کیساتھ تھوڑا ساعمل بھی دینی اور دنیوی ثمرات کے اعتبار سے بہت بڑھا ہوا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دُنیا میں اسکا کوئی اثر نہ آخرت میں کوئی اُجر۔

نبیِؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد مُبارک ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ۔ حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اخلاص۔ ترغیب نے مختلف روایات میں یہ مضمون ذکر کیا ہے۔ نیز ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت معاذؓ کو جب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو انھوں نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیّت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ دین میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کیساتھ تھوڑا ساعمل بھی کافی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کیلئے کیا گیا ہو۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیْ غَیْرِیْ تَرَکْتُہٗ وَشِرْکَہٗ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ فَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ فَھُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَہٗ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ۔ حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے کہ میں سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہوں یعنی دنیا کے شرکاء شرکت کے محتاج اور شرکت پر راضی ہوتے ہیں اور میں خَلَّاقٌ عَلَی الْاِطْلَاقِ ہوں بے پرواہوں عبادات میں غیر کی شرکت سے بیزار ہوں جو شخص کوئی عمل ایسا کرے جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرلے میں اسکو اسکے شرک کے حوالہ کر دیتا ہوں، دوسری روایت میں ہے کہ میں اس سے بری ہو جاتا ہوں۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں ایک منادی بآوازِ بلند کہیگا کہ جس شخص نے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا ہو وہ اسکا ثواب اور بدلہ اسی سے

مانگے۔ اللہ تعالیٰ سب شرکاءمیں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ (مشکوٰۃ عن احمد) ترجمہ۔ جو شخص ریاکاری سے نماز پڑھتا ہے وہ مُشرک ہو جاتا ہے اور جو شخص ریاکاری سے روزہ رکھتا ہے وہ مُشرک ہو جاتا ہے، جو شخص ریاکاری سے صدقہ دیتا ہے وہ مُشرک ہو جاتا ہے مُشرک ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو جنکے دکھلانے کے لئے یہ اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیتا ہے۔ اس حالت میں یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہتے ہیں بلکہ اُن لوگوں کے لئے بنجاتے ہیں جنکو دکھلانے کے لئے کئے جاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِیْكَ حَتّٰی اُسْتُشْهِدْتُّ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَأْتُ فِیْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ اِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِیٌٔ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ بِهٖ عَلٰی وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ (مشکوٰۃ عن مسلم)

ترجمہ قیامت کے دن جن لوگوں کا اوّل وہلہ میں فیصلہ سُنایا جاویگا ان میں سے ایک وہ شہید بھی ہوگا جس کو بُلا کر اوّلاً اللہ تعالیٰ اپنی اِس نعمت کا اظہار فرمائیں گے جو اسپر کی گئی تھی وہ اس کو پہچانے گا اور اقرار کریگا۔ اسکے بعد سوال کیا جاویگا کہ اس نعمت سے کیا کام لیا، وہ کہیگا کہ تیری رضا کے لئے جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں گے سو کہا جا چکا اور جس غرض کے لئے جہاد کیا گیا تھا وہ حاصل ہو چکی۔ اس کے بعد اسکو حکم سُنا دیا جاویگا اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ دوسرے وہ عالِم بھی ہوگا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پاک حاصل کیا، اس کو بُلا کر اسپر جو انعامات دنیا میں کئے گئے تھے اُن کا اظہار کیا جاویگا اور وہ اقرار کریگا۔ اس کے بعد اس سے بھی پوچھا جائیگا کہ ان نعمتوں میں کیا کیا کام کئے۔ وہ عرض کریگا کہ تیری رضا کے لئے علم پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا قرآن پاک تیری رضا کیلئے حاصل کیا۔ جواب ملیگا جھوٹ بولتا ہے تو نے

علم اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ عالم کہیں اور قرآن اِس لئے حاصل کیا تھا کہ لوگ قاری کہیں سو کہا جاچکا (اور جو غرض پڑھنے پڑھانے کی تھی وہ پوری ہو چکی) اسکے بعد اسکو بھی حکم سُنا دیا جاویگا اور وہ بھی مُنہ کے بل کھینچکر جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ تیسرے وہ مالدار بھی ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ رزق عطا فرمائی اور ہر قسم کا مال مرحمت فرمایا بلایا جائیگا اور اس سے بھی نعمتوں کے اظہار اور اُن کے اقرار کے بعد پوچھا جائیگا کہ ان انعامات میں کیا کارگذاری کی ہے۔ وہ عرض کریگا کہ کوئی مصرفِ خیر ایسا نہیں جس میں خرچ کرنا تیری رضا کا سبب ہو اور میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ سب اس لئے کیا گیا کہ لوگ فیاض کہیں سو کہا جاچکا اس کو بھی حکم کے موافق کھینچکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

لہٰذا بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ مبلّغین حضرات اپنی ساری کارگذاری میں اللہ کی رضاء اس کے دین کی اشاعت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا اتباع مقصود رکھیں، شہرت، عزت تعریف کو ذرا بھی دل میں جگہ نہ دیں، اگر خیال بھی آجائے تو لَاحَوْلَ وَاِسْتِغْفَار سے اس کی اصلاح فرمالیں، اللہ جل شانہٗ اپنے لطف اور اپنے محبوب کے صدقے اور محبوب کے پاک کلام کی برکت سے مجھ سیاہ کار کو بھی اخلاص کی توفیق عطا فرمائے اور ناظرین کو بھی۔ آمین۔

فصلِ سادس ٦

میں عامۂ مسلمین کو ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرنا ہے وہ یہ کہ اس زمانہ میں علماء کی طرف سے بدگمانی بے توجہی نہیں بلکہ مقابلہ اور تحقیر کی صورتیں بالعموم اختیار کی جارہی ہیں۔ یہ امر دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہے۔ اسمیں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی ہر جماعت میں جس طرح اچھوں میں بُرے بھی ہوتے ہیں، علماء کی جماعت میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ جھوٹے سچوں میں شامل ہیں۔ اور علماءِ سُوء علماءِ رُشد میں مخلوط ہیں۔ مگر پھر بھی دو امر بیحد لحاظ کے قابل ہیں اوّل یہ کہ جبتک کسی شخص کا علماءِ سُوء میں سے ہونا محقق نہ ہو جائے اسپر ہرگز کوئی حکم نہ لگادینا چاہیئے۔ وَلَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ترجمہ۔ اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اسپر عملدرآمد نہ کیا کر۔ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی (بیان القرآن) اور محض اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید علماءِ سُوء میں ہو اس کی بات کو بلاتحقیق رَدّ کردینا اور بھی زیادہ ظلم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اسقدر احتیاط فرمائی ہے کہ یہود تورات کے مضامین کو عربی میں نقل کرکے سناتے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہ انکی تصدیق کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہدیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے۔ یعنی یہ کہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق و تکذیب سے روکدیا۔ لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہے تو اس کی بات کی وقعت گرانے کے لئے کہنے والے کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں، گو اُس کا اہلِ حق ہونا بھی محقق ہو۔

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علماء حقانی، علماء رُشد، علماء خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے معصوم ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے اسلئے انکی لغزشوں، انکی کوتاہیوں، ان کے قصوروں کی ذمہ داری انہیں پر عائد ہے اور اللہ تعالیٰ سے انکا معاملہ ہے سزادیں یا معاف فرمادیں بلکہ اغلب یہ ہے کہ انکی لغزشیں انشاء اللہ تعالیٰ معاف ہی ہو جاوینگی۔ اسلئے کہ کریم آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہو جائے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگذر کیا کرتا ہے، پھر اللہ جل و علا کی برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن وہ بمقتضاء عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ انکا اپنا معاملہ ہے۔ ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا، نفرت دِلانا، دُور رکھنے کی کوشش کرنا لوگوں کیلئے بددینی کا سبب ہوگا اور ایسا کرنے والوں کیلئے وبالِ عظیم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ وَاِکْرَامُ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (ترغیب عن ابی داؤد)

ترجمہ۔ تینوں اصحاب ذیل کا اعزاز اللہ تعالیٰ کا اعزاز ہے، ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا وہ محافظ قرآن جو افراط تفریط سے خالی ہو، تیسرا منصف حاکم۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ لَیْسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ لَّمْ یُجِلَّ کَبِیْرَنَا وَیَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ لِعَالِمِنَا (ترغیب عن احمد و الحاکم وغیرھما) ترجمہ۔ وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، ہمارے علماء کی قدر نہ کرے وہ ہماری اُمت میں سے نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ لَّا یَسْتَخِفُّ بِھِمْ اِلَّا مُنَافِقٌ ذُو الشَّیْبَۃِ فِی الْاِسْلَامِ وَذُو الْعِلْمِ وَاِمَامٌ مُّقْسِطٌ (ترغیب عن الطبرانی) ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ انکو خفیف سمجھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے (نہ کہ مسلمان) (وہ تین شخص یہ ہیں) ایک بوڑھا

مسلمان، دوسرا عالِم، تیسرا منصف حاکم۔

بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مجھے اپنی اُمت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے ایک یہ کہ ان پر دنیاوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اسقدر عام ہو جائے کہ ہر شخص اسکا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے حالانکہ اسکے معانی اور مطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جنکو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا، اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اسپر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے (بیان القرآن) یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے تو پھر عوام کو چون و چرا کا کیا حق ہے۔ تیسرے یہ کہ علماء کی حق تلفی کی جائے اور ان کے ساتھ لاپروائی کا معاملہ کیا جائے۔ ترغیب میں اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا ہے اور اس قسم کی روایات بکثرت حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جس قسم کے الفاظ اس زمانہ میں علماء اور علوم دینیہ کے متعلق اکثر استعمال کئے جاتے ہیں فتاویٰ عالمگیری میں ان میں سے اکثر الفاظ کو الفاظ کفریہ میں شمار کیا ہے مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں اسلئے نہایت ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ بالعموم استعمال کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی جائے۔ بفرض اگر مان بھی لیا جاوے کہ علماء حقانی کا اسوقت وجود ہی نہیں رہا اور یہ سب جماعتیں جن پر علماء کا اطلاق کیا جاتا ہے علماء سوء ہی ہیں تب بھی آپ حضرات کی صرف ان علماء کو علماء سوء کہنے سے سبکدوشی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایسی حالت میں تمام دنیا پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ علماء حقانی کی ایک جماعت پیدا کی جائے انکو علم سکھایا جائے اسلئے کہ علماء کا وجود فرض کفایہ ہے اگر ایک جماعت اس کیلئے موجود ہے تو یہ فرض سب سے ساقط ہے ورنہ تمام دُنیا گنہگار ہے۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ ان علماء کے اختلاف نے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے ممکن ہے کہ کسی درجہ میں صحیح ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کا یہ اختلاف آج کا نہیں سو پچاس برس کا نہیں خیر القرون بلکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے نعلین شریف بطور علامت کے دیکر اس اعلان کیلئے بھیجتے ہیں کہ جو شخص کلمہ گو ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا، راستہ میں حضرت عمرؓ ملتے ہیں اور معاملہ پوچھتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ اپنے آپکو حضورؐ کا قاصد بتاتے ہیں لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ اس زور سے اُن کے سینہ پر دونوں ہاتھ مارتے ہیں کہ وہ بیچارے سُرینوں کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں مگر نہ کوئی حضرت

عمرؓ کے خلاف پوسٹر شائع ہوتا ہے نہ کوئی جلسہ ہو کر احتجاجی ریزولیوشن پاس ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ میں ہزاروں مسئلے مُختَلَف فِیہا ہیں اور ائمہ اربعہؒ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جزئی ہو جو مُختَلَف فِیہ نہ ہو۔ چار رکعت نماز میں نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سو مسئلے ائمہ اربعہ کے یہاں ایسے مُختَلَف فِیہ ہیں جو مجھ کوتاہ نظر کی نگاہ سے بھی گذر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہونگے۔ مگر کبھی رَفعِ یدین اور آمین بالجہر وغیرہ دو تین مسئلوں کے سوا کانوں میں نہ پڑے ہونگے نہ اُن کے لئے اشتہارات و پوسٹر شائع ہوئے ہونگے نہ جلسے اور مناظرے ہوتے دیکھے ہونگے، راز یہ ہے کہ عوام کے کان ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں۔ علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے جب بھی کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتویٰ دیگا دوسرے کے نزدیک اگر وہ حُجَّت صحیح نہیں تو وہ شرعاً اختلاف کرنے پر مجبور ہے۔ اگر اختلاف نہ کرے تو مُداہِن اور عاصی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ کام نہ کرنے کے لئے اس لچر اور پوچ عذر کو حیلہ بناتے ہیں ورنہ ہمیشہ اطباء میں اختلاف ہوتا ہے، وکلاء کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے، مگر کوئی شخص علاج کرانا نہیں چھوڑتا، مقدمہ لڑانے سے نہیں رُکتا، پھر کیا مصیبت ہے کہ دینی امور میں اختلافِ علماء کو حیلہ بنایا جاتا ہے، یقیناً سچے عمل کرنیوالے کیلئے ضروری ہے کہ جس عالم کو وہ اچھا سمجھتا ہے، متبع سُنّت سمجھتا ہے اسکے قول پر عمل کرے اور دوسروں پر لغو حملوں اور طعن و تشنیع سے باز رہے۔ جس شخص کے ذہن کی رسائی دلائل کے سمجھنے اور ان میں ترجیح دینے تک نہیں ہے اس کا حق نہیں کہ انمیں دخل دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ علم کو ایسے لوگوں سے نقل کرنا جو اسکے اہل نہوں اسکو ضائع کرنا ہے۔ مگر جہاں بد دینی کی یہ حد ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات پر لب کشائی ہر شخص کا حق سمجھا جاتا ہو وہاں بیچارے علماء کا کیا شمار ہے۔ جسقدر الزامات رکھے جائیں کم ہیں۔ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

فصلِ سابع

گویا چھٹی فصل کا تکملہ اور تتمّہ ہے۔ اس میں ناظرین کی خدماتِ عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے، وہ یہ کہ اکثر اللہ والوں کے ساتھ ارتباط ان کی خدمت میں کثرت سے حاضری دینی امور میں تقویت اور خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی مِلَاکِ ھٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِہٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ عَلَیْکَ بِمَجَالِسِ اَھْلِ الذِّکْرِ الحدیث (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۵)

ترجمہ۔ کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں، جس سے تُو دین و دُنیا دونوں کی فلاح کو پہونچے وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے والوں کی مجلس ہے، اور جب تُو تنہا ہوا کرے تو اپنے کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے رَطْبُ اللِّسَانِ رکھا کر۔

اس کی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباعِ سُنّت ہے، کہ حق سبحانہ وتقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّت کی ہدایت کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ ترجمہ۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دینگے اور اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہیں (بیان القرآن) لہذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل مُتّبِع ہو وہ حقیقۃً اللہ والا ہے، اور جو شخص اتباعِ سُنّت سے جسقدر دُور ہو وہ قربِ الٰہی سے بھی اسیقدر دور ہے۔ مُفَسِّرِیْنؒ نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سُنَّتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اس لئے کہ قاعدۂ محبت اور قانونِ عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اس کے گھر سے، در و دیوار سے، صحن سے، باغ سے، حتّٰی کہ اسکے کُتّے سے، اسکے گدھے سے محبت ہوتی ہے ؎

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى ۔۔۔ اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَا

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ ۔۔۔ وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

ترجمہ۔ کہتا ہے، کہ میں لیلیٰ کے شہر پر گذرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اُس دیوار کو پیار کرتا ہوں کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ اُن لوگوں کی محبت کی کارفرمائی ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں۔ دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

تَعْصِی الْاِلٰهَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ ۔۔۔ وَهٰذَا الْعُمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِيْعٌ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ ۔۔۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ

ترجمہ۔ تُو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکی نافرمانی کرتا ہے، اگر تُو اپنے دعویٰ میں سچّا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا اسلئے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابعدار ہوتا ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری تمام اُمّت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کر دیا صحابہؓ نے عرض کیا کہ جس نے انکار کر دیا سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص میری اطاعت

کریگا وہ جنّت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی کریگا وہ انکار کرنے والا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اسوقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا کہ اسکی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لیکر آیا ہوں (مشکوٰۃ)

حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کے دعویدار اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے بے بہرہ ہوں کسی بات کو اُن مُدّعیوں کے سامنے یہ کہدینا کہ سُنّت کے خلاف ہے، حضورؐ کے طریقہ کے خلاف ہے گویا بَرچھی مار دینا ہے ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ؛ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پیمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلامؐ کے طریقہ کے خلاف جو شخص بھی کوئی راستہ اختیار کریگا کبھی بھی منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکتا۔ بالجملہ اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں میں سے ہے اسکے ساتھ ربط کا بڑھانا اسکی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا، اسکے علوم سے مُنْتفِع ہونا دین کی ترقی کا سبب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا امر بھی ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد عالی ہے کہ جب تم جنّت کے باغوں میں گذرا کرو تو کچھ حاصل بھی کرلیا کرو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہِ جنّت کے باغ کیا چیز ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس۔

دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ لُقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو اور حکمائے اُمّت کے ارشادات کو غور سے سُنا کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مُردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں کہ جیسے مُردہ زمین کو موسلادھار بارش سے اور حکماء، دین کے جاننے والے ہی ہیں نہ کہ دوسرے اشخاص۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہمنشین ہم لوگوں کے واسطے کون شخص ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس کے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو، جس کی بات سے علم میں ترقی ہو، جسکے عمل سے آخرت یاد آجائے۔ ترغیب میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ لوگ ہیں جنکو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ خود حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

ترجمہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچّوں کے ساتھ رہو۔ (بیان القرآن) مُفسّرینؒ نے لکھا ہے کہ سچّوں سے مراد اسجگہ مشائخ صوفیہ ہیں، جب کوئی شخص ان کی چوکھٹ کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے تو ان کی تربیت اور قوتِ ولایت کی بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔

شیخ اکبرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے تو تُو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کر سکتا گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے۔ لہذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جس کا احترام تیرے دل میں ہو اس کی خدمت گذاری کر اور اس کے سامنے مُردہ بن کر رہ، کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تَصَرُّف کرے اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے اس کے حکم کی تعمیل میں جلدی کر، اور جس چیز سے روکے اُس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنیکا حکم کرے پیشہ کر۔ مگر اس کے حکم سے نہ کہ اپنی رائے سے۔ بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا۔ لہذا ضروری ہے کہ شیخِ کامل کی تلاش میں سعی کر، تاکہ تیری ذات کو اللہ سے ملا دے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو تو ملائکہ اس کو گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور حق سبحانہٗ وتقدس اپنی پاک مجلس میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک دل رُبُوْدَہ کیواسطے اس سے بڑھکر کیا نعمت ہوسکتی ہے کہ محبوب کی مجلس میں اس کا ذکر ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کی یاد کرنے والی جماعت کے لوگونکو جو اخلاص سے اللہ کو یاد کر رہے ہوں ایک پُکارنیوالا آواز دیتا ہے کہ اللہ نے تمہاری مغفرت کر دی، اور تمہاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدلدیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں اس کے رسول پر درود نہیں، اس مجلس والوں کو قیامت کے دن حسرت ہوگی۔

حضرت داؤد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی دُعا ہے کہ یا اللہ اگر تُو مجھے ذَاکِرِیْن کی مجلس سے گذر کر غافلین کی مجلس میں جاتا ہوا دیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے ؎

جب اسکی صَوت وصورت سے ہے محرومی تو بہتر ہے مرے کانوں کا کَرْ (بہرے) ہونا، اور آنکھیں کور (اندھی) ہو جانی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسی چمکتی ہیں جیسے کہ زمین والوں کے نزدیک ستارے۔

حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے، وہاں کچھ بھی تقسیم نہ ہو رہا تھا۔ واپس جا کر عرض کیا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں ابوہریرہؓ نے پوچھا کہ آخر کیا ہو رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ چند لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت میں اُنھوں نے کہا کہ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مِیرَاث ہے۔

امام غزالیؒ نے اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں۔ اس سب سے بڑھکر یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝

ترجمہ۔ اور آپ اپنے آپکو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضاجوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پاویں، اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جلَّ جلالہٗ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جنکی مجلس میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں۔ اور اسی آیت شریفہ میں دوسری جماعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جن کے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں، حدود سے بڑھ جاتے ہیں ان کے اتباع سے روک دیا گیا ہے۔

اب وہ حضرات جو ہر قول و فعل میں دین و دُنیا کے کاموں میں کُفّار و فُسّاق کو مقتدا بناتے ہیں مشرکین و نصاریٰ کے ہر قول و فعل پر سو جان سے نثار ہیں، خود ہی غور فرمالیں کہ کس راستے جا رہے ہیں ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی　　کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

مرادِ ما نصیحت بود کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم
وَمَا عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ

ممتثل امر:-
محمد زکریّا۔ کاندھلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائلِ ذکر

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ

GABA

گابا سنز اردو منزل، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 021-32636565-32628266

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ حَمَلَۃِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ

اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کے پاک نام میں جو برکت، لذت، حلاوت، سرور طمانینت ہے وہ کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو کچھ دن اس پاک نام کی رٹ لگا چکا ہو اور ایک زمانہ تک اس کو حرزِ جان بنا چکا ہو۔ یہ پاک نام دلوں کا سرور اور طمانینت کا باعث ہے خود حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۂ رعد۔ رکوع ۴) ترجمہ: خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں یہ خاصیت ہے کہ اُس سے، دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ آج کل عام طور سے عالَم میں پریشانی ہے۔ روزانہ ڈاک میں اکثر و بیشتر مختلف نوع سے پریشانیوں ہی کا تذکرہ اور تفکرات ہی کی داستان ہوتی ہے۔ اس رسالہ کا مقصد یہی ہے کہ جو لوگ پریشان حال ہیں، خواہ اِنفرادی طور پر یا اجتماعی طریقہ سے اُن کو اپنے درد کی دوا معلوم ہو جائے اور اللہ کے ذکر کے فضائل کی عام اشاعت سے سعید و مبارک ہستیاں بہرہ مند ہو جائیں۔ کیا بعید ہے کہ اس رسالہ کے دیکھنے سے کسی کو اخلاص سے اس پاک نام لینے کی توفیق ہو جائے۔ اور یہ مجھ ناکارہ و بے عمل کے لئے بھی ایسے وقت میں کام آجائے جس وقت صرف عمل ہی کام آتا ہے۔ باقی اللہ تعالےٰ بلا عمل بھی اپنے فضل سے کسی کی دستگیری فرمالیں یہ دوسری بات ہے اس کے علاوہ اس وقت ایک خاص محرک یہ بھی پیش آیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ عم نوالہٗ نے اپنے لطف و احسان سے میرے عمِ محترم حضرت مولانا الحافظ الحاج محمد الیاس صاحب کاندھلوی مقیم نظام الدینؒ دہلی کو تبلیغ میں ایک خاص ملکہ اور جذبہ عطا فرمایا ہے جس کی وہ سرگرمیاں جو ہند سے متجاوز ہو کر حجاز تک بھی پہونچ گئی ہیں کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں۔ اس کے ثمرات سے ہند و بیرونِ ہند عموماً اور خطۂ میوات خصوصاً جس قدر متمتع اور منتفع ہوا اور ہو رہا ہے وہ واقفین سے مخفی نہیں۔ ان کے اصولِ تبلیغ سب ہی نہایت پختہ مضبوط اور ٹھوس ہیں جن کے لئے عادۃً ثمرات و برکات لازم ہیں۔ ان کے اہم ترین اصول میں سے یہ بھی ہے کہ مبلّغین ذکر کا اہتمام رکھیں اور بالخصوص تبلیغی اوقات میں ذکرِ الٰہی کی کثرت کیجائے اس ضابطہ کی برکات آنکھوں سے دیکھیں کانوں سے سنیں جن کی

وجہ سے اس کی ضرورت خود بھی محسوس ہوئی اور آنمخدوم کا بھی ارشاد ہوا کہ فضائلِ ذکر کو ان لوگوں تک پہونچایا جائے تاکہ جو لوگ محض تعمیلِ ارشاد میں اب تک اس کا اہتمام کرتے ہیں وہ اس کے فضائل معلوم ہونے کے بعد خود اپنے شوق سے بھی اس کا اہتمام کریں کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے۔ اُس کے فضائل کا احاطہ نہ تو مجھ جیسے بے بضاعت کے امکان میں ہے اور نہ واقع میں ممکن ہے اس لئے مختصر طور پر اس رسالہ میں چند روایات ذکر کرتا ہوں اور اس کو تین بابوں پر منقسم کرتا ہوں۔ باب اول: مطلق ذکر کے فضائل میں۔ باب دوم: افضل الذکر کلمہ طیّبہ کے بیان میں۔ باب سوم: کلمہ سویم یعنی تسبیحاتِ فاطمہ رض کے بیان میں +

بابِ اوّل ——— فضائلِ ذِکر

اللہ تعالیٰ شانُہٗ کے پاک ذکر میں اگر کوئی آیت یا حدیثِ نبوی نہ بھی وارد ہوتی تب بھی اس مُنعِمِ حقیقی کا ذکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہیئے تھا کہ اس ذاتِ پاک کے انعام واحسان ہر آن اتنے کثیر ہیں جن کی نہ کوئی انتہا ہے نہ مثال ایسے منعم کا ذکر اس کی یاد، اس کا شکر، اس کی احسان مندی فطری چیز ہے ؎

خداوندِ عالَم کے قربان ہیں ۔۔۔ کرم جس کے لاکھوں ہیں ہر آن ہیں

لیکن اس کے ساتھ جب قرآن و حدیث اور بزرگوں کے اقوال واحوال اس پاک ذکر کی ترغیب وتحریض سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر کیا پوچھنا ہے اس پاک ذکر کی برکات کا، اور کیا ٹھکانا ہے اس کے انوار کا، تاہم اوّل چند آیات۔ پھر چند احادیث اس مبارک ذکر کے متعلق پیش کرتا ہوں +

فصل اوّل ——— آیاتِ ذِکر میں

(۱) فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (سورہ بقرہ رکوع ۱۸)

(۱) پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں یاد رکھونگا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو

(۲) فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ج وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ (سورہ بقرہ۔ رکوع ۲۵)

(۲) پھر جب تم (حج کے موقع میں) عرفات سے واپس آجاؤ تو مزدلفہ میں (ٹھیر کر) اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے۔ درحقیقت تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے۔

(۳) فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ط فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ ○ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا ط وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○

(سورہ بقرہ رکوع ۲۵)

(۳) پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آبار (واجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو (کہ ان کی تعریفوں میں رَطْبُ اللِّسَان ہوتے ہو) بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر ہونا چاہیئے پھر (جو لوگ اللہ کو یاد بھی کر لیتے ہیں) ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی دعاؤں میں) یوں کہتے ہیں اے پروردگار ہمیں تو دنیا ہی میں دیدے (سو ان کو تو جو ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل جائیگا) اور انکے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا سو یہی ہیں جن کو ان کے عمل کی وجہ سے (دونوں جہان میں) حصّہ ملے گا اور اللہ جلدی ہی حساب لینے والے ہیں۔

(ف) حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی (بلکہ ضرور قبول ہوتی ہے) ایکؔ وہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔ دوسؔرے مظلوم۔ تیسؔرے وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو[1]

(۴) وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ط

(سورہ بقرہ۔ رکوع ۲۵)

(۴) اور حج کے زمانہ میں منیٰ میں بھی ٹھیر کر) کئی روز تک اللہ کو یاد کیا کرو (اس کا ذکر کیا کرو۔

(۵) وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ○ (سورہ آل عمران۔ رکوع ۴)

(۵) اور کثرت سے اپنے رب کو یاد کیجئے اور صبح شام تسبیح کیا کیجئے

(۶) اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

(سورہ آل عمران۔ رکوع ۲۰)

(۶) (پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور غور کے بعد یہ کہتے ہیں) کہ اے ہمارے رب آپ نے یہ سب بیکار تو پیدا کیا نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے۔

---

[1] جامع الصغیر

(۷) فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج (سورہ نساء۔ ع۱۵)

(۷) جب تم نماز (خوف جس کا پہلے سے ذکر ہے) پوری کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی کسی حال میں بھی اس کی یاد اور اُس کے ذکر سے غافل نہ ہو۔

(۸) وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى لا يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ۵ (سورہ نساء۔ رکوع ۲۱)

(۸) (منافقوں کی حالت کا بیان ہے) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو اپنا نمازی ہونا دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر یوں ہی تھوڑا سا۔

(۹) إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ج فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۵ (سورہ مائدہ۔ رکوع ۱۲)

(۹) شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں آپس میں عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے بتاؤ اب بھی (ان بری چیزوں سے) باز آجاؤ گے۔

(۱۰) وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ط (سورہ انعام۔ ع۶)

(۱۰) اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں۔

(۱۱) وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۵ (سورہ اعراف۔ رکوع ۳)

(۱۱) اور پکارا کرو اس کو (یعنی اللہ کو) خالص کرتے ہوئے اُس کے لئے دین کو۔

(۱۲) أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۵ ج وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ط إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۵ (سورہ اعراف۔ ع ۷)

(۱۲) تم لوگ پکارتے رہو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے (بھی)، بیشک حق تعالیٰ شانہٗ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی اصلاح کر دی گئی فساد نہ پھیلاؤ اور اللہ جل شانہٗ کو پکارا کرو خوف کے ساتھ (عذاب سے) اور طمع کے ساتھ (رحمت میں)، بیشک اللہ کی رحمت اچھے کام کرنے والوں کے بہت قریب ہے۔

(۱۳) وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (سورہ اعراف۔ رکوع ۲۲)

(۱۳) اللہ ہی کے واسطے ہیں اچھے اچھے نام پس ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔

(۱۴) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ

(۱۴) اور اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں اور

وَخِيفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○

(سورہ اعراف۔ رکوع ۲۴)

ذرا دھیمی آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی ہو ہمیشہ، صبح کو بھی اور شام کو بھی اور غافلین میں سے نہ ہو۔

(۱۵) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○

(سورہ انفال۔ رکوع ۱)

(۱۵) ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذِکر کیا جاتا ہے تو اس کی بڑائی کے تصوّر سے ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے اللہ پر توکّل کرتے ہیں (آگے ان کی نماز وغیرہ کے ذکر کے بعد ارشاد ہے یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور عزّت کی روزی ہے)۔

(۱۶) وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ (سورہ رعد۔ رکوع ۴)

(۱۶) اور جو شخص اللہ کی طرف متوجّہ ہوتا ہے، اس کو ہدایت فرماتے ہیں وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر میں ایسی خاصیت ہے کہ اُس سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

(۱۷) قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ج

(سورہ اسراء۔ رکوع ۱۲)

(۱۷) آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو، یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے وہی بہتر ہے کیونکہ اس کے لئے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔

(۱۸) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (سورہ کہف ع ۴)

وفی مسائل السلوک فیہ مطلوبیۃ الذکر ظاھر۔

(۱۸) اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے۔

(۱۹) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ج تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○

(سورہ کہف۔ رکوع ۴)

(۱۹) آپ اپنے کو اُن لوگوں کے ساتھ (بیٹھنے کا) پابند رکھا کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔ محض اس کی رضا جوئی کے لئے اور محض دنیا کی رونق کے خیال سے آپ کی نظر (یعنی توجہ) ان سے ہٹنے نہ پاوے (رونق سے یہ مراد ہے کہ رئیس مسلمان ہو جائیں تو اسلام کو فروغ ہو) اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دِل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی

خواہشات کا تابع ہے، اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

(۲۰) وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۙ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ (سورہ کہف۔ رکوع ۱۱)

(۲۰) اور ہم دوزخ کو اس روز (یعنی قیامت کے دن) کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا۔

(۲۱) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۚ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا (سورہ مریم۔ رکوع ۱)

(۲۱) یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی فرمانے کا اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر جب کہ انھوں نے اپنے پروردگار کو چپکے سے پکارا۔

(۲۲) وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا (سورہ مریم۔ رکوع ۳)

(۲۲) اور پکارتا ہوں میں اپنے رب کو (قطعی) امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

(۲۳) اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ۝ (سٰطٰع ۱)

(۲۳) بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم (اے موسیٰ) میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔

(۲۴) وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۚ (سٰطٰع ۲)

(۲۴) حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو ارشاد ہے) اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

(۲۵) وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ (سورہ انبیاء ع۶)

(۲۵) اور نوح (علیہ السلام کا تذکرہ ان سے کیجئے) جب کہ پکارا انھوں نے اپنے رب کو (حضرت ابراہیمؑ کے قصے سے) پہلے۔

(۲۶) وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۚ (سورہ انبیاء ع۶)

(۲۶) اور ایوب (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب کہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو بڑی تکلیف پہنچی اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں

(۲۷) وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ (سورہ انبیاء رکوع ۶)

(۲۷) اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چلے گئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر دارو گیر نہ کریں گے پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے

سوا کوئی معبود نہیں آپ ہر عیب سے پاک ہیں۔ بیشک میں قصوروار ہوں۔

(۲۸) وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ۝ (سورہ انبیاء۔ ع ۶)

(۲۸) اور زکریا علیہ السلام (کا ذکر کیجئے) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے لاوارث نہ چھوڑو اور یوں تو سب وارثوں سے بہتر (اور حقیقی وارث) آپ ہی ہیں۔

(۲۹) إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝ (ایضاً)

(۲۹) بیشک یہ سب (انبیاء جن کا پہلے سے ذکر ہو رہا ہے) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور پکارتے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور (عذاب کا) خوف کرتے ہوئے اور تھے سب کے سب ہمارے لئے عاجزی کرنے والے۔

(۳۰) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (سورہ حج۔ رکوع ۵)

(۳۰) اور آپ (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے ایسے خشوع کرنے والوں کو جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دِل ڈر جاتے ہیں۔

(۳۱) إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ۝ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ (سورہ مومنون۔ رکوع ۶)

(۳۱) (قیامت میں کُفّار سے گفتگو کے ذیل میں کہا جائے گا کیا تم کو یاد نہیں) میرے بندوں کا ایک گروہ تھا جو (بیچارے ہم سے) یوں کہا کرتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے۔ اور ہم پر رحمت فرمائیے آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ پس تم نے ان کا مذاق اڑایا حتی کہ اس مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے آج ان کو اُن کے صبر کا بدلہ دیدیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔

(۳۲) رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ الآیۃ (سورہ نور۔ رکوع ۵)

(۳۲) (کامل ایمان والوں کی تعریف کے ذیل میں ہے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کو اللہ کے ذکر سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت۔

(۳۳) وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ط (سورہ عنکبوت ع ۵)

(۳۳) اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

(۳۴) تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا

(۳۴) ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں اس طرح پر کہ عذاب کے ڈر سے اور رحمت

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سورہ سجدہ۔ رکوع ۲)

فی الدر عن الضحاک هُمْ قَوْمٌ لَا يَزَالُوْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ ورد ی نحوہ عن ابن عباس

کی اُمید سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں پس کسی کو بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانۂ غیب میں محفوظ ہے جو بدلہ ہے انکے اعمال کا (ف) ایک حدیث میں آیا ہے کہ بندہ اخیر شب میں اللہ کے یہاں بہت مقرب ہوتا ہے اگر تجھ سے ہو سکے تو اس وقت اللہ کا ذکر کیا کر۔[1]

(۳۵) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (سورہ احزاب۔ رکوع ۳)

(۳۵) بیشک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود تھا یعنی ہر اُس شخص کیلئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو کہ جب حضورؐ لڑائی میں شریک ہوئے اور جہاد کیا تو اس کے لئے کیا مانع ہو سکتا ہے۔

(۳۶) وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (س احزاب ع ۵)

(۳۶) پہلے سے مؤمنوں کی صفات کا بیان ہے اُس کے بعد ارشاد ہے) اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(۳۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (سورہ احزاب ع ۶)

(۳۷) اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

(۳۸) وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ (سورہ صٰفٰت۔ رکوع ۳)

(۳۸) اور پکارا تھا ہم کو نوح (علیہ السلام) نے پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں۔

(۳۹) فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورہ زمر۔ رکوع ۳)

(۳۹) پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متأثر نہیں ہوتے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

(۴۰) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ

(۴۰) اللہ جلّ جلالہٗ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن) نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دُہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ

[1] جامع الصغیر

وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰہِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ (سورہ زمر۔ رکوع ۳)

اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر اُن کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اُس کے ذریعہ سے ہدایت فرما دیتا ہے۔

(۴۱) فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (سورہ مومن۔ رکوع ۲)

(۴۱) پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اُس کیلئے دین کو گو کافروں کو ناگوار ہو۔

(۴۲) هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ (سورہ مومن ع)

(۴۲) وہی زندہ ہے اُس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں پس تم خالص اعتقاد کر کے اُسکو پکارا کرو۔

(۴۳) وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ۝ (سورہ زخرف۔ رکوع ۴)

(۴۳) جو شخص رحمان کے ذکر سے (جان بوجھ کر) اندھا ہو جائے ہم اُس پر ایک شیطان مُسلّط کر دیتے ہیں پس وہ (ہر وقت) اُس کے ساتھ رہتا ہے۔

(۴۴) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (س فتح ع)

(۴۴) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان اور اے مخاطب تو اُن کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں (اور خشوع خضوع کے) آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ اُن کے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں جیسا کھیتی کہ اُس نے اوّل اپنی سوئی نکالی پھر اس کو قوی کیا پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہ میں اوّل ضعف تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ نے یہ نشو و نما اس لئے دیا) تاکہ ان سے کافروں کو جلائے اللہ نے تو ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کر رہے ہیں مغفرت اور اَجرِ عظیم کا وَعدہ کر رکھا ہے

(ف) آیت شریفہ میں گو ظاہر طور پر رکوع و سجود اور نماز کی فضیلت زیادہ تر مقصود ہے اور وہ تو ظاہر ہے

لیکن کلمۂ طیبہ کے دوسرے جزو محمد رسول اللہ کی فضیلت بھی اس سے ظاہر ہے۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ اوپر سے صلح حدیبیہ میں کفار کے انکار پر اور اس بات کے اصرار کرنے پر کہ محمد رسول اللہ نہ لکھو محمد بن عبد اللہ لکھو۔ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ خود گواہ ہیں اس بات پر کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جب بھیجنے والا خود اقرار کرے کہ فلاں شخص میرا قاصد ہے تو لاکھ کوئی انکار کرے اس کے انکار سے کیا ہوتا ہے اسی گواہی کے اقرار کے لئے اللہ جل شانہٗ نے محمد رسول اللہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد آیت شریفہ میں اور بھی کئی اہم مضامین ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ چہرہ کے آثار نمایاں ہونے کی فضیلت ہے اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں ایک یہ بھی ہے کہ شب بیداروں کے چہروں پر جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ مراد ہیں۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ یہ محقق امر ہے کہ رات کو دو شخص جاگیں ایک لہو ولعب میں مشغول رہے دوسرا نماز قرآن اور علم کے سیکھنے میں مشغول رہے دوسرے دن دونوں کے چہرے کے نور میں کھلا ہوا فرق ہوگا۔ جو شخص لہو ولعب میں مشغول ہے وہ اُس جیسا ہو ہی نہیں سکتا جو ذکر و شکر میں رات بھر لگا رہے ہے۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ حضرت امام مالک اور ایک جماعت نے علماء کی اس آیت سے اُن لوگوں کے کفر پر استدلال کیا ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دیتے ہیں، بُرا کہتے ہیں اُن سے بغض رکھتے ہیں[1]

(۴۵) اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ حدید رکوع ۲)

(۴۵) کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل خدا کی یاد کیواسطے جھک جائیں۔

(۴۶) اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (سورہ مجادلہ رکوع ۳)

(۴۶) (پہلے سے منافقوں کا ذکر ہے) ان پر شیطان کا تسلط ہو گیا پس اس نے ان کو ذکر اللہ سے غافل کر دیا یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں خوب سمجھ لو یہ بات محقق ہے کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے۔

(۴۷) فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (سورہ جمعہ رکوع ۲)

(۴۷) پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو چکے تو تم کو اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (یعنی دنیا کے کاموں میں مشغول ہونے کی اجازت ہے لیکن اُس میں بھی) اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح کو پہونچ جاؤ۔

(۴۸) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ

(۴۸) اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے اس کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں

[1] ابن کثیر

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (سورہ منٰفقون۔ رکوع ۲)

اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ والے ہیں (کیونکہ یہ چیزیں تو دُنیا ہی میں ختم ہو جانے والی ہیں اور اللہ کی یاد آخرت میں کام دینے والی ہے۔

(۴۹) وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ○ (سورہ جن۔ رکوع ۱)

(۴۹) اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کریگا۔ اللہ تعالےٰ اُس کو سخت عذاب میں داخل کریگا ؛

(۵۰) وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ○ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ○ (سورہ جن۔ رکوع ۱)

(۵۰) جب خدا کا خاص بندہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ اُس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں۔ آپ کہدیجیے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی کو پکارتا ہوں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

(۵۱) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ○ (سورہ مزمل۔ رکوع ۱)

(۵۱) اور اپنے رب کا نام لیتے رہیں اور سب سے تعلقات منقطع کر کے اُسی کی طرف متوجہ رہیں (منقطع کر کے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تعلق کے مقابلہ میں سب مغلوب ہوں) ؛

(۵۲) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ○ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ○ (سورہ دہر۔ رکوع ۲)

(۵۲) اور اپنے رب کا صبح اور شام نام لیتے رہا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اُس کو سجدہ کیا کیجئے اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے (مراد اس سے تہجد کی نماز ہے) یہ لوگ (جو آپ کے مخالف ہیں) دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے آنے والے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

(۵۳) وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ○ (سورہ قلم۔ رکوع ۲)

(۵۳) یہ کافر لوگ جب ذکر (قرآن) سنتے ہیں تو (شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ تو مجنون ہیں۔

(ف) نگاہ سے پھسلا کر گرا دینا کنایہ ہے دشمنی کی زیادتی سے جیسا کہ ہمارے یہاں بولتے ہیں ایسا دیکھ رہا ہے کہ کھا جائے گا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جس کو نظر لگ گئی ہو اُس پر اس آیت شریفہ کو پڑھ کر دم کرنا مفید ہے۔ (جمل)

(۴۵) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۙ (سورہ اعلیٰ ۔ رکوع ۱)

(۴۵) بیشک بامراد ہو گیا وہ شخص جو بُرے اخلاق سے پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا ۔

فصلِ ثانی ـــ احادیثِ ذکر میں

جب کہ اس مضمون میں قرآن پاک کی آیات اس کثرت سے موجود ہیں تو احادیث کا کیا پُوچھنا کیوں کہ قرآن شریف کے کل تیس ۳۰ پارے ہیں اور حدیث شریف کی لاتعداد کتابیں ہیں اور ہر کتاب میں بیشمار حدیثیں ہیں ایک بُخاری شریف ہی کے بڑے بڑے تیس پارے ہیں اور ابو داؤد شریف کے بتیس ۳۲ پارے ہیں اور کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ اس مُبارک ذِکر سے خالی ہو۔ اس لئے احادیث کا اِحاطہ تو کون کر سکتا ہے نمونہ اور عمل کے واسطے ایک آیت اور ایک حدیث بھی کافی ہے۔ اور جس کو عمل ہی نہیں کرنا اُس کے لئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۔

(۱) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِىْ بِىْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِىْ فَاِنْ ذَكَرَنِىْ فِىْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِىْ نَفْسِىْ وَاِنْ ذَكَرَنِىْ فِىْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِىْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَىَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَّاِنْ تَقَرَّبَ اِلَىَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَّاِنْ اَتَانِىْ يَمْشِىْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً ۔ رواہ احمد و البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والبیھقی فی الشعب واخرج احمد والبیھقی فی الاسماء والصفات عن انس بمعناہ بلفظ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِذَا ذَكَرْتَنِىْ فِىْ نَفْسِكَ الحدیث ـ وفی الباب عن معاذ بن انس عند الطبرانی باسناد حسن

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُسکے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اُس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں ۔ اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دَوڑ کر چلتا ہوں ۔

وعن ابن عباس عند البزار باسناد صحیح والبیھقی وغیرھما وعن ابی ھریرۃ عند ابن ماجۃ و ابن حبان وغیرھما بلفظ انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ کما فی الدر المنثور والترغیب للمنذری والمشکوٰۃ مختصراً وفیہ بروایۃ مسلم عن ابی ذر بمعناہ وفی الاتحاف علقہ البخاری عن ابی ھریرۃ بصیغۃ الجزم ورواہ ابن حبان من حدیث ابی الدرداء اھ

(ف) اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ سے اس کے لطف و کرم کی اُمید رکھنا چاہیئے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانُہٗ محض اپنے لطف و کرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ کلام اللہ شریف میں وارد ہے۔

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ شانُہٗ شرک کے گُناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائیں گے لیکن ضروری نہیں کہ معاف فرما ہی دیں اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان امید و خوف کے درمیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں ہو عرض کیا یا رسُولَ اللہ اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی امید و خوف جس بندہ کے دِل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جَلَّ شانُہٗ جو امید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے اَمن عطا فرمادیتے ہیں [1]

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مُؤمن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اُڑا دی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیئے اور رحمت کی امید اس کے مناسب

حضرت معاذ رضؓ طاعون میں شہید ہوئے انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب اِفاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے تیری عزت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے جب بالکل موت کا وقت قریب آگیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے اس کے بعد فرمایا اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے

---

[1] جمع الفوائد

ڈرتا رہا آج تیرا امیدوار ہوں یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی۔ بلکہ گرمیوں کی شدّتِ پیاس برداشت کرنے اور دین کی خاطر مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علمار کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی [1] بعض علمار نے لکھا ہے کہ حدیث بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں دعا صحت وسُعتِ امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دعا کے ہی متعلق سمجھو، مطلب یہ ہے اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اُس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت تونگری وغیرہ سب امور کا حال ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تونگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دور ہو جائے لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ساتھ حسنِ ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے۔ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ (اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کیے جاؤ اللہ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا۔ کَلَّا۔ (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اُس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہرگز نہیں) دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اُس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کی ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر اُس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی خِلقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اُس کے موافق اس میں اِطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتدارِ خِلقت کے وقت عرض کیا تھا۔ آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی، اور اسکی وجہ بھی یہی مادہ فساد کا ان میں ہونا ہے بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں اسی لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی

---

[1] تہذیب اللغات

عبادت فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالم آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنے والوں اور اپنی عبادت کرنیوالوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔ چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دَوڑ کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیزی کے ساتھ اُس کی طرف چلتی ہے۔ اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجّہ کرنا چاہتا ہے اُتنی ہی اپنی توجّہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذِکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اَشرَفُ المَخلُوقات ہے اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ انکا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ مَعصُوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر اَفرَاد کے ہے کہ اکثر اَفرَادِ فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مُؤمِنوں سے افضل ہیں گو خاص مُؤمِن جیسے انبیاء علیہم السّلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ والبیھقی کذا فی الدر وفی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وابن ماجۃ وحکی عن الترمذی حسن غریب اھ قلت وصححہ الحاکم واقرہ علیہ الذھبی وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابی نعیم فی الحلیۃ مختصرا بلفظ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْیَا

(۲) ایک صحابی رضؓ نے عرض کیا یا رسُول اللہ احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو، ہر وقت رَطْبُ اللِّسَانِ رہے ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہوئی وہ یہ تھی میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رَطْبُ اللِّسَانِ ہو۔

وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ور فعه بالضعف وبمعناه عن مالك بن يخامر انَّ مُعَاذُ ابْنَ جَبَلٍ قَالَ لَهُمْ اِنَّ اٰخِرَ كَلَامٍ فَارَقْتُ عَلَيْهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ قُلْتُ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اخرجه ابن ابى الدنيا والبزار وابن حبان والطبرانى والبيهقى كذا فى الدر والحصن الحصين والترغيب للمنذرى وذكره فى الجامع الصغير مختصرا وعزاه الى ابن حبان فى صحيحه وابن السنى فى عمل اليوم والليلة والطبرانى فى الكبير والبيهقى فى الشعب وفى مجمع الزوائد رواه الطبرانى باسانيد

(ف) جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہل یمن کی تبلیغ و تعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا اس وقت رخصت کے وقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انہوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑ لوں اور ہر وقت ہر جگہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو۔ دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے رَطْبُ اللِّسَانِ کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام مُحَاوَرَہ ہے ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا ذکر کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رَطْبُ اللِّسَانِ ہے مگر بندہ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے منہ میں ایک لذت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے جن کو باب عشق سے کچھ سابقہ پڑ چکا ہے وہ اس سے واقف ہیں اس بنا پر مطلب یہ ہے کہ اس لذت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آ جائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی طراوٹ آ جاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اسکو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے۔ کہ ہر شخص اُس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسنک ہو اور زبان کثرت ذکر کے ساتھ مانوس ہو چکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اُس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بغض کی علامت اس کے ذکر سے بغض ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے ۔

(۳) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرِقِ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ اخرجہ احمد والترمذی وابن ماجۃ وابن ابی الدنیا والحاکم وصححہ والبیھقی کذا فی الدر والحصن الحصین قلت قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ واقرہ علیہ الذھبی ورقم لہ فی الجامع الصغیر بالصحۃ واخرجہ احمد عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ کذا فی الدر وفیہ ایضا بروایۃ احمد والترمذی والبیھقی عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ الذّٰکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِہٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا لَکَانَ الذّٰکِرُوْنَ اللّٰہَ اَفْضَلُ مِنْہُ دَرَجَۃً ۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور بتادیں آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

(ف) یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اسی وقت عبادت ہو سکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے اسی وجہ

سے بعض صُوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ جب یہ حالت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضا ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہو جاتا ہے سارے ہی اعضا اس کی ساتھ ہو جاتے ہیں عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ اکیسویں پارہ کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے افضل اس لئے فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اُس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جسمیں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستّر برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت سہلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصّہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہو جاتی ہے لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستّر سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اُس سے بہت زیادہ افضل ہو جاتا ہے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَذْکُرَنَّ اللّٰهَ قَوْمٌ فِی الدُّنْیَا عَلَی الْفُرُشِ الْمُمَهَّدَةِ یُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِی الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی اخرجه ابن حبان کذا فی الدر قلت ویؤیدہ الحدیث المتقدم قریبًا بلفظ اَرْفَعُهَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَاَیْضًا قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنّت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہونچا دیتا ہے۔

(ف) یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا مصیبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفعِ درجات کا سبب ہے، اور جتنی بھی

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الذّٰکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرَاتُ .... رواہ مسلم کذا فی الحصن وفی روایۃ قَالَ الْمُسْتَھْتِرُوْنَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَضَعُ الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَثْقَالَھُمْ فَیَاْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ خِفَافًا رواہ الترمذی والحاکم مختصرًا وقال صحیح علی شرط الشیخین وفی الجامع رواہ الطبرانی عن ابی الدرداء ایضًا۔

دینی امور میں یہاں مشقت اُٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت وآرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مُفَرِّد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفَرِّد کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں وَالہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور اُمَراء کو اللہ کے ذکر سے نہ رکنا چاہیئے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے، خوشی کے، ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اُس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہونچے تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اُس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اُس کو پہونچے اور اُس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ اُس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی ایک جگہ پہنچکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے بڑھنے والے کہاں ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر میں وَالہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے +

(۵) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ اخرجہ البخاری ومسلم والبیھقی کذا فی الدر والمشکوٰۃ۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مُردے کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

(ف) زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مُردے ہی کے حکم میں ہے اُس کی زندگی بھی بے کار ہے ؎

زندگانی نتواں گفت حیاتیکہ مراست ✿ زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

کہتے ہیں کہ وہ زندگی ہی نہیں ہے جو میری ہے۔ زندہ وہ ہے جس کو دوست کا وصال حاصل ہو۔

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دِل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذِکر کرتا ہے اُس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذِکر نہیں کرتا اس کا دِل مَرجاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کے ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذِکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دُنیا سے مُنتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے۔ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی طرح ان کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذِکر دِل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خُشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں۔ طاعت سے رُک جاتے ہیں اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے جیسے کہ خشک لکڑی کہ جھکانے سے نہیں جھکتی صرف کاٹ کر جلا دینے کے کام کی رہ جاتی ہے ✿

(۶) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّ رَجُلًا فِیْ حِجْرِهٖ دَرَاهِمُ يَقْسِمُهَا وَاٰخَرُ يَذْكُرُ اللّٰهَ كَانَ الذَّاكِرُ لِلّٰهِ اَفْضَلَ: اخرجه الطبرانی کذا فی الدر وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ وثقوا۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔ (ف) یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اُس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطا اس سے بڑھ کر

نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق ہو جائے جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے دن رات کے چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے اس کارآمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند سورج ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

(۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ اِلَّا عَلٰی سَاعَۃٍ مَّرَّتْ بِھِمْ لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْھَا اخرجہ الطبرانی والبیھقی کذا فی الدر وفی الجامع رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی الشعب ورقم لہ بالحسن وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات وفی شیخ الطبرانی خلاف واخرج ابن ابی الدنیا والبیھقی عن عائشۃ بمعناہ مرفوعا کذا فی الدر وفی الترغیب بمعناہ عن ابی ھریرۃ مرفوعا وقال رواہ احمد باسناد صحیح وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری۔

(۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر بغیر گذر گئی ہو۔

(ف) جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کے لینے کا اجر و ثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کی برابر مل رہا ہے تو اس وقت اس اپنی کمائی کے نقصان پر جس قدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔ ایسے خوش نصیب بندے بھی ہیں جن کو دنیا ہی بغیر ذکر اللہ کے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ حافظ ابن حجر نے منبہات میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معاذ رازی اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے۔ اِلٰہِی لَا یَطِیْبُ اللَّیْلُ اِلَّا بِمُنَاجَاتِکَ وَلَا یَطِیْبُ النَّھَارُ اِلَّا بِطَاعَتِکَ وَلَا تَطِیْبُ الدُّنْیَا اِلَّا بِذِکْرِکَ وَلَا تَطِیْبُ الْاٰخِرَۃُ اِلَّا بِعَفْوِکَ وَلَا تَطِیْبُ الْجَنَّۃُ اِلَّا بِرُؤْیَتِکَ۔ یا اللہ رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ اور دن اچھا معلوم نہیں ہوتا مگر تیری عبادت کے ساتھ اور دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر تیرے ذکر کے ساتھ اور آخرت بھلی نہیں مگر تیری معافی کے ساتھ اور جنت میں لطف نہیں مگر تیرے دیدار کے ساتھ

حضرت سرّیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستّو پھانک رہے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ خشک ہی پھانک رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی ستّر مرتبہ سُبْحَانَ اللہِ کہہ سکتا ہے اس لئے میں نے چالیسؔ برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی ستّو پھانک کر گذر کرلیتا ہوں۔

منصور بن مُعتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیسؔ برس تک عشار کے بعد کسی سے بات نہیں کی ربیع بن ہثیم کے متعلق لکھا ہے کہ بیسؔ برس تک جو بات کرتے اُس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

(۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّھُمَا شَھِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَةُ وَذَکَرَھُمُ اللہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد ومسلم والترمذی وابن ماجۃ والبیھقی کذا فی الدر والحصن والمشکوٰۃ وفی حدیث طویل لِاَبِیْ ذَرٍّ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللہِ فَاِنَّہٗ رَاْسُ الْاَمْرِ کُلِّہٖ وَعَلَیْکَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللہِ فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ الحدیث ذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی وعبد بن حمید فی تفسیرہٖ ورقم لہ بالحسن۔

(۸) حضرت ابُوہُریرہ رضؓ اور حضرت ابو سعید رضؓ دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذِکر میں مشغول ہو فرشتے اُس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ اُنکا تذکرہ اپنی مجلس میں تفاخر کے طور پر فرماتے ہیں حضرت ابوذر رضؓ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیّت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تِلاوت اور اللہ کے ذِکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا۔ اور زمین میں نور کا سبب بنے گا۔ اکثر اوقات چپ رہا کر کہ بھلائی کے بغیر کوئی کلام نہ ہو یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مددگار ہوتی ہے زیادہ ہنسی سے بھی بچتا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا ان کے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اُونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی اُن نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردد

نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا اے ابوذرؓ حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیز گاری ہے اور خوش خلقی کی برابر کوئی شرافت نہیں۔

(ف) سکینہ کے معنی سکون ووقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدید در فضائلِ قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت، رحمت، وغیرہ سب کو شامل ہے اور ملائکہ کی ساتھ اترتی ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں شہوتیں، لذتیں اس کا جزو ہیں اس لیے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرتِ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ انہوں نے آکر عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سن لے گا اسمیں جائے بغیر نہیں رہے گا یعنی لذتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں ان کے سننے اور یقین آجانے کے بعد کون ہوگا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا روزے رکھنا جہاد کرنا حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجالاؤ تو جنت میں جاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں، اور تکلیفیں دیکھکر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص اس کے حالات سن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا حق سبحانہٗ و تقدس نے دنیا کی لذتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہو گیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو

اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرّت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اُس کو سنیں چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آجاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک اُن کا حلقہ پہنچ جاتا ہے جیسا کہ تیسرے باب کی دوسری فصل کے نمبر (۱۴) پر آرہا ہے۔

(۹) عَنْ مُعٰوِیَةَ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا قَالَ آللہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ قَالُوْا آللہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِکَ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَةً لَّکُمْ وَلٰکِنْ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللہَ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلٰٓئِکَةَ

اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد ومسلم والترمذی والنسائی کذا فی الدر والمشکوٰۃ۔

(۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے عرض کیا کہ اللہ جلّ شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اُس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اُس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیلؑ میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ جلّ شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں (ف) یعنی میں نے جو قسم دیکر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو اب معلوم ہو گیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سببِ فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد وثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اسی کے مستحق تھے ان کے کارناموں کا مختصر تذکرہ میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ[1] میں نمونہ کے طور پر لکھ چکا ہوں۔

مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو

[1] رسالہ حکایات صحابہؓ طبع ہو چکا ہے

یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کی ساتھ ہے شیطان ان پر مُسلّط ہے شہوتیں ان میں موجود ہیں دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے۔ تمہارا ذکر و تسبیح اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی ایسی سے نہیں ہے۔ ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

(۱۰) عَنْ اَنَسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ لَا یُرِیْدُوْنَ بِذٰلِکَ اِلَّا وَجْھَہٗ اِلَّا نَادَاھُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّکُمْ قَدْ بُدِّلَتْ سَیِّئَاتُکُمْ حَسَنَاتٍ

اخرجہ احمد والبزار وابو یعلی والطبرانی واخرجہ الطبرانی عن سھل بن الحنظلیۃ ایضاً واخرجہ البیھقی عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَزَادَ وَ مَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا فِیْ مَجْلِسٍ فَتَفَرَّقُوْا وَلَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ اِلَّا کَانَ ذٰلِکَ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ کذا فی الدر قال المنذری رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورواتہ محتج بھم فی الصحیح وفی الباب عن ابی ھریرۃ عند احمد وابن حبان وغیرھما وصححہ الحاکم علی شرط مسلم فی موضع وعلی شرط البخاری فی موضع اخری وعزا السیوطی فی الجامع حدیث سھل الی الطبرانی والبیھقی فی الشعب والضیاء ورقم لہ بالحسن وفی الباب روایات ذکرھا فی مجمع الزوائد۔

(۱۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخشدیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔ دوسری حدیث میں ہے اس کے بالمقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔

(ف) یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی ذکر سے بن جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اٹھے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دعا پڑھ لے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرمادیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرمادیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو راہگیروں کو (بوقت ضرورت) راستہ بتاؤ اور ناجائز

چیز سامنے آجائے تو آنکھیں بند کرلو یا نیچی کرلو کہ اُس پر نگاہ نہ پڑے ،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تُلے یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تُلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائے گی ، اُس کو چاہئے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے ۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ[1] حدیث بالا میں بُرائیوں کے نیکیوں سے بدلدینے کی بشارت بھی ہے قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مؤمنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں) ۔

اس آیت شریفہ کے متعلق علمائے تفسیر کے چند اقوال ہیں ۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیل ہے کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی ۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے بُرے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں گرمی کے بجائے سردی ہوگئی ۔ تیسرے یہ کہ ان کی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے ۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں اسی وجہ سے ضرب المثل ہے "جبل گردد جبلت نہ گردد" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اُس کی تصدیق کرلو لیکن اگر سنو کہ طبیعت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادات کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے ۔ اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہوجائے کہ غصہ بالکل نہ رہے یہ تو دشوار ہے ہاں اس غصہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم ، تکبر وغیرہ اب بجائے ان کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُس کے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے ۔ وہی حضرت عمر رضؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے کفار و فساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے ۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق

---

[1] حصن د ہامشہ

کا تعلق بجائے مَعَاصی کے حَسَنات سے فرما دیتے ہیں، چوتھے یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کو اپنی بُرائیوں پر تَوبَہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پُرانے پُرانے گناہ یاد آکر نَدامت اور تَوبَہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک تَوبَہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی اَدا پسند ہو اور اُس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے وہ مالک ہے، بادشاہ ہے، قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا، اُس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے، اُس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں مَحشر کا نظارہ اور حِسَاب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بَہجَۃُ النُّفُوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں مُحَاسبَہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا فلاں وقت ایسا کیا اور اس کو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر سَتَّاری کی آج بھی سَتَّاری کرتے ہیں۔ اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مُبارک بندہ ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اس لئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ ان کے لئے چھوٹے بڑے گناہ ہوں گے اُس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔ حدیث میں ایک قصّہ آتا ہے نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اُس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنّم سے نکالا جائے گا اور سب سے اخیر میں جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائے گا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں اُن پر باز پُرس کی جائے چنانچہ یہ شروع ہو جائے گا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالے کے ساتھ اُس کو جتایا جائے گا وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا اتنے میں ارشادِ ربّی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قِصّہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی ہنسی آگئی۔

اس قصّے میں اوّل تو جہنّم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم

کون خوش قسمت ایسا ہوسکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیل ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے امید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جرأت ہے البتہ سیئآت کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالس ذکر میں حاضری حدیث بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہوسکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں ایک معتد بہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے۔ اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہوسکتا ہے۔ اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذریگی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے جس درجہ کا اخلاص ہوگا اُسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آرہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کے لئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جارہی تھی۔ ایک صاحب کا اُس جہاز پر گذر ہوا اور جس قدر مٹلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑدیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا پھر اس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی اس کو بھی تعجب ہوا اولاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ اُن صاحب کو بلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اس لئے ایسا کیا تمہارا جو دل چاہے سزا دیدو اس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اولاً اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اسلئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ یہ حظِ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پوجتی ہے یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کلھاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چلدیا راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا عابد سے پوچھا کہاں جارہے ہو اس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کیواسطے چھوڑ دیا عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے شیطان نے کہا کہ میں نہیں کاٹنے دوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو

عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سن لے۔ عابد نے اس کو چھوڑ دیا شیطان نے کہا اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں کرتا اللہ کے بہت سے نبی ہیں اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا پھر مقابلہ ہوا وہ عابد پھر اُس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں اُس نے کہا کہہ، شیطان نے کہا تو غریب ہے، دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی اپنے اعزّہ پر بھی احسان کر سکے گا فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا اس میں ایک ہی ثواب ہوگا۔ اور وہ بھی بے کار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگا لیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آگیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اُسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں بوڑھے نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکتا دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آگیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا اُس بوڑھے نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جل شانہ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اُس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

(۱۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ عَمَلًا اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اخرجہ احمد کذا فی الدر الیٰ احمد عزاہ فی الجامع الصغیر بلفظ اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ ورقم لہ بالصحۃ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح الا ان زیاد المدینی لم یدرک معاذًا ثم ذکرہ بطریق اٰخر وقال رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح قلت وفی المشکوٰۃ عنہ موقوفًا بلفظ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وقال رواہ مالک والترمذی وابن ماجۃ اھ قلت وھکذا رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد واقرہ

(۱۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذابِ قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔ (ف) عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں جو عذابِ قبر کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے

علیہ الذھبی وفی المشکوٰۃ بروایۃ البیہقی فی الدعوات عن ابن عمر مرفوعاً بمعناہ قال القاری رواہ ابن ابی شیبۃ وابن ابی الدنیا وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ البیہقی فی الشعب ورقم لہ بالضعف وزاد فی ادلۃ لِکُلِّ شَیْئٍ سِقَالَۃٌ وَسِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ وفی مجمع الزوائد بروایۃ جابر مرفوعاً نحوہ وقال رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط ورجالھا رجال الصحیح اھ

بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں پھر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا حضرت عائشہ رضا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زید رضا ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مُردوں کا دفن کرنا چھوڑ دوگے ورنہ میں اس کی دعا کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذاب قبر سُنا دے۔ آدمیوں اور جنّات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سنتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جا رہے تھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے اُس کی آواز سے بدکنے لگی۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کھِل کھلا کر ہنس رہے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں تنہائی کا گھر ہوں کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں جب کوئی مومن کامل (ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا، جتنے لوگ میری پشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے بہت محبوب تھا آج تو میرے سپرد ہوا ہے تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہو جاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھُل جاتی ہے اور جنّت کا ایک دروازہ اُس میں کھُل جاتا ہے۔ جس سے وہاں کی ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہونچتی رہتی ہیں۔ اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی جتنے آدمی میری پشت پر چلتے تھے سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں۔ اُس کے بعد نوّے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدھا بھی اُن میں سے زمین پر پھُنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اس کے

بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے ایک کو چغل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے بالجملہ عذاب قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اُس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے اسی طرح اُس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذاب قبر سے نجات کا سبب ہے، اور عذابِ جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی ۔

(۱۲) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَبْعَثَنَّ اللّٰہُ اَقْوَامًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ وُجُوْھِھِمُ النُّوْرُ عَلٰی مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ یَغْبِطُھُمُ النَّاسُ لَیْسُوْا بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ حَلِّھِمْ لَنَا نَعْرِفْھُمْ قَالَ ھُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰی وَبِلَادٍ شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یَذْکُرُوْنَہٗ اخرجہ الطبرانی باسناد حسن کذا فی الدر ومجمع الزوائد والترغیب للمنذری وذکرا یضالہ متابعۃ بروایۃ عمرو بن عبسۃ عند الطبرانی مرفوعًا قال المنذری واسنادہ مقارب لا بأس بہ ورقم لحدیث عمرو بن عبسۃ فی الجامع الصغیر بالحسن وفی مجمع الزوائد رجالہ موثوقون وفی مجمع الزوائد بمعنی ھٰذا الحدیث مطولًا وفیہ حُلْھُمْ لَنَا یعنی صِفْھُمْ لَنَا شَکِّلْھُمْ لَنَا فَسُرَّ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

(۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہوں گے لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالاخانے ہوں گے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہوں گے وہ ایسے چمکتے ہوں گے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے اُن بالاخانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسُؤَالِ الْاَعْرَابِيِّ الحديث. قال رواه احمد والطبرانی بنحوه ورجاله وثقوا قلت وفی الباب عن ابی هریرة عند البیهقی فی الشعب اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَعُمُدًا مِّنْ يَّاقُوْتٍ عَلَيْهَا غُرَفٌ مِّنْ زَبَرْجَدٍ لَّهَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ تُضِيْءُ كَمَا يُضِيْءُ الْكَوْكَبُ الدُّرِّيُّ يَسْكُنُهَا الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِی اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِی اللّٰهِ كذا فی الجامع الصغیر ورقم له بالضعف وذکر فی مجمع الزوائد له شواهد وکذا فی المشکوٰۃ

ہیں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں

(ف) اس میں اطبار کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے اس کے پنّے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں۔

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اُس وقت حقیقت معلوم ہو گی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کرلے گئے جب وہ ان منبر سل دربالاخانوں پر ہوں گے اور یہ ہنسنے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کرلے گئے ؎

فَسَوْفَ تَرٰى اِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ ✦ اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ اَمْ حِمَارٌ

(عنقریب جب غبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر)

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ اُن احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے اُن کو گھیر لیتے ہیں رحمتِ الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل جلالہٗ عرش پر ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابو رزین ؓ ایک صحابی ہیں وہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہونچے وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے اُن گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسے روشن اور منوّر ہوتے ہیں کہ اپنے نور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہٗ نور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی ان کی چمک دیکھ لیتے ہیں بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نور اُن کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیل بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ

جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔ شیخ عبدالعزیز دباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمّی تھے مگر قرآن شریف کی آیت حدیث قدسی حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلّم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو اُن الفاظ کے نور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نور علیحدہ ہے اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلام کا نور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں دونوں نور نہیں ہوتے۔

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرتؒ کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد الحرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر مولانا محب الدین صاحبؒ (جو اعلیحضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفا میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا مولانا اُس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا وِرد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آگیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرتؒ طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس کو گذرے مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنسکر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آگیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں دارُالاِسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں ✦

(۱۳) عَنْ اَنَسٍ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالَ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حِلَقُ الذِّکْرِ

اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ وذکرہ فی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وزاد فی الجامع الصغیر والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالصحۃ وفی الباب عن جابر عند ابن ابی الدنیا والبزار وابی یعلی والحاکم وصححہ والبیہقی فی الدعوات کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عباس بلفظ مجالس العلم وبروایۃ

(۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جنّت کے باغ کیا ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے (ف) مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی ان مجالس اِن حلقوں تک رسائی ہو جائے تو اس کو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ یہ دنیا ہی میں جنّت کے باغ ہیں اور "خوب چرو" سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا

الترمذی عن ابی ھریرۃ بلفظ المساجد محل حلق الذکر وزاد الرتع۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

رہتا ہے لیکن ادھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے منہ نہ موڑنا چاہیے اور جنّت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنّت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحبِ الفوائد فی الصلات والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اُس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہو جائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہٗ کا ہم نشین ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہو جائے اس کے علاوہ اُس سے شرحِ صدر ہو جاتا ہے دل منور ہو جاتا ہے۔ اس کے دل کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سو تک شمار کیا ہے انتہٰی۔

حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابو امامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کرو گے اتنا ہی ادھر سے ذکر ہو گا۔

(۱۴) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَجَزَ مِنْکُمْ عَنِ اللَّیْلِ اَنْ یُّکَابِدَہٗ وَبَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّجَاھِدَہٗ فَلْیُکْثِرْ ذِکْرَ اللّٰہِ رواہ الطبرانی والبیھقی والبزار واللفظ لہ وفی سندہ ابو یحیی القتات وبقیۃ محتج بھم فی الصحیح کذا فی الترغیب قلت ھو من رواۃ البخاری فی الادب المفرد

(۱۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کیا جاتا ہو۔ (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اُس کو چاہیئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔ (ف) یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عباداتِ نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اُس کی تلافی کر سکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ

والترمذی وابی داؤد وابن ماجة وثقه ابن معین وضعفه اٰخرون وفی التقریب لین الحدیث وفی مجمع الزوائد رواہ البزار والطبرانی وفیہ الفات قد وثق وضعفه الجمہور وبقیة رجال البزار رجال الصحیح۔

وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے برارت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کی وجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مُسَلَّط رہتا جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے اسی لئے صوفیۂ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اس کے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہو جائے کہ اس کا مقابلہ کر سکے یہی راز ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو اُن کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بُعد ہوتا گیا اُتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی اب قلوب اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی بسا غنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جسقدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت ان پر منکشف ہو جائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعہ سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے طریقہ سے دل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلّت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لُقمہ بنا لیتا ہے۔

(۱۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ۔ رواہ احمد وابو یعلٰی وابن حبان والحاکم فی صحیحہ وقال صحیح الاسناد وروی عن ابن عباس مرفوعاً بلفظ اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا

(۱۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

(ف) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں

يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ اَنَّكُمْ مُرَاؤُنَ رواہ الطبرانی ورواہ البیھقی عن ابی الجوزاء مرسلاً کذا فی الترغیب والمقاصد الحسنۃ للسخاوی وھکذا فی الدر المنثور للسیوطی الا انہ عزحدیث ابی الجوزاء الی عبداللہ ابن احمد فی زوائد الزھد وعزاہ فی الجامع الصغیر الی سعید بن منصور فی سننہ والبیھقی فی الشعب ورقم لہ بالضعف وذکر فی الجامع الصغیر ایضاً بروایۃ الطبرانی عن ابن عباس مسنداً ورقم لہ بالضعف وعزا حدیث ابی سعید الی احمد وابی یعلی فی مسندہ وابن حبان والحاکم والبیھقی فی الشعب ورقم لہ بالحسن۔

یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑ نا نہ چاہیئے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیئے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھکر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو اور پھر اُس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا ہو چنانچہ ارشاد ہے۔ اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا د اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو، رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآن پاک کے ارشاد وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے (۱) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے۔ پھر بھی اُس میں رغبت کرے (۳) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے (۴) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے (۵) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے (۶) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے (۷) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دُنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔ حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے لوگوں کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی

نقصان کرتا ہے صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اول وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا وغیرہ وغیرہ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مِل جاتا ہے اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیئے۔ حضرت عَبْدُاللّٰہِ ذُوالْبِجَادَیْنِؓ ایک صحابیؓ ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ چچا کے پاس رہتے تھے وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے تھے چچا کو خبر ہو گئی تو اس نے غصّہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا ماں بھی بیزار تھی لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا دوسرا اوپر ڈال لیا مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اَوَّاہِیْنَ میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑاؤ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔ حضرت فضیلؒ جو اکابر صُوفیہؒ میں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے یہ بھی ریا میں داخل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تاکہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب اُن کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے۔ یعنی اُن کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے وَلی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو۔ اور یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو اور جس کو خود ہی توفیق نہ ہو اُس کو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آ سکتی ہے۔ بعض لوگ پکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی سے پیدا ہو گیا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ صاحبؒ نے ایک رسالہ سَبَاحَۃُ الْفِکْرِ اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پچاسؔ حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر پکار کر ثابت ہوتا ہے البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کیساتھ اپنی حدود کے اندر رہو کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو

۱۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلٰی ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ۔ رواه البخاری ومسلم وغیرهما کذا فی الترغیب والمشکوٰة وفی الجامع الصغیر بروایة مسلم عن ابی هریرة وابی سعید معا وذکر عدة طرقه اخری۔

(۱۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اُس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہا ہو چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اُسی پر اُن کا اجتماع ہو اُسی پر جدائی، پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

(ف) آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کرکے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبۂ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں بروایت ثابت بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کون سی دعا قبول ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہوجاتا ہے فرمانے لگے کہ جس دُعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دُعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جن کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں ؎

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں ✤ ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہوجانا

حدیث کے الفاظ ہیں۔ رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِیًا (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے۔ دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے اس لئے

اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اُس کو مجمع کیا مضر ہو سکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسر فرمادیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اُس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اسکے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اُس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اُس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہوگئی ہو اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

(۱۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَیْنَ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالُوْا اَیَّ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِیْدُ قَالَ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ عُقِدَ لَهُمْ لِوَاءٌ فَاتَّبَعَ الْقَوْمُ لِوَاءَهُمْ وَقَالَ لَهُمْ اُدْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ اخرجه الاصبهانی فی الترغیب کذا فی الدر۔

(۱۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے

یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنّت میں داخل ہو جاؤ۔
(ف) آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اس کی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی معرفت میں قوت پیدا ہوتی ہے ؎ الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا ۔ ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مُرسَل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو کہ وہ وَرَاءُ الْوَرَاء ہے، اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے ۔ فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی ۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا چھوڑ میں تو اپنے رَبّ کی عبادت کروں یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیّت باندھ کر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سینۂ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے ساری رات اسی طرح گذار دی حتّٰی کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آ گئے، میں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں (یعنی آیات بالا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اُس شخص کے لئے جو ان کو پڑھے اور غور و فکر نہ کرے ۔ عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے ایک سے دو سے تین سے نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سُنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور و فکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرما دے نظرِ رحمت اُس کی طرف متوجہ ہوئی اور اُس کی مغفرت ہو گئی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے، حضرت ابو درداءؓ اور حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسّی سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُم درداءؓ سے کسی نے پوچھا کہ ابو درداء کی افضل ترین عبادت کیا تھی فرمایا غور و فکر بروایت ابو ہریرہؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور و فکر ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے ۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی ہر عبادت اپنی

جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب سُنّت ہو یا مستحب اُس کے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہو گی جس درجہ کی وہ عبادت ہو گی۔

امام غزالی رحہ نے لکھا ہے کہ غور و فکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنی ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور و فکر معرفت کی کنجی ہے دوسری اللہ کی محبّت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے یہی غور و فکر ہے جس کو صُوفیہ مُراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، مسندِ ابُو یعلیٰ میں بروایت حضرت عائشہ رض حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستّر درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے اور کِراماً کاتبینَ اعمالنامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہو گا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہو گا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکر خفی ہے۔ بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہ رض سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں وہ اس ذِکر پر جس کو وہ سُنیں۔ ستّر درجے بڑھا ہوا ہے یہی مراد ہے اُس شعر سے جس میں کہا گیا ہے ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزے است ✤ کِراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

کہ عاشق و معشوق میں ایسی رمز بھی ہوتی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادت تو اپنے اجر و ثواب حاصل کریں ہی گی یہ ہر وقت کا ذِکر و فکر پوری زندگی کے اوقات میں ستّر گنا مزید براں یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے حضرت جُنید رض سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا انہوں نے فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ کوئی آدمی ہیں آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنہوں نے میرے بدن کو دبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیے۔ حضرت جُنید رح فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں پڑجانا! مَسُوحی رح سے بھی اس کے قریب ہی نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا انہوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں اگر یہ آدمی ہوتے تو میں انکی ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں آدمی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن

کو بیمار کر دیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابو سعید خزازؒ کہتے ہیں۔۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پروانہ کی غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔ حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عُبادۃؓ نے بھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبرؔ اور فواحش میں مبتلا کرے۔ ابن حبانؒ اور ابو یعلیؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے ایک حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکر خامل سے یاد کیا کرو کسی نے دریافت کیا کہ ذکر خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکر خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے۔ اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

(۱۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ قَالَ نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَعْضِ اَبْيَاتِهٖ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ. فَخَرَجَ يَلْتَمِسُهُمْ فَوَجَدَ قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِمْ ثَائِرُ الرَّاْسِ وَجَافُّ الْجِلْدِ وَذُو الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمَّا رَاٰهُمْ جَلَسَ مَعَهُمْ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ اَمَرَنِيْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ اخرجه ابن جرير والطبرانی وابن مردویہ کذا فی الدر۔

(۱۸) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے اپنے آپ کو اُن لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے بعض لوگ اُن میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

(ف) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے

ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے اُن کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کی ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذِکرُ اللہ میں مشغول تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چپ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے عرض کیا ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اتر رہی ہے تو میرا بھی دل چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں پھر ارشاد فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ جل شانہٗ نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔ ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مُراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صُوفیہ نے اِستِنْبَاط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہونچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لئے بھی مجاہدۂ تامّہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اُس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اُس وقت اللہ کے ذِکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہئے تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کُفّار کا مقابلہ کرے نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اُس کا جنّت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے۔ اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اسکی مغفرت کی جاوے گی یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذِکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ عزیزیؒ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو لغویات اور لہو و لعب میں مشغولی ہوتی ہو۔ ایک

بزرگ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ بازار جارہا تھا ایک حبشیًا باندی میرے ساتھ تھی میں نے بازار میں ایک جگہ اُس کو بٹھادیا کہ میں واپسی میں اُس کو لےلوں گا وہ وہاں سے چلی آئی جب میں نے واپسی پر اُس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھر واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو وہ زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی اُن کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں ۔

(۱۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَذْكُرُ عَنْ رَّبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اُذْكُرْنِیْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَةً اَكْفِكَ فِیْمَا بَیْنَهُمَا اخرجه احمد كذا فی الدر۔

(۱۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کرلیا کریں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا ۔ (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کر وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا)

(ف) آخرت کے واسطے نہ سہی دنیا کے واسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کرڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کرلیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے ان دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے ۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کی ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو، مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے ۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے پڑھے پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت نفل پڑھے اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسا کہ حج اور عمرہ پر ملتا ہے اور حج اور عمرہ بھی وہ جو کامل ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے ۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک جماعت کی ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے ۔ ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں

اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں مدونہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب درمختارؒ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اُس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اُسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں دس برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواہ سمندر کی برابر ہوں ۔

(۲۰) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا۔

رواه الترمذی وابن ماجة والبیهقی وقال الترمذی حدیث حسن کذا فی الترغیب وذکره فی الجامع الصغیر بروایة ابن ماجة ورقم له بالحسن وذکره فی مجمع الزوائد بروایة الطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعودؓ وکذا السیوطی فی الجامع الصغیر وذکره بروایة البزار عن ابن مسعود بلفظ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيًا عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرَ اللّٰهِ ورقم له بالصحة۔

(۲۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون (اللہ کی رحمت سے دور) ہے مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اُس کے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

(ف) اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضروریہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو

اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہوگیا تھا پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اسکی طلب (یعنی تلاش کے لئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اُس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اُس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اُس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کے لئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے۔ وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدّث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ اُس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ اُن کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے اُن کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پَروں کو (برکت حاصل کرنے کے لئے یا محبت کے طور پر) ان پر ملتے ہیں۔ اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ سب اس لئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہونچ جاتا ہے دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کرلیتا ہے اُس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے وہ عمل کا امام ہے اور عمل اُس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اُس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں اُن کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ ایک مشہور محدّث ہیں انہوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں

"الوابل الصیب" کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں سَو سے بھی زیادہ فائدے ہیں ان میں سے نمبروار اُناسیؔ فائدے انہوں نے ذکر فرمائے ہیں جن کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سَو سے زیادہ کو مشتمل ہیں۔

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اُس کی قوت کو توڑتا ہے (۲) اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے (۳) دل سے فکر و غم کو دور کرتا ہے (۴) دل میں فرحت سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے (۵) بدن کو اور دل کو قوّت بخشتا ہے۔ (۶) چہرہ اور دل کو منوّر کرتا ہے (۷) رزق کو کھینچتا ہے (۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اُس کے دیکھنے سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے (۹) اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو اس کو چاہئے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے (۱۰) ذکر سے مُراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبۂ احسان تک پہنچا دیتا ہے یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا مُنتہائے مقصد ہوتا ہے) (۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اُس کی جائے پناہ اور مَادیٰ و مَلجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے (۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اُتنا ہی قُرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اُتنی ہی اللہ سے دُوری ہوتی ہے (۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے۔ (۱۴) اللہ جَلَّ شانہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کی ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے (۱۵) اللہ جَلَّ شانہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں وارد ہے۔ مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ الحدیث چنانچہ آیات اور احادیث کے بیان میں پہلے مفصّل گذر چکا ہے اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہی جیسا مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے۔ (۱۸) دل کو زنگ سے

صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اُس کے مناسب زنگ اور مَیل کچیل ہوتا ہے دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہٗ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اُس کو دور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے (۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے (باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۷) (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ذکر کرتا ہے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔ (۲۴) سَکِیْنَہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سَکِیْنَہ کے معنی باب ہٰذا کی فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۸ میں گذر چکے ہیں) (۲۵) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے (۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرے اور ہر شخص اُسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے (۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سَعِیْد (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے اور اسکے پاس بیٹھنے والا بھی (۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رکھتا ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے (۲۹) ذکر کیساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش و گرمی میں جبکہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلاتا ہوگا عرش کے سایہ میں ہوگا (۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے۔ جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں۔ حدیث میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روکدیا اُس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا۔ (۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضاء کو حرکت دینے سے سہل ہے (۳۲) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ باب ۳ فصل ۲ حدیث ۴ میں مفصل آرہا ہے (۳۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سو مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو

نیکیاں اُس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو بُرائیاں اُس سے معاف کر دی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اُس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضلِ اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے اور بہت سی اُن میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں) (۳۴) دَوامِ ذِکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہے دارَین کی شقاوت کا اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (سورہ حشر رکوع ۳) (تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے اُن کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مَصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بنجاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی ہو یا باغ ہو اور اُس کو بھول جائے اُس کی خبرگیری نہ کرے تو لامُحالہ وہ ضائع ہوگا۔ اور اس سے اَمن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تروتازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کے وقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اس لئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے (۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی صحت میں بھی اور بیماری میں بھی نعمتوں اور لذّتوں کیساتھ مشغولی میں بھی اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دِل نورِ ذکر سے منوّر ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے (۳۶) ذکر کا نُور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پُلصراط پر آگے آگے چلتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (سورہ انعام رکوع ۱۵) (ایسا شخص جو پہلے مُردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اُس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اسکو ایسا نور دیدیا کہ وہ اُس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نُور ہر وقت اُس کی ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا) پس اوّل شخص مُؤمن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبت اور اس کی معرفت اور اُس کے ذکر سے مُنوّر ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے حقیقت یہ ہے کہ

یہ نُور نہایت مُہتم بالشّان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب اور دُعائیں مُبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جز میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں۔ جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت میں ہڈیوں میں پٹھوں میں بال میں کھال میں کان میں آنکھ میں اُوپر نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے نُور ہی نُور کر دے حتیٰ کہ یہ بھی دعا کی کہ خود مجھی کو سَرتاپا نُور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بنجائے اسی نور کی بقدرِ اَعمال میں نور ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ اُن پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا (۳۷) ذکر تصوّف کا اصل اصول ہے اور تمام صُوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اُس کے لئے اللہ جل شانہٗ تک پہونچنے کا دروازہ کھل گیا۔ اور جو اللہ جل شانہٗ تک پہونچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے (۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذِکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذِکر دِل پر مُسلّط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذِکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دِلوں میں عزّت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غَافِل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت کنبہ اور حکومت کے ذَلِیل ہوتا ہے (۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دور کرتا ہے پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہُمُوم غُموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں ان کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہوگئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مُسلّط ہیں اُن کو پَراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دور کر دیتا ہے (۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی مُنافع کھوتا رہتا ہے (۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر مَعارِف کے پھل لگتے ہیں صوفیہ کی اِصطلاح میں اَحوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اُتنے ہی زیادہ پھل اُس پر آئیں گے (۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اُس کے ساتھ مَعیّت نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (اللہ جَلَّ شَانُہٗ

مُتَّقِیُوں کی ساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے اَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَاذَکَرَنِیْ (میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذِکر کرنے والے میرے آدمی ہیں، میں انکو اپنی رحمت سے دُور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گُناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب ہوں کہ اُن کو پریشانیوں میں مُبتلا کرتا ہوں تاکہ اُن کو گناہوں سے پاک کروں۔ نیز ذِکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہٗ کی مَعِیَّت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی مَعِیَّت ہے جس کی برابر کوئی دوسری مَعِیَّت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آسکتی ہے اس کی لذّت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے (اَللّٰھُمَّ اُرْزُقْنِیْ مِنْہُ شَیْئًا) (۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے اللہ کے راستے میں جہاد کی برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آیندہ بھی آنے والے ہیں) (۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذِکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت مُوسیٰ عَلیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلوٰۃ والسّلام نے اللہ جلَّ جَلَالُہٗ سے عرض کیا آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذِکر کرو گے اُتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو اللہ جلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذِکر کے ساتھ تروتازہ رہے (۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیز گار لوگوں میں زیادہ مُعزّز وہ لوگ ہیں جو ذِکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں اس لیے کہ تقویٰ کا مُنتہا جنّت ہے اور ذِکر کا مُنتہا اللہ کی مَعِیَّت ہے (۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی (۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے (۴۸) ذِکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے (۴۹) اللہ کے ذکر کی برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے (۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے (۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنّت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالس جنّت کے باغ ہیں (۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے) (۵۳) اللہ جل شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں (۵۴) ذکر پر مُداومت کرنیوالا جنّت میں ہنستا ہوا داخل ہوتا ہے (۵۵) تمام اَعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں (۵۶) تمام اَعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے روزوں میں وہ روزہ افضل ہے

جس میں ذکر کی کثرت ہو حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے (۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کی قائم مقام ہو چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج عمرہ جہاد میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہونچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنے کو فرمایا جیسا کہ باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۷ میں آرہا ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج عمرہ جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے (۵۸) ذکر دوسری عبادات کے لئے بڑا مُعین و مددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بنجاتی ہے اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا (۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے (۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اُتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا (۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضؓ کو جب انہوں نے چکی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تھا تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳۔ ۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے (۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے عمر مولی الغفرہ رحؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اُس وقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفرد لوگ آگے بڑھ گئے، صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ مُفرّد لوگ کون ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مرمٹنے والے کہ ذکر اُن کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے (۶۳) ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ شانہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُس کا حشر جھوٹوں کی ساتھ نہیں ہو سکتا حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا

میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں (٦٤) ذکر سے جنّت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رک جاتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اُس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لئے جنّت میں تعمیر ہو جاتا ہے (٦٥) ذکر جہنّم کے لئے آڑ ہے اگر کسی بدعملی کی وجہ سے جہنّم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بنجاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اُتنی ہی پختہ آڑ ہوگی (٦٦) ذکر کرنے والے کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ (٦٧) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے (٦٨) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان اور سند ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعب رضؓ احبار سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے (٦٩) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کے لئے ایک خاص لذّت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اگر ذکر میں اس لذّت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اُس کی فضیلت کے لئے کافی تھی مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ لذّت پانیوالے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذّت نہیں پاتے (٧٠) ذکر کرنے والوں کے چہروں پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا (٧١) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (اُس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی) حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جانتے ہو اُس کی خبریں کیا ہیں۔ صحابہ رضؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا بُرا) اس لئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے (٧٢) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی لغویات جھوٹ غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی اس لئے کہ زبان چُپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا (٧٣) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اُس کو

وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اُس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اُس کے دشمن ہر وقت اس کا مُحاصَرۃ کئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہو گا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک اُن میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہونچا سکوں پہونچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی ایسی دُعائیں مُتعَدَّد ذکر کی ہیں ان کے علاوہ مصنّف نے چھ نمبروں میں اَنْوَاعِ ذکر کا تفاضُل اور ذکر کی بعض کُلّی فضیلتیں ذکر کی ہیں۔ اور اُس کے بعد پچھتّر فصلیں خصوصی دُعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں۔ جن کو اختِصَار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ توفیق والے کے لئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اُس کے لئے ہزار ہا فضائل بھی بیکار ہیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ؁

باب دُوم — کلمہ طیبہؔ کے فضائل

کلمۂ طیبہؔ جس کو کلمۂ توحیدؔ بھی کہا جاتا ہے جس کثرت سے قرآن پاک اور حدیث شریف میں ذکر کیا گیا ہے شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو اور جبکہ اصل مقصود تمام شرائع اور تمام اَنبیاء کی بِعْثَت سے توحید ہی ہے تو پھر جتنی کثرت سے اس کا بیان ہو وہ قرینِ قیاس ہے۔ کلام پاک میں مختلف عنوانات اور مختلف ناموں سے اس پاک کلمہ کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ کلمۂ طیبہ۔ قولِ ثابت کلمۂ تقویٰ۔ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں) وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آئندہ آیات میں آرہا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء میں نقل کیا ہے کہ یہ کلمہ توحید ہے کلمۂ اخلاص ہے کلمۂ تقویٰ ہے کلمۂ طیبہ ہے عُرْوَةُ الْوُثْقٰى ہے دَعْوَةُ الْحَقِّ ہے ثَمَنُ الْجَنَّةِ ہے۔ اور چونکہ قرآن پاک میں مختلف عنوانات سے اس کو ذکر فرمایا گیا اس لئے اس باب کو تین فصلوں پر منقسم کیا گیا **پہلی فصل** میں ان آیات کا ذکر ہے جنمیں کلمۂ طیبہؔ مراد ہے اور کلمۂ طیبہؔ کا لفظ نہیں ہے اس لئے ان آیات کی مختصر تفسیر حضرات صحابۂ کرامؓ اور خود سید البشر علیہ افضل الصلوات والسلام سے نقل کی گئی۔ **دوسری فصل** میں ان آیات کا حوالہ ہے جن میں کلمۂ طیبہ پورا یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تمام کا تمام ذکر کیا گیا ہے یا کسی معمولی تغیّر کے ساتھ جیسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور چونکہ ان میں یہ کلمہ خود ہی موجود ہے یا اس کا ترجمہ دوسرے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے اس لئے ان آیات کے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی صرف حوالہ سورت اور رکوع پر اکتفا کیا گیا اور **تیسری فصل** میں ان احادیث

کا ترجمہ اور مطلب ذکر کیا گیا جن میں اس پاک کلمہ کی ترغیب اور حکم فرمایا گیا وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

فصل اوّل

اُن آیات میں جن میں لفظ کلمہ طیبہ کا نہیں ہے اور مراد کلمہ طیبہ ہے

(۱) اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّھَا ط وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ ہ وَ مَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ اِۨجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ ہ (س۔ ابراہیم ع)

(۱) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی اچھی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک عمدہ پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ زمین کے اندر گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جا رہی ہوں اور وہ درخت اللہ کے حکم سے ہر فصل میں پھل دیتا ہو (یعنی خوب پھلتا ہو) اور اللہ تعالیٰ مثالیں اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ خوب سمجھ لیں اور خبیث کلمہ (یعنی کلمہ کفر) کی مثال ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاوے اور اس کو زمین میں کچھ ثبات نہ ہو (ف) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مراد ہے جس کی جڑ مؤمن کے قول میں ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں کہ اُس کی وجہ سے مؤمن کے اعمال آسمان تک جاتے ہیں اور کلمہ خبیثہ شرک ہے کہ اُس کی ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ایک دوسری حدیث میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر وقت پھل دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو دن رات ہر وقت یاد کرتا ہو حضرت قتادہ تابعیؒ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مالدار (صدقات کی بدولت) سارا ثواب اُڑا لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا بتا تو سہی اگر کوئی شخص سامان کو اوپر نیچے رکھتا چلا جائے تو کیا آسمان پر چڑھ جائے گا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس کی جڑ زمین میں ہو اور شاخیں آسمان پر۔ ہر نماز کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ دس دس مرتبہ پڑھا کر اس کی جڑ زمین میں ہے اور شاخیں آسمان پر۔

(۲) مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ جَمِیْعًا ط اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ ط (سورہ فاطر۔ رکوع ۲)

(۲) جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے (وہ اللہ ہی سے عزت حاصل کرے کیونکہ) ساری عزت اللہ ہی کے واسطے ہے اُسی تک اچھے کلمے پہنچتے ہیں اور نیک عمل ان کو پہنچاتا ہے (ف) اچھے کلموں سے مراد بہت سے مفسرینؒ کے نزدیک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

ہے جیساکہ عام مُفسّرینؒ نے نقل کیا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد کلماتِ تسبیح ہیں جیساکہ دوسرے باب میں آئے گا۔

(۳) وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط (سورہ انعام۔ رکوع ۱۴)

(۳) اور تیرے رب کا کلمہ سچائی اور انصاف (و اعتدال) کے اعتبار سے پورا ہے۔ (ف) حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رب کے کلمہ سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور اکثر مُفسّرینؒ کے نزدیک اس سے کلام اللہ شریف مراد ہے۔

(۴) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ج وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ نف وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ○ (سورہ ابراہیم۔ رکوع ۴)

(۴) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات (یعنی کلمۂ طیبہ) سے دنیا اور آخرت دونوں میں مضبوط رکھتا ہے اور کافروں کو دونوں جہان میں بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(ف) حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو مسلمان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دیتا ہے آیت شریفہ میں پکی بات سے یہی مراد ہے حضرت عائشہؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قبر کا سوال جواب ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب مرتا ہے تو فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں اُس کو سلام کرتے ہیں جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جب وہ مرجاتا ہے تو فرشتے اس کی ساتھ جاتے ہیں اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور جب وہ دفن ہوجاتا ہے تو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال جواب ہوتے ہیں جن میں یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ تیری گواہی کیا ہے وہ کہتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہی مراد ہے آیت شریفہ میں۔ حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ دُنیا میں پکی بات سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور آخرت میں قبر کا سوال جواب مُراد ہے۔ حضرت طاؤسؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۵) لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ط وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ط وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○ (سورہ رعد۔ رکوع ۲)

(۵) سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کرسکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے (اور اُس پانی کو اپنی طرف بلائے) تاکہ وہ اُس کے منہ تک آجائے (اور وہ پانی

اُڑکر، اُس کے مُنہ تک آنے والا کسی طرح بھی نہیں اور کافروں کی درخواست محض بے اثر ہے ۔

(ف) حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ دَعْوَۃُ الْحَقِّ سے مراد توحید یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے حضرت ابن عبّاس رضؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ دَعْوَۃُ الْحَقِّ سے شہادت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی مُراد ہے۔ اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے +

(۶) قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

(سورہ آل عمران۔ رکوع ۷)

(۶) (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مُسَلَّم ہونے میں) برابر ہے وہ یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اس کے بعد بھی وہ اعراض کریں تو تم لوگ کہدو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم لوگ تو مسلمان ہیں +

(ف) آیت شریفہ کا مضمون خود ہی صاف ہے کہ کلمہ سے مراد توحید اور کلمۂ طیبہ ہے۔ حضرت ابُو الْعَالِیَۃ رضؓ اور مُجاہد رضؓ سے صَراحت کے ساتھ منقول ہے کہ کلمہ سے مُراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے +

(۷) کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ؕ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(سورہ آل عمران۔ رکوع ۱۲)

(۷) (اے اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم لوگ (سب اہلِ مذاہب سے) بہترین جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کو نفع پہونچانے کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے رُوکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں (جو ایمان لے آئے) لیکن اکثر حصّہ ان میں سے کافر ہے +

(ف) حضرت ابْنِ عبّاس رضؓ فرماتے ہیں کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (اچھی بات کا حکم کرتے ہو) کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حکم کرتے ہو کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیں اور اللہ کے احکام کا اِقرار کریں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ساری اچھی چیزوں میں سے بہترین چیز ہے اور سب سے بڑھی ہوئی +

(۸) وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ

(۸) اور (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز کی پابندی رکھئے دِن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (سورہ ہود۔ رکوع ۱۰) حصّوں میں بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں (نامۂ اَعْمَال سے) بُرے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

(ف) اس آیت شریفہ کی تفسیر میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت شریفہ کی توضیح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ نیکیاں (اعمالنامہ سے) برائیوں کو مٹا دیتی ہیں حضرت ابوذر رضؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ سے ڈرتے رہو جب کوئی بُرائی صادر ہو جائے فوراً کوئی بھلائی اس کے بعد کرو تاکہ اُس کی مکافات ہو جائے اور وہ زائل ہو جائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی نیکیوں میں شمار ہے یعنی اِس کا وِرد اس کا پڑھنا بھی اس میں داخل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو نیکیوں میں اَفْضَلْ تَرِیْن چیز ہے حضرت اَنَسْ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ رات میں یا دن میں کسی وقت بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا ہے اس کے اَعْمَالْنَامَہ سے بُرائیاں دُھلجاتی ہیں ؂

(۹) اِنَّ اللّٰہَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (س نحل ع ۱۳)

(۹) بیشک اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں عَدل کا اور اِحسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا اور منع فرماتے ہیں فحش باتوں سے اور بُری باتوں سے اور کسی پر ظلم کرنے سے حق تعالیٰ شانہٗ تم کو نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت کو قبول کرو۔

(ف) عدل کے معنے تَفَاسِیر میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تفسیر حضرت عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسْ رضؓ سے بھی منقول ہے کہ عدل سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرنا ہے اور احسان سے مراد فرائض کا ادا کرنا ہے ؂

(۱۰) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (سورہ احزاب۔ رکوع ۹)

(۱۰) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی (ٹھیک) بات کہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اچھے کر دیگا اور گناہ معاف فرما دے گا اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہونچے گا

(ف) حضرت عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسْ رضؓ اور حضرت عِکْرِمَہ رضؓ دونوں حضرات سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ قَوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا کے معنی یہ ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ پکے اعمال تین چیزیں ہیں ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا (غمی ہو یا خوشی تنگی ہو یا فراخی) دوسرے اپنے بارے میں انصاف کا معاملہ کرنا (یہ نہ ہو کہ دوسروں پر تو زور دکھلائے اور جب کوئی اپنا معاملہ ہو تو ادھر اُدھر کی کہنے لگے)

تیسرے بھائی کے ساتھ مالی ہمدردی کرنا۔

(۱۱) فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (س. زمر ع ۲)

(۱۱) پس آپ میرے ایسے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام پاک کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اسکی بہترین باتوں کا اتباع کرتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہلِ عقل ہیں (ف) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعیدؓ بن زید حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ یہ تینوں حضرات جاہلیت کے زمانہ ہی میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرتے تھے اور یہی مراد ہے اس آیت شریفہ میں اَحْسَنُ الْقَوْلِ سے حضرت زید بن اسلمؓ سے بھی اس کے قریب ہی منقول ہے کہ یہ آیتیں ان تین آدمیوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرتے تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل اور ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ۔

(۱۲) وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ۚۖ لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (س. زمر ع ۴)

(۱۲) اور جو لوگ (اللہ کی طرف سے یا اس کے رسول کی طرف سے) سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کی تصدیق کی (اس کو سچا جانا) تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں یہ لوگ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے یہ بدلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بُرے اعمال کو ان سے دور کر دے (اور معاف کر دے) اور نیک کاموں کا بدلہ (ثواب) دے (ف) جو لوگ اللہ کی طرف سے لانے والے ہیں وہ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جو لوگ اُس کے رسول کی طرف سے لانے والے ہیں وہ علماء کرام ہیں شکر اللہ سعیہم حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سچی بات سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ بعض مفسرین سے نقل کیا گیا ہے کہ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (جو شخص سچی بات اللہ کی طرف سے لے کر آیا) سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِهٖ (وہ لوگ جنہوں نے اس کی تصدیق کی) سے مراد مؤمنین ہیں۔

(۱۳) اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ؕ

(۱۳) بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ (جل جلالہٗ) ہے پھر مستقیم رہے (یعنی جمے رہے اس کو چھوڑا نہیں) اُن پر فرشتے اُتریں گے (موت کے وقت اور قیامت میں یہ کہتے ہوئے) کہ نہ اندیشہ کرو نہ رنج کرو اور خوشخبری لو اُس جنت کی جس کا تم سے

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ○ (سورہ حٰمٓ سجدہ۔ رکوع ۴) وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور آخرت میں تمہارے لئے جس چیز کو تمہارا دل چاہے وہ موجود ہے اور وہاں جو تم مانگو گے وہ ملے گا (اور یہ سب اِنْعَام واِکْرَام) بطور مہمانی کے ہے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے (کہ تم اس کے مہمان ہوگے اور مہمان کا اکرام کیا جاتا ہے) (ف) حضرت اِبْنِ عَبَّاسؓ فرماتے ہیں کہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کے معنے یہ ہیں کہ پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اقرار پر قائم رہے حضرت ابراہیمؒ اور حضرت مجاہدؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر مرنے تک قائم رہے شرک وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوئے۔

(۱۴) وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (سورہ حٰم سجدہ۔ رکوع ۵)

(۱۴) بات کی عمدگی کے لحاظ سے کون شخص اُس سے اچھا ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

(ف) حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ دَعَآ اِلَى اللّٰہِ سے مُؤَذِّن کا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا مراد ہے عَاصِم بن ہُبَیْرہؒ کہتے ہیں کہ جب تو اَذان سے فارغ ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہا کر۔

(۱۵) ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ (سورہ رحمٰن۔ رکوع ۳)

(۱۵) بھلا احسان کا بدلہ احسان کے سوا اور بھی کچھ ہو سکتا ہے سو اے (جن و انس) تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

(ف) حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر میں نے دنیا میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا اِنْعَام کیا بھلا آخرت میں جنت کے سوا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے حضرت عکرمہؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا بدلہ جنت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے حضرت حسنؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۱۶) فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا ط (سورہ فتح۔ رکوع ۲)

(۱۶) پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینہ (سکون تحمل یا خاص رحمت) اپنے رسول پر نازل فرمائی اور مؤمنین پر اور ان کو تقوی کے کلمہ پر (تقویٰ کی بات پر) جمائے رکھا اور وہی اُس تقوے کے کلمہ کے مستحق تھے اور اہل تھے۔ (ف) تقویٰ کے کلمہ سے مراد اکثر روایات میں یہی وارد ہوا ہے کہ کلمہ طیبہ ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ و حضرت سلمہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور حضرت اُبَیِّ ابن کعبؓ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ حضرت اِبْنِ عَبَّاسؓ حضرت اِبْنِ عمرؓ وغیرہ بہت سے صحابہؓ سے یہی نقل کیا گیا ہے۔ عطاء خراسانیؒ سے پورا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نقل کیا گیا ہے حضرت علیؓ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ بھی نقل کیا گیا ہے، ترمذیؒ نے حضرت براءؓ سے نقل کیا ہے کہ اس سے

مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے ⁂

(۱۷) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۔ (سورہ اعلیٰ ۔ رکوع ۱) | (۱۷) فلاح کو پہونچ گیا وہ شخص جس نے تزکیہ کر لیا (یا کی حاصل کی)۔ (ف) حضرت جابر رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تَزَکّٰی سے مراد یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دے اور بتوں کو خیر باد کہے۔ حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ تَزَکّٰی کے یہ معنی ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے یہی حضرت ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے ⁂

(۱۸) فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۙ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ۙ (س لیل ۔ ع ۱) | (۱۸) پس جس شخص نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی تو آسان کر دیں گے ہم اس کو آسانی کی چیز کے لئے (ف) آسانی کی چیز سے جنّت مراد ہے کہ ہر قسم کی راحت اور سہولتیں وہاں مُیَسَّر ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ایسے اعمال کی توفیق اس کو دیں گے جس سے وہ اعمال سہولت سے ہونے لگیں گے جو جنّت میں جلد پہونچا دینے والے ہوں اکثر مُفسّرینؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اچھی بات کی تصدیق سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تصدیق مراد ہے۔ ابُو عَبدِ الرَّحمٰنِ سُلَمیؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اچھی بات سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مراد ہے۔ حضرت امام اعظم رضؓ نے بروایت ابُو الزُّبَیر حضرت جابر رضؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تصدیق کرے اور کَذَّبَ بِالْحُسْنٰی پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تکذیب کرے ⁂

(۱۹) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِہَا ج وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَہَا وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ (سورہ انعام رکوع ۲۰) | (۱۹) جو شخص نیک کام کرے گا اس کو (کم سے کم) دس حصّے ثواب کے ملیں گے اور جو بُرا کام کریگا اُس کو اس کے برابر ہی بدلہ ملے گا اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا (کہ کوئی نیکی درج نہ کی جائے یا بُرائی کو بڑھا کر لکھ لیا جائے)۔

(ف) ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آیت شریفہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ نازل ہوئی تو کسی شخص نے عرض کیا یا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی حَسَنَہ (نیکی) میں داخل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حَسَنَہ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مراد ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ حَسَنَہؐ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مراد ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے جیسا کہ آیت نمبر (۸) کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ دس گنا ثواب عوام کیلئے ہے مہاجرین کیلئے سات سو گنا تک ثواب بڑھ جاتا ہے۔

(۲۰) حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (سورہ غافر. رکوع ۱)

(۲۰) یہ کتاب اُتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت (یا عطا) والا ہے اُس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

(ف) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ گناہ کی مغفرت فرمانے والا ہے اُس شخص کے لئے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے اُس شخص کی جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے سخت عذاب والا ہے اُس شخص کے لئے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ کہے ذِي الطَّوْلِ کے معنے غِنا والا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رد ہے کفار قریش پر جو توحید کے قائل نہ تھے اور اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ کے معنے اُسی کی طرف لوٹنا ہے اُس شخص کا جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تاکہ اس کو جنت میں داخل کرے اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے اُس شخص کا جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ کہے تاکہ اُس کو جہنم میں داخل کرے۔

(۲۱) فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ (سورہ بقرہ. رکوع ۳۴)

(۲۱) پس جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ کے ساتھ خوش عقیدہ ہو تو اُس نے بڑا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں۔

(ف) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عُرْوَةُ الْوُثْقٰى (مضبوط حلقہ) پکڑ لیا یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔ سفیانؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ عُرْوَةُ الْوُثْقٰى سے کلمۂ اخلاص مراد ہے (تکمیل) قُلْتُ وَقَدْ وَرَدَ فِيْ تَفْسِيْرِ اٰيَاتٍ اُخَرَ عَدِيْدَةٍ اَيْضًا اَنَّ الْمُرَادَ بِبَعْضِ الْاَلْفَاظِ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ كَلِمَةُ التَّوْحِيْدِ عِنْدَ بَعْضِهِمْ فَقَدْ قَالَ الرَّاغِبُ فِيْ قَوْلِهٖ فِيْ قِصَّةِ زَكَرِيَّا مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ قِيْلَ كَلِمَةُ التَّوْحِيْدِ وَكَذَا قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ اَلْاٰيَةَ قِيْلَ هِيَ كَلِمَةُ التَّوْحِيْدِ وَاقْتَصَرْتُ عَلٰى مَا مَرَّ لِلْاِخْتِصَارِ۔

فصل دوم

میں ان آیات کا ذکر ہے جنمیں کلمہ طیبہ ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پورا کلمہ مذکور ہے اور کہیں مختصر اور کہیں دوسرے الفاظ میں بعینہ کلمہ طیبہ کے معنی مذکور ہیں کہ کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کے معنی ہیں کوئی معبود نہیں ہے اللہ پاک کے سوا یہی معنی مَا مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کے ہیں کہ کوئی معبود نہیں ہے اسکے سوا یہی معنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کے ہیں اور یہی معنی قریب قریب ہیں لَا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ کے نہیں عبادت کرتے ہم اللہ کے سوا کسی کی اور یہی معنی ہیں لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ کے کہ نہیں عبادت کرتے ہیں ہم اس کے سوا کسی کی

اسی طرح اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ کے معنیٰ ہیں اس کے سوا نہیں کہ معبود وہی ایک ہے۔ اسی طرح اور آیات بھی ہیں، جن کا مفہوم کلمۂ طیبہ ہی کے ہم معنیٰ ہے ان آیات کی سورتوں اور رکوعوں کا حوالہ اسی لئے لکھا جاتا ہے کہ پوری آیت کا ترجمہ کوئی دیکھنا چاہے تو مترجم قرآن شریف کو سامنے رکھ کر حوالوں سے دیکھتا رہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ سارا ہی کلام مجید کلمۂ طیبہ کا مفہوم ہے کہ اصل مقصد تمام قرآن شریف کا اور تمام دین کا توحید ہی ہے۔ توحید ہی کی تعلیم کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ توحید ہی سب مذاہب میں مشترک رہی ہے اور توحید کے اثبات کے لئے مختلف عنوانات اختیار فرمائے گئے ہیں اور یہی مفہوم کلمۂ طیبہ کا ہے۔

(۱) وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (سورہ بقرہ ۱۶۳) (۲) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (سورہ بقرہ ۲۵۵) (۳) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (سورہ آل عمران ۲) (۴) شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (سورہ آل عمران ۱۸) (۵) لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (سورہ آل عمران ۱۸) (۶) وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (سورہ آل عمران ۶۲) (۷) تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ (سورہ آل عمران ۶۴) (۸) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (سورہ نساء ۸۷) (۹) وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّآ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ مائدہ ۷۳) (۱۰) قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ انعام ۱۹) (۱۱) مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِہٖ (سورہ انعام ۴۶) (۱۲) ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ انعام ۱۰۲) (۱۳) لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (سورہ انعام ۱۰۶) (۱۴) قَالَ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰھًا (سورہ اعراف ۱۴۰) (۱۵) لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (سورہ اعراف ۱۵۸) (۱۶) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰھًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ توبہ ۳۱) (۱۷) حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (سورہ توبہ ۱۲۹) (۱۸) ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ (سورہ یونس ۳) (۱۹) فَذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمُ الْحَقُّ (سورہ یونس ۳۲) (۲۰) قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (سورہ یونس ۹۰) (۲۱) فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (سورہ یونس ۱۰۴) (۲۲) فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ وَاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ ہود رکوع ۲) (۲۳) اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ (سورہ ہود ۲۶) (۲۴-۲۵-۲۶) قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (سورہ ہود ۵۰-۶۱-۸۴) (۲۷) ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (سورہ یوسف ۳۹) (۲۸) اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ (سورہ یوسف ۴۰) (۲۹) قُلْ ھُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ رعد ۳۰) (۳۰) وَلِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ ابراہیم ۵۲) (۳۱) اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (سورہ نحل ۲) (۳۲) اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ

(سورہ نحل ۲۲) (۳۳) اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ نحل ۵۱) (۳۴) وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (سورہ بنی اسرائیل ۳۹) (۳۵) قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ (سورہ بنی اسرائیل ۴۲) (۳۶) فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا (سورہ کہف ۱۴) (۳۷) هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ط (سورہ کہف ۱۵) (۳۸) يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ کہف ۱۱۰) (۳۹) وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ (سورہ مریم ۳۶) (۴۰) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ طٰہٰ ۸) (۴۱) اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ (سورہ طٰہٰ ۱۴) (۴۲) اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط سورہ طٰہٰ ۹۸) (۴۳) لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج (سورہ انبیاء ۲۲) (۴۴) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ط (سورہ انبیاء ۲۴) (۴۵) اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا (سورہ انبیاء ۲۵) (۴۶) اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا (سورہ انبیاء ۴۳) (۴۷) اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ (سورہ انبیاء ۶۶) (۴۸) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ (سورہ انبیاء ۸۷) (۴۹) اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ انبیاء ۱۰۸) (۵۰) فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا (سورہ حج ۳۴)
(۵۱ و ۵۲) اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (سورہ مومن ۲۳) (۵۳) وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ (سورہ مومنون ۹۱) (۵۴) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ مومنون ۱۱۶) (۵۵) وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (سورہ مومنون ۱۱۷) (۵۶) ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ
۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴
(پانچ مرتبہ سورہ نمل رکوع نمبرہ میں وارد ہے) (۵۷) وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ (سورہ قصص ۷۰) (۵۸) مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ (سورہ قصص ۷۲) (۵۹) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ قصص ۸۸) (۶۰) وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ (سورہ عنکبوت ۴۶) (۶۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (سورہ فاطر ۳) (۶۲) اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (سورہ صفّٰت ۴) (۶۳) اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ (سورہ صٰفّٰت ۳۵) (۶۴) اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (سورہ صٓ ۵) (۶۵) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورہ صٓ ۶۵) (۶۶) هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورہ زمر ۴) (۶۷) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ زمر ۶) (۶۸) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (سورہ مومن ۳) (۶۹) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (سورہ مومن ۶۲) (۷۰) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ (سورہ مومن ۶۵) (۷۱) يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ حٰم سجدہ ۶) (۷۲) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (سورہ حٰم سجدہ ۱۴) (۷۳) اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (سورہ شوریٰ ۱۵) (۷۴) اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (سورہ زخرف ۴۵) (۷۵) رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (سورہ دخان ۷)

(۷۶) لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (سورہ دخان ۸) (۷۷) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ (سورہ احقاف ۲۱) (۷۸) فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (سورہ محمد ۱۹) (۷۹) وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ (سورہ ذریٰت ۵۱) (۸۰) ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ حشر ۲۲) (۸۱) اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْکُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (سورہ ممتحنہ ۴) (۸۲) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ تغابن ۱۳) (۸۳) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ مزمل ۹) (۸۴) لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (۲-۳) (۸۵) قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (سورہ اخلاص ۱)

یہ پچاسی آیات ہیں، جن میں کلمۂ طیبہ یا اس کا مضمون وارد ہوا ہے ان کے علاوہ اور بھی آیات بکثرت ہیں، جن میں اس کے معنی اور مفہوم وارد ہوا ہے اور جیسا میں اس فصل کے شروع میں لکھ چکا ہوں توحید ہی اصل دین ہے۔ اس لئے جتنا اس میں انہماک اور شغف ہوگا دین میں پختگی پیدا ہوگی اسی لئے اس مضمون کو مختلف عبارات میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا ہے کہ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے، اور اندرون دل میں پختہ ہو جائے۔ اور دل میں اللہ کے ماسوا کی کوئی جگہ باقی نہ رہے۔

فصلِ سوم

میں ان احادیث کا ذکر ہے جن میں کلمۂ طیبہ کی ترغیب و فضائل ذکر فرمائے گئے ہیں۔ اس مضمون میں جب آیات اتنی کثرت سے ذکر فرمائی ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا سب کا احاطہ ناممکن ہے۔ اس لئے چند احادیث بطور نمونہ کے ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عَنْ جَابِرٍ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کذا فی المشکوۃ بروایۃ الترمذی و ابن ماجۃ وقال المنذری رواہ ابن ماجۃ والنسائی و ابن حبان فی صحیحہ والحاکم کلھم من طریق طلحۃ بن خراش عنہ وقال الحاکم صحیح الاسناد قلت رواہ الحاکم بسندین وصححھما واقرہ علیھما الذھبی وکذا رقم لہ بالصحۃ السیوطی فی الجامع

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے، اور تمام دعاؤں میں افضل اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔

(ف) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اَفْضَلُ الذِّکْرِ ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمۂ توحید پر ہے تو پھر اس کے افضل ہونے میں کیا تردد ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کو افضل دعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثنا کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس، امیر، نواب کی تعریف میں قصیدہ

خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اسکے بعد اس کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بھی کہنا چاہیے۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وارد ہے مُلّا عَلی قارِیؒ رح فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمۂ طیبہ ہے کہ یہی دِین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دِین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دِین کی چکّی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صُوفِیہ اور عارِفِین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اَذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں چنانچہ سَیّد عَلی بن مَیمُونؒ مَغرِبی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ عُلوانؒ حَمَوِی جو ایک مُتَبحّر عَالِم اور مُفتِی اور مدرس تھے سَیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سَیّد صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مَشاغِل دَرس تدرِیس فتویٰ وغیرہ سے روکدیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کردیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کردیا اور شیخ کو ضائع کردیا وغیرہ وغیرہ کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلامُ اللّٰہ کی تلاوت کرتے ہیں، سید صاحب نے اس کو بھی منع کردیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا۔ سید صاحب پر زندیقی اور بددینی کا اِلزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہوگیا اور دل رنگ گیا تو سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کردو کلام پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ عُلومُ و مَعارِف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سید صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

چونکہ یہ پاک کلمہ دِین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللّٰہ اللّٰہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

(۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ قَالَ قَالَ مُوْسٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَارَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُکَ بِہٖ وَاَدْعُوْکَ بِہٖ قَالَ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ یَارَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی وِرد تعلیم فرما دیجئے جس سے آپ کو یاد

يَقُولُ هٰذَا قَالَ قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ اِنَّمَا اُرِيْدُ شَيْئًا تَخُصُّنِيْ بِهٖ قَالَ يَا مُوْسٰى لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ فِيْ كَفَّةٍ وَّلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِيْ كَفَّةٍ مَالَتْ بِهِمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رواه النسائی وابن حبان والحاکم کلهم من طریق دراج عن ابی الهیثم عنه وقال الحاکم صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاه واقره علیه الذهبی واخرج فی المشکوٰة بروایة شرح السنة نحوه زاد فی منتخب الکنز ابا یعلی والحکیم وابا نعیم فی الحلیة والبیهقی فی الاسماء وسعید بن منصور فی سننه وفی مجمع الزوائد رواه ابو یعلی ورجاله وثقوا وفیهم ضعف

کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں ارشاد خداوندی ہوا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا کرو۔ انھوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے ارشاد ہوا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا کرو عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھدی جائیں اور دوسری طرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو رکھدیا جائے تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ والا پلڑا جھک جائے گا۔

(ف) اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے ضروریات دینویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی، ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وَزنِ اِخلاص کا ہے جس قدر اِخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جس قدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائے گا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جَلَاءُ الْقُلُوْب (دلوں کی صفائی) ہے اسی وجہ سے حضراتِ صُوفیہ اس کا وِرد کثرت سے بتاتے ہیں۔ اور سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مِقْدَار میں روزانہ کا مَعْمُول تجویز کرتے ہیں۔

مُلَّا عَلِی قَارِیؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انھوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ اِحْیَاءُ الْعُلُوْم میں بھی اَبُو عُثْمَان مَغْرِبیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انھوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

(۳۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رض قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَۃَ اَنْ لَّا یَسْئَلَنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلَ مِنْكَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِہٖ اَوْ نَفْسِہٖ رواہ البخاری وقد اخرجہ الحاکم بمعناہ وذکر صاحب بھجۃ النفوس فی الحدیث اربعا وثلثین بحثا۔

(۳۱) حضرت ابوہریرہ رض نے ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھیگا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سعادتمند اور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے

(ف) سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہونچانے کے لئے توفیقِ الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو۔ اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحقِ شفاعت ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ان کو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسکے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں ان کے سب سے زیادہ سعادتمند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہونچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنیگی۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جائے۔ مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرما

فرما سکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں کے یہ شفاعت تمام عالَم تمام مخلوق جن و انس مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے مُتَشَفِّع ہوں گے۔ احادیثِ قیامت میں اس کا مفصل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفار کے حق میں تخفیف عذاب کی ہوگی جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہو چکے ہیں۔ ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی پانچویں شفاعت بعض مؤمنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مؤمنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی +

(۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قِيْلَ وَمَا إِخْلَاصُهَا قَالَ أَنْ تَحْجُزَهُ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر۔

(۴) حضرت زید بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

(ف) اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رک جائے گا اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا قائل ہوگا۔ تو اس کے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردّد ہے۔ لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رکے تب بھی اس کلمۂ پاک کی یہ برکت تو بلا تردد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام و ایمان ہی سے محروم ہو جائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی رح تنبیہ الغافلین میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں اُن کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُتخانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے افسوس اُس پر ہے جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہو جائے۔ اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کردوں گا اور صاحب حق سے معاف کرالوں گا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اُس سے قبل آجاتی ہے بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اُس سے ہم بستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہو جاتا ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔ حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اُس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیگئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اُس میں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی اُنہوں نے عرض کیا ہاں حضور کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے تو اس کا قصور معاف کردے اُنہوں نے سب معاف کردیا پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے آگ سے نجات پائی۔ اس قسم کے سیکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہونچاتی ہے صاحب احیاءؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضور اس کو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اس کی طلب میں لگ جانا بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اُس کے لئے واجب ہے ❖

(۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِلَّا فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰی یُفْضِیَ اِلَی الْعَرْشِ مَا اجْتُنِبَتِ الْکَبَآئِرُ۔ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب کذا فی الترغیب

(۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں۔ یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہونچتا ہے۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

وھکذا فی المشکوٰۃ لکن لیس فیھا حسن بل غریب فقط قال القاری ورواہ النسائی وابن حبان وعزاہ السیوطی فی الجامع الی الترمذی ورقم لہ بالحسن وحکاہ السیوطی فی الدر من طریق ابن مردویہ عن ابی ھریرۃ ولیس فیہ ما اجتنبت الکبائر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن معقل ابن یسار لکل شئی مفتاح ومفتاح السمٰوٰت قول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ورقم لہ بالضعف۔

(ف) کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہ راست عرشِ معلّٰی تک پہونچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اوس وقت بھی خالی نہیں۔ ملّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کے ساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُس کی روح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرا اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(۶) عَنْ یَعْلَی بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ شَدَّادُ بْنُ اَوْسٍ وَّعُبَادَۃُ رضؓ بْنُ الصَّامِتِ حَاضِرٌ یُّصَدِّقُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ھَلْ فِیْکُمْ غَرِیْبٌ یَّعْنِیْ اَھْلَ الْکِتَابِ قُلْنَا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَمَرَ بِغَلْقِ الْاَبْوَابِ وَقَالَ اِرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ وَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَرَفَعْنَا اَیْدِیَنَا سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ بَعَثْتَنِیْ بِھٰذِہِ الْکَلِمَۃِ وَوَعَدْتَّنِیْ عَلَیْھَا الْجَنَّۃَ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ثُمَّ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لَکُمْ رواہ احمد باسناد حسن والطبرانی وغیرھما کذا فی الترغیب قلت واخرجہ الحاکم وقال اسمٰعیل بن عیاش احد ائمۃ اھل الشام وقد نسب الی سوء الحفظ وانا علی شرطہ

(۶) حضرت شدّادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عُبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دریافت فرمایا کوئی اَجنبی (غیر مُسلم) تو مجمع میں نہیں ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو اُس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اُٹھاؤ اور کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اُٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اے اللہ تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

فی امثالہ وقال الذھبی راشد ضعفہ الدار قطنی وغیرہ ووثقہ دحیم اھ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی والبزار ورجال موثقون اھ

(ف) غالباً اجنبی کو اسی لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی امید ہوگی اوروں کے متعلق یہ امید نہ ہو صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مریدین کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہو اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت کا سبب اگرچہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی ؎

چہ خوش است با تو بزمے بنہفتہ ساز کردن ✦ در خانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

(کیسی مزے کی چیز ہے تیری ساتھ خفیہ ساز کرلینا گھر کا دروازہ بند کردینا اور بوتل کا منہ کھول دینا)

(۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا قَالَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. رواہ احمد والطبرانی واسناد احمد حسن کذا فی الترغیب قلت ورواہ الحاکم فی صحیحہ وقال صحیح الاسناد وقال الذھبی صدقۃ (الراوی) ضعفوہ قلت ھو من رواۃ ابی داؤد والترمذی واخرج لہ البخاری فی الادب المفرد وقال فی التقریب صدوق لہ اوھام وذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر بروایۃ احمد والحاکم ورقم لہ بالصحۃ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد واسنادہ جید وفی موضع اٰخر رواہ احمد والطبرانی ورجال احمد ثقات

(۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

(ف) ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پرانا ہو جاتا ہے جیسا کہ کپڑا پرانا ہو جاتا ہے اس لئے اللہ جل شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پرانے ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوت ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ نشان دھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا

ہے اسی طرح سے آخر دِل بالکل کالا ہو جاتا اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے سورۂ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝ اس کے بعد اس کے دِل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اس میں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ احمقوں سے مقابلہ، گناہوں کی کثرت، عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور مُردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا کسی نے پوچھا مُردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مالدار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

(۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوْا مِنْ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَبْلَ اَنْ یُّحَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھَا۔ رواہ ابو یعلی باسناد جید قوی کذا فی الترغیب وعزاہ فی الجامع الی ابی یعلی وابن عدی فی الکامل ورقم لہ بالضعف وزاد لقنوھا موتاکم وفی مجمع الزوائد رواہ ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح غیر ضمام وھو ثقۃ۔

(۸) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

(ف) یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بو لینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بو دیا گیا۔

(۹) عَنْ عُمَرَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِہٖ فَیَمُوْتُ عَلٰی ذٰلِکَ اِلَّا حُرِّمَ عَلَی النَّارِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرطھما ورواہ بنحوہ کذا فی الترغیب۔

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دِل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مر جائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

(ف) بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اُسوقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرما دیں حق تعالیٰ شانہ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرما دیں گے۔ مُلّا علی قاری رح نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس وقت کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اُس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا جیسا کہ پہلے حدیث نمبر (۴) میں گذر چکا ہے۔ حسن بصریؒ وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ مُلّا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کی وجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اُس شخص پر اثر نہ ہو سکا۔

(۱۰) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضـ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رواه احمد كذا فى المشكوة والجامع الصغير ورقم له بالضعف وفى مجمع الزوائد رواه احمد ورجاله وثقوا الا ان شهرا لم يسمع عن معاذ اهـ ورواه البزار كذا فى الترغيب وزاد السيوطى فى الدر ابن مردويه والبيهقى وذكره فى المقاصد الحسنة برواية احمد بلفظ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ واختلف فى وجه حمل الشهادة وهى مفرد على المفاتيح وهى جمع على اقوال اوجهها عندى انها لما كانت مفتاحًا لكل باب من ابوابه صارت كالمفاتيح۔

(۱۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

(ف) کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اس لئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار دوسرے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار اس لئے دو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

(۱۱) عَنْ اَنَسٍ رضـ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِىْ سَاعَةٍ مِّنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا طُمِسَتْ مَا فِى الصَّحِيْفَةِ مِنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى تَسْكُنَ اِلٰى مِثْلِهَا مِنَ الْحَسَنَاتِ رواه ابو يعلى كذا فى الترغيب وفى مجمع الزوائد فيه عثمان بن عبد الرحمن الزهرى وهو متروك اهـ

(۱۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو اعمالنامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(ف) برائیاں مٹ کر نیکیاں لکھی جانے کے متعلق باب اول فصل ثانی کے نمبر (۱۰) پر مفصل گذر چکا ہے

اور اس قسم کی آیات در وایات کے چند معنی لکھے گئے ہیں ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمال نامے سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنے والا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام کلمۂ اخلاص ہے۔

(۱۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَمُوْدًا مِّنْ نُّوْرٍ بَيْنَ يَدَیِ الْعَرْشِ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اهْتَزَّ ذٰلِكَ الْعَمُوْدُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اُسْكُنْ فَيَقُوْلُ كَيْفَ اَسْكُنُ وَلَمْ تَغْفِرْ لِقَائِلِهَا فَيَقُوْلُ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ فَيَسْكُنُ عِنْدَ ذٰلِكَ رواه البزار وهو غريب كذا فی الترغيب وفی مجمع الزوائد فيه عبد الله بن ابراهيم بن ابی عمرو وهو ضعيف جدًا اھ قلت وبسط السيوطی فی اللآلی علی طرقه وذكر له شواهد۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے جب کوئی شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھیروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کر دی تو وہ ستون ٹھیر جاتا ہے۔

(ف) مُحَدِّثین حضرات کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرا دیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں کس قدر لطف و کرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اُس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔ حضرت عطاؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی تھی انہوں نے خرید لی جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نماز میں اُس کی یہ حالت تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جا رہا تھا اُس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما دیجئے۔ عطا نے یہ سنکر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اُس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے

اَلْکَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ | وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ وَالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ
کَیْفَ الْقَرَارُ عَلٰی مَنْ لَا قَرَارَ لَہٗ | مِمَّا جَنَاہُ الْھَوٰی وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ
یَا رَبِّ اِنْ کَانَ شَیْءٌ فِیْہِ لِیْ فَرَجٌ | فَامْنُنْ عَلَیَّ بِہٖ مَادَامَ بِیْ رَمَقٌ

ترجمہ:- بے چینی جمع ہو رہی ہے اور دل جل رہا ہے۔ اور صبر جدا ہو گیا اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اسکو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہو سکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اس نے کہا اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شامل حال نہ ہو کیا ہو سکتا ہے۔ وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَاۗءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ؁ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

(۱۳) عَنْ اِبْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عَلٰی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ وَلَا مُنْشَرِھِمْ وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَھُمْ یَنْفُضُوْنَ التُّرَابَ عَنْ رُءُوْسِھِمْ وَیَقُوْلُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَیْسَ عَلٰٓی اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ۔

رواہ الطبرانی والبیھقی کلاھما من روایۃ یحیی بن عبد الحمید الحمانی وفی متنہ نکارۃ کذا فی الترغیب وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عمرؓ ورقم لہ بالضعف وفی اسنی المطالب رواہ الطبرانی وابو یعلی بسند ضعیف وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی وفی روایۃ لیس علی اھل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْشَۃٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ

(۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اٹھیں گے اور کہیں گے کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج و غم دور کر دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہو گی نہ قبر کے وقت۔

(ف) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ

فی الاولی یحیی الحمانی وفی الاخری مجاشع
بن عمرو وکلاھما ضعیف اھ وقال السخاوی
فی المقاصد الحسنۃ رواہ ابویعلی والبیہقی فی
الشعب والطبرانی بسند ضعیف عن ابن عمرؓ
اھ قلت وما حکم علیہ المنذری بالنکارۃ
مبناہ انہ حمل اَھْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ علی الظاہر
عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ بَعْضَ الْمُسْلِمِیْنَ یُعَذَّ
بُوْنَ فِی الْقَبْرِ وَالْحَشْرِ فَیَکُوْنُ الْحَدِیْثُ مُخَالِفًا
لِلْمَعْرُوْفِ فَیَکُوْنُ مُنْکَرًا لٰکِنَّہٗ اِنْ اُرِیْدَ بِہِ
الْمَخْصُوْصُ بِھٰذِہِ الصِّفَۃِ فَیَکُوْنُ مُوَافِقًا
لِلنُّصُوْصِ الْکَثِیْرَۃِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِیْثِ فَا
السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ وَ
مِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَسَبْعُوْنَ
اَلْفًا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَغَیْرُ ذٰلِکَ
مِنَ الْاٰیَاتِ وَالرِّوَایَاتِ فَالْحَدِیْثُ مُوَافِقٌ لَھَا
لَا مُخَالِفٌ فَیَکُوْنُ مَعْرُوْفًا لَا مُنْکَرًا اوذکر السیوطی
فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن مردویہ والبیہقی
فی البعث عَنْ عُمَرَ بِلَفْظِ سَابِقُنَا سَابِقٌ وَمُقْتَصِدُنَا
نَاجٍ وَظَالِمُنَا مَغْفُوْرٌ لَہٗ وَرَقَمَ لَہٗ بِالْحَسَنِ قلت
ویؤیدہ حدیث سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَھْتَرُوْنَ
فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَضَعُ الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَثْقَالَھُمْ فَیَاْتُوْنَ
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ خِفَافًا رواہ الترمذی والحاکم
عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن ابی الدرداء
کذا فی الجامع ورقم لہ بالصحۃ وفی الاتحاف
عن ابی الدرداء موقوفا اَلَّذِیْنَ لَا تَزَالُ

نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو
رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے
حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے
ہیں لیکن اکرام و اعزاز اور اظہارِ شرافت کے واسطے
اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنی اُمت
کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں انکا کیا حال
ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا
کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں
کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف
لے گئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے
حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پَر مارا اور ارشاد
فرمایا کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا
اُس قبر سے ایک شخص نہایت حسین خوب صورت
چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ
رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حضرت
جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا
گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا
کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا اس میں سے ایک
شخص نہایت بدصورت کالا منہ کیری آنکھوں والا
کھڑا ہوا وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی
ہائے مصیبت پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی
جگہ لوٹ جا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اَلسِنَتُهُمْ رَطْبَةٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَهُمْ يَضْحَكُوْنَ (فی الجامع الصغیر بروایۃ الحاکم ورقولہ بالصحۃ اَلسَّابِقُ وَالْمُقْتَصِدُ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ. وَالظَّالِمُ لِنَفْسِهٖ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ثُمَّ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ.

سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اُسی حالت پر اٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں سے بظاہر وہ لوگ مراد ہیں جن کو اس پاک کلمہ کی ساتھ خصوصی لگاؤ خصوصی مُناسبت خصوصی اِشتغال ہو اس لئے کہ دودھ والا جوتوں والا موتی والا برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے یہاں ان چیزوں کی خصوصی بِکری اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو اس لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں کی ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں قرآن پاک میں سورۂ فاطر میں اس امت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرے اُس کو حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ایسی حالت میں اُٹھائیں گے کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کا چہرہ روشن ہوگا۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہیں وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

(۱۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَسْتَخْلِصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِيْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا اَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَاِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ فَاِنَّكَ لَا تُظْلَمُ الْيَوْمَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ

(۱۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے۔ ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جا سکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اُس کے بعد اس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمال ناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے کیا میرے اُن فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں

فِی کَفَّۃٍ وَالْبِطَاقَۃُ فِی کَفَّۃٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَۃُ فَلَا یَثْقُلُ مَعَ اللّٰہِ شَیْءٌ رواہ الترمذی وقال حسن غریب وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی والحاکم وقال صحیح علٰی شرط مسلم کذا فی الترغیب قلت کذا قال الحاکم فی کتاب الایمان واخرجہ ایضًا فی کتاب الدعوات وقال صحیح الاسناد واقرہ فی الموضعین الذھبی وفی المشکوٰۃ اخرجہ بروایۃ الترمذی وابن ماجۃ وزاد السیوطی فی الدر فیمن عزاہ الیھم احمد وابن مردویہ واللالکائی والبیہقی فی البعث وفیہ اختلاف فی بعض الالفاظ کقولہ فی اول الحدیث یُصَاحُ بِرَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ وَفِیْہِ اَیْضًا فَیَقُوْلُ اَفَلَکَ عُذْرٌ اَوْ حَسَنَۃٌ فَیُھَابُ الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ لَا یَارَبِّ فَیَقُوْلُ بَلٰی اِنَّ لَکَ عِنْدَنَا حَسَنَۃً الحدیث وعلم منہ ان الاستدلال فی الحدیث علی محلہ ولا حاجۃ اذا الی ما اولہ القاری فی المرقاۃ وذکر السیوطی ما یؤید الروایۃ من الروایات الاخر۔

کا کوئی عذر ہے وہ عرض کریگا کوئی عذر بھی نہیں ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا جس میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ لکھا ہوا ہوگا ارشاد ہوگا کہ جا اس کو تُلوائے وہ عرض کرے گا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھدیا جاویگا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں. پس بات یہی کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

(ف) یہ اخلاص ہی کی برکت ہے کہ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ اخلاص کے ساتھ کا پڑھا ہوا ان سب دفتروں پر غالب آگیا اسی لئے ضروری ہو کہ آدمی کسی مسلمان کو بھی حقیر نہ سمجھے اور اپنے کو اس سے افضل نہ سمجھے کیا معلوم کہ اس کا کون سا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہوجائے جو اس کی نجات کے لئے کافی ہوجائے اور اپنا حال معلوم نہیں کہ کوئی عمل قابلِ قبول ہوگا یا نہیں. حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا دوسرا گنہگار. وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہدیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔

ایک دن اُس عابد نے غصہ میں آکر کہدیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی. حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا امیدوار تھا. معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی خود حق تعالیٰ شانہٗ تو ارشاد فرمائیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ط

حق تعالیٰ شانہ کفر و شرک کی مغفرت نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرمادیں گے، تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے ٹوکا نہ جائے قرآن و حدیث میں سیکڑوں جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی گناہ کو کرتے دیکھیں اور اس کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے اس مضمون کو میں اپنے رسالہ تبلیغ[1] میں مفصّل لکھ چکا ہوں جس کا دل چاہے اسکو دیکھے۔ یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے سم قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجّال مکار کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سنادیں گے جو تم نے نہ سنی ہونگی، ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈالدیں۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْجِیْئَ بِالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَمَا بَیْنَھُنَّ وَمَا تَحْتَھُنَّ فَوُضِعْنَ فِیْ کِفَّۃِ الْمِیْزَانِ وَوُضِعَتْ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی الْکِفَّۃِ الْاُخْرٰی لَرَجَحَتْ بِھِنَّ۔ اخرجہ الطبرانی کذا فی الدر وھکذا فی مجمع الزوائد وَزَادَ فِیْ اَوَّلِہٖ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ شَھَادَۃَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَمَنْ قَالَھَا عِنْدَ مَوْتِہٖ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَنْ قَالَھَا فِیْ صِحَّتِہٖ قَالَ تِلْکَ اَوْجَبُ وَاَوْجَبُ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَلْحَدِیْثُ قال رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات الا ان ابن ابی طلحۃ لم یسمع من ابن عباس۔

(۱۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان و زمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائے گا۔

(ف) اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں بدقسمتی اور محرومی ہے اُن لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں البتہ اسمیں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہوسکتا ہے اسی اخلاص کے

---

[1] یہ رسالہ نہایت ضروری ہے اس کا پورا نام فضائل تبلیغ ہے۔

پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں ایک حدیث میں اس ارشاد نبوی سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اُس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنت کو واجب کرنے والا ہے اُس کے بعد یہ قسمیہ مضمون ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا ۔

(۱۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جَاءَ النَّحَّامُ ابْنُ زَيْدٍ وَّقُرْدُمُ بْنُ كَعْبٍ وَّبَحْرِيُّ بْنُ عَمْرٍو فَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ مَا تَعْلَمُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِذٰلِكَ بُعِثْتُ وَاِلٰى ذٰلِكَ اَدْعُوْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهِمْ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً الْاٰيَة اخرجه ابن اسحاق وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشيخ كذا فی الدر المنثور۔

(۱۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ تین کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کی ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اسی بارہ میں آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَہَادَۃً نازل ہوئی۔

(ف) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ مَیں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کے ساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاء نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر خَتْمُ الْاَنْبِیَاء فخرِ رُسُل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بلانے والے اور اس کے شائع کرنے والے رہے آخر کوئی تو بات ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَہَادَۃً (س انعام ع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں ۔

(۱۷) عَنْ لَيْثٍ قَالَ قَالَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷) حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

اُمَّۃُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَثْقَلُ النَّاسِ فِی الْمِیْزَانِ ذَلَّتْ اَلْسِنَتُہُمْ بِکَلِمَۃٍ ثَقُلَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَہُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اخرج الاصبہانی فی الترغیب کذا فی الدر۔

فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اعمال حشر کی ترازو میں اس لئے، سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ کی ساتھ مانوس ہیں جو ان سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا وہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

(ف) یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اُمتِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِہَا اَلْفُ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَّتَحِیَّۃٍ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشایخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم وبیش سیکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم ازکم پانچہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم ازکم پچیس ہزار روزانہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم ازکم پانچہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کیلئے روزانہ کی مقداریں کم ازکم یہ بتائی گئی ہیں۔

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے قولِ جمیل میں اپنے والدؒ سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو سو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابویزید قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے میں نے یہ خبر سُن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف ہے جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اُس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اُس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخشدوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائیگا چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اُس کی ماں کو بخشدیا میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے

بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستّر ہزار کی مقدار پر میں نے سُنی تھی اُس کا تجربہ ہوا دوسرے اُس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمّت کے اَفراد میں پائے جاتے ہیں صُوفیہ کی اِصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ اَنفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمّتِ محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اس کی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردُّد ہے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی ساتھ مانوس اور مُنقاد ہو گئیں۔

(۱۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَکْتُوْبٌ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا
اخرجہ ابو الشیخ کذا فی الدر۔

(۱۸) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس کلمہ کو کہتا رہیگا میں اسکو عذاب نہیں کرونگا۔

(ف) گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا وِرد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے جیسا حدیث نمبر ۱۴ میں گذرا اس کے علاوہ نمبر ۹ میں بھی یہ کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

(۱۹) عَنْ عَلِیٍّ رضؓ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِیْ مَنْ جَآءَنِیْ مِنْکُمْ بِشَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بِالْاِخْلَاصِ دَخَلَ فِیْ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ عَذَابِیْ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ کذا فی الدر و ابن عساکر کذا فی الجامع الصغیر وفیہ ایضاً بروایۃ الشیرازی عن علی ورقم لہ بالصحۃ

(۱۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اِخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا وہ میرے قِلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قِلعہ میں داخل ہو گا وہ میرے عذاب سے مامون ہو گا۔

وفی الباب عن عتبان ابن مالك بلفظ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ رواه الشيخان وعن ابن عمر بلفظ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِيْ يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رواه ابن ماجة۔

(ف) اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کی ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہی ہاں اللہ جلّ شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اُسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرد (سرکشی) کرے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے انکار کرے ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعوے میں سچے نہیں ہو۔

(۲۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رض عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ الْاِسْتِغْفَارُ ثُمَّ قَرَاَ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ الاٰية اخرجه الطبرانی وابن مردويه والديلمی كذا فی الدر وفی الجامع الصغير برواية الطبرانی مَا مِنَ الذِّكْرِ اَفْضَلُ مِنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا مِنَ الدُّعَآءِ اَفْضَلُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ ورقم له بالحسن۔

(۲۰) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اس کی تائید میں سورہ محمد کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تلاوت فرمائی۔

(ف) اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سب اذکار سے افضل ہے جس کی وجہ صوفیا نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کی ساتھ استغفار بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے کھا لیا تھا تو اس کے پیٹ میں اُن کی دعا یہ تھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ٥ جو شخص بھی ان الفاظ سے دعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے اس قسم کا اختلاف

حالات کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیزگار ہے اُس کے لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب سے افضل ہے ایک گناہگار ہے وہ توبہ اور استغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں اِسْتِغْفَار سب سے اہم ہے اس کے علاوہ اَفْضَلِیَّت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے مُنَافِعْ کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دور کرنے کے لئے اِسْتِغْفَار سب سے زیادہ مُفید ہے ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہیں ۔

(۲۱) عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رض عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَاَکْثِرُوْا مِنْهُمَا فَاِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ اَهْلَکْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ وَاَهْلَکُوْنِیْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَاَیْتُ ذٰلِکَ اَهْلَکْتُهُمْ بِالْاَهْوَآءِ وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اخرجہ ابو یعلی کذا فی الدر والجامع الصغیر ورقم لہ بالضعف ۔

(۲۱) حضرت اَبُوبکر صدیق رض حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کرتے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اِسْتِغْفَار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اِسْتِغْفَار سے ہلاک کر دیا جب میں نے دیکھا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا، تو میں نے انکو ہوائے نفس (یعنی بِدْعَات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے ۔

(ف) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اِسْتِغْفَار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا مُنْتَہَائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اول فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دِلْ اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کو ذِلَّت کی ساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذِکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے ۔ چنانچہ مِشْکوٰۃ میں حُضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک صفائی ہوتی ہے دِلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے اسی طرح اِسْتِغْفَار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ دلوں کے مَیل اور زَنگ کو دُور کرنے والا ہے اَبُوعَلی دقاق رح کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لَآ اِلٰہَ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہو جاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جاوے) پھر وہ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو صاف دِل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے ۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہو گئی اور ساری محنت رائیگاں گئی ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نا حق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دِین اور مذہب بنالے ۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے ایک جگہ ارشاد ہے ۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰہِ ط اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ اس جاثیہ ع

رکیا آپ نے اُس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہشِ نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اُس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اُس کے کان اور دل پر مُہر لگا دی اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا رکہ حق بات کو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے رگمراہ کر دینے کے) بعد کون ہدایت کر سکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ رسورہ قصص رکوع ۵) رایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔ یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیرِ دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے۔ اور آدمی اُس کو دین سمجھ کر کرتا ہے اور اُس پر ثواب کا امیدوار بنا رہے اور جب وہ اُس کو عبادت اور دین سمجھ کر کر رہا ہے تو اُس سے توبہ کیونکر کر سکتا ہے اگر کوئی شخص زنا کاری چوری وغیرہ گناہوں میں مُبتلا ہو تو کبھی نہ کبھی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اُس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اُس میں ترقی کرے گا یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذِکرِ اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اُس سے نکل ہی نہیں سکتے اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سُنّت ہو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالی رح نے حسن بصری رح سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہونچی کہ شیطان کہتا ہے میں نے اُمتِ محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ اُن کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہاں سے استغفار کریں اور وہ اہوا یعنی بدعات ہیں کہ وہ اُن کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہب بن مُنَبِّہ رح کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر، تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اُس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونے کے بعد اُن کے اقرار کے بعد اُسکی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اُس کی عیّاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے ✦

(۲۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمُوْتُ عَبْدٌ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ

(۲۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَرْجِعُ ذٰلِکَ اِلٰی قَلْبِ مُوْقِنٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی والحاکم والترمذی فی نوادر الاصول وابن مردویہ والبیھقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر وابن ماجۃ وفی الباب عَنْ عِمْرَانَ بلفظ مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ رَبُّہٗ وَاَنِّیْ نَبِیُّہٗ مُوْقِنًا مِنْ قَلْبِہٖ حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ رواہ البزار ورقم لہ فی الجامع بالصحۃ وفیہ ایضا بروایۃ البزار عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ ورقم لہٗ بالصحۃ۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی پکّے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنّت میں داخل ہوگا دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرماویں گے۔

(ف) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سنادو کہ جو شخص سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرے وہ جنّت میں داخل ہوگا اللہ جلّ جلالُہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کی ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے دُنیا کے دکھاوے کیواسطے لوگوں کے خوش کرنے کے واسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو ان کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنے والے کے لئے وَبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے اس لئے اخلاص سے جو شخص کلمۂ شہادت پڑھے اُس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنّت میں داخل ہو کر رہے گا اس میں ذرا بھی تردد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں کسی مخلص کا اخلاص مالکُ المُلک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے۔ بہرحال ان احادیث میں کلمۂ طیبہ کے پڑھنے والے کے لئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم لطفِ احسان اور مراحمِ خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثم ایک محدّث ہیں جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے اُن کو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا۔ کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی مجھ سے فرمایا او گنہگار بوڑھے تو نے فُلاں کام کیا فُلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا تو نے ایسے ایسے کام کئے میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہونچی فرمایا او کیا حدیث پہونچی عرض کیا مجھے عبدالرزاقؒ نے کہا اُن سے معمرؒ نے کہا اُن سے زہریؒ نے کہا اُن سے عُروہؒ نے کہا اُن سے حضرت عائشہ رضؓ نے کہا اُن سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبریلؑ نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اِسلام میں بوڑھا ہوا ور

ہیں اس کو (اُس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اُس کے بڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبد الرزاقؒ نے سچ کہا اور معمرؒ نے بھی سچ کہا۔ زہریؒ نے بھی سچ کہا عُروہؓ نے بھی سچ نقل کیا عائشہ رضؓ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچی بات کہی۔ یحییٰؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرمادیا۔

(۲۳) عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اِلَّا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ اِلَّا قَوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَدُعَاءَ الْوَالِدِ۔ اخرجہ ابن مردویہ کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابن النجار ورقم لہ بالضعف وفی الجامع الصغیر بروایۃ الترمذی عن ابن عمرو ورقم لہ بالصحۃ اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ یَمْلَاُہٗ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا دُوْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ۔

(۲۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کیلئے اللہ کے یہاں پہونچنے کے لئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور باپ کی دُعا بیٹے کے لئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

(ف) پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور امور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہونچتی ہیں۔

ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت مُتَشَدِّد مُتَعَصِّب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا چونکہ مسلمانوں کو اُس سے تکلیفیں بہت پہونچی تھیں اس لئے انتقام کا جوش انہیں بھی بہت تھا اُس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھدیا اُس نے اوّل اپنے بُتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی جب کچھ نہ بن پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد شروع کیا لگاتار پڑھ رہا تھا۔ اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جا سکتا ہے ظاہر ہے فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بجھ گئی اور دیگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اُس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری یہ شخص لگاتار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے اور اُعجُوبہ دیکھ کر متحیر تھے اس سے حال دریافت کیا اس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

(۲۴) عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یُّوَافِیَ عَبْدٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

(۲۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

يَقُولُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا حَرَّمَ عَلَى النَّارِ اخرجه احمد والبخاری ومسلم وابن ماجة والبیهقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر۔

کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنّم اس پر حرام ہو گی۔

(ف) جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیّبہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنّم کی آگ کا حرام ہونا ظاہر قواعد کے موافق تو مُقیّد ہے کبائر گناہ نہ ہونے کی ساتھ یا جہنّم کے حرام ہونے سے اُس میں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جَلّ شَانُہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہ ہونے بالکل ہی جہنم سے معاف فرمادیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانُہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فُلاں گناہ کیا فُلاں کیا اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جا چکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا اور اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہو گا تو ارشاد ہو گا کہ ہم نے دُنیا میں تیری ستّاری کی آج بھی ستّاری کرتے ہیں تجھے معاف کر دیا اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بَعِید نہیں ہے اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہو سکے دریغ نہ کرنا چاہیئے کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اس کے وِرْد میں عُمریں ختم کر دیں۔

(۲۵) عَنْ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رُئِيَ طَلْحَةُ حَزِيْنًا فَقِيْلَ لَهٗ مَا لَكَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ اِلَّا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَتَهٗ وَاَشْرَقَ لَوْنُهٗ وَرَاٰى مَا يَسُرُّهٗ وَمَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَسْاَلَهٗ عَنْهَا اِلَّا الْقُدْرَةُ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ عُمَرُ رض اِنِّيْ لَاَعْلَمُهَا قَالَ فَمَا هِيَ قَالَ لَا نَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ اَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةٍ اَمَرَهَا عَمَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَهِيَ وَاللّٰهِ هِيَ۔ اخرجه البیهقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر قلت اخرجه الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین

(۲۵) حضرت طلحہ رض کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اُس کو کہے تو موت کی تکلیف اُس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اُس کلمہ کے پوچھنے کی قدرت نہ ہوئی اس کا رنج ہو رہا ہے، حضرت عمر رض نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہ رض خوش ہو کر کہنے لگے کیا ہے حضرت عمر رض نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اُس سے

واقرہ علیہ الذھبی واخرجہ احمد اخرج ایضاً من مسند عمرؓ بمعناہ بزیادۃ فیھما واخرجہ ابن ماجۃ عن یحییٰ بن طلحۃ عن امہ وفی شرح الصدور للسیوطی واخرج ابو یعلی والحاکم بسند صحیح عن طلحۃ وعمر قالا سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی اعلم کلمۃ الحدیث۔

بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابُوطالب پر پیش کیا تھا، اور وہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فرمایا واللہ یہی ہے واللہ یہی ہے۔

(ف) کلمۂ طیبہ کا سَراسَر نُور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم اور مفہوم ہوتا ہے حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی انکے لئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقوٰے ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُل صِراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور وَلیّہ ہیں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا کر اُٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہے گا عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے جس میں صُور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب اِنتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادِمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ اونی گدڑی جس کو وہ تہجّد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دیدینا اور کسی کو میرے مَرنے کی خبر نہ کرنا چنانچہ حسب وصیّت تجہیز تکفین کر دی گئی بعد میں اُس خادِمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گُدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھدی گئی اُنھوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رَشک بن جاؤگی۔

(۲۶) عَنْ عُثْمَانَ رضؓ قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ حَزِنُوْا عَلَیْہِ حَتّٰی کَادَ بَعْضُھُمْ یُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ رضؓ وَکُنْتُ مِنْھُمْ فَبَیْنَا اَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَیَّ عُمَرُ رضؓ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَشْعُرْ بِہٖ فَاشْتَکٰی عُمَرُ رضؓ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رضؓ ثُمَّ اَقْبَلَا حَتّٰی سَلَّمَا عَلَیَّ جَمِیْعًا فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَا حَمَلَکَ

(۲۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (رُوحی فِدَاہُ) کے وصال کے وقت صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وَسَاوِس میں مُبتلا ہو گئے حضرت عُثمان رضؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اُن ہی لوگوں میں تھا جو وَساوِس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ

عَلٰی اَنْ لَا تَرُدَّ عَلٰی اَخِیْکَ عُمَرَ رض سَلَامَہٗ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ رض بَلٰی وَاللّٰہِ لَقَدْ فَعَلْتَ قَالَ قُلْتُ وَاللّٰہِ مَا شَعَرْتُ اَنَّکَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ رض صَدَقَ عُثْمَانُ قَدْ شَغَلَکَ عَنْ ذٰلِکَ اَمْرٌ فَقُلْتُ اَجَلْ قَالَ مَا ھُوَ قُلْتُ تَوَفَّی اللّٰہُ تَعَالٰی نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَّسْاَلَہٗ عَنْ نَجَاۃِ ھٰذَا الْاَمْرِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ رض قَدْ سَاَلْتُہٗ عَنْ ذٰلِکَ فَقُمْتُ اِلَیْہِ وَقُلْتُ لَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَنْتَ اَحَقُّ بِھَا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ رض قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا نَجَاۃُ ھٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْکَلِمَۃَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰی عَمِّیْ فَرَدَّھَا فَھِیَ لَہٗ نَجَاۃٌ رواہ احمد کذا فی المشکوۃ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط باختصار وابو یعلی بتمامہ والبزار بنحوہ وفیہ رجل لم یسم لکن الزھری وثقہ وابھمہ قلت وذکر فی مجمع الزوائد لہ متابعات بالفاظ متقاربۃ ۔

میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انھوں نے حضرت ابوبکر رض سے شکایت کی کہ عثمان رض بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انھوں نے جواب بھی نہ دیا اس کے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکر رض نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمر رض کے سلام کا بھی جواب نہ دیا کیا بات ہے، میں نے عرض کیا میں نے تو ایسا نہیں کیا حضرت عمر رض نے فرمایا ایسا ہی ہوا میں نے عرض کیا مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا حضرت ابوبکر رض نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا، غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا، حضرت ابوبکر رض نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اٹھا اور میں نے کہا تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنے کے کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو، حضرت ابوبکر رض نے فرمایا میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرے جس کو میں نے اپنے چچا ابوطالب پر ان کے انتقال کے وقت پیش کیا تھا اور انھوں نے رد کر دیا تھا وہی کلمۂ نجات ہے۔

(ف) وساوس میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام اس وقت رنج وغم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمر رض جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا اس کی گردن اڑا دوں گا حضورؐ تو اپنے رب سے ملنے

تشریف لے گئے ہیں جیساکہ حضرت موسیٰؑ طور پر تشریف لے گئے تھے بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ دین اب ختم ہو چکا، بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی بعض بالکل گم تھے کہ ان سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابوبکر صدیقؓ کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمالِ عشق کمالِ محبت کے باوجود اُس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے انھوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلّے اللہ علیہ وسلّم نرے رسُول ہی تو ہیں (خُدا تو نہیں ہیں جسے موت آہی نہ سکے) پس کیا اگر وہ مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائے گا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا (اپنا ہی کچھ کھو دے گا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حِکَایَاتِ صَحَابہؓ[1] میں لکھ چکا ہوں آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اِسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دِقتیں بھی پیش آتی ہیں وَسَاوِس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رَخنہ اَندازی بھی مُستقِل ایک مُصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب ارشاد نبوؐی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت اِن سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنے والا ہے، دِلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے، جیساکہ اِن سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے ۹۹ قسم کی بلائیں دُور کرتا ہے، جن میں سب سے کم غم ہے، جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

(۲۷) عَنْ عُثْمَانَ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا مِنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حُرِّمَ عَلَی النَّارِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنَا اُحَدِّثُکَ مَا ھِیَ ھِیَ کَلِمَۃُ الْاِخْلَاصِ الَّتِیْ اَعَزَّ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی بِھَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَہٗ وَھِیَ کَلِمَۃُ التَّقْوٰی الَّتِیْ اَرَادَ عَلَیْھَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

(۲۷) حضرت عثمان رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک کلمہ ایسا جانتا ہوں کہ جو شخص اُس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے یقین کرتے ہوئے اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اس پر حرام ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو اور اُس کے صحابہؓ کو

[1] حکایات صحابہؓ اردو، ہندی، انگریزی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّهُ اَبَا طَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ شَهَادَةَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. رواہ احمد واخرجہ الحاکم بھذا اللفظ وقال صحیح علی شرطھما واقرہ علیہ الذھبی واخرجہ الحاکم بروایۃ عثمان رضؓ عَنْ عُمَرَ رضؓ مَرْفُوْعًا اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَّا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِهٖ فَيَمُوْتُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وقال ھذا صحیح علی شرطھما ثم ذکر لہ شاھدین من حدیثھما.

عزت دی وہ وہی تقویٰ کا کلمہ ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے اُن کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی وہ شہادت ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی۔

(ف) حضورؐ کے چچا ابوطالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور معروف ہے کہ جب اُن کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیجئے تاکہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مِل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں اُنھوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کر لیا اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اس وقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (س قصص ع ۶) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں خدا اور اس کے رسولؐ سے بے گانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہو جائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اُسی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت اُن کی دعا ان کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

(۲۸) عَنْ عُمَرَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذْنَبَ اٰدَمُ الذَّنْبَ الَّذِیْ اَذْنَبَهٗ رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِیْ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ مَنْ مُّحَمَّدٌ فَقَالَ تَبَارَكَ اسْمُكَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَاْسِیْ اِلٰى عَرْشِكَ فَاِذَا فِيْهِ مَكْتُوْبٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(۲۸) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) سے جب وہ گناہ صادر ہو گیا جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا و استغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا

فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَعْظَمُ عِنْدَكَ قَدْرًا عَمَّنْ جَعَلْتَ اِسْمَهٗ مَعَ اِسْمِكَ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ يَا اٰدَمُ اِنَّهٗ اٰخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَا هُوَ مَا خَلَقْتُكَ اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والحاکم وابو نعیم والبیہقی کلاھما فی الدلائل وابن عساکر فی الدر وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر وفیہ من لم اعرفہم قلت ویؤید الاخر الحدیث المشہور لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ، قال القاری فی الموضوعات الکبیر موضوع لکن معناہ صحیح وفی التشرف معناہ ثابت ویؤید الاول ماورد فی غیر روایۃ من انہ مکتوب علی العرش واوراق الجنۃ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کما بسط طرقہ السیوطیؒ فی مناقب اللآلی فی غیر موضع وبسط لہ شواھد ایضًا فی تفسیرہ فی سورۃ الم نشرح

یا اللہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمدؐ کون ہیں جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی، عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

(ف) حضرت آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس وقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے، اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزاق عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اپنا مقرب بنایا جو شخص جتنا مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اُس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دُنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہو سکتا چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اُٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دُنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جاوے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو ان کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جاوے تو اُن کے آنسو بڑھ جائیں گے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے ؎

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں ✤ واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اِشکال نہیں منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا دوسرا مضمون عرش پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں، میں جنّت میں داخل ہوا تو میں نے اُس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں پہلی سطر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تھا دوسری سطر میں مَا قَدَّمْنَا وَجَدْنَا وَمَا اَکَلْنَا رَبِحْنَا وَمَا خَلَفْنَا خَسِرْنَا تھا جو ہم نے آگے بھیجدیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا) اور تیسری سطر میں تھا اُمَّۃٌ مُذْنِبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ۔ (اُمت گنا ہکار اور مالک بخشنے والا) ایک بُزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہونچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب ان کو توڑا جاتا ہے تو ان کے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے، جب اُس کو کھولا جاتا ہے تو سرخی سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ملتا ہے میں نے اس قصہ کو ابو یعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا انھوں نے کہا تعجّب کی بات نہیں میں نے اَیلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اُس کے ایک کان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔

(۲۹) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ بْنِ السَّکَنِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ فِیْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَالٓمّٓ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد والدارمی وابوداؤد والترمذی وصححہ وابن ماجۃ وابو مسلم الکجی فی السنن وابن الضریس وابن ابی حاتم والبیھقی فی الشعب کذا فی الدر۔

(۲۹) حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اِسمِ اعظم کے نام سے عام طور پر مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے پڑھی جائیں) وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (س بقرہ ع ۱۹) اور الٓمّٓ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (س آل عمران ع ۱)

(ف) اِسمِ اعظم کے متعلق روایات حدیث میں کثرت سے یہ وارد ہوا ہے کہ جو دُعا بھی اسکے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

البتہ اِسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادتُ اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اِخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں، چنانچہ شب قدر کی

تعیین میں جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئیں، منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ مُتمرّد اور سرکش شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو آیتیں وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں ابراہیم بن وشمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالات نظر وغیرہ کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اِس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ پوری آیت اس بقرہ رکوع ۱۹) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخر آیت اور اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سے مُحْسِنِیْنَ تک (س اعراف ع ۱۴) اور سورہ حشر کی آخر آیتیں (ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے) ہمیں یہ بات پہونچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو، یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھدیا کرو۔ علّامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؓ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علّامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے ان کے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی یہی نقل کیا گیا فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اس کے سوا کچھ نہ ہو فرماتے ہیں کہ عوام کے لئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیئے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کے لئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات و صفات کا بھی اِستحضار ہو اور اَخصّ الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس پاک ذات کے سوا دِل میں کوئی چیز بھی نہ ہو، کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ بتاتے ہیں، شیخ اسماعیل فرغانیؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتا ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہو گئے مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے اُس نے کہا ہاں

ﮯ دیکھو فضائل رمضان عکسی

بتا دیجئے، میں یہ گفتگو سُن کر غور کرنے لگا اُس نے کہا کہ وہ لفظ اللّٰہ ہے بشرطیکہ صدق لجا سے ہو شیخ اسمٰعیلؒ فرماتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اُس وقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائے گا وہ حالت مراد ہے، اِسمِ اَعظم معلوم ہونے کے لئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت ہے، ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ اُن کو اِسمِ اَعظم آتا تھا ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمنا و اِستدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے ان بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اَہلیت نہیں ہے فقیر نے کہا کہ مجھ میں اس کی اَہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اُسکی مجھے خبر دو فقیر اُس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اُس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں، فقیر کو اُس سپاہی پر بہت غصہ آیا واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اِسمِ اَعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لئے بَد دُعا کرتا بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اِسمِ اَعظم سیکھا ہے۔

(۳۰) عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَوْ ذَکَرَنِیْ اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ۔ اخرجہ الحاکم بروایۃ المومل عن المبارک بن فضالۃ وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذھبی وقال الحاکم قد تابع ابو داؤد مومّلا علی روایتہ واختصرہ۔

(۳۰) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن، حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرمائیں گے کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لو جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور ہر اُس شخص کو نکال لو جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو یا مجھے (کسی طرح بھی) یاد کیا ہو یا کسی موقعہ پر مجھ سے ڈرا ہو۔

(ف) اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سو برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا، حضرت حذیفہ رضؓ جو حضورِ اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے رازدار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اِسلام ایسا دھندلا ہو جائیگا

جیسے کپڑے کے نقش ونگار (پرانے ہو جانے سے) دُھندلے ہو جاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآن پاک بھی اُٹھالیا جائے گا کوئی آیت اس کی باقی نہ رہیگی بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے سنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حُذیفہ رضؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ، حج، روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا، حضرت حُذیفہ رضؓ نے سکوت فرمایا، انھوں نے پھر یہی عرض کیا تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہ رضؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنّم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، یعنی ارکان اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائیگا یہی مطلب ہے حدیث بالا کا کہ اگر ایمان کا ذرا سا حصّہ بھی ہے تب بھی جہنّم سے کسی نہ کسی وقت نکالا جائے گا، ایک حدیث میں ہے جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے وہ اس کو کسی نہ کسی دن ضرور کام دے گا۔ گو اُس کو کچھ نہ کچھ سزا بھگتنا پڑے۔

(۳۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ عَلَیْہِ جُبَّۃٌ مِنْ طَیَالِسَۃٍ مَکْفُوْفَۃٌ بِالدِّیْبَاجِ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَکُمْ ھٰذَا یُرِیْدُ یَرْفَعُ کُلَّ رَاعٍ وَّابْنَ رَاعٍ وَیَضَعُ کُلَّ فَارِسٍ وَّابْنَ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَاَخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِہٖ فَاجْتَذَبَہٗ وَقَالَ اَلَا اَرٰی عَلَیْکَ ثِیَابَ مَنْ لَّا یَعْقِلُ ثُمَّ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَقَالَ اِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ دَعَا ابْنَیْہِ فَقَالَ اِنِّیْ قَاصٌّ عَلَیْکُمَا الْوَصِیَّۃَ اٰمُرُکُمَا بِاثْنَیْنِ وَاَنْھٰکُمَا عَنِ اثْنَیْنِ اَنْھٰکُمَا عَنِ الشِّرْکِ وَالْکِبْرِ وَاٰمُرُکُمَا بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا فِیْھِمَا لَوْ وُضِعَتْ فِیْ کِفَّۃِ الْمِیْزَانِ وَوُضِعَتْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی الْکِفَّۃِ الْاُخْرٰی کَانَتْ اَرْجَحَ مِنْھُمَا وَلَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا فِیْھِمَا کَانَتْ حَلْقَۃً فَوُضِعَتْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَلَیْھَا لَقَصَمَتْھُمَا وَاٰمُرُکُمَا

(۳۱) حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جُبّہ پہن رہا تھا اور اُس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہ رضؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والے) اور چرواہے زادے کو بڑھادیں۔ اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرادیں حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اُس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بے وقوفوں کے سے کپڑے نہیں پہن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آکر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحب زادوں کو بُلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری)

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فَاِنَّھُمَا صَلٰوۃُ کُلِّ شَیْءٍ وَّبِھِمَا یُرْزَقُ کُلُّ شَیْءٍ اخرجہ الحاکم وقال صحیح الا سناد ولم یخرجہ للصقعب ابن زھیر فانہ ثقۃ قلیل الحدیث اھ واقرہ علیہ الذھبی وقال الصقعب ثقۃ ورواہ ابن عجلان عن زید بن اسلم مرسلاً اھ قلت ورواہ احمد فی مسندہ بزیادۃ فیہ بطرق وفی بعض منھا فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرْضِیْنَ السَّبْعَ کُنَّ حَلْقَۃً مُّبْھَمَۃً قَصَمَتْھُنَّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وذکرہ المنذری فی الترغیب عن ابن عمرؓ مختصراً وفیہ لَوْکَانَتْ حَلْقَۃً لَقَصَمَتْھُنَّ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَی اللّٰہِ ثم قال رواہ البزار ورواتہ محتج بھم فی الصحیح الا ابن اسحٰق وھو فی النسائی عن صالح بن سعید رفعہ الی سلیمان بن یسار الی رجل من الانصار لم یسمہ ورواہ الحاکم عن عبداللہ وقال صحیح الاسناد ثم ذکر لفظہ قلت وحدیث سلیمان بن یسار یاتی فی بیان التسبیح وفی مجمع الزوائد رواہ احمد و رواہ الطبرانی بنحوہ ورواہ البزار من حدیث ابن عمرو رجال احمد ثقات وقال فی روایۃ البزار محمد بن اسحٰق وھو مدلس وھو ثقۃ ۔

وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے، کہ تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں اخلاص سے کہا ہوا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رکھ دیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا، اور اگر تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بناکر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جاوے تو وہ وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نمازہیں اور انھیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

(ف) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اس لئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے اسی لئے صُوفیہ کرام ظاہری طہارت وضو وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں۔ تاکہ باطن کی طہارت حاصل ہوجائے جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیئے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنادے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔

(۳۲) عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ اَبَا بَکْرٍؓ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ كَئِيْبٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالِيْ اَرَاكَ كَئِيْبًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَمٍّ لِّيْ اَلْبَارِحَةَ فُلَانٌ وَهُوَ يَكِيْدُ بِنَفْسِهٖ قَالَ فَهَلْ لَقَّنْتَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ هِيَ لِلْاَحْيَاءِ قَالَ هِيَ اَهْدَمُ لِذُنُوْبِهِمْ هِيَ اَهْدَمُ لِذُنُوْبِهِمْ رواه ابویعلی والبزار وفیہ زائدة بن ابی الرقاد وثقہ القواریری وضعفہ البخاری وغیرہ کذا فی مجمع الزوائد واخرج بمعناہ عن ابن عباس ایضاً قلت وروی عَنْ عَلِيٍّؓ مَرْفُوْعًا مَنْ قَالَ اِذَا مَرَّ بِالْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَيْفَ وَجَدْتُّمْ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ غُفِرَ لَهٗ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ لَّمْ تَكُنْ لَّهٗ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً قَالَ لِوَالِدَيْهِ وَلِقَرَابَتِهٖ وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ رواہ الدیلمی فی تاریخ ھمدان والرافعی وابن النجار کذا فی منتخب کنز العمال لکن روی نحوہ السیوطی فی ذیل اللآلی وتکلم علی سندہ وقال الاسناد کلہ ظلمات ورمی رجالہ بالکذب وفی تنبیہ الغافلین وروی عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ خَالِصًا وَّمَدَّهَا بِالتَّعْظِيْمِ

(۳۲) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ گذشتہ شب میرے چچا زاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں اُن کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی ارشاد فرمایا کہ اُس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا؟ عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا، ارشاد فرمایا کہ جنت اُس کے لئے واجب ہو گئی حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو، حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ یہ کلمہ اُن کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے، بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے۔)

(ف) مقابر میں اور میت کے قریب کلمۂ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرو، ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری اُمت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو یَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ہو گا دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے تو اُن کا نشان لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ، ہو گا تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں اُن کا نشان لَا اِلٰهَ اِلَّا

كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ اَرْبَعَةَ اٰلَافِ ذَنْبٍ مِنَ الْكَبَائِرِ قِيْلَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ اَرْبَعَةُ اٰلَافِ ذَنْبٍ قَالَ يُغْفَرُ مِنْ ذُنُوْبِ اَهْلِهٖ وَجِيْرَانِهٖ اھ قلت وروی بمعناہ مرفوعًا لکنھم حکموا علیہ بالوضع کما فی ذیل اللاٰلی نعم یؤیدہ الامر بدفن جوار الصالح وتاذیہ بجوار السؤ ذکرہ السیوطی فی اللاٰلی بطرق وورد السلام علی اھل القبور بالفاظ مختلفۃ فی کنز العمال وغیرہ -

انت ہو گا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی ہیں، اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں، اُبُوالعبّاسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلیہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید سُرخ سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں، جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں میں جلدی جلدی کلمۂ طیبہ پڑھنے لگا ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا، یہ ایک اور مؤمن کے لئے تحفہ ہے جس کا وقت آگیا ہے حضرت عُمر بن عبد العزیز رحؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھا دو لوگوں نے بٹھا دیا پھر فرمایا۔ (یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا، مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اُس میں نافرمانی ہوئی تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے، کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جن اس کے بعد انتقال فرمایا زُبیدہ کو کسی نے خواب میں دیکھا اُس سے پوچھا کیا گذری اُس نے کہا کہ ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہو گئی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُفْنِیْ بِہَا عُمُرِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُدْخُلُ بِہَا قَبْرِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُخْلُوْ بِہَا وَحْدِیْ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْقٰی بِہَا رَبِّیْ۔ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ اپنی عُمر کو ختم کروں گی۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گذاروں گی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی +

(۳۳) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ اِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَۃً فَاَتْبِعْہَا حَسَنَۃً تَمْحُہَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ ھِیَ اَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ رواہ احمد

(۳۳) حضرت ابُوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسُول اللہ مجھے کوئی وصیّت فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی بُرائی سرزد ہو جائے تو کفّارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کر لیا کرو تاکہ بُرائی کی نحوست

وفی مجمع الزوائد رواہ احمد ورجالہ ثقات الا ان شمر بن عطیۃ حدثہ عن اشیاخہ ولم یسم احدًا منھم قال السیوطی فی الدر اخرجہ ایضًا ابن مردویہ والبیھقی فی الاسماء والصفات قلت واخرجہ الحاکم بلفظ یا اَبَا ذَرٍّ اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ وقال صحیح علٰی شرطھما واقرہ علیہ الذھبی وذکرہ السیوطی فی الجامع مختصرًا ورقم لہ بالصحۃ۔

دُھل جائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

(ف) بُرائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اُس کا محو ہوجانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا پہلے بھی گذرچکا ہے، بہر صورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اُس کا ذکر ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانُہٗ وہ گناہ کراماً کاتبینؑ کو بھلادیتے ہیں اور اس گناہگار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اُس حصّہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اُس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصّے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے جیسا کہ باب سوم فصل دوم حدیث ۱۸ کے تحت میں آرہا ہے۔ حدیث بالا کی تائید اُن روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں، یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اُس کو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہوچکا اُس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کے لئے پکّا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اُس گناہ کو نہیں کروں گا، ایک دوسری حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اُس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کرتا کہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں اور جب کوئی بُرائی ہوجائے تو اس کے کفّارہ میں کوئی نیکی کیا کر اگر بُرائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور بُرائی کو علی الاعلان کیا ہے تو اُس کے کفّارہ میں نیکی بھی علی الاعلان ہو۔

(۴۳) عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا

(۴۳) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ عَشْرَ مَرَّاتٍ کُتِبَتْ لَہٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ۔ اخرجہ احمد قلت اخرج الحاکم شواھدہ بالفاظ مختلفۃ۔

نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

(ف) کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

(۳۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَیْ اَلْفِ حَسَنَۃٍ رواہ الطبرانی کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ فائد ابو الورقاء متروک

(۳۵) دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ پڑھے اُس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

(ف) کس قدر اللہ جل شانہٗ کے یہاں سے اِنعام واحسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقّت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دُنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان اَلطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے اللہ جَلّ شانُہٗ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے بشرطیکہ اخلاص سے ہو اُس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اِسلام لانے سے جتنے گناہ حالتِ کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اُس کے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس گنے سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے اور بُرائی ایک ہی لکھی جاتی ہے، اور اگر اللہ جَلّ شانُہٗ اُس کو معاف فرما دیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی، دوسری حدیث میں ہے جب بندہ نیکی کا اِرادہ کرتا ہے تو صرف اِرادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہٗ چاہیں لکھی جاتی ہیں، اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانُہٗ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دُنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی اُن کو نہیں لبھا سکتی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْھُمْ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار

طریقے کے دو عمل تو واجب کرنے والے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سَو گنا دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مَرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنّت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مَرے ضرور جہنّم میں جائے گا، اور جو عمل برابر سرابر ہے وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دِل اُس کے لئے پُختہ ہوگیا ہو، مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کرے اور اللہ کے راستہ میں (جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جنپر دُنیا میں وسعت ہے، آخرت میں تنگی ہے بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت بعض ایسے ہیں جن پر دونوں جگہ تنگی ہے (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔ ایک شخص حضرت اَبُو ہُرَیرَہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سُنا ہے۔ آپ یہ نقل کرتے ہیں۔ کہ اللہ جَلّ شانُہٗ، بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سُنا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہٗ یُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ارشاد فرمائیں (اُس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اَجرِ عظیم فرمائیں اس کی مقدار کا اندازہ کون کرسکتا ہے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہوسکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصوّر اور لحاظ کرکے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی اہم صفات ہیں۔

(۳۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ إِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ رواه مسلم وابوداؤد وابن ماجة وقالا فيحسن الوضوء زاد ابوداؤد ثُمَّ يَرْفَعُ طَرْفَهٗ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ فذكره ورواه الترمذي كابي داؤد

(۳۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اس کے لئے جنّت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

(ف) جنّت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایت

وَزَادَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ الحديث وتكلم فيه كذا فى الترغيب زاد السيوطى فى الدر ابن ابى شيبة والدارمى۔

جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو ۔

اعزاز اور اکرام کے طور پر ہے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ

(۳۷) عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِائَةَ مَرَّةٍ اِلَّا بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَلَمْ يُرْفَعْ لِاَحَدٍ يَوْمَئِذٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِهٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِهٖ اَوْ زَادَ رواه الطبرانى وفيه عبد الوهاب بن ضحاك متروك كذا فى مجمع الزوائد قلت هو من رواة ابن ماجة ولا شك انهم ضعفوه جدا الا ان معناه مؤيد بروايات منها ما تقدم من روايات يحيى بن طلحة ولا شك انه افضل الذكر وله شاهد من حديث ام هانى الاتى۔

(۳۷) حضورؐ کا ارشاد ہے جو شخص سو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اُس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

(ف) متعدد روایات اور آیات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے ۔

(۳۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ افْتَحُوْا عَلٰى صِبْيَانِكُمْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَقِّنُوْهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّهٗ مَنْ كَانَ اَوَّلُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ عَاشَ اَلْفَ سَنَةٍ لَمْ يُسْئَلْ عَنْ ذَنْبٍ وَاحِدٍ موضوع ابن محمويه وابوه مجهولان وقد ضعف البخارى ابراهيم بن مهاجر حكاه السيوطى عن ابن الجوزى ثم تعقبه بقوله الحديث فى المستدرك واخرجه البيهقى فى الشعب عن الحاكم وقال متن غريب لم نكتبه الا بهذا الاسناد

(۳۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچّہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو اور آخری کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (انشاء اللہ) کسی گناہ کا اُس سے مطالبہ نہیں ہوگا یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اپنے فضل سے معاف فرما دیں گے ۔

وأوردہ الحافظ ابن حجر فی امالیہ ولم یقدح فیہ بشئی الا انہ قال ابراھیم فیہ لین وقد اخرج لہ مسلم فی المتابعات کذا فی اللآلی وذکرہ السیوطی فی شرح الصدور ولم یقدح فیہ بشئی قلت وقد ورد فی التلقین احادیث کثیرۃ ذکرھا الحافظ فی التلخیص وقال فی جملۃ من رواھا وعن عروۃ بن مسعود الثقفی رواہ العقیلی باسناد ضعیف ثم قال روی فی الباب احادیث صحاح عن غیر واحد من الصحابۃ ورواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب المحتضرین من طریق عروۃ بن مسعود عن ابیہ عن حذیفۃ بلفظ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّھَا تَھْدِمُ مَا قَبْلَھَا مِنَ الْخَطَایَا وروی فیہ ایضًا عن عمر وعثمان وابن مسعود وانس وغیرھم اھ وفی الجامع الصغیر لقنوا موتاکم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رواہ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی سعید ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ والنسائی عن عائشۃ ورقم لہ بالصحۃ وفی الحصن اِذَا اَفْصَحَ اَوْلَادُکُمْ فَلْیُعَلِّمُہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وفی الحرز رواہ ابن السنی عن عمرو بن العاص اھ قلت ولفظہ فی عمل الیوم واللیلۃ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ وَجَدْتُ فِیْ کِتَابِ جَدِّی الَّذِیْ حَدَّثَہٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَفْصَحَ اَوْلَادُکُمْ فَعَلِّمُوْھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰی مَاتُوْا وَاِذَا اثَّغَرُوْا فَمُرُوْھُمْ بِالصَّلٰوۃِ وفی الجامع

(ف) تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے اُس پر اُس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ شدّت تکلیف میں ہوتا ہے اَخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نصیب ہو جائے اُس سے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی ایک حدیث میں آیا ہے اپنے مُردوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے لگے اُس سے حساب معاف ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اُس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دُور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تلقین کرتا ہے ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس پاک کلمہ کی کثرت رکھتا ہو ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ وہ بھُس فروخت

الصغیر بروایۃ احمد وابی داؤد والحاکم عَنْ مُعَاذٍ رض مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ ورقمہ بالصحۃ وفی مجمع الزوائد عَنْ عَلِیٍّ رض رفعہ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَمْ یَدْخُلِ النَّارَ وفی غیر روایۃ مرفوعۃ مَنْ لُقِّنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

کیا کرتا تھا۔ جب اُس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اُس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اسی طرح اور بھی متعدد واقعات نُزْہَۃُ الْبَسَاتِیْن میں بھی لکھے ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اُفْیُوْن کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل مِسْوَاک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمۂ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دُعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اُسکو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے وہ اچھی لگی میں اس کو دیکھتا رہا اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرۂ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے توفیق کی دُعا کرتا رہے۔

(۳۹) عَنْ اُمِّ ھَانِیٍٔ رض قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا یَسْبِقُھَا عَمَلٌ وَلَا تَتْرُکُ ذَنْبًا۔

رواہ ابن ماجۃ کذا فی منتخب کنز العمال قلت واخرجہ الحاکم فی حدیث طویل وصححہ ولفظہ قَوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا یَتْرُکُ ذَنْبًا وَلَا یُشْبِھُھَا عَمَلٌ اھ وتعقب علیہ الذھبی بان زکریا ضعیف وسقط بین محمد وام ھانی د ذکرہ فی الجامع بروایۃ ابن ماجۃ ورقم لہ بالضعف۔

(۳۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔

(ف) کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کارآمد ہو سکتا ہو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہو تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور

ایمان کے علاوہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی۔ وہ کسی نہ کسی وقت انشاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔ دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے۔ اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا، اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اہتمام ہو اُس کو دنیا بھی آخرت پر مُستعِد کرے گی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے گی۔

(۴۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً فَاَفْضَلُھَا قَوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ رواہ الستۃ وغیرھم بالفاظ مختلفۃ واختلاف یسیر فی العدد وغیرہ وھذا آخر ما اردت ایرادہ فی ھذا الفصل رعایۃ لعدد الاربعین واللہ الموفق لما یحب ویرضی۔

(۴۰) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سب سے افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ لکڑی کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

(ف) حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا، چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے اسی طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنا ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر اُبھارتی ہے۔ نماز زکوٰۃ حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے، اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "بے حیا باش وہر چہ خواہی کن" تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہی نہیں کہ کوئی کہہ کر کیا کرلے گا۔

(تنبیہ) اس حدیث شریف میں ایمان کی ستّر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں "ستتر" کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کردیا تھا۔ ان ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابوحاتم بن حبانؒ فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ "ستتر" سے بہت زیادہ ہوجاتیں احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے اُن کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہوجاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا اُن کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن شریف اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جُزو قرار دیا اُن کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مُشترک تھیں ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکرّرات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہوگیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنیکا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جبکہ ایمان کے اصول و فروع سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اُس کے رسول کے علم میں ہے اور شریعتِ مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا معلوم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ لآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوگیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے، اس سے اوپر کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اصل توحید ہے، جو ہر مکلّف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں اِجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں، چنانچہ ابوعبداللہؒ حلیمی نے ایک کتاب اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے جس کا نام فوائد المنہاج رکھا ہے اور امام بیہقیؒ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہی شعب الایمان رکھا ہے اسی طرح شیخ عبدالجلیلؒ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے اُس کا نام بھی شعب الایمان رکھا ہے اور اسحاقؒ بن قرطبی نے کتاب النصائح

اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے اور امام ابو حاتمؒ نے اپنی کتاب کا نام وَصْفُ الْاِیْمَان وَشُعَبُہ رکھا ہے۔ شراحِ بخاری نے اس باب میں مختلف تصانیف سے تلخیص کرتے ہوئے ان کو مختصر طور پر جمع فرمایا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اوّل تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا۔ دوسرے زبان کا اقرار و عمل تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصّوں پر منقسم ہیں اول وہ جن کا تعلق نیّت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصّہ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم ہے۔ جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس ۳۰ چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اُس کی ذات اُس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اُس کا کوئی مثل ہے۔ (۲) اللہ کے ماسواسب چیزیں بعد کی پیدا وار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے (۳) فرشتوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا (۵) اللہ کے رسُولوں پر ایمان لانا (۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ کی طرف سے ہے (۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال، جواب قبر کا عذاب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حساب ہونا اعمال کا تلنا اور پلصراط پر گذرنا سب ہی داخل ہے۔ (۸) جنّت کا یقین ہونا اور یہ کہ مؤمن انشاء اللہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے (۹) جہنّم کا یقین ہونا اور یہ کہ اسمیں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی (۱۰) اللہ تعالیٰ شانُہٗ سے محبّت رکھنا (۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبّت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بُغض رکھنا یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے بُغض رکھنا، اور اسی میں داخل ہے صحابۂ کرامؓ بالخصُوص مہاجرین اور انصار کی محبّت اور آلِ رسول صلّے اللہ علیہ وسلّم کی محبّت (۱۲) حضور اقدس صلّے اللہ علیہ وسلّم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آگئی اور حضورؐ پر درود شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اِتباع کرنا بھی داخل ہے (۱۳) اِخلاص جس میں رِیا نہ کرنا اور نِفاق سے بچنا بھی داخل ہے (۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد (۱۵) اللہ کا خوف (۱۶) اللہ کی رحمت کا امید وار ہونا (۱۷) اللہ کی رحمت سے مَایُوس نہ ہونا (۱۸) شکر گذاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر (۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے (۲۲) شفقت و رحمت جس میں بچّوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے (۲۳) مقدر پر راضی رہنا (۲۴) توکل (۲۵) خود بِینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاح نفس بھی داخل ہے (۲۶) کینہ اور غلِش نہ رکھنا جس میں حَسد بھی داخل ہے (۲۷) عَینیؒ میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال

یں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے (۲۸) غصہ نہ کرنا (۲۹) فریب نہ دینا جس میں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے (۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں، اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دوسری قسم:۔ زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں۔ (۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا (۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا (۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا (۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے (۷) لغو باتوں سے بچنا۔ **تیسری قسم**:۔ باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔

پہلا حصہ:۔ اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔ (۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی کپڑے کی پاکی مکان کی پاکی سب ہی داخل ہے اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غسل بھی (۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا[ف] جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے (۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا لوگوں کو کھانا کھلانا مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے (۴) روزہ فرض ہو یا نفل (۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی (۶) اعتکاف کرنا جس میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے (۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جس میں ہجرت بھی داخل ہے (۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا (۱۰) کفاروں کا ادا کرنا (۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا (۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبرگیری اور ان کا اہتمام کرنا (۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اس کے جملہ امور کا انتظام کرنا (۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا (۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ:۔ کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے اس کی چھ شاخیں ہیں۔ (۱) نکاح کے ذریعہ سے حرامکاری سے بچنا (۲) اہل و عیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور ان کا ادا کرنا اس میں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں (۳) والدین کیساتھ سلوک کرنا نرمی برتنا فرمانبرداری کرنا (۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۵) صلہ رحمی کرنا (۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

[ف] نماز کا قائم کرنا اس کے آداب و شرائط کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرنے کا نام ہے جیسا کہ فضائل نماز کے تیسرے باب میں مذکور ہے۔ ۱۲ فضائل نماز عکسی

تیسرا حصہ :۔ حقوق عامّہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے (۱) عدل کیساتھ حکومت کرنا (۲) حقّانی جماعت کا ساتھ دینا (۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلافِ شرع حکم نہ ہو) (۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جس میں مفسدوں کو سزا دینا باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے (۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا (۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جس میں تبلیغ و وعظ بھی داخل ہے (۷) حدود کا قائم کرنا (۸) جہاد کرنا جس میں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے (۹) امانت کا ادا کرنا جس میں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے (۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا (۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا۔ اُن کا اکرام کرنا (۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے (۱۳) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اس میں داخل ہے (۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا (۱۵) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا (۱۶) دُنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا (۱۷) لہو و لعب سے بچنا (۱۸) راستہ سے تکلیف دِہ چیز کا دور کرنا۔ یہ سَتّتر شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں اسی طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جاسکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا سرسٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آسکتی ہے اس تفصیل میں بندہ نے علّامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ اُنھوں نے نمبر وار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری اور علّامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اوصاف اُس میں ان میں سے پائے جاتے ہوں اُن پر اللہ جلّ شانہٗ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو اُن کے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

بابِ سوم ـــــ کلمۂ سوم کے فضائل میں

یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی وارد ہوا ہے احادیث میں ان کلمات کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے یہ کلمات تسبیحاتِ فاطمہ کے نام سے بھی مشہور ہیں اس لئے کہ یہ کلمات حضورؐ

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی تعلیم فرمائے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے اس باب میں بھی چونکہ کلام پاک کی آیات اور احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں اس لئے دو فصلوں پر اس کو منقسم کر دیا پہلی فصل آیاتِ قرآنیہ میں دوسری احادیثِ نبویہ میں۔

فصل اوّل

ان آیات کے بیان میں جن میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کا مضمون ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز جتنی مُہتم بالشان ہوتی ہے۔ اُتنے ہی اہتمام سے ذکر کی جاتی ہے اور مختلف طریقہ سے ذہن نشین کی جاتی ہے۔ چنانچہ ان کلمات کا مفہوم بھی قرآن پاک میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا گیا ہے ان میں سب سے پہلا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ہے۔ سُبحان اللہ کے معنی ہیں اللہ جل شانہٗ ہر عیب اور بُرائی سے پاک ہے میں اس کی پاکی کا پُورا پُورا اقرار کرتا ہوں اس مضمون کو حکم سے بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی پاکی بیان کرو خبر سے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ فرشتے اور دوسری مخلوقات اللہ کی پاکی کا اقرار و بیان کرتی رہتی ہیں وغیرہ وغیرہ اسی طرح دوسرے الفاظ کا بھی یہی حال ہے کہ مختلف عُنوانات سے کلام اللہ شریف میں ان مضامین کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (س بقرہ ع ۴)

(۱) (فرشتوں کا مقولہ انسان کی پیدائش کے وقت) اور ہم بحمد اللہ آپ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور آپ کی پاکی کا دل سے اقرار کرتے رہتے ہیں۔

(۲) قَالُوْا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ (س بقرہ ع ۴)

(۲) (ملائکہ کا جب بمقابلہ انسان امتحان ہوا تو) کہا آپ تو ہر عیب سے پاک ہیں ہم کو تو اس کے سوا کچھ بھی علم نہیں جتنا آپ نے بتادیا ہے بیشک آپ بڑے علم والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔

(۳) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (س آل عمران ع ۴)

(۳) اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو اور اس کی تسبیح کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کے وقت بھی

(۴) رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (س آل عمران ع ۲۰)

(۴) (سمجھ دار لوگ جو اللہ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور قدرت کے کارناموں

ہیں غور و فکر کرتے رہتے ہیں، یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب آپ نے یہ سب بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے (بلکہ بڑی حکمتیں اس میں ہیں) آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے۔

(۵) سُبْحَانَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ (س نساء ع ۲۳)

(۵) وہ ذات اس سے پاک ہے کہ اُس کے اولاد ہو۔

(۶) قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ط (س مائدہ ع ۱۶)

(۶) قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے سوال ہوگا کہ اپنی اُمت کو تثلیث کی تعلیم کیا تم نے دی تھی تو، وہ کہیں گے (توبہ توبہ) میں تو آپ کو (شرک سے اور ہر عیب سے) پاک سمجھتا ہوں میں ایسی بات کیسے کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہ تھا۔

(۷) سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ (سورہ انعام رکوع ۱۲)

(۷) اللہ جل جلالہٗ (ان سب باتوں سے) پاک ہے، جن کو یہ کافر لوگ، اللہ کی شان میں کہتے ہیں (کہ اُس کے اولاد ہے یا شریک ہے وغیرہ وغیرہ)۔

(۸) فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (س اعراف ع ۱۷)

(۸) جب طور پر حق تعالیٰ شانہٗ کی ایک تجلی سے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام بیہوش ہو کر گر گئے تھے، پھر جب افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ بے شک آپ کی ذات (ان آنکھوں کے دیکھنے سے اور ہر عیب سے) پاک ہے میں (دیدار کی درخواست سے) توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

(۹) اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ (س اعراف ع ۲۴)

(۹) بیشک جو اللہ کے مُقرَّب ہیں (یعنی فرشتے) وہ اُس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے رہتے ہیں (ف) صوفیا نے لکھا ہے کہ آیت میں تکبر کی نفی کو مُقدّم کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تکبر کا ازالہ عبادات پر اہتمام کا ذریعہ ہے اور تکبر سے عبادات میں کوتاہی واقع ہوتی ہے۔

(۱۰) سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورہ توبہ ع ۵)

(۱۰) اُس کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ (کافر اُس کا) شریک بناتے ہیں۔

(۱۱) دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ

(۱۱) (ان جنتیوں کے) منہ سے یہ بات نکلے گی

فِيهَا سَلٰمٌ ج وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ یونس ع ۱)

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ اور آپس کا اُن کا سلام ہوگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور جب دُنیا کی دِقتوں کو یاد کریں گے اور خیال کریں گے کہ اب ہمیشہ کے لئے اُن سے خلاصی ہوگئی تو آخر میں کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(۱۲) سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پ یونس ع)

(۱۲) وہ ذات پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ کافر شریک بناتے ہیں ✦

(۱۳) قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ (پ یونس ع ۷)

(۱۳) وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ جلّ شانُہٗ کے اولاد ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہو وہ کسی کا محتاج نہیں ✦

(۱۴) وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (پ یوسف ع ۱۲)

(۱۴) اور اللہ جلّ شانُہٗ (ہر عیب سے) پاک ہے اور میں مُشرکین میں سے نہیں ہوں ✦

(۱۵) وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ (پ رعد ع ۲)

(۱۵) اور رَعْد (فرشتہ) اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور دوسرے فرشتے بھی اُس کے ڈر سے (تسبیح تحمید کرتے ہیں) (ف) علما نے لکھا ہے کہ جو شخص بجلی کے کڑکنے کے وقت سبحان الذی یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ پڑھیگا اس کو بجلی کے نقصان سے حفاظت حاصل ہوگی ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ جب بجلی کی کڑک سنا کرو تو اللہ کا ذکر کیا کرو بجلی ذکر کرنیوالے تک نہیں جا سکتی دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بجلی کی کڑک کے وقت تسبیح کیا کرو تکبیر نہ کہا کرو ✦

(۱۶) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (سورہ حجر ع ۶)

(۱۶) اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ (جو نامناسب کلمات آپ کی شان میں) کہتے ہیں ان سے آپ کو دل تنگی ہوتی ہے پس (اس کی پرواہ نہ کیجئے) آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) میں شامل رہیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کی وفات کا وقت آوے ✦

(۱۷) سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورہ نحل ع ۱)

(۱۷) وہ ذات لوگوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے ✦

(۱۸) وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ۔ (سورہ نحل رکوع ۷)

(۱۸) اور وہ اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں وہ ذات اس سے پاک ہے اور تماشا یہ ہے کہ

اپنے لئے ایسی چیز تجویز کرتے ہیں جس کو خود پسند کرتے ہیں ✦

(۱۹) سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (بنی اسرائیل ع ۱)

(۱۹) ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی (معراج کا قصہ)

(۲۰) سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (بنی اسرائیل ع ۵)

(۲۱) تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھِنَّ (بنی اسرائیل ع ۵)

(۲۲) وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ (بنی اسرائیل ع ۵)

(۲۰) تا (۲۲) یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ اس سے پاک اور بہت زیادہ بلند مرتبہ ہیں تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے (آدمی فرشتے اور جن) ان کے درمیان میں ہیں سب کے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں (اور یہی نہیں بلکہ) کوئی چیز بھی (جاندار ہو یا بے جان) ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو ✦

(۲۳) قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل ع ۱۰)

(۲۳) (آپ ان لغو مطالبوں کے جواب میں جو وہ کرتے ہیں) کہہ دیجئے کہ سُبْحَانَ اللہِ میں تو ایک آدمی ہوں رسول ہوں (خدا نہیں ہوں کہ جو چاہے کروں) ✦

(۲۴) وَیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (بنی اسرائیل ع ۱۲)

(۲۴) (ان علماء پر جب قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بے شک اس کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے ✦

(۲۵) فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓی اِلَیْھِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا (مریم ع ۱)

(۲۵) پس (حضرت زکریا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) حجرہ میں سے باہر تشریف لائے اور اپنی قوم کو اشارہ سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی تسبیح کیا کرو ✦

(۲۶) مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَہٗ (سورہ مریم ع ۲)

(۲۶) اللہ جل شانہٗ کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے وہ ان سب نقصوں سے پاک ہے

(۲۷) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ

(۲۷) (محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کی نامناسب باتوں پر صبر کیجئے) اور اپنے رب کی

وَ أَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۔(پ ۱۶ ع ۸)

حمد (وثنا) کے ساتھ تسبیح کرتے رہا کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اور رات کے اوقات میں تسبیح کیا کیجئے۔ اور دن کے اوّل وآخر میں تاکہ آپ (اُس ثواب اور بے انتہا بدلے پر جواُن کے مقابلہ میں ملنے والا ہے بیحد) خوش ہو جائیں ✦

(۲۸) يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ (پ انبیار ع ۲)

(۲۸) اللہ کے مقبول بندے اس کی عبادت سے تھکتے نہیں (شب وروز اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں کسی وقت بھی موقوف نہیں کرتے ✦

(۲۹) فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ (پ انبیار ع ۲)

(۲۹) اللہ تعالیٰ جو کہ مالک ہے عرش کا ان سب امور سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں (کہ نعوذ باللہ اس کے شریک ہیں یا اس کے اولاد ہے) ✦

(۳۰) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ (سورہ انبیار رکوع ۲)

(۳۰) یہ (کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) رحمٰن نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو) اولاد بنایا ہے اُس کی ذات اس سے پاک ہے ✦

(۳۱) وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ (پ انبیار ع ۶)

(۳۱) ہم نے پہاڑوں کو داود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کے تابع کر دیا تھا کہ اُن کی تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کیا کریں اور اسی طرح پرندوں کو تابع کر دیا تھا کہ وہ بھی (حضرت داودؑ کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کیا کریں) ✦

(۳۲) لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ (سورہ انبیار رکوع ۶)

(۳۲) (حضرت یونسؑ نے تاریکیوں میں پکارا) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ سب عیوب سے پاک ہیں میں بے شک قصوروار ہوں ✦

(۳۳) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ (پ مومنون ع ۵)

(۳۳) اللہ تعالیٰ ان سب اُمور سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں ✦

(۳۴) سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ (سورہ نور ع ۲)

(۳۴) سُبْحَانَ اللّٰہِ یہ (لوگ جو کچھ حضرت عائشہ رضؓ کی شان میں تہمت لگاتے ہیں) بہت بڑا بہتان ہے ✦

(۳۵) یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (س نور ع ۵)

(۳۵) (اُن مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ فروخت کرنا وہ ایسے دن (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔ (یعنی قیامت کے دن سے)

(۳۶) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ (س نور ع ۶)

(۳۶) (اے مخاطب) کیا تجھے (دلائل اور مشاہدہ سے) یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور (خصوصاً) پرندے بھی جو پَر پھیلائے ہوئے (اُڑتے پھرتے) ہیں سب کو اپنی اپنی دُعا (نماز) اور اپنی اپنی تسبیح (کا طریقہ) معلوم ہے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کو سب کا حال اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں وہ سب معلوم ہے۔

(۳۷) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا (س فرقان ع ۲)

(۳۷) (قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ ان کافروں کو اور جن کو یہ پوجتے تھے سب کو جمع کرکے ان معبودوں سے پوچھے گا کیا تم نے ان کو گمراہ کیا تھا تو) وہ کہیں گے سبحان اللہ ہماری کیا طاقت تھی کہ آپ کے سوا اور کسی کو کارساز تجویز کرتے بلکہ یہ (احمق خود ہی بجائے شکر کے کفر میں مبتلا ہوئے) کہ آپ نے ان کو اور ان کے بڑوں کو خوب ثروت عطا فرمائی یہاں تک کہ یہ لوگ (دولت کے نشہ میں شہوتوں میں مبتلا ہوئے اور) آپ کی یاد کو بھلا دیا اور خود ہی برباد ہوگئے۔

(۳۸) وَتَوَكَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَكَفٰی بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا (س فرقان ع ۵)

(۳۸) اور اُس ذات پاک پر توکل رکھیے جو زندہ ہے اور کبھی اس کو فنا نہیں اور اسی کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیے (یعنی تسبیح و تحمید میں مشغول رہیے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجیے کیونکہ وہ) پاک ذات اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے (قیامت میں ہر شخص کی مخالفت کا بدلہ دیا جائے گا۔

(۳۹) وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (س نمل ع ۱)

(۳۹) اللہ ربُّ العالمین ہر قسم کی کدورت سے پاک ہے +

(۴۰) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ (س قصص ع ۷)

(۴۰) اللہ جلّ جلالہٗ ان سب چیزوں سے پاک ہے جن کو یہ مشرک بیان کرتے ہیں اور ان سے بالاتر ہے +

(۴۱) فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ (س روم ع ۲)

(۴۱) پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت (یعنی رات میں) اور صبح کے وقت اور اسی کی حمد (کی جاتی) ہے تمام آسمانوں میں اور زمین میں اور اُسی کی (تسبیح و تحمید کیا کرو) شام کے وقت بھی (یعنی عصر کے وقت بھی) اور ظہر کے وقت بھی +

(۴۲) سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (س روم ع ۴)

(۴۲) اللہ جلّ شانہٗ کی ذات پاک اور بالاتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کی طرف (منسوب کرکے) بیان کرتے ہیں +

(۴۳) اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ۔ (س سجدہ ع ۲)

(۴۳) پس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبّر نہیں کرتے +

(۴۴) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا۔ (س احزاب ع ۶)

(۴۴) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کثرت سے کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو +

(۴۵) قَالُوْا سُبْحَانَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ (س سبا ع ۵)

(۴۵) (جب قیامت میں ساری مخلوق کو جمع کرکے حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے پوچھیں گے کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے تو) وہ کہیں گے آپ (شرک وغیرہ عیوب سے) پاک ہیں۔ ہمارا تو محض آپ سے تعلق ہے نہ کہ اُن سے +

(۴۶) سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا (س یٰس ع ۳)

(۴۶) وہ ذات پاک ہے جس نے تمام جوڑ کی (یعنی ایک دوسرے کے مقابل) چیزیں پیدا کیں

(۴۷) فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (س یٰس ع ۵)

(۴۷) پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے +

(۴۸) فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ. (س صافات ع ۵)

(۴۸) پس اگر (یونس عَلَیْہِ السَّلَام) تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے +

(۴۹) سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (س صافات ع)

(۴۹) اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں +

(۵۰) وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (س صافات ع ۵)

(۵۰) (فرشتے کہتے ہیں کہ ہم سب ادب سے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں) اور سب اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں +

(۵۱) سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (س صافات ع ۵)

(۵۱) آپ کا رب جو عزت (وعظمت) والا ہے پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ثابت ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے +

(۵۲) اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً کُلٌّ لَّہٗٓ اَوَّابٌ (س ص ع ۲)

(۵۲) ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کی (حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی) ساتھ شریک ہو کر صبح شام تسبیح کیا کریں اسی طرح پرندوں کو بھی حکم کر رکھا تھا (جو کہ تسبیح کے وقت) ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور سب (پہاڑ اور پرندے مل کر حضرت داؤد علیہ السلام کی ساتھ) اللہ کی طرف رجوع کرنے والے (اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہونے والے) ہوتے تھے +

(۵۳) سُبْحٰنَہٗ ھُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَہَّارُ (س زمر ع ۱)

(۵۳) وہ عیوب سے پاک ہے ایسا اللہ ہے جو اکیلا ہے (کوئی اسکا شریک نہیں) زبردست ہے +

(۵۴) سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (س زمر ع)

(۵۴) وہ ذات پاک اور برتر ہے اس چیز سے جس کو یہ لوگ شریک کرتے ہیں +

(۵۵) وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَۃَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ

(۵۵) آپ (قیامت میں) فرشتوں کو دیکھیں گے

يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (س زمر ع ۸)

کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے اور (اس دن) تمام بندوں کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور (ہر طرف سے) کہا جائے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالَم کا پروردگار ہے) +

(۵۶) اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (س مومن ع ۱)

(۵۶) جو فرشتے عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اُس کے چاروں طرف ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور حمد کرتے رہتے ہیں اور (اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے اِستغفار کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور علم ہر شئے کو شامل ہے پس ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچائیے +

(۵۷) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (س مومن ع ۶)

(۵۷) صبح اور شام (ہمیشہ) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے +

(۵۸) فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ. (س حم سجدہ ع ۵)

(۵۸) جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں (یعنی مقرّب ہیں مُراد فرشتے ہیں) وہ رات دن اسکی تسبیح کرتے رہتے ہیں ذرا بھی نہیں اکتاتے +

(۵۹) وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ. (س شوریٰ ع ۱)

(۵۹) اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو زمین میں رہتے ہیں اُن کے لئے اِستغفار کرتے رہتے ہیں +

(۶۰) وَتَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (س زخرف ع ۱)

(۶۰) (اور تم سواریوں پر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی یاد کرو) اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے ان سواریوں کو ہمارے تابع کیا اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ ان کو تابع کر سکتے اور بیشک ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے +

(۶۱) سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. (س زخرف ع ۷)

(۶۱) آسمانوں اور زمین کا پروردگار جو مالک ہی عرش کا بھی پاک ہے اُن چیزوں سے جنکو یہ بیان کرتے ہیں +

(۶۲) وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (س فتح ع ۱) | (۶۲) اور تسبیح کرتے رہو اسکی صبح کے وقت اور شام کے وقت۔

(۶۳) فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (س ق ع ۳) | (۶۳) پس ان لوگوں کی (نامناسب باتوں پر) جو کچھ وہ کہیں صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور آفتاب کے غروب کے بعد اور رات میں بھی اس کی تسبیح و تحمید کیجئے اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی تسبیح و تحمید کیجئے +

(۶۴) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (س طور ع ۲) | (۶۴) اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ شریک کرتے ہیں +

(۶۵) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ۔ (س طور ع ۲) | (۶۵) اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے۔ (مجلس سے یا سونے سے) اٹھنے کے بعد (یعنی تہجد کے وقت) اور رات کے وقت بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے (غروب ہونیکے بعد بھی) +

(۶۶ و ۶۷) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (س واقعہ ع ادو جگہ) | (۶۶ و ۶۷) پس اپنے اس بڑی عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کیجئے +

(۶۸) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (س حدید ع ۱) | (۶۸) اللہ جل شانہٗ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے +

(۶۹) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (س حشر ع ۱) | (۶۹) اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب چیزیں جو زمین میں ہیں وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے +

(۷۰) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (س حشر ع ۲) | (۷۰) اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس چیز سے جس کو یہ شریک کرتے ہیں +

(۷۱) يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (س حشر ع ۳) | (۷۱) اللہ تعالیٰ شانہٗ کی تسبیح کرتی رہتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے +

(۷۲) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ | (۷۲) اللہ جل شانہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (پ صف ع ۱)

چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں وہ زبردست ہے اور حکمت والا ✦

(۷۳) يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ. (پ جمعہ ع ۱)

(۷۳) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے ✦

(۷۴) يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پ تغابن ع ۱)

(۷۴) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کیلئے ساری سلطنت ہے اور وہی تعریف کے قابل ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے ✦

(۷۵ و ۷۶) قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ قَالُوْا سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (پ قلم ع ۱)

(۷۵ و ۷۶) ان میں سے جو افضل تھا وہ کہنے لگا کہ میں نے تم سے (پہلے ہی) کہا نہ تھا اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے وہ لوگ کہنے لگے سُبْحَانَ رَبِّنَا (ہمارا رب پاک ہے) بیشک ہم خطاوار ہیں ✦

(۷۷) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (پ الحاقہ ع ۲)

(۷۷) پس اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہیئے ✦

(۷۸) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَّمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا. (پ دہر ع ۲)

(۷۸) اپنے پروردگار کا صبح وشام نام لیا کیجئے اور رات کو بھی اُس کے لئے سجدہ کیجئے اور رات کے بڑے حصے میں اس کی تسبیح کیا کیجئے ✦

(۷۹) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (پ اعلیٰ ع ۱)

(۷۹) آپ اپنے عالی شان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے ✦

(۸۰) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا. (پ نصر ع ۱)

(۸۰) پس آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیئے اور اُس سے مغفرت طلب کرتے رہیئے بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(ف) یہ اسی آیات ہیں جن میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ کی تسبیح کا حکم ہے اُس کی پاکی بیان کرنے اور اقرار کرنے کا حکم ہے یا اس کی ترغیب ہے جس مضمون کو اللہ مَالِکُ الْمُلْک نے اس اہتمام سے اپنے پاک کلام میں بار بار فرمایا ہو اُس کے مُہتم بِالشَّان ہونے میں کیا تردُّد ہو سکتا ہے ان میں سے بہت سی

آیات میں تسبیح کی ساتھ دوسرے کلمہ تحمید یعنی اللہ کی تعریف کرنا اس کی حمد بیان کرنا اور اسی میں الحمد للہ کہنا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اُوپر کی آیات سے معلوم ہو گیا ان کے علاوہ خاص طور پر اللہ کی تعریف کا بیان جو مفہوم ہے الحمد للہ کا اور آیات میں بھی آیا ہے اور سب سے اہم یہ کہ اللہ جل شانہٗ کی پاک کلام کا شروع ہی الحمد للہ رب العلمین سے ہے اُس سے بڑھ کر اس پاک کلمہ کی اور کیا فضیلت ہو گی کہ اللہ جل جلالہٗ نے قرآن پاک کا شروع اس سے فرمایا ہے۔

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (س فاتحہ ع ۱)

(۱) سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (س انعام ع ۱)

(۲) تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیروں کو اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر کرتے ہیں۔

(۳) فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (س انعام ع ۵)

(۳) پھر (ہماری گرفت سے) ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے (اُس کا شکر ہے) جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۴) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ (س اعراف ع ۵)

(۴) اور (جنت میں پہونچنے کے بعد) وہ لوگ کہنے لگے تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہونچا دیا اور ہم کبھی بھی یہاں تک نہ پہونچتے، اگر اللہ جل شانہٗ ہم کو نہ پہونچاتے۔

(۵) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (س اعراف ع ۱۹)

(۵) جو لوگ ایسے رسول نبی اُمی کا اِتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

(ف) توریت میں جو صفات حضور کی نقل کی گئی ہیں اُن میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی اُمت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے۔ چنانچہ دُرِّ منثور میں کئی روایات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

(۶) اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ

(۶) (ان مجاہدین کے اوصاف جن کے نفوس کو اللہ جل شانہٗ نے جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ) وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (س توبہ ع ۱۴) اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں اللہ کی حمد کرنیوالے ہیں روزہ رکھنے والے ہیں یا اللہ کی رضا کے لئے سفر کرنے والے ہیں) رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں (یعنی نمازی ہیں) نیک باتوں کا حکم کرنے والے ہیں اور بُری باتوں سے رُوکنے والے ہیں (تبلیغ کرنے والے ہیں) اور اللہ کی حُدود کی (یعنی اُحکام کی) حفاظت کرنیوالے ہیں (ایسے) مُؤمنوں کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے۔

(۷) وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (س یونس ع ۱)

(۷) اور آخری پکار اُن کی یہی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے)۔

(۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ (س۱۳ ابراہیم ع ۶)

(۸) تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجکو (دو بیٹے) اسمٰعیل و اسحٰق (علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) عطا فرمائے۔

(۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ (س نحل ع ۱۰)

(۹) تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے پھر بھی وہ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے، بلکہ اکثر اُن میں سے ناسمجھ ہیں۔

(۱۰) يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا (س بنی اسرائیل ع ۵)

(۱۰) جس دن (صور پھنکے گا اور تم کو زندہ کر کے) پکارا جائے گا تو تم مجبوراً اُس کی حمد (وثنا) کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرو گے اور (ان حالات کو دیکھ کر) گمان کرو گے (کہ ہم دنیا میں اور قبر میں) بہت ہی کم مُدّت ٹھیرے تھے۔

(۱۱) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔ (س بنی اسرائیل ع ۱۲)

(۱۱) اور آپ (علی الاعلان) کہدیجئے کہ تمام تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اُس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب تکبیر (بڑائی بیان) کیا کیجئے۔

(۱۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔ (س کہف ع ۱)

(۱۲) تمام تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب میں کسی قسم کی ذراسی بھی

رکھی۔

(۱۳) فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (س مومنون ع ۲)

(۱۳) حضرت نوح علیہ السلام کو خطاب ہے کہ جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ، تو کہنا کہ تمام تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی۔

(۱۴) وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ (س نمل ع ۲)

(۱۴) اور حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

(۱۵) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (س نمل ع ۵)

(۱۵) آپ (خطبہ کے طور پر) کہیے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا۔

(۱۶) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا (س نمل ع ۷)

(۱۶) اور آپ کہہ دیجئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھا دیگا پس تم اُن کو پہچان لوگے۔

(۱۷) لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُکْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (س قصص ع ۷)

(۱۷) حمد وثنا کے لائق دنیا اور آخرت میں وہی ہے اور حکومت بھی اسی کے لئے ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔

(۱۸) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (س عنکبوت ع ۶)

(۱۸) آپ کہیے تمام تعریف اللہ ہی کیواسطے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں سمجھتے بھی نہیں۔

(۱۹) وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (س لقمن ع ۲)

(۱۹) اور جو شخص کفر کرے (ناشکری کرے) تو اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے تمام خوبیوں والا ہے۔

(۲۰) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (س لقمن ع ۳)

(۲۰) آپ کہہ دیجئے تمام تعریف اللہ کے لئے ہی (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں کے جاہل ہیں

(۲۱) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (س لقمن ع ۳)

(۲۱) بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے تمام خوبیوں والا ہے۔

(۲۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ۔ (س سبا ع ۱)

(۲۲) تمام تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُسی کی حمد و ثنا، ہوگی آخرت میں کسی دوسرے کی پوچھ نہیں) ✦

(۲۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (س فاطر ع ۱)

(۲۳) تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور زمین کا ✦

(۲۴) یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (س فاطر ع ۳)

(۲۴) اے لوگو تم محتاج ہو اللہ کے اور وہ بے نیاز ہے اور تمام خوبیوں والا ہے ✦

(۲۵) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۨالَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۔ (س فاطر ع ۴)

(۲۵) (جب مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو ریشمی لباس پہنائے جائیں گے اور کہیں گے تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج دُور کر دیا بے شک ہمارا رب بڑا بخشنے والا بڑا قدر کرنے والا ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے مقام میں پہونچا دیا نہ ہم کو کوئی کلفت پہونچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہونچے گی ✦

(۲۶) وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (س صافات ع ۵)

(۲۶) اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ✦

(۲۷) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (س زمر ع ۳)

(۲۷) تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے مگر یہ لوگ سمجھتے نہیں، بلکہ اکثر جاہل ہیں ✦

(۲۸) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (س زمر ع ۸)

(۲۸) (اور جب مسلمان جنت میں داخل ہونگے تو) کہیں گے کہ تمام تعریف اُس اللہ کیواسطے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس زمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہے مقام کریں نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے ✦

(۲۹) فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ

(۲۹) پس اللہ ہی کے لئے تمام تعریف ہے

الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (س جاثیہ ع ۴) | جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۳۰) وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (س بروج ع ۱) | (۳۰) (ایک کافر بادشاہ کے مسلمانوں کو ستانے اور تکلیفیں دینے کا اُوپر سے ذکر ہے) اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور تعریف کا مستحق ہے اُسی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔

ف) ان آیات میں اللہ کی حمد اور اس کی تعریف کی ترغیب اس کا حکم اس کی خبر ہے۔ احادیث میں بھی کثرت سے اللہ کی تعریف کرنے والوں کے فضائل خاص طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی طرف سب سے پہلے وہ لوگ بلائے جائیں گے جو ہر حال میں راحت ہو یا تکلیف اللہ کی تعریف کرنے والے ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے اور ہونا بھی چاہیئے کہ درحقیقت تعریف کی مستحق صرف اللہ ہی کی پاک ذات ہے۔ غیر اللہ کی تعریف کیا جس کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے قبضہ میں نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن افضل بندے وہ ہوں گے جو کثرت سے اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہوں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حمد شکر کی اصل اور بنیاد ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کسی نعمت پر حمد کرنا اُس نعمت کے زائل ہو جانے سے حفاظت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر دنیا ساری کی ساری میری امت میں سے کسی کے ہاتھ میں ہو اور وہ الحمد للہ کہے تو یہ کہنا اُس سب سے افضل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ کوئی نعمت کسی بندہ کو عطا فرماتے ہیں اور وہ اُس نعمت پر حمد کرتا ہے تو وہ حمد بڑھ جاتی ہے خواہ نعمت کتنی ہی بڑی ہو۔ ایک صحابیؓ حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے انھوں نے آہستہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ کہا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ دعا کس نے پڑھی وہ صحابیؓ اس سے ڈرے کہ شاید کوئی نامناسب بات ہوگئی ہو حضورؐ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اُس نے بُری بات نہیں کہی تب اُن صحابیؓ نے عرض کیا کہ یہ دعا میں نے پڑھی تھی حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے تیرہ ۱۳ فرشتوں کو دیکھا ہے کہ ہر ایک ان میں سے اس کی کوشش کرتا تھا کہ اس کلمہ کو سب سے پہلے وہ لے جائے اور یہ حدیث تو مشہور ہے

کہ جو مُہتم بالشَّان کام بغیر اللہ کی تعریف کے شروع کیا جائے گا وہ بے برکت ہوگا اسی وجہ سے عام طور پر ہر کتاب اللہ کی تعریف کے ساتھ شروع کی جاتی ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کا بچہ مر جاتا ہے تو حقتعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بچّہ کی روح نکال لی وہ عرض کرتے ہیں کہ نکال لی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اُس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا۔ وہ عرض کرتے ہیں بے شک لے لیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا۔ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا اس کے بدلے میں جنّت میں ایک گھر اس کے لئے بنادو اور اس کا نام بیت الحمد (تعریف کا گھر) رکھو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حقتعالیٰ شانہٗ اس سے بے حد راضی ہوتے ہیں۔ کہ بندہ کوئی لُقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پیئے اور اس پر اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہے۔

تیسرا کلمہ تہلیل تھا یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا جس کا مفصل بیان اس سے پہلے باب میں گذر چکا ہے چوتھا کلمۂ تکبیر کہلاتا ہے۔ یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا اس کی بلندی اور عظمت کا اقرار کرنا جس کا مِصداق اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہنا بھی ہے وہ ان آیات میں بھی گذر چکا ہے ان کے علاوہ صرف تکبیر کا یعنی اللہ کی عظمت اور بڑائی کا بیان بھی بہت سی آیات میں وارد ہوا ہے جن میں سے چند آیات ذکر کی جاتی ہیں +

(۱) وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰٮکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ (س بقرہ ع ۲۳)

(۱) اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تم کو ہدایت فرمائی اور تاکہ تم شکر کرو اللہ تعالیٰ کا

(۲) عَالِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّھَادَۃِ الۡکَبِیۡرُ الۡمُتَعَالُ (س رعد ع ۲)

(۲) وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے (سب سے) بڑا ہے اور عالیشان رتبہ والا ہے

(۳) کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا لَکُمۡ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰٮکُمۡ وَبَشِّرِ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (س حج ع ۵)

(۳) اسی طرح اللہ جل شانہٗ نے (قربانی کے جانوروں) کو، تمہارے لئے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تم کو ہدایت کی (اور قربانی کرنے کی توفیق دی) اور (محمدؐ) اخلاص والوں کو (اللہ کی رضا کی) خوشخبری سنادیجئے +

(۴ و ۵) وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ۔ (س حج ع ۸) (س لقمٰن ع ۳)

(۴ و ۵) اور بے شک اللہ جلّ شانہٗ ہی عالیشان اور بڑائی والا ہے +

(۶) حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِھِمۡ قَالُوۡا مَاذَا

(۶) (جب فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم

قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (س سبا ع ۳) | ہوتا ہے تو وہ خوف کے مارے گھبرا جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ

دُور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار کا کیا حکم ہے وہ کہتے ہیں (کہ فلانی) حق بات کا حکم ہوا واقعی وہ عالی شان اور بڑے مرتبہ والا ہے +

(۷) فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ۔ (س مومن ع ۲) | (۷) پس حکم اللہ ہی کے لئے ہے جو عالی شان ہے بڑے رتبہ والا ہے +

(۸) وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (س جاثیہ ع ۴) | (۸) اور اسی (پاک ذات) کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے +

(۹) هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔ (س حشر ع ۳) | (۹) وہ ایسا معبود ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے (سب نقصانات سے) سالم ہے امن دینے

والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے (یعنی آفتوں سے بچانے والا ہے) زبردست ہے خرابی کا درست کرنے والا ہے بڑائی والا ہے۔ (ف) ان آیات میں اللہ جلّ شانُہٗ کی بڑائی اور عظمت کی ترغیب اور اس کا حکم فرمایا گیا ہے۔ احادیث میں بھی خصوصیت کے ساتھ اللہ کی بڑائی کا حکم اس کی ترغیب کثرت سے وارد ہوئی ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب تم دیکھو کہ کہیں آگ لگ گئی تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اُس کو بجھا دے گی دوسری حدیث میں ہے کہ تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہنا، آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ تکبیر کہتا ہے تو اُس کا نور، زمین سے آسمان تک سب چیزوں کو ڈھانک لیتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مجھے حضرت جبرئیلؑ نے تکبیر کا حکم کیا۔ ان آیات واحادیث کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ورفعت اس کی حمد وثنا اور علوشان کو مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں بہت سے مختلف الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں ان تسبیحات کے الفاظ ذکر نہیں فرمائے لیکن مراد یہ تسبیحات ہیں چنانچہ چند آیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (س بقرہ ع ۴) | (۱) پس حاصل کرلئے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمے (ان کے ذریعہ سے

توبہ کی، پس اللہ تعالیٰ نے رحمت کی ساتھ ان پر توجہ فرمائی۔ بے شک وہی ہے بڑی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان۔ (ف) اِن کلمات کی تفسیر میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ وہ کلمات یہ تھے لَآاِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ۔ لَآاِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ لَآاِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ اس قسم کے مضمون کی اور بھی متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جن کو علامہ سیوطیؒ نے دُرِّ منثور میں لکھا ہے۔ اور ان میں تسبیح وتحمید مذکور ہے۔

(۲) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِہَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَہَا وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ (س انعام ع ۲۰)

(۲) جو شخص ایک نیکی لے کر آوے گا اُس کو دس گنا اجر ملے گا اور جو شخص بُرائی لے کر آوے گا اسکو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

(ف) نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کا اہتمام کرے جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت معمولی چیزیں ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں ایک یہ کہ سُبْحَانَ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللہُ اَکْبَرُ ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو روزانہ ایک سو پچاس مرتبہ (پانچوں نمازوں کے بعد کا مجموعہ) ہو جائے گا اور دس گنا ہو جانے کی وجہ سے پندرہ سو نیکیاں حساب میں شمار کی جائیں گی۔ اور دوسری چیز یہ کہ سوتے وقت اللہ اکبر چونتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللہِ تینتیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو سو کلمے ہوگئے جنکا ثواب ایک ہزار نیکیاں ہوگئیں۔ اب ان کی اور دن بھر کی نمازوں کے بعد کی میزان کل دو ہزار پانچسو نیکیاں ہوگئیں بھلا اعمال تولنے کے وقت ڈھائی ہزار بُرائیاں روزانہ کس کی ہوں گی جو ان پر غالب آجائیں۔ بندۂ ناچیز کہتا ہے۔ صحابۂ کرام میں اگرچہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کی ڈھائی ہزار بُرائیاں روزانہ ہوں مگر اس زمانہ میں ہم لوگوں کی بداعمالیاں روزانہ کی اس سے بھی بدرجہا زاید ہیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (رُوْحِیْ فِدَاہُ) نے اپنی شفقت سے برائیوں پر نیکیوں کے غالب آجانے کا نسخہ ارشاد فرمادیا عمل کرنا نہ کرنا بیمار کا کام ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ یہ کیا بات ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایسی سہل اور ان کو کرنے والے بہت کم ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سونے کا وقت ہوتا ہے تو شیطان ان کے پڑھنے سے پہلے ہی سُلا دیتا ہے اور نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ کوئی ایسی بات یاد دلاتا ہے کہ پڑھنے سے پہلے ہی اُٹھکر چلا جاوے۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم

اس سے عاجز ہو کہ ہزار نیکیاں روزانہ کما لیا کرو کسی نے عرض کیا یا رسُول اللہ ہزار نیکیاں روزانہ کس طرح کمائیں ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللہِ سَو مرتبہ پڑھو ہزار نیکیاں ہو جائیں گی +

(۳) اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ۝ (س کہف ع ۶)

(۳) مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی ایک رونق (فقط) ہے اور باقیات صالحات (وہ نیک اعمال جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں اور اُمید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں (کہ ان کی ساتھ امیدیں قائم کی جائیں بخلاف مال اور اولاد کے کہ اُن سے اُمیدیں قائم کرنا بے کار ہے) +

(۴) وَیَزِیْدُ اللہُ الَّذِیْنَ اھْتَدَوْا ھُدًی ط وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا ۔ (س مریم ع ۵)

(۴) اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھاتا ہے اور باقیات صالحات تمہارے رب کی نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی ۔

(ف) اگرچہ باقیات صالحات (وہ نیک عمل جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) میں سارے ہی ایسے اعمال داخل ہیں جن کا ثواب ہمیشہ ملتا رہتا ہے لیکن بہت سی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کا مصداق یہی تسبیحیں ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ باقیات صالحات کو کثرت سے پڑھا کرو کسی نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیزیں ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تکبیر (اَللہُ اَکْبَرُ کہنا) تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا) تسبیح (سُبْحَانَ اللہِ کہنا) تحمید ۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا) اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ دوسری حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو خبردار رہو سُبْحَانَ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اَللہُ اَکْبَرُ باقیات صالحات میں ہیں ۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اپنی حفاظت کا انتظام کر لو کسی نے پوچھا یا رسُول اللہ کسی دشمن کے حملہ سے جو درپیش ہے حضورؐ نے فرمایا ، نہیں بلکہ جہنم کی آگ سے حفاظت کا انتظام کرو اور وہ سُبْحَانَ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اَللہُ اَکْبَرُ کا پڑھنا ہے کہ یہ قیامت کے دن آگے بڑھنے والے کلمے ہیں (کہ سفارش کریں یا آگے بڑھانے والے ہیں کہ پڑھنے والے کو جنّت کی طرف بڑھاتے ہیں) اور پیچھے رہنے والے ہیں (کہ حفاظت کریں) احسان کرنے والے ہیں اور یہی باقیات صالحات ہیں اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے جن کو علامہ سیوطیؒ نے درِ منثور میں ذکر فرمایا ہے +

(۵) لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیۃ (س مریم ع ۶) (س شوریٰ ع ۲)

(۵) اللہ ہی کیواسطے ہیں کُنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی

(ف) حضرت عثمان رضؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضورﷺ سے مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں اور یہ عرش کے خزانہ سے نازل ہوئی اور بھی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

(۶) اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ۔ (س فاطر ع ۲)

(۶) اُسی کی طرف اچھے کلمے پہونچتے ہیں اور نیک عمل اُن کو پہنچاتا ہے۔

(ف) کلمہ طیبہ کے بیان میں بھی اس آیت کا ذکر گذر چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں ہم کوئی حدیث سناتے ہیں تو قرآن شریف سے اُس کی سند اور تائید بتا دیتے ہیں مسلمان جب سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ تَبَارَکَ اللّٰہُ پڑھتا ہے تو فرشتہ اپنے پروں میں نہایت احتیاط سے ان کلموں کو آسمان پر لے جاتا ہے اور جس آسمان پر گذرتا ہے اُس آسمان کے فرشتے اُس پڑھنے والے کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اس کی تائید یہ آیت شریفہ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ ہے۔ حضرت کعبؓ احبار فرماتے ہیں کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے لئے عرش کے گرد اگرد ایک بھنبھناہٹ ہے جس میں اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت کعبؓ نے حضورﷺ سے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک دوسرے صحابیؓ حضرت نعمان رضؓ نے بھی اس قسم کا مضمون خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نقل کیا ہے۔

فصل دوم

اُن احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ کذا فی الترغیب۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں۔ وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ہیں۔

(ف) زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یا دیر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئے گا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کی وجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں امام بخاری رحؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔ اتنے گناہ تو انشاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں، اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ اَحَبَّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ رواہ مسلم والنسائی والترمذی الا انہ قال سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِهٖ وقال حسن صحیح وعزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی مسلم واحمد والترمذی ورقم لہ بالصحۃ وفی روایۃ لمسلم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْكَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلٰٓئِكَتِهٖ اَوْ لِعِبَادِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کذا فی الترغیب قلت واخرج الاخیر الحاکم وصححہ علی شرط مسلم واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ السیوطی فی الجامع بروایۃ احمد

(۲) حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتادیں ارشاد فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ دوسری حدیث میں ہے سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِهٖ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کے لئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے۔

(ف) پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل شانہٗ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول

عن رجل مختصرا ورقم لہ بالصحۃ رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انھوں نے یہی بارگاہ الٰہی میں ذکر کیا کہ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گذر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے (چرچراتا ہے۔ جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کے لئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول نہ ہو۔

(۳) عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّۃُ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَۃَ مَرَّۃٍ کَتَبَ اللّٰهُ لَهُ مِائَۃَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ وَّاَرْبَعًا وَّعِشْرِیْنَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا لَّا یَهْلِكُ مِنَّا اَحَدٌ قَالَ بَلٰی اِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَجِیْئُ بِالْحَسَنَاتِ لَوْ وُضِعَتْ عَلٰی جَبَلٍ اَثْقَلَتْهُ ثُمَّ تَجِیْئُ النِّعَمُ فَتَذْهَبُ بِتِلْكَ ثُمَّ یَتَطَاوَلُ الرَّبُّ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَحْمَتِهٖ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت واقرہ علیہ الذھبی۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ اور جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئیں گے کہ اگر پہاڑ پر رکھدی جائیں تو وہ دب جائے۔ لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی البتہ اللہ جل شانہٗ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

(ف) اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہٗ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا۔ اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر چیز کا ایک حق ہے۔ اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ الحدیث۔

فی المشکوۃ بروایۃ المسلم قلت و رواہ ابو داؤد وابن ماجۃ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہڈی پر ایک صَدَقَہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اس کے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کی شکریں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سونے کے بعد جو مرجانے کے مشابہ حالت تھی پھر از سرنو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقہ روزانہ کرنے کی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صَدَقَہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا صَدَقَہ ہے راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹادینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت مُیَسّر ہوتی ہیں وہ مَزِید بَرآں۔

قرآن پاک میں سورۂ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت کانوں کی صحت آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں ان کو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا۔ (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (کان۔ آنکھ۔ دِل۔ ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بے فکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے مجاہدؒ کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے۔ جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (پھر اُسدِن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے وہ بھی جَو کی (پیٹ بھر کر روٹی بھی مُیَسَّر نہیں) وحی نازل ہوئی کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے۔ کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یا رَسُوْلَ اللّٰہِ

کن نعمتوں سے سوال ہوگا کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں
جہاد کے لئے ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل رہتے ہیں جس کی وجہ سے
وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بے فکری سے نصیب نہیں ہوتیں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب
نعمتیں مُیَسّر ہونے والی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال
ہوگا۔ ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا
حق ادا کیا اور اس میں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھکو سیراب کیا۔
(در حقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی مُیَسّر نہیں ہوتا ان سے کوئی اس کی قدر پوچھے
یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمت عَظِیْمَہ ہونے کی طرف التفات
بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے
سوال ہوگا یہ ہیں وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی
جاتی ہے وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں
حضرت اَبُوْبَکْرٌ صدیق رضؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہونچے ہی تھے کہ حضرت عُمرؓ بھی اسی
حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت اَبُوْبَکْرؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں
کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بیتابی نے پریشان کیا۔ حضرت عُمرؓ نے عرض کیا وَاللہِ اسی چیز نے مجھے بھی
مجبور کیا کہ کہیں جاؤں یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردار دو عالمؐ نبی اکرم صلّی اللہ
علیہ وسلم تشریف لے آئے ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یَارَسُوْلَ اللہِ
بھوک نے پریشان کیا جس سے مُضطَرِب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے
میں بھی آیا ہوں تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابوایوب اَنصاریؓ کے مکان پر پہونچے
وہ تشریف نہیں رکھتے تھے بیوی نے بڑی مَسَرّتُ وَافتِخار سے ان حضرات کو بٹھایا حضورؐ
نے دریافت فرمایا ابوایوب کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے
ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابوایوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرط خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ
توڑ کر لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا۔ اس میں کچّی اور ادھ کچری بھی ٹوٹ
گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے انھوں نے عرض کیا اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں
جو پسند ہو وہ نوش فرمادیں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے ادھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہے) خوشہ
سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون

لیا کچھ سالن تیار کر لیا حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھکر ابوایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہونچادو اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا وہ فوراً پہونچا کر آئے ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اسکے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے۔ ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں مُیَسَّر آئیں اور ان پر بھی سوال وحساب ہو؛ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اوّل بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ اَشْبَعَنَا وَ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَ اَفْضَلَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا کیا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابوالہیثمؓ مالک ابن تیہانؓ کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا گذر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا، بہرا، گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو لوگوں نے عرض کیا اس کے پاس کونسی نعمت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی۔ اور برائیاں باقی رہ جائیں گی۔ جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہوں گی۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں انکا شکر کرنا ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہونچکر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ، ناک، کان، اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)

دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا۔ بائیں طرف دیکھے گا تب یہی منظر ہوگا۔ جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کیے ہیں وہ سب ساتھ ہوں گے جہنم کی آگ سامنے ہوگی۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)۔

(۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِقْرَاْ اُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ رواه الترمذی والطبرانی فی الصغیر والاوسط وزاد لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وقال الترمذی حسن غریب من هذا الوجه ورواه الطبرانی ایضا باسناد واه من حدیث سلمان الفارسی وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض مَرْفُوْعًا مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ غُرِسَ لَهٗ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ۔ رواه الطبرانی واسناده حسن لا باس به فی المتابعات وَعَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ۔ رواه الترمذی وحسنه والنسائی الا انه قال شجرة وابن حبان فی صحیحه

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہدینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی۔ لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے (درخت) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہیں۔ (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگائے) ایک حدیث میں اسکے بعد لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھیگا۔ ایک درخت جنت میں لگایا جاوے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجا رہے تھے حضرت ابوہریرہ رض کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں دریافت فرمایا کیا کر رہے ہو انھوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں۔

والحاکم فی الموضعین باسنادین قال فی احدھما علی شرط مسلم وفی الاخر علی شرط البخاری وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الترمذی وابن حبان والحاکم ورقم لہ بالصحۃ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّبِہٖ وَھُوَیَغْرِسُ الحدیث رواہ ابن ماجۃ باسناد حسن والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب وعزاہ فی الجامع الی ابن ماجۃ والحاکم ورقم لہ بالصحۃ قلت وفی الباب من حدیث ابی ایوب مرفوعا رواہ احمد باسناد حسن وابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحہ ورواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی من حدیث ابن عمر ایضا مرفوعا مختصرا الا ان فی حدیثھما الحوقلۃ فقط کما فی الترغیب قلت وذکر السیوطی فی الدر حدیث ابن عباس مرفوعا بلفظ حدیث ابن مسعود رض وقال اخرجہ ابن مردویہ و ذکر ایضا حدیث ابن مسعود وقال اخرجہ الترمذی وحسنہ والطبرانی وابن مردویہ قلت وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی ورقم لہ بالصحۃ وذکر فی مجمع الزوائد عدۃ روایات فی معنی ھذا الحدیث۔

ارشاد فرمایا میں بتاؤں بہترین پودے جو لگائے جاویں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے

(ف) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہونچے اس کو چاہیئے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہے۔ اسکے بعد ارشاد ہو کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں۔ اوّل یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مُشک و زعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح و راحت کیلئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہدینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاوے گا۔ اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشوونما پاتا رہیگا صرف ایک مرتبہ بیج ڈالدینا ہے باقی سب کچھ خود ہی ہو جائیگا اس حدیث میں جنت کو چٹیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں اس لئے بظاہر اشکال واقع ہوتا ہے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی۔ ان کے اعمال کے موافق

اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہونگے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ فرمائی ہے کہ جنت کے وہ باغ وغیرہ اُن اعمال کے موافق ملیں گے جب اِن اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہوا ہے جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اُتنے ہی درخت اور لگ جائینگے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکب دُرّی میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اسکے سارے درخت خمیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں ہر شخص جسقدر اعمالِ خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اُس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشوونما پاتے رہتے ہیں۔

(۵) عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ھَالَہُ اللَّیْلُ اَنْ یُّکَابِدَہٗ اَوْ بَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ اَوْ جَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّقَاتِلَہٗ فَلْیُکْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فَاِنَّھَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ جَبَلِ ذَھَبٍ یُّنْفِقُہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ رواہ الفریابی والطبرانی واللفظ لہ وھو حدیث غریب ولا باس باسنادہ انشاء اللّٰہ کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی وفیہ سلیمان بن احمد الواسطی وثقہ عبدان وضعفہ الجمہور والغالب علی بقیۃ رجالہ التوثیق وفی الباب عن ابی ھریرۃ مرفوعًا اخرجہ ابن مردویہ وابن عباس ایضًا عند ابن مردویہ کذا فی الدر

(۵) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کی مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو، یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اُس کو چاہیے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کثرت سے پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

(ف) کسقدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کیلئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا۔ بُزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کا فکر ہے تو اُس کیلئے بھی راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ نہ کما سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گذر چکا ہے۔

(۶) عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ اَرْبَعٌ

(۶) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

؎ یہ عربی میں ترمذی شریف کی شرح ہے

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَا یَضُرُّکَ بِاَیِّہِنَّ بَدَأْتَ۔ رواہ مسلم وابن ماجۃ و النسائی وزاد وھن من القراٰن ورواہ النسائی ایضًا وابن حبان فی صحیحہ من حدیث ابی ھریرۃ کذا فی الترغیب وعزا السیوطی حدیث سمرۃ الی احمد ایضًا ورقم لہ بالصحۃ وحدیث ابی ھریرۃ الی مسند الفردوس للدیلمی ورقم لہ ایضًا بالصحۃ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ان میں سے جسکو چاہے پہلے پڑھے اور جسکو چاہے بعد میں کوئی خاص ترتیب نہیں ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔ (ف) یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزیّن کیا کرو۔ یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

(۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ اِنَّ الْفُقَرَاءَ الْمُھَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ فَقَالَ وَمَا ذَاکَ قَالُوْا یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَیُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِہٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِہٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُکَبِّرُوْنَ وَتُحَمِّدُوْنَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ مَرَّۃً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُھَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَھْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ متفق علیہ ولیس قول ابی صالح الی

(۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقراء مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اُڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آگئی۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی اور مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو۔ اور کوئی شخص تم سے اُسوقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے۔ ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳-۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے انھوں نے بھی معلوم

اُخرہ الا عند مسلم وفی روایۃ للبخاری تسبحون فی دُبُرِکُلِّ صَلٰوۃٍ عشرًا وتحمدون عشرًا وتکبرون عشرًا بدل ثلٰثًا وثلٰثین کذا فی المشکوۃ وعن ابی ذر رض بنحو ھذا الحدیث وفیہ اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃً وَبِکُلِّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃً وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یَاْتِیْ اَحَدُنَا شَھْوَتَہٗ یَکُوْنُ لَہٗ فِیْھَا اَجْرٌ الحدیث اخرجہ احمد وفی الباب عن ابی الدرداء عند احمد۔

ہونے پر شروع کر دیا، تو فقراء دوبارہ حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے عطا فرمائے اسکو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اس میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے سبحان اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرا اور یہ صدقہ ہوجائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو تو گناہ ہوگا یا نہیں صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

(ف) مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے اسی قصہ کی ایک دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کا پورا کرنا ہے حضورؐ کا یہ جواب نقل کیا گیا ہے بتاؤ اگر بچہ پیدا ہوجائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اُس کی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مرجائے۔ کیا تم ثواب کی اُمید رکھتے ہو عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا تم نے اس کو ہدایت کی تھی تم نے اسکو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اُسی نے ہدایت دی ہے وہی روزی عطا کرتا تھا اسی طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اس کو زندہ کرے کہ اُس سے اولاد پیدا کردے یا مُردہ کرے کہ اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضٰی یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے ✦

(۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰہَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ وَحَمِدَ اللّٰہَ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ وَکَبَّرَ اللّٰہَ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ فَتِلْکَ تِسْعَۃٌ وَّ تِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَۃِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ غُفِرَتْ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ

(۸) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے اُسکے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جھاگ۔

مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ. رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ وللّٰانی مسند احمد۔

(ف) خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گذر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں اس حدیث میں تین کلمے ۳۳-۳۳ مرتبہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳-۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ آرہا ہے۔ حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا ایک انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس ۲۵ مرتبہ کرو اور ان کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضورؐ نے قبول فرمالیا اور اسکی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کرلیا جائے۔ ایک حدیث میں سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ۱۰-۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰-۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حصنِ حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے یہ اختلاف بظاہر حالات کے اختلاف کیوجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جو لوگ دوسرے ضروری کاموں میں مشغول ہیں اُن کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جو لوگ فارغ ہیں اُن کیلئے زیادہ مقدار۔ لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں اُن کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اُس میں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے +

(۹) عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَا یَخِیْبُ قَائِلُھُنَّ اَوْ فَاعِلُھُنَّ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَسْبِیْحَۃً وَّثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَحْمِیْدَۃً وَّاَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَکْبِیْرَۃً رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ وعزاہ السیوطی فی الجامع الی احمد ومسلم والترمذی والنسائی ورقم لہ بالضعف وفی الباب عن ابی الدرداء عند الطبرانی۔

(۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنیوالے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(ف) ان کلمات کو پیچھے آنیوالے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے اُن کو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوذرداء فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳-۳۳ بار اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے +

(۱۰) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَفَعَهُ اَمَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّعْمَلَ كُلَّ يَوْمٍ مِّثْلَ اُحُدٍ عَمَلًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ قَالَ كُلُّكُمْ يَسْتَطِيْعُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ للكبير والبزار كذا فی جمع الفوائد والیھما عزاہ فی الحصن وفی مجمع الزوائد وقال رجالھما رجال الصحیح۔

(۱۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ اُحُد جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے کی برابر عمل کر لیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے کہ اتنے بڑے پہاڑ کی برابر عمل کرے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ کا ثواب احد سے زیادہ ہے لا الٰہ الا اللہ کا احد سے زیادہ ہے الحمد للہ کا اُحد سے زیادہ ہے، اللہ اکبر کا اُحد سے زیادہ ہے (ف) یعنی ان کلموں میں سے ہر کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نہ معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے، حدیث میں آیا ہے کہ سُبحان اللہ الحمد للہ سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبحان اللہ کا ثواب آدھی ترازو ہے۔ اور الحمد للہ اسکو پُر کر دیتی ہے اور اللہ اکبر آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے ایک حدیث میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ کہ سُبحان اللہ الحمد للہ لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ مُلّا علیؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کیواسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی تخت پر تشریف لیجا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن وانس وغیرہ لشکر دو قطار ایک عابد پر گذر ہوا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وسعتِ مُلکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کے اعمال نامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤدؑ کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ مُلک فنا ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

(۱۱) عَنْ اَبِیْ سَلْمٰی مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَخٍ بَخٍ خَمْسٌ مَا اَثْقَلَهُنَّ فِی الْمِیْزَانِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الحدیث اخرجہ احمد فی مسندہ ورجالہ ثقات کذا فی مجمع

(۱۱) ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمال نامہ تلنے کی) ترازو میں کتنی زیادہ وزنی ہیں لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر سُبحان اللہ۔ الحمد للہ اور وہ بچہ جو مر جائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اس پر صبر کرے۔

الزوائد والحاکم وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذھبی وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ البزار عن ثوبان وبروایۃ النسائی وابن حبان والحاکم عن ابی سلمٰی وبروایۃ احمد عن ابی امامۃ ورقم لہ بالحسن۔ وذکرہ فی مجمع الزوائد بروایۃ ثوبان وابی سلمٰی راعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یسم وصحح لبعض طرقہا۔

(۱۲) عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ عَنْ رَّجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ نُوْحٌ لِاِبْنِہٖ اِنِّیْ مُوْصِیْکَ بِوَصِیَّۃٍ وَّقَاصِرُھَا لِکَیْ لَا تَنْسَاھَا اُوْصِیْکَ بِاثْنَیْنِ وَاَنْھَاکَ عَنِ اثْنَیْنِ اَمَّا الَّتِیْ اُوْصِیْکَ بِھِمَا یَسْتَبْشِرُ اللّٰہُ بِھِمَا وَصَالِحُ خَلْقِہٖ وَھُمَا یُکْثِرَانِ الْوُلُوْجَ عَلَی اللّٰہِ اُوْصِیْکَ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَوْ کَانَتَا حَلْقَۃً قَصَمَتْھُمَا وَلَوْ کَانَتَا فِیْ کِفَّۃٍ وَزَنَتْھُمَا وَاُوْصِیْکَ بِسُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فَاِنَّھُمَا صَلٰوۃُ الْخَلْقِ وَبِھَا یُرْزَقُ الْخَلْقُ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا وَاَمَّا اللَّتَانِ اَنْھَاکَ عَنْھُمَا فَیَحْتَجِبُ اللّٰہُ مِنْھُمَا وَصَالِحُ خَلْقِہٖ اَنْھَاکَ عَنِ الشِّرْکِ وَالْکِبْرِ۔ رواہ النسائی واللفظ لہ والبزار والحاکم من حدیث عبد اللہ بن عمرو وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت وقد تقدم فی بیان التھلیل حدیث عبد اللہ بن عمرو مرفوعا وتقدم فیہ ایضا مافی الباب

(ف) یہ مضمون کئی صحابہؓ سے متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے۔ جس چیز کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرّت سے ارشاد فرما رہے ہوں عطا فرما رہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مر مٹیں کہ حضورؐ کی اس خوشی کی قدر دانی اور اس کا اِستقبال یہی ہے +

(۱۲) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جلّ جلالہٗ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی اور مقبولیت بھی بہت زیادہ ہے ان دو میں سے ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے کہ اگر تمام آسمان ایک حلقہ ہو جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان و زمین کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائیگا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سبحان اللہ وبحمدہ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے

وتقدم فی الآیات قولہ عز اسمہ وان من شیء الا یسبح بحمدہ الآیة واخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم وابو الشیخ فی العظمة عن جابر مرفوعا الا اخبرکم بشیء امر بہ نوح ابنہ ان نوحا قال لابنہ یا بنی آمرک ان تقول سبحان اللہ فانہا صلوة الخلق وتسبیح الخلق وبہا یرزق الخلق واخرج احمد وابن مردویہ عن ابن عمر مرفوعا ان نوحا لما حضرتہ الوفاة قال لابنیہ آمرکما بسبحان اللہ وبحمدہ فانہا صلوة کل شیء وبہا یرزق کل شیء کذا فی الدر۔

اور اسی کی برکت سے تمام مخلوق کو روزی دیجاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کیوجہ سے اللہ سے حجاب ہوجاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہوجاتا ہے۔

(ف) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گذر چکا ہے تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گذر چکا ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شب معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سُنی۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا ایسی جماعت پر گذر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کو ممبر اور کرسیاں نہ بناؤ بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور اُن سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے کسی نے عرض کیا آپ اس کی تسبیح سمجھتے ہیں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اُس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اسکو فلاں شخص کے قریب کر دو وہ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انھوں نے بھی تسبیح سُنی اس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اسی طرح کیا گیا انھوں نے بھی سُنا کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سُنوایا جائے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سُنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گنہگار ہے، اس چیز کا تعلق کشف سے ہے حضرات انبیا علیہم الصلوٰة والسلام کو تو یہ چیز بدرجۂ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہیے تھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور انوارِ قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہوجاتی تھی سیکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں، صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح ان کا کلام اُن کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیلِ کمال ہے نہ موجب

قرب کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کرلیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں قُربِ حاصل ہو یا نہ ہو اس لئے مُحققین اس کو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مُضِر سمجھتے ہیں کہ جب مُبتدی اس میں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مانع بن جاتا ہے۔ مجھے اپنے حضرت مولٰنا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خُدّام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورتِ کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کیلئے اہتمام سے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مُبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے۔ اس کے علاوہ یہ حضرات اسلئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کے لئے تکدّر کا سبب ہوتا ہے علامہ شعرانی رحؒ نے میزانُ الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہٗ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دُھلتا ہوا نظر آتا اُس کو معلوم کر لیتے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ مکروہ فعل ہے یا خلافِ اَولیٰ جیسا کہ حسّی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ کُوفہ کی جامع مسجد کے وضوخانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اس کے وضو کا پانی گرتے ہوئے آپ نے دیکھا اُس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کرلے اُس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زِنا نہ کیا کر بہت بُرا عیب ہے اُس وقت اُس نے بھی زِنا سے توبہ کی ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو و لعب کا پانی گر رہا ہے اُس کو بھی نصیحت فرمائی اُس نے بھی توبہ کی اَلغرض اس کے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جلّ جلالہٗ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دُور فرما دے کہ میں لوگوں کی بُرائیوں پر مُطلع ہونا نہیں چاہتا حق تعالیٰ شانہٗ نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہو گئی، کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہو گئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا ہمارے حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نوّر اللہ مرقدہٗ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے اِستنجے نہیں جا سکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے۔ اور بھی سیکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردُّد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

(۱۳) عَنْ اُمِّ هَانِئٍ رضؓ قَالَتْ: مَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ، اَوْكَمَا قَالَتْ، فَمُرْنِيْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهُ وَاَنَا جَالِسَةٌ قَالَ سَبِّحِي اللّٰهَ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَاِنَّهَا

(۱۳) حضرت اُمِّ ہانی رضؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضورؐ تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی عمل ایسا بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے

تعدل لك مائة رقبة تعتقها من ولد اسمٰعیل
واحمدی اللّٰه مائة تحمیدة فانها تعدل لك مائة
فرس مسرجة ملجمة تحملین علیها فی سبیل اللّٰه
وكبری اللّٰه مائة تكبیرة فانها تعدل لك مائة
بدنة مقلدة متقبلة وهللی اللّٰه مائة تهلیلة
قال ابوخلف احسبه قال تملأ مابین السماء
والارض ولا یرفع لاحد عمل افضل مما یرفع
لك الا ان یاتی بمثل ما اتیت رواہ احمد باسناد
حسن واللفظ له والنسائی ولم یقل ولا یرفع الی
اخرہ والبیهقی بتمامه وابن ابی الدنیا فجعل
ثواب الرقاب فی التحمید والفرس فی التسبیح
وابن ماجة بمعناہ باختصار والطبرانی
فی الکبیر بنحو احمد ولم یقل احسبه وفی الاوسط
باسناد حسن بمعناہ کذا فی الترغیب باختصار
قلت رواہ الحاکم بمعناہ وصححه وعزاہ فی الجامع
الصغیر الی احمد والطبرانی والحاکم ورقم له
بالصحة وذکرہ فی مجمع الزوائد بطرق وقال
اسانیدهم حسنة وفی الترغیب ایضا عن ابی
امامة مرفوعا بنحو حدیث الباب مختصرا وقال
رواہ الطبرانی ورواته رواة الصحیح خلا سلیم
بن عثمان الفوزی یکشف حاله فانه لایحضر
فی الان فیه جرح ولا عدالة اھ وفی الباب
عن سلمی ام بنی ابی رافع قالت یارسول اللّٰه
اخبرنی بکلمات ولا تکثر علی الحدیث مختصرا
وفیه التکبیر والتسبیح عشرا عشرا واللهم اغفرلی

فرمایا سُبحَانَ اللّٰہ سَو مرتبہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سَو غلام عرب آزاد کیے اور اَلحَمدُ لِلّٰہ سَو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سَو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کیلئے دیدیئے۔ اور اَللّٰہُ اَکبَر سَو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سَو اونٹ قربانی میں ذبح کیے اور وہ قبول ہوگئے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سَو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اَللّٰہُ اَکبَر دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لیے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لیے ہے پھر اَللّٰھُمَّ اغفِرلِی دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم اَللّٰھُمَّ اغفِرلِی کہو اور دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

(ف) ضعفا اور بوڑھوں کیلئے بالخصوص عورتوں کیلئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمادی ہے دیکھئے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے نہ چلنا پھرنا۔ ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے کتنی کم نصیبی

عشی اتاال المنذری رواہ الطبرانی ورواتہ محتج بھم فی الصحیح اھ قلت وبمعناہ عن عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا بلفظ مَنْ سَبَّحَ اللّٰہَ مِائَۃً بِالْغَدَاۃِ وَمِائَۃً بِالْعَشِیِّ کَانَ کَمَنْ حَجَّ مِائَۃَ حَجَّۃٍ الحدیث وجعل فیہ التحمید کمن حمل علی مائۃ فرس والتھلیل کمن اعتق مائۃ رقبۃ من ولد اسمٰعیل ذکرہ فی المشکوۃ بروایۃ الترمذی وقال حسن غریب

ہو گی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے حضرت ام سُلیمؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۱۰۔۱۰ مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اس کے بعد دعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اسکے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو۔ حق تعالیٰ شانہٗ اُس دُعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی)۔ کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جنکو نہ یاد کرنا پڑتا ہے۔ نہ ان میں کوئی محنت اُٹھانی پڑتی ہے دن بھر ہم لوگ بکواس میں گذار دیتے ہیں تجارت کی ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے۔ یا کھیتی کی ساتھ زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہوئے اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دُنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے۔

(۱۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَھْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَنَادَوْا ھَلُمُّوْٓا اِلٰی حَاجَتِکُمْ فَیَحُفُّوْنَھَا بِاَجْنِحَتِھِمْ اِلَی السَّمَآءِ فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعَدُوْا اِلَی السَّمَآءِ فَیَسْأَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ یَعْلَمُ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِکَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَاَوْنِیْ فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقُوْلُ کَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْکَ کَانُوْٓا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَۃً وَّاَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَّاَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا فَیَقُوْلُ فَمَا یَسْاَلُوْنَ فَیَقُوْلُوْنَ یَسْاَلُوْنَکَ الْجَنَّۃَ فَیَقُوْلُ وَھَلْ رَاَوْھَا فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْھَا فَیَقُوْلُوْنَ

(۱۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہٗ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید اور بڑائی بیان کرنے اور تعریف کرنے میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے، عرض کرتے

لَوْ اَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَّاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَّاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ يَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ فَيَقُوْلُ وَهَلْ رَأَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَّاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً فَيَقُوْلُ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ

رواہ البخاری ومسلم والبیھقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر والمشکوٰۃ۔

ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنّا اور اس کی طلب میں لگ جاتے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا ہے اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخشدیا ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہٰذا اُس کو بھی بخش دیا)۔

(ف) اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذِکر کی مجالس اور ذکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے اُن کا ذکر سُنتی ہے۔ چنانچہ پہلے باب کی حدیث ۸ میں یہ مضمون گذر چکا ہے اور اس میں یہ گذر چکا ہے کہ فرشتوں سے تفاخر کے طور پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کا ذِکر کیوں فرماتے ہیں۔ فرشتہ کا یہ عرض کرنا کہ ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اسوقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مُبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔ اللہ عَمَّ نَوَالُہٗ کا ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (س توبہ ع ۱۵) (اے ایمان والو اللہ

سے ڈرو اور سچوں کیساتھ رہو، صوفیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ جَلَّ جَلالُہٗ کیساتھ رہو اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو پھر ان لوگوں کے ساتھ رہو جو کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ارشاد ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ میں اسکو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں محبوب بنالیتا ہوں۔ تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنے اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑے اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ چلے، جو وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اُس کو دیتا ہوں۔ ہاتھ پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا ہر کام اللہ کی رضا اور محبت کے ذیل میں ہوتا ہے اس کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا صوفیہ کے احوال اور اُن کے واقعات جو کثرت سے تواریخ میں موجود ہیں وہ شاہدِ عدل ہیں اور وہ اتنی کثرت سے ہیں کہ اُن کے انکار کی بھی گنجائش نہیں ایک رسالہ اس باب میں نُزْہَۃُ الْبَسَاتِیْن کے نام سے مشہور ہے جس سے اس قسم کے حالات کا پتہ چلتا ہے

شیخ اَبُوبَکْر کَتَّانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا۔ جنمیں سب سے کم عمر حضرت جُنَیْد بَغْدَادیؒ تھے اُس مجمع میں محبتِ الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ محب کون ہے مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے حضرت جنیدؒ چُپ رہے ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو اس پر انھوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے خدا کے ذکر کی ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو اُس کے دل کو انوارِ ہیبت نے جلا دیا ہو اُس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہ ہی اُس کی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کی حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ اور جب یہ حالت ہوجاتی ہے تو پھر کھانا پینا سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہوجاتے ہیں نہ دنیا کا رسم و رواج قابلِ التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن و تشنیع قابلِ وقعت۔ حضرت سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبؒ مشہور تابعی ہیں بڑے مُحَدِّثین میں شمار ہیں ان کی خدمت میں ایک شخص عَبْدُاللّٰہِ بْنِ اَبِی وَدَاعَہ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہوسکے کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سَعِیْدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اُس کی وجہ سے مَشَاغِل میں پھنسا رہا فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم بھی جنازہ میں شریک ہوتے تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھکر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کرلیا میں نے عرض کیا۔ حضرت مجھ سے کون نکاح کردے گا دو تین آنے کی میری حیثیت ہے آپ نے فرمایا ہم کردیں گے

اور یہ کہکر خُطبَہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا اتنی مقدار مَہر کی ان کے نزدیک جائز ہوگی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے حَنفِیّہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں، نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مُسَرّت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں۔ اسی فکر میں شام ہوگئی میرا روزہ تھا مغرب کے وقت روزہ اِفطار کیا نماز کے بعد گھر آیا چراغ جلایا روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سَعِیدؒ ہے میں سوچنے لگا کہ کون سَعِیدؒ ہے حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں باہر آکر دیکھا کہ سَعِیدُ بنِ المُسَیَّبؒ ہیں میں نے عرض کیا آپ نے مجھے نہ بلا لیا فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔ تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سَعِیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اسکو خود ہی پہونچا گئے ہیں سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں! اس کا چرچا ہوا میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آگئیں اور کہنے لگیں کہ اگر تین دن تک تو نے اس کو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اسکی تیاری کرلیں تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت قرآن شریف کی بھی حافظ اور سنّتِ رسول سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سَعِیدؒ میرے پاس آئے نہ میں اُن کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا میں سلام کر کے بیٹھ گیا جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھکر خوش ہوں دشمن جلیں فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی سے خبر لینا میں واپس آگیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درم (تقریبًا پانچہزار روپیہ) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عَبدُالمَلِکِ بنِ مَروَانؒ بادشاہ نے اپنے بیٹے وَلِیدؒ کے لئے۔ جو ولیعہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سَعِیدؒ نے عُذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عَبدُالمَلِک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سَعِیدؒ کے سَو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا اُن پر گِروایا۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کُتِبَتْ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمَنْ اَعَانَ عَلٰی خُصُوْمَۃٍ بَاطِلٍ لَمْ یَزَلْ فِیْ سَخَطِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْزِعَ وَمَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُہٗ دُوْنَ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ فَقَدْ ضَادَّ اللّٰہَ فِیْ اَمْرِہٖ وَمَنْ بَھَتَ مُؤْمِنًا اَوْ مُؤْمِنَۃً حَبَسَہُ اللّٰہُ فِیْ رَدْغَۃِ الْخَبَالِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ وَلَیْسَ بِخَارِجٍ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالھما رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد قلت اخرجہ ابوداؤد بدون ذکر التسبیح فیہ۔

(۱۵) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصہ میں رہتا ہے جبتک کہ اس سے توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو، وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مؤمن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائے گا یہانتک کہ اُس بہتان سے نکلے اور کس طرح اُس سے نکل سکتا ہے۔

(ف) ناحق کی حمایت آجکل ہماری طبیعت بن گئی ہے ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرفداری ہے پارٹی کا سوال ہے لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو اُس کا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہم اُس ناحق کرنے والے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اُس کی حمایت کریں گے اگر اُس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اُس کا مقابلہ کریں گے کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی اُس کے حوصلے بلند کرینگے اسکی ہر طرح مدد کریں گے۔ کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضیٰ یہی ہے دینداری، اسی پر اسلام کیساتھ ہم فخر کرتے ہیں۔ یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عصبیۃ پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔ ردغۃ الخبال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائیگا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کر کہہ دیا کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو دُنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملاکر

دوسرے کو چپ کر دیا جائے اسوقت آنکھیں کھلیں گی کہ ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پروا بھی نہیں کرتا لیکن اسکی وجہ سے جہنم میں پھینکدیا جاتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اسوجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اُس کی وجہ سے اتنی دُور جہنم میں پھینکدیا جاتا ہے جتنی دُور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلادے وہ خود مرنے سے پہلے اُس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہگار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابُوبکر صدیق رضؓ اپنی زبان مُبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابنُ المنکدرؒ مشہور مُحدِّثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کیوقت رونے لگے کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر روتا ہوں کوئی بات ایسی ہو گئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

(۱۶) عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِاٰخِرِہٖ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَا کُنْتَ تَقُوْلُہٗ فِیْمَا مَضٰی قَالَ کَفَّارَۃٌ لِّمَا یَکُوْنُ فِی الْمَجْلِسِ۔ رواہ ابن ابی شیبۃ وابوداؤد والنسائی والحاکم وابن مردویہ کذا فی الدر وفیہ ایضا بروایۃ ابن ابی شیبۃ عن ابی العالیۃ بزیادۃ علمنیھن جبرئیل۔

(۱۶) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانہ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اُٹھتے تو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ پڑھا کرتے کسی نے عرض کیا کہ آجکل ایک دعا کا معمول حضورؐ کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفّارہ ہے دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اُس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفّارہ ہیں حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں

(ف) حضرت عائشہ رضؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اُٹھتے تو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبِّیْ وَبِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ پڑھتے، میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اسکو پڑھ لیا کرے تو اُس مجلس میں جو لغزشیں اُس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار ذکر ے

ہو ہی جاتے ہیں کتنی مختصر دعا ہے اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وَبال سے خَلاصی پا سکتا ہے حق تعالیٰ شانُہٗ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

(۱۷) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ مِنْ تَسْبِيْحِهٖ وَتَحْمِيْدِهٖ وَتَكْبِيْرِهٖ وَتَهْلِيْلِهٖ يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ يُذَكِّرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ اَلَا يُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ لَّا يَزَالَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ شَيْءٌ يُذَكِّرُ بِهٖ رواه احمد والحاكم وقال صحيح الاسناد قال الذهبي موسى بن سالم قال ابو حاتم منكر الحديث ولفظ الحاكم كدوي النحل يقلن لصاحبهن واخرجه بسند اٰخر وصححه على شرط مسلم واقره عليه الذهبي وفيه كدوي النحل يذكرن بصاحبهن۔

(۱۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کیلئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔

(ف) جو لوگ حُکّام رَس ہیں کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکر خیر آ جائے پھولے نہیں سماتے دِماغ آسمان پر پہونچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دُنیا کا دِین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دُنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہونچ جاتا ہے، جائدادیں فروخت کر کے سُودی قرض لیکر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کیجاتی ہے مفت کی عَداوتیں مول لی جاتی ہیں اور ہر قسم کی ذِلّتیں برداشت کیجاتی ہیں الکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے اسکے بِالمُقابل اللہ جل جلالہٗ کے عرش پر تذکرہ مالکُ المُلک کے حضور میں تذکرہ اُس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جسکے قبضہ میں دین و دُنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے اُس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے سارے جہان کے تمام آدمی حاکم و محکوم بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہونچانا چاہیں اور وہ مالکُ المُلک نہ چاہے تو کوئی بال بھی بینکا نہیں کر سکتا ساری مخلوق کسی کو نفع پہونچانا چاہے اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلا سکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکرِ خیر ہو کوئی دولت دُنیا کی اس کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ کوئی عزّت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہو جائے اُس کی برابری کر سکتی

ہے نہیں ہرگز نہیں اور اس کے مقابلہ میں دُنیا کی کسی عزّت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

(۱۸) عَنْ يُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُّسْتَنْطِقَاتٌ وَّلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ رواه الترمذی وابو داؤد کذا فی المشکوٰة وفی المنهل اخرجه ایضاً احمد والحاکم اھ وقال الذهبی فی تلخیصه صحیح وکذا رقم له بالصحة فی الجامع الصغیر وبسط صاحب الاتحاف فی تخریجه وقال عبد الله بن عمرو رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یعقد التسبیح رواه ابو داؤد والنسائی والترمذی وحسنه والحاکم کذا فی الاتحاف وبسط فی تخریجه ثم قال قال الحافظ معنی العقد المذکور فی الحدیث احصاء العدد وهو اصطلاح العرب بوضع بعض الانامل علی بعض عقد انملة اخری فالاحاد والعشرات بالیمین والمئون والالاف بالیسار اھ

(۱۸) حضرت یُسَیْرَہؓ جو ہجرت کرنیوالی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سُبحانَ اللہ کہنا) اور تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ پڑھنا یا سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ کہنا) لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو اسلئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جاویگا اور اُن سے جواب طلب کیا جائیگا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں گویائی دیجائیں گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا اگر ایسا کرو گی تو اللہ کی رحمت سے محروم کردیجاؤ گی (ف) قیامت میں آدمی کے بدن سے اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر حصّۂ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور بُرے کام کئے قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ الآية (س نور ع ۳) (جس روز ان کے خلاف گواہی دیں گی اُن کی زبانیں اور اُن کے ہاتھ اور پاؤں اُن کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جنکو یہ کرتے تھے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ الآيات (س حم سجدہ ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنّم کی طرف جمع کئے جاوینگے پھر اُن کو ایک جگہ رُوک دیا جاوے گا پھر سب کے سب اُس جہنّم کے قریب آجائیں گے تو ان کے کان ان کی آنکھیں انکی کھالیں ان پر گواہیاں دیں گے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے) اُس وقت وہ لوگ (تعجّب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی

دی رہیں تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے، وہ جواب دیں گے کہ ہمکو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تمکو بھی اول پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہو گا پھر بھی انکار کرے گا کہ میں نے گناہ نہیں کیے اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہیگا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں پھر کہا جائیگا کہ تیرے عزیز اقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائیگا تو اسکے اعضاء کو گواہ بنایا جائیگا ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دے گی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گذرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گذریگا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادہر گرتا ہے کبھی ادھر فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گذر جائے تو اپنے سب اعمال بتادیگا وہ اس کا وعدہ کریگا کہ میں سچ سچ سب بتادوں گا اور اللہ کی عزت کی قسم کھاکر کہیگا کہ کچھ نہیں چھپاؤنگا وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہو جا اور چل وہ سہولت سے پل صراط پر گذر جائیگا اور پار ہو جانے کے بعد اس سے پوچھا جائیگا کہ اچھا اب بتا وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کرلیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کردیا جائے اسلئے صاف انکار کردیگا کہ میں نے کوئی برا عمل نہیں کیا فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کردیئے تو وہ ادھر ادھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں اس کو خیال ہو گا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہونچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائیگا اور وہ کہنا شروع کریں گے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا اور کہیگا کہ بیشک ابھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہو گا کہ اچھا ہم نے مغفرت کردی غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجدوں میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشاناتِ قدم بھی گواہی دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہو گئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جس کی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہو جائے فوراً توبہ سے اس کو محو کرڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہو جاتے ہیں۔ جیساکہ باب دوم فصل سوم حدیث ۳۲ کے تحت میں گذر چکا ہے اور نیکیاں اعمالناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور

اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔ اس کے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمت الٰہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کی ساتھ) تمہارا ذکر کرونگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا قرآن پاک میں ارشاد ہے وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (س زخرف ع ۴) اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اُس پر ایک شیطان کو مُسلّط کر دیتے ہیں پس وہ شیطان ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کیساتھ مل کر اسکے سب اُن لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کی ساتھ ایک شیطان مقرر ہے کافر کی ساتھ تو وہ ہر وقت شریک حال رہتا ہے کھانے میں بھی پینے میں بھی سونے میں بھی لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے جب اسکو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کرتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الٰی آخر السورۃ (س منافقون ع ۲) اے ایمان والو تمکو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال دولت) عطا کر رکھا ہے اُس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آجانیکے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کرو گے بھلا یا بُرا ویسا ہی پاؤ گے) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے ایسے بھی بندے ہیں جنکو کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنون شخص ہے لڑکے اسکے ڈھیلے مار رہے ہیں میں نے انکو دھمکایا وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں میں اسکے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا میں نے غور سے سُنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے

بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مُسَلَّط کر دیا میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو یہ سُنکر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا مجھکو اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب وبُعد میں مجھکو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا ؎ خَيَالُكَ فِيْ عَيْنِيْ وَذِكْرُكَ فِيْ فَمِيْ ✦ وَمَثْوَاكَ فِيْ قَلْبِيْ فَاَيْنَ تَغِيْبُ تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت انکا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو جنت کی، فُلاں فُلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کیساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے ایک دفعہ بھی تو (اللہ جل شانہٗ کیطرف سے توجہ ہٹا کر) ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رویمؒ کو انتقال کیوقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہؒ کا انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے کہنے لگے پچانویں ۹۵ برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کی ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کیساتھ مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں ✦

(۱۹) وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ رَضِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ رواه مسلم کذا فی المشکوۃ قال القاری وکذا اصحاب

(۱۹) اُمُّ المومنین حضرت جُوَیریہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کیوقت انکے پاس سے نماز کیلئے تشریف لیگئے اور یہ اپنے مصلّے پر بیٹھی ہوئی تسبیح میں مشغول تھیں، حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد دوپہر کے قریب تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس پر میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا میں نے تم سے جُدا ہونے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اُس سب کے مقابلہ میں

السنن الاربعة وفی الباب عن صفية قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبين يدی اربعة الاف نواة اسبح بهن الحديث اخرجه الحاكم وقال الذهبی صحيح وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِمْرَاَةٍ وَّبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًی اَوْحَصًی تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وسبحان الله عدد ما هو خالق والله اكبر مثل ذلك وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ رواه ابوداؤد والترمذی وقال الترمذی حديث غريب كذا فی المشكوٰة قال القاری وفی نسخة حسن غريب اھ وفی المنهل اخرجه ايضا النسائی وابن ماجة وابن حبان والحاكم والترمذی وقال حسن غريب من هذا الوجه اھ قلت وصححه الذهبی۔

تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں، وہ کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اُس کی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اسکی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اُسکے عرش کے اور اسکے کلمات کی مقدار کیموافق۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ایک صحابیؓ عورت کے پاس تشریف لے گئے ان کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں حضورؐ نے فرمایا۔ میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا یہ ارشاد فرمایا کہ اُس سے افضل ہو سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ اخیر تک اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اُس مخلوق کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اُس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اس کے جسکو وہ پیدا کرنیوالا ہے اور اُس سب کے برابر اللہ اکبر اور اُس کے برابر ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اسی کی مانند لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

(ف) مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کی ساتھ تسبیح کے افضل ہونیکا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور و فکر زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا اس لئے قرآن پاک جو تدبر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تدبر کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ جَلَّ جَلَالُهٗ کی حمد و ثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عُبُدِیَّت کا

اسی وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلا حساب اور بیشمار کرتے ہو اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیئے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیئے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں مُتعیّن ہیں اُن کو پورا کرنیکے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بیشمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اسکے حدود سے بالاتر ہے۔ ان احادیث سے تسبیح مُتعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہدیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اس کی اصل ثابت ہے حضورؐ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہوگئی دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں، اسی وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اسکا استعمال فرماتے رہے ہیں، مولٰنا عبدالحیؒ صاحب نے ایک مستقل رسالہ نُزہۃ الفِکر اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ مُلّا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے تسبیح متعارف کے جواز کی۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اُس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھُلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے جو لوگ اسکو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے حضرت جُنیدِ بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہونچ چکے تھے تو ان سے اس بارہ میں سوال کیا فرمایا جس چیز کے ذریعہ سے ہم اللہ تک پہونچے ہیں اُسکو کیسے چھوڑ دیں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعینؓ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوصفیہؓ صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہُریرہ رضؓ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جسمیں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے۔ اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہُریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جسمیں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی۔ اُن پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہوجاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اُس میں بھر دیتی اور حضرت ابوہُریرہ رضؓ کے پاس رکھ دیتی خالی ہونیکا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہوجاتی تو سارے دانے

سمیٹ کردہ باندی پھر اُس تھیلی میں بھر دیتی حضرت ابو درداء رض سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ اُن کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اُس تھیلی کو لیکر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوصفیہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے انکے سامنے ایک چمڑہ بچھا رہتا اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک اُن کو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھا لیا جاتا وہ اپنی ضروریات میں مشغول ہو جاتے ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک اُنکو پڑھتے رہتے حضرت ابوہریرہ رض کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جسمیں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں اُسوقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایکمرتبہ ان پر تسبیح نہ پڑھ لیتے حضرت امام حُسین رض کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رض سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جسمیں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ صوفیہ کی اِصطلاح میں تسبیح کا نام مذکرہ (یاد دلانے والی) بھی ہے اسوجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو دل چاہتا ہی ہے اسلئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے اس بارہ میں ایک حدیث بھی نقل کیجاتی ہے جو حضرت علی رض سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکرہ (یعنی یاد دلانے والی) چیز ہے۔ اس باب میں ایک مُسَلسَل حدیث مولانا عبدالحیؒ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لیکر اُوپر تک ہر اُستاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی اخیر میں حضرت جُنید بغدادیؒ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہونچتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت جُنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ اس علو مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاد سری سقطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو اُن سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا انھوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے استاد حضرت معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انھوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت بشر حافیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت عمر مکیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت حسن بصری رض (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپکی اس رفعتِ شان اور عُلو مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوُّف کی ابتدا میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اسکو چھوڑ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں مُحدِّثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

(٢٠) عَنِ ابْنِ اَعْبُدٍ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنِّیْ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مِنْ اَحَبِّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ اِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحٰی حَتّٰی اَثَّرَ فِیْ یَدِهَا وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰی اَثَّرَ فِیْ نَحْرِهَا وَكَنَسَتِ الْبَیْتَ حَتّٰی اغْبَرَّتْ ثِیَابُهَا فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَدَمٌ فَقُلْتُ لَوْ اَتَیْتِ اَبَاكِ فَسَاَلْتِهٖ خَادِمًا فَاَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهٗ حُدَّاثًا فَرَجَعَتْ فَاَتَاهَا مِنَ الْغَدِ فَقَالَ مَا كَانَ حَاجَتُكِ فَسَكَتَتْ فَقُلْتُ اَنَا اُحَدِّثُكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَرَّتْ بِالرَّحٰی حَتّٰی اَثَّرَتْ فِیْ یَدِهَا وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰی اَثَّرَتْ فِیْ نَحْرِهَا فَلَمَّا اَنْ جَاءَكَ الْخَدَمُ اَمَرْتُهَا اَنْ تَاْتِیَكَ فَتَسْتَخْدِمَكَ خَادِمًا یَقِیْهَا حَرَّ مَا هِیَ فِیْهِ قَالَ اتَّقِی اللّٰهَ یَا فَاطِمَةُ وَاَدِّیْ فَرِیْضَةَ رَبِّكِ وَاعْمَلِیْ عَمَلَ اَهْلِكِ فَاِذَا اَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِیْ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَاحْمَدِیْ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَكَبِّرِیْ اَرْبَعًا وَّثَلٰثِیْنَ فَتِلْكَ مِائَةٌ فَهِیَ خَیْرٌ لَّكِ مِنْ خَادِمٍ قَالَتْ رَضِیْتُ عَنِ اللّٰهِ وَعَنْ رَّسُوْلِهٖ اخرجه ابوداؤد وفی الباب عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ الضَّمْرِیِّ اَنَّ اُمَّ الْحَكَمِ اَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَیِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَتْهُ عَنْ اَحَدِهِمَا اَنَّهَا قَالَتْ اَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْیًا فَذَهَبْتُ اَنَا وَاُخْتِیْ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْنَا اِلَیْهِ مَا نَحْنُ فِیْهِ وَسَاَلْنَاهُ اَنْ یَّاْمُرَ لَنَا بِشَیْءٍ مِّنَ السَّبْیِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَكُنَّ یَتَامٰی بَدْرٍ وَّلٰكِنْ سَاَدُلُّكُنَّ عَلٰی مَا هُوَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھر والوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں؟ انھوں نے عرض کیا ضرور سنائیں فرمایا کہ وہ خود چکی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رسی کے نشان پڑ گئے تھے خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جسکی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے ایکمرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحبؐ کیخدمت میں جاکر ایک خادم مانگ لاؤ تو اچھا ہے سہولت رہیگی وہ گئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں لوگوں کا مجمع تھا اسلئے واپس چلی آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ ہو گئیں (شرم کیوجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا حضورؐ چکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے جھاڑو دینے کیوجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں کل آپکے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اسلئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت ہو جائے حضورؐ نے فرمایا فاطمہ اللہ سے ڈرتی رہو اور اس کے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کیلئے لیٹو تو سبحان اللہ

خَیْرٌ لَّکُنَّ مِنْ ذٰلِکَ تُکَبِّرْنَ اللّٰہَ عَلٰی اِثْرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ تَکْبِیْرَۃً وَّثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ تَسْبِیْحَۃً وَّثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ تَحْمِیْدَۃً وَّلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ رواہ ابوداؤد۔ وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابن مندۃ عن جلیس کان یامر نسائہ اذا ارادت احداھن ان تنام ان تحمد الحدیث ورقم لہ بالضعف

۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ خادم سے بہتر ہے انھوں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی تقدیر، اور اس کے رسول کی تجویز سے راضی ہوں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کی پھوپی زاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضورؐ کی بیٹی فاطمہؓ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مشقت اور دقتیں ذکر کر کے ایک خادم کی طلب کی حضورؐ نے فرمایا کہ خادم دینے میں تو بدر کے یتیم تم سے مقدم ہیں میں تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں ہر نماز کے بعد یہ تینوں کلمے یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳۔۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھ لیا کرو، یہ خادم سے بہتر ہے۔

(ف) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور سے ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک ۳۳ مرتبہ پڑھیں۔ حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کیلئے دنیوی مشقت اور تکلیف قابلِ التفات نہیں ہے اُسکو ہر وقت آخرت اور مرنیکے بعد کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چند روزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ کو ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانیکی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اسکے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے دنیوی منافع بھی انمیں رکھے ہیں اللہ کے پاک کلام میں اُس کے رسول پاک کے کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنمیں آخرت کیساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجّال کے زمانہ میں مؤمنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی یعنی تسبیح و تقدیس (سُبْحَانَ اللّٰہِ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کردیں گے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دُنیا میں بغیر کھائے پیئے صرف اللہ کے ذکر پر گذارہ ممکن ہوسکتا ہے۔ اور دجّال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا مُیَسّر ہوجانا کچھ

مشکل نہیں اسلئے جن بزرگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا بلا غذا کے وہ کئی کئی دن گذار دیتے تھے انہیں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگجائے تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اسکو بجھا دیتی ہے۔ حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمے ۳۳۔۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۳۴ مرتبہ پڑھے (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں اسلئے سب ہی کو نقل کردیا ہے) حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی اُن احادیث سے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مُداومت کرے اُس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ مُلا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مُجرّب ہے یعنی تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالہ تکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید کارآمد اور نافع ہوں گی دنیا میں خادم اتنا کارآمد اور نافع نہیں ہو سکتا اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ سے کام پر جسقدر قوت اور ہمت ہو سکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنیوالے بہت کم ہیں ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایک سو پچاس ہوئیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳۔۳۳ مرتبہ پڑھے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سو مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ اس پر عمل کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونیکا وقت ہوتا ہے وہ اِدھر اُدھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جن سے پڑھنا رہ جاتا ہے ان احادیث میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہان کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں حتیٰ کہ ہاتوں میں گٹے پڑ گئے خود ہی پانی بھر کر لاتیں حتیٰ کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے خود ہی گھر کی جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے آٹا گوندھنا روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو انکے نام لیوا انکے نام پر فخر کرنیوالوں کی زندگی اسکے آس پاس بھی نہ ہو چاہئے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ

آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكَى وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

خاتمہ

خاتمہ میں ایک نہایت مہتم بالشان چیز کو ذکر کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں تسبیحات جن کا اوپر ذکر کیا گیا نہایت ہی اہم اور دین و دنیا میں کارآمد اور مفید ہیں جیسا کہ احادیث بالا سے معلوم ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اہتمام اور فضیلت کی وجہ سے ایک خاص نماز کی ترغیب بھی فرمائی ہے جو صَلٰوۃُ التَّسْبِیْح (تسبیح کی نماز) کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی وجہ سے اسکو صَلٰوۃُ التَّسْبِیْح کہا جاتا ہے کہ یہ تسبیحات اُس میں تین سَو مرتبہ پڑھی جاتی ہیں۔ حضورؐ نے بہت ہی اہتمام اور ترغیبوں کیساتھ اس نماز کو تعلیم فرمایا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے:۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّاہُ اَلَا اُعْطِیْکَ اَلَا اَمْنَحُکَ اَلَا اَحْبُوْکَ اَلَا اَفْعَلُ بِکَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِکَ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ ذَنْبَکَ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ قَدِیْمَہٗ وَحَدِیْثَہٗ خَطَأَہٗ وَعَمْدَہٗ صَغِیْرَہٗ وَکَبِیْرَہٗ سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ اَنْ تُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ تَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ وَسُوْرَۃً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَۃِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ خَمْسَ عَشْرَۃَ مَرَّۃً ثُمَّ تَرْکَعُ فَتَقُوْلُھَا وَاَنْتَ رَاکِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَکَ مِنَ الرُّکُوْعِ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا ثُمَّ تَھْوِیْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُھَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَکَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَکَ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا فَذٰلِکَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ تَفْعَلُ ذٰلِکَ فِیْ اَرْبَعِ رَکَعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں جب تم اس کام کو کروگے تو حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپکر کئے ہوئے اور کھلّم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرمادینگے وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ التسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھو پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر سجدہ سے

اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمْرِكَ مَرَّةً رواه ابوداؤد وابن ماجة والبيهقي في الدعوات الكبير وروى الترمذي عن ابي رافع نحوه كذا في المشكوة قلت واخرجه الحاكم وقال هذا حديث وصله موسى بن عبد العزيز عن الحكم بن ابان وقد اخرجه ابوبكر محمد بن اسحق وابوداؤد وابوعبد الرحمن احمد بن شعيب في الصحيح ثم قال بعد ماذكر توثيق

اُٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو دوسری رکعت میں اکھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

رواته اما ارسال ابراهيم بن الحكم عن ابيه فلا يوهن وصل الحديث فان الزيادة من الثقة اولى من الارسال على ان امام عصره في الحديث اسحق بن ابراهيم الحنظلي قد اقام هذا الاسناد عن ابراهيم بن الحكم ووصله اھ قال السيوطي في اللالي هذا اسناد حسن وما قال الحاكم اخرجه النسائي في كتابه الصحيح لم نره في شئ من نسخ السنن لا الصغرى ولا الكبرى۔

(۲) وَعَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ يَرَوْنَ اَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتِنِيْ غَدًا اَحْبُوْكَ وَاُثِيْبُكَ وَاُعْطِيْكَ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ يُعْطِيْنِيْ عَطِيَّةً قَالَ اِذَا زَالَ النَّهَارُ فَقُمْ فَصَلِّ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَفِيْهِ وَقَالَ فَاِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اُصَلِّيَهَا تِلْكَ السَّاعَةَ قَالَ صَلِّهَا مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ رواه ابوداؤد۔

(۲) ایک صحابیؓ کہتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کروں گا ایک چیز دوں گا ایک عطیہ کروں گا۔ وہ صحابیؓ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائیں گے۔ (جب میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گذرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہو گے تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

(۳) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعْفَرَ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ إِلَى بِلَادِ الْحَبْشَةِ فَلَمَّا قَدِمَ اعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَهَبُ لَكَ أَلَا أُبَشِّرُكَ أَلَا أَمْنَحُكَ أَلَا أُتْحِفُكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُصَلِّيْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فذكر نحوه اخرجه الحاكم وقال اسناد صحيح لا غبار عليه وتعقبه الذهبي بان احمد بن داؤد كذبه الدار قطني كذا في المنهل قلت كذا قال غيره تبعا للحافظ لكن في النسخة التي بايدينا من المستدرك وقد صحت الرواية عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم علم ابن عمه جعفر ثم ذكر الحديث بسنده وقال في اخره هذا اسناد صحيح لا غبار عليه وهكذا قال الذهبي في اول الحديث و اخره ثم لا يذهب عليك ان في هذا الحديث زيادة لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ايضا على الكلمات الاربع

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفرؓ کو حبشہ بھیج دیا تھا جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں، ایک خوشخبری سناؤں، ایک بخشش کروں ایک تحفہ دوں۔ انھوں نے عرض کیا ضرور حضورؐ نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ۔ پھر اسی طریقہ سے بتائی جو اوپر گذرا اس حدیث میں ان چار کلموں کیساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بھی آیا ہے۔

(۴) وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَهَبُ لَكَ أَلَا أُعْطِيْكَ أَلَا أَمْنَحُكَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُعْطِيْنِيْ مِنَ الدُّنْيَا شَيْئًا لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا مِّنْ قَبْلِيْ قَالَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فذكر الحديث وفي اخره غير انك اذا جلست للتشهد قلت ذلك عشر مرات قبل التشهد الحديث اخرجه الدار قطني في الافراد وابو نعيم في القربان وابن شاهين في الترغيب كذا في اتحاف السادة شرح الاحياء۔

(۴) حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں ایک عطیہ دوں ایک چیز معطا کروں۔ وہ کہتے ہیں میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی۔ اسی وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ کو بار بار فرماتے ہیں، پھر آپ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گذری۔ اس میں یہ بھی فرمایا کہ جب اَلتَّحِيَّاتُ کے لئے بیٹھو تو پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو پھر اَلتَّحِيَّاتُ پڑھنا۔

(۵) قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْ رَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ صَلٰوةَ التَّسْبِيْحِ

(۵) حضرت عبداللہ بن المبارکؒ اور بہت سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی گئی ہے اور اسکا

وذكروا الفضل فيه حدثنا احمد بن عبدة
نا ابو وهب سألت عبد الله بن المبارك عن
الصلوة التي يسبح فيها قال يكبر ثم يقول سبحانك
اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك
ولا اله غيرك ثم يقول خمس عشرة مرة سبحان
الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ثم
يتعوذ ويقرأ بسم الله الرحمن الرحيم وفاتحة
الكتاب وسورة ثم يقول عشر مرات سبحان الله
والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ثم يركع
فيقولها عشرا ثم يرفع رأسه فيقولها عشرا
ثم يسجد فيقولها عشرا ثم يرفع رأسه فيقولها
عشرا ثم يسجد الثانية فيقولها عشرا يصلي اربع
ركعات على هذا فذلك خمس وسبعون تسبيحة

(یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ سُبحٰنک اللّٰھم پڑھنے کے
بعد الحمد شریف پڑھنے سے پہلے پندرہ دفعہ ان
کلموں کو پڑھے پھر اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف
اور پھر کوئی سورت پڑھے، سورت کے بعد رکوع سے
پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع میں دس مرتبہ، پھر
رکوع سے اٹھ کر، پھر دونوں سجدوں میں، اور
دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھ کر دس دس
مرتبہ پڑھے، یہ پچھتر پوری ہوگئی لہٰذا دوسرے
سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی،
رکوع میں پہلے سُبحان ربی العظیم اور سجدہ میں پہلے
سُبحان ربی الاعلیٰ پڑھے، پھر ان کلموں کو پڑھے
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طریقہ
سے نقل کیا گیا ہے۔)

في كل ركعة ثم قال قال ابو وهب اخبرني عبد العزيز عن عبد الله انه قال يبدأ في
الركوع بسبحان ربي العظيم وفي السجدة بسبحان ربي الاعلى ثلثا ثم يسبح التسبيحات قال
عبد العزيز قلت لعبد الله بن المبارك ان سها فيها يسبح في سجدتي السهو عشرا عشرا قال
لا انما هي ثلثمائة تسبيحة اه مختصرا قلت وهكذا رواه الحاكم وقال رواته عن ابن المبارك كلهم ثقات
اثبات ولا يتهم عبد الله ان يعلمه ما لم يصح عنده سنده اه وقال الغزالي في الاحياء بعد
ما ذكر حديث ابن عباس المذكور وفي رواية اخرى انه يقول في اول الصلوة سبحانك اللهم
ثم يسبح خمس عشرة تسبيحة قبل القراءة وعشرا بعد القراءة والباقي كما سبق عشرا عشرا ولا
يسبح بعد السجود الاخير وهذا هو الاحسن وهو اختيار ابن المبارك اه قال الزبيدي في الاتحاف
ولفظ القوت هذه الرواية احب الوجهين الي اه قال الزبيدي اي لا يسبح في الجلسة الاولى
بين الركعتين ولا في جلسة التشهد شيئا كما في القوت قال وكذلك روينا في حديث عبد الله
ابن جعفر بن ابي طالب ان النبي صلى الله عليه وسلم علمه صلوة التسبيح فذكره اه ثم قال
الزبيدي واما حديث عبد الله بن جعفر فاخرجه الدارقطني من وجهين عن عبد الله

بن زیاد بن سمعان قال فی احدھا عن معوریۃ و اسمٰعیل بن عبد اللہ ابنی جعفر عن ابیھما وقال فی الاخریٰ عن عون بدل اسمٰعیل عن ابیھما قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اعطیک فذکر الحدیث وابن سمعان ضعیف وھذہ الروایۃ ھی التی اشار الیھا صاحب القوت وھی لثانیۃ عندہ قال فیھا یفتتح الصلوۃ فیکبر ثم یقول فذکر الکلمات وزاد فیھا الحوقلۃ ولم یذکرھذا السجدۃ الثانیۃ عند القیام ان یقولھا قال وھو الذی اختارہ ابن المبارک اھ قال المنذری فی الترغیب روی البیھقی من حدیث ابی جناب الکلبی عن ابی الجوزاء عن ابن عمرو بن العاص، فذکر الحدیث بالصفۃ التی رواھا الترمذی عن ابن المبارک ثم قال وھذا یوافق ما رویناہ عن ابن المبارک ورواہ قتیبۃ ابن سعید عن یحیی بن سلیم عن عمران بن مسلم عن ابی الجوزاء قال نزل علی عبد اللہ ابن عمرو بن العاص فذکر الحدیث وخالفہ فی رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یذکر التسبیحات فی ابتداء القرأۃ انما ذکرھا بعدھا ثم ذکر جلسۃ الاستراحۃ کما ذکرھا سائر الرواۃ اھ قلت حدیث ابی الجناب مذکور فی السنن علی ھذا الطریق طریق ابن المبارک وما ذکر من کلام البیھقی لیس فی السنن بھذا اللفظ فلعلہ ذکرہ فی الدعوات الکبیر وما فی السنن انہ ذکر ولا حدیث ابی جناب تعلیقا مرفوعا ثم قال قال ابوداؤد ورواہ روح بن المسیب جعفر بن سلیمان عن عمرو بن مالک النکری عن ابی الجوزاء عن ابن عباس قولہ وقال فی حدیث روح فقال حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھ وظاھرہ ان الاختلاف فی السند فقط لا فی لفظ الحدیث وذکر شارح الاقناع من فروع الشافعیۃ صلوۃ التسبیح واقتصر علی صفۃ ابن المبارک فقط قال البجیرمی ھذہ روایۃ ابن مسعود والذی علیہ مشائخنا انہ لا یسبح قبل القراءۃ بل بعدھا خمسۃ عشر والعشرۃ فی جلسۃ الاستراحۃ وھذہ روایۃ ابن عباس اھ مختصرا وعلم منہ ان طریق ابن المبارک مروی عن ابن مسعود ایضا لکن لم اجد حدیث ابن مسعود فیما عندی من الکتب بل المذکور فیھا علی ما بسطہ صاحب المنھل وشارح الاحیاء وغیرھما ان حدیث صلوۃ التسبیح مروی عن جماعۃ من الصحابۃ منھم عبد اللہ والفضل ابنا العباس وابوھما عباس بن عبد المطلب وعبد اللہ بن عمرو بن العاص وعبد اللہ بن عمر بن الخطاب وابو رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی بن ابیطالب واخوہ جعفر بن ابیطالب وابنہ عبد اللہ بن جعفر وام المومنین ام سلمۃ وانصاری غیر مسمی وقد قیل انہ جابر بن عبد اللہ قالہ الزبیدی وبسط فی تخریج احادیثھم وعلم مما سبق ان حدیث صلوۃ التسبیح مروی بطرق کثیرۃ وقد افرط ابن جوزی ومن تبعہ فی ذکرہ فی الموضوعات ولذا تعقب علیہ غیر واحد من ائمۃ الحدیث

کالحافظ ابن حجرؒ السیوطیؒ والزرکشی قال ابن المدینی قد اساء ابن الجوزی بذکرہ ایاہ فی الموضوعات کذا فی اللآلی قال الحافظ وممن صححہ اوحسنہ ابن مندۃ والف فیہ کتابا والآجری والخطیب وابوسعد السمعانیؒ وابوموسی المدینی وابوالحسن بن المفضل والمنذری وابن الصلاح والنووی فی تہذیب الاسماء والسبکی واٰخرون کذا فی الاتحاف وفی المرقاۃ عن ابن حجر صححہ الحاکم وابن خزیمہ وحسنہ جماعۃ اھ قلت وبسط السیوطیؒ فی اللآلی فی تحسینہ وحکی عن ابی منصور الدیلمی صلوٰۃ التسبیح اشہر الصلوات واصحہا اسنادًا۔

ف (۱) صلوٰۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیث بالا سے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علمائے اُمت، محدثین، فقہاء، صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ امامِ حدیث حاکمؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبع تابعین کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مقتدا حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں، جن میں عبداللہ بن مبارکؒ بھی ہیں، یہ عبداللہ بن مبارکؒ امام بخاریؒ کے استادوں کے استاد ہیں۔ بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے پہلے ابوالجوزاءؒ جو معتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی رَوّادؒ جو ابن مبارکؒ کے بھی اُستاد ہیں بڑے عابد زاہد متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابوعثمان حیری جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سُبکی فرماتے ہیں کہ یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیئے جو شخص اس نماز کے ثواب کو سنکر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سستی کرنیوالا ہے، صلحاء کے کاموں سے دور ہے اسکو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہیئے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

(۲) بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا لیکن جب روایت بہت سے صحابہؓ سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے البتہ دوسری آیات واحادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کیلئے توبہ کی شرط ہوگی۔ (۳) احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں اول یہ کہ کھڑے ہو کر الحمد شریف اور سورۃ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے، پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے بعد دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع سے کھڑے ہو کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ربنا لک الحمد کے بعد دس مرتبہ پڑھے، پھر دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد

دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے، اور جب دوسرے سجدہ سے اُٹھے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے کہنے کے کھڑا ہوجائے اور دو رکعت کے بعد اسی طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے بعد الحمد سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر اَلْحَمْدُ اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ بدستور۔ البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اُس طرح۔

(۴) چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق چند مسائل بھی لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔ **مسئلہ (۱)** اس نماز کے لئے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جونسی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورہ حدید سورہ حشر سورہ صف سورہ جمعہ سورہ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے۔ بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کی بقدر آیا ہے اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذا زلزلت والعادیات تکاثر والعصر کافرون نصر اخلاص لکھا ہے کہ ان میں سے پڑھ لیا کرے۔ **مسئلہ (۲)** ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی انگلیوں کو بند کرکے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لیکر اس پر گننا جائز ہے مگر مکروہ ہے، بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔ **مسئلہ (۳)** اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اسکو پورا کرلے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اُٹھکر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف انکی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اسمیں بھولی ہوئی بھی پڑھے مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو انکو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہوکر پڑھ لے اور اگر رہجائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔ **مسئلہ (۴)** اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے پیش آجائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیئے اس لئے کہ مقدار تین سو ہے وہ پوری ہوچکی، ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔ **مسئلہ (۵)** بعض احادیث میں آیا ہے کہ اَلتَّحِیَّات کے بعد سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

(رواہ ابونعیم فی الحلیۃ من حدیث ابن عباس ولفظہ اذا فرغت قلت بعد التشھد قبل التسلیم اللّٰھم الخ کذا فی الاتحاف وقال اوردہ الطبرانی ایضا من حدیث العباس وفی سندہ

متروک اھ قلت زاد فی المرقاۃ فی اٰخر الدعاء بعض الالفاظ بعد قولہ خالق النور زدتھا تکمیلا للفائدۃ) دعا یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ بِھَا عَنْ مَعَاصِیْکَ وَحَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَکَ فِی التَّوْبَۃِ خَوْفًا مِّنْکَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ حُبًّا لَّکَ وَحَتّٰی اَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ الظَّنِّ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں، اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیز گاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت تاکہ میں آپ سے ڈرنے لگوں۔ اے اللہ ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا و خوشنودی کا مستحق بن جاؤں اور تاکہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں اور تاکہ سچا اخلاص آپ کی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں اور تاکہ آپ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے آپ پر توکل کرنے لگوں اے نور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور تو ہماری مغفرت فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے درخواست کو قبول فرما۔

مسئلہ (۶) اس نماز کا اوقاتِ مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔ **مسئلہ (۷)** بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا اس لئے اگر کبھی کبھی اسکو بڑھا لے تو اچھا ہے وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

محمد زکریا کاندھلوی

شب جمعہ ۲۶ شوال ۱۳۵۸ھ ہجری

تاریخ کتابت عکسی ۷ جمادی الآخر ۱۳۸۳ ہجری

۵۰ حذر ۱۲ مرقات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانوں کی موجودہ

پستی کا واحد علاج

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ



گابا سنز اردو منزل، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 021-32636565-32628266

اظہارِ حقیقت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ؕ

سیّدی و مولائی زُبدۃُ الفُضَلاء، قُدوۃُ العُلماء، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دام مجدہٗ کے خاص شغف اور انہماک اور دیگر بزرگانِ ملّت اور علماءِ اُمّت کی توجّہ اور برکت اور عملی جدّو جُہد سے ایک عرصہ سے مخصوص انداز میں تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کا سلسلہ جاری ہے جس سے باخبر طبقہ بخوبی واقف ہے۔

مجھ بے علم اور سیاہ کار کو ان مُقدّس ہستیوں کو حکم ہوا کہ اس طرزِ تبلیغ اور اسکی ضرورت اور اہمیت کو قلم بند کیا جائے تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو اور نفع عام ہو جائے۔

تعمیلِ ارشاد میں یہ چند کلمات نذرِ قرطاس کئے جاتے ہیں جو ان مُقدّس ہستیوں کے دریائے علوم و معارف کے چند قطرے اور اس باغیچۂ دینِ محمّدیؐ کے چند خوشے ہیں جو انتہائی عُجلت میں جمع کئے گئے ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی یا کوتاہی نظر سے گذرے تو میری لغزشِ قلم اور بے علمی کا نتیجہ ہے۔ نظرِ لطف و کرم سے اسکی اصلاح فرمادیں تو مُوجبِ شکر و منت ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے میری بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کی پردہ پوشی فرمادیں اور مجھے اور آپ کو ان مُقدّس ہستیوں کے طفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کردار نصیب فرمادیں اور اپنی رضا و محبّت اور اپنے پسندیدہ دین کی اشاعت اور اپنے برگزیدہ رسولؐ کی اطاعت اور فرماں برداری کی دولت سے سرفراز فرمادیں۔

خاکپائے بزرگاں

محمّد احتشام الحسن

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ ۔

آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل جب دُنیا کفر وضلالت، جہالت و سفاہت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی۔ بطحا کی سنگ لاخ پہاڑیوں سے رُشد و ہدایت کا ماہتاب نمودار ہوا اور مشرق و مغرب، شمال وجنوب غرض دُنیا کے ہر ہر گوشہ کو اپنے نُور سے مُنوّر کیا اور ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بنی نوع انسان کو اِس معراجِ ترقی پر پہنچایا کہ تاریخِ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے اور رُشد و ہدایت، صلاح وفلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں دی جسکی روشنی میں ہمیشہ شاہراہِ ترقی پر گامزن رہے اور صدیوں اس شان وشوکت سے دُنیا پر حکومت کی کہ ہر مخالف قوت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا یہ ایک حقیقت ہے جو ناقابلِ انکار ہے لیکن پھر بھی ایک پارینہ داستان ہے جس کا بار بار دُہرانا، نہ تسلّی بخش ہے اور نہ کار آمد اور مُفید، جب کہ موجودہ مُشاہدات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے اسلاف کے کارناموں پر بدنما داغ لگا رہے ہیں۔

مُسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزّت وعظمت، شان وشوکت، دبدبہ وحشمت کے تنہا مالک اور اجارہ دار ہیں لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ہم اِنتہائی ذِلّت و خواری، افلاس ونا داری میں مُبتلا نظر آتے ہیں، نہ زور و قوت ہے، نہ زر ودولت ہے، نہ شان وشوکت ہے، نہ باہمی اُخوّت واُلفت، نہ عادات اچھی، نہ اخلاق اچھے، نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے۔ ہر بُرائی ہم میں موجود ہے اور ہر بھلائی سے کوسوں دُور۔ اَغیار ہماری اس زبوں حالی پر خوش ہیں اور برملا ہماری کمزوری کو

اُچھالا جاتا ہے اور ہمارا مَضحکہ اُڑایا جاتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ خود ہمارے جگر گوشے نئی تہذیب کے دلدادہ نوجوان، اسلام کے مُقدس اُصولوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، بات بات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں اور اس شریعتِ مقدسہ کو ناقابلِ عمل، لغو اور بیکار گردانتے ہیں عقل حیران ہے کہ جس قوم نے دُنیا کو سیراب کیا وہ آج کیوں تشنہ ہے؟ جس قوم نے دُنیا کو تہذیب و تمدّن کا سبق پڑھایا وہ آج کیوں غیر مُہذّب اور غیر متمدّن ہے؟

رہنمایانِ قوم نے آج سے بہت پہلے ہماری اس حالتِ زار کا اندازہ لگایا اور مختلف طریقوں پر ہماری اصلاح کے لئے جدّ و جُہد کی مگر ؏

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آج جب کہ حالت بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ مَا سَبَق سے بھی زیادہ پُر خطر اور تاریک نظر آرہا ہے، ہمارا خاموش بیٹھنا اور عملی جدّ و جُہد نہ کرنا ایک ناقابلِ تلافی جُرم ہے اس سے پہلے کہ ہم کوئی عملی قدم اُٹھائیں، ضروری ہے کہ ان اَسباب پر غور کریں جن کے باعث ہم اس ذِلّت و خواری کے عذاب میں مُبتلا کئے گئے ہیں۔ ہماری اس پستی اور انحطاط کے مختلف اَسباب بیان کئے جاتے ہیں، اور ان کے اِزالہ کی متعدد تدابیر اختیار کی گئیں لیکن ہر تدبیر ناموافق و ناکام ثابت ہوئی جس کے باعث ہمارے رہبر بھی یاس و ہراس میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اب تک ہمارے مرض کی تشخیص ہی پورے طور پر نہیں ہوئی۔ یہ جو کچھ اَسباب بیان کئے جاتے ہیں اصل مرض نہیں بلکہ اسکے عَوارض ہیں پس تاوقتیکہ اصل مرض کی جانب توجہ نہ ہوگی اور مادّۂ حقیقی کی اصلاح نہ ہوگی، عوارض کی اصلاح ناممکن اور محال ہے پس جب تک کہ ہم اصل مرض کی ٹھیک تشخیص اور اسکا صحیح علاج معلوم نہ کرلیں، ہمارا اِصلاح کے بارے میں لَب کشائی کرنا سخت ترین غلطی ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ کہ ہماری شریعت ایک مکمل قانونِ اِلٰہی ہے جو ہماری دینی اور دُنیوی فلاح و بہبود کا تاقیامِ قیامت ضامن ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود ہی اپنا مرض تشخیص کریں اور خود ہی اسکا علاج شروع کردیں، بلکہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن حکیم سے اپنا اصل مرض معلوم کریں اور اسی مرکزِ رُشد و ہدایت سے طریق

علاج معلوم کرکے اس پر کاربند ہوں۔ جب قرآنِ حکیم قیامت تک کے لئے مکمل دستور العمل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس نازک حالت میں ہماری رہبری سے قاصر رہے۔ مالکِ ارض وسماء جلّ وعلا کا سچا وعدہ ہے کہ روئے زمین کی بادشاہت و خلافت مؤمنوں کے لئے ہے۔

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ۔" (نور۔ ع ۷)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے عملِ صالح کئے کہ اُن کو ضرور روئے زمین کا خلیفہ بنائے گا۔

اور یہ بھی اطمینان دلایا کہ مؤمن ہمیشہ کفّار پر غالب رہیں گے اور کافروں کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (فتح ، ۳)

اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ پھر نہ پاتے کوئی یار و مددگار۔

اور مومنوں کی نصرت اور مدد اللہ تعالیٰ کے ذمّہ ہے اور وہی ہمیشہ سربلند اور سرفراز رہیں گے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الروم ع ۵)

اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (آل عمران ع ۱۴)

اور تم ہمّت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہوگے اگر تم پورے مؤمن رہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (منافقون۔ ع ۔۱)

اور اللہ ہی کی عزّت اور اس کے رسولؐ کی اور مُسلمانوں کی۔

مذکورہ بالا ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عزّت، شان و شوکت، سربلندی و سرفرازی اور ہر برتری و خوبی انکی صفتِ ایمان کے ساتھ وابستہ ہے اگر ان کا تعلق خدا اور رسولؐ کے ساتھ مستحکم ہے (جو ایمان کا مقصود ہے) تو سب کچھ انکا ہے اور اگر خدانخواستہ اس رابطہ تعلق میں کمی اور کمزوری پیدا ہوگئی

ہے تو پھر سراسر خُسران اور ذِلّت و خواری ہے جیسا کہ واضح طور پر بتلا دیا گیا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (سورۂ عصر)	قسم ہے زمانہ کی انسان بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

ہمارے اسلاف عزت کے منتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور ہم انتہائی ذِلّت و خواری میں مُبتلا ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ وہ کمال ایمان سے مُتصف تھے اور ہم اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہیں جیسا کہ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

سَیَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَّا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ۔ (مشکوٰۃ)	یعنی قریب ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا، اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے۔

اب غور طلب اَمر یہ ہے کہ اگر واقعی ہم اس حقیقی اسلام سے محروم ہو گئے جو خدا اور رسولؐ کے یہاں مطلوب ہے اور جس کے ساتھ ہماری دین و دُنیا کی فلاح و بہبود وابستہ ہے تو کیا ذریعہ ہے جس سے وہ کھوئی ہوئی نعمت واپس آئے؟ اور وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے رُوحِ اسلام ہم سے نکال لی گئی اور ہم جسدِ بے جان رہ گئے۔

جب مُصحفِ آسمانی کی تلاوت کی جاتی ہے اور "اُمّتِ محمدیہ" کی فضیلت اور برتری کی عِلّت و غایت ڈھونڈھی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس اُمّت کو ایک اعلیٰ اور برتر کام سُپرد کیا گیا تھا جسکی وجہ سے "خیرُ الاُمم" کا مُعزّز خطاب اسکو عطا کیا گیا۔

دُنیا کی پیدائش کا مقصدِ اصلی خداوندِ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات و صفات کی معرفت ہے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے کہ جب تک بنی نوعِ انسان کو بُرائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے۔ اسی مقصد کیلئے ہزاروں رسول اور نبی بھیجے گئے اور آخر میں اس مقصد کی تکمیل کے لئے سیّد الانبیاءِ والمرسلین کو مبعوث فرمایا اور "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" کا مژدہ سُنایا گیا۔

اب چونکہ مقصد کی تکمیل ہو چکی تھی، ہر بھلائی اور بُرائی کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا تھا، ایک مکمل نظامِ عمل دیا جا چکا تھا، اس لئے رسالت و نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور جو کام پہلے نبی اور رسول سے لیا جاتا تھا، وہ قیامت تک "اُمتِ محمدیہ" کے سُپرد کر دیا گیا۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔
(آل عمران۔ع ۱۲)

اے اُمتِ محمدیہ! تم افضل اُمت ہو تم کو لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بُری باتوں سے ان کو روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○
(آل عمران ع ۱۱)

اور چاہیئے کہ تم میں ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بُلائے اور بھلی باتوں کا حکم کرے، اور بُری باتوں سے منع کرے اور صرف وہی لوگ فلاح والے ہیں جو اس کام کو کرتے ہیں۔

پہلی آیت میں "خیرِ اُمم" ہونے کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بھلائی کو پھیلاتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔ دوسری آیت میں حصر کے ساتھ فرمایا کہ فلاح و بہبود صرف انہی لوگوں کے لئے ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں اسی پر بس نہیں بلکہ دوسری جگہ صاف طور پر بیان کر دیا گیا کہ اس کام کو انجام نہ دینا لعنت اور پھٹکار کا موجب ہے۔

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ○
(مائدہ۔ع ۱۱)

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ کی زبان سے، یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو بُرا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے واقعی ان کا یہ فعل بے شک بُرا تھا۔

اس آخری آیت کی مزید وضاحت احادیثِ ذیل سے ہوتی ہے۔

(۱) وفی السنن والمسند من حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانَ اِذَا عَمِلَ الْعَامِلُ فِیْھِمْ بِالْخَطِیْئَۃِ جَآءَہُ النَّاھِیْ تَعْزِیْرًا فَقَالَ یَا ھٰذَا اِتَّقِ اللّٰہَ فَاِذَا کَانَ مِنَ الْغَدِ جَالَسَہٗ وَاٰکَلَہٗ وَ شَارَبَہٗ کَاَنَّہٗ لَمْ یَرَہٗ عَلٰی خَطِیْئَۃٍ بِالْاَمْسِ فَلَمَّا رَاٰی عَزَّوَجَلَّ ذٰلِکَ مِنْھُمْ ضَرَبَ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَعَنَھُمْ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّھِمْ دَاوٗدَ وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ السَّفِیْہِ وَلَتَاْطُرُنَّ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا اَوْلَیَضْرِبَنَّ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ یَلْعَنُکُمْ کَمَا لَعَنَھُمْ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلی اُمتوں میں جب کوئی خطا کرتا تو روکنے والا اس کو دھمکاتا اور کہتا کہ خدا سے ڈر، پھر اگلے ہی دن اس کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا، کھاتا پیتا گویا کل اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں۔ جب حق عزّ وجلّ نے ان کا یہ برتاؤ دیکھا تو بعض کے قلوب کو بعض کے ساتھ خلط کر دیا اور ان کے نبیؑ داؤد اور عیسی بن مریم علیہما السّلام کی زبانی ان پر لعنت کی اور یہ اس لئے کہ انہوں نے خدا کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرو اور بُری باتوں سے منع کرو اور چاہیئے کہ بیوقوف نادان کا ہاتھ پکڑو اور اس کو حق بات پر مجبور کرو، ورنہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب کو بھی خلط ملط کر دیں گے، اور پھر تم پر بھی لعنت ہوگی جیسا کہ پہلی اُمتوں پر لعنت ہوئی۔

(۲) وفی سنن ابی داؤد وابن ماجۃ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ یَّکُوْنُ فِیْ قَوْمٍ یَعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا عَلَیْہِ وَلَا یُغَیِّرُوْنَ اِلَّآ اَصَابَھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتُوْا۔

کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور وہ قوم باوجود قدرت کے اسکو نہیں روکتی توان پر مرنے سے پہلے ہی حق تعالیٰ اتنا عذاب بھیج دیتے ہیں یعنی دُنیا ہی میں ان کو طرح طرح کے مصائب میں مُبتلا کر دیا جاتا ہے۔

(۳) وروی الاصبھانی عن انسؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَھَا وَتَرُدُّ عَنْھُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَۃَ مَا لَمْ یَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّھَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّھَا قَالَ یَظْھَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِی اللّٰہِ فَلَا یُنْکَرُ وَلَا یُغَیَّرُ۔ (ترغیب)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اپنے پڑھنے والے کو نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا دور کرتا ہے جب تک کہ اسکے حقوق سے بے پروائی نہ برتی جائے، صحابہؓ نے عرض کیا: اسکے حقوق کی بے پروائی کیا ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کھلے طور پر کی جائے پھر نہ ان کا انکار کیا جائے اور نہ ان کے بند کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۴) عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَرَفْتُ فِیْ وَجْھِہٖ اَنْ قَدْ حَضَرَہٗ شَیْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا کَلَّمَ اَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَۃِ اَسْتَمِعُ مَا یَقُوْلُ فَقَعَدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لَکُمْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسُولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کسی سے کوئی بات نہیں کی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے، میں مسجد کی دیوار سے لگ گئی تاکہ کوئی ارشاد ہو اس کو سُنوں۔ حضورِ اقدس

قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَآ اُجِیْبَ لَکُمْ وَتَسْاَلُوْنِیْ فَلَآ اُعْطِیَکُمْ وَتَسْتَنْصِرُوْنِیْ فَلَآ اَنْصُرَکُمْ فَمَا زَادَ عَلَیْھِنَّ حَتّٰی نَزَلَ۔ (ترغیب)

منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا "لوگو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرو اور بُری باتوں سے منع کرو مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دُعا مانگو اور میں اسکو قبول نہ کروں اور تم مجھ سے سوال کرو اور میں اس کو پورا نہ کروں اور تم مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔ حضورِ اقدس ؐ نے صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے اور منبر سے اُتر آئے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِی الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْھَا ھَیْبَۃُ الْاِسْلَامِ وَاِذَا تَرَکَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ حُرِمَتْ بَرَکَۃَ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰہِ۔ (کذا فی الدر عن الحکیم الترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری اُمت دنیا کو قابلِ وقعت و عظمت سمجھنے لگے گی تو اسلام کی وقعت و ہیبت انکے قلوب سے نکل جائے گی اور جب اَمر بالمعروف اور نہی عَنِ المنکر کو چھوڑ دیگی تو وَحی کی بَرَکات سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں ایک دُوسرے کو سبّ وشتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ جَلّ شانہٗ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

اَحادیثِ مذکورہ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اَمر بالمعروف و نہی عَنِ المنکر کو چھوڑنا خدا وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کی لعنت اور غضب کا باعث ہے اور جب اُمتِ محمّدیہ اس کام کو چھوڑ دیگی تو سخت مصائب و آلام اور ذِلّت و خواری میں مُبتلا کر دی جائے گی اور ہر قسم کی غیبی نُصرت و مدد سے محروم ہو جائے گی اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ اس نے اپنے فرضِ منصبی کو نہیں پہچانا اور جس کام کی انجام دہی کی ذِمّہ دار تھی اس سے غافل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اَمر بالمعروف و نہی عَنِ المنکر کو ایمان کا خاصّہ اور جزوِ لازمی قرار دیا اور اسکے چھوڑنے کو ایمان کے ضعف و اضمحلال کی علامت بتلایا۔ حدیث ابو سعید خُدری ؓ میں ہے مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُّنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ

فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ۔ (مسلم)
یعنی تم میں سے کوئی شخص بُرائی کو دیکھے تو چاہیئے کہ اپنے ہاتھوں سے کام لے کر اس کو دور کرے اور اگر اسکی طاقت نہ پائے تو زبان سے، اور اگر اسکی بھی طاقت نہ پائے تو دل سے اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے۔ پس جس طرح آخری درجہ اضعف ایمان کا ہوا، اسی طرح پہلا درجہ کمالِ دعوت اور کمالِ ایمان کا ہوا۔ اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعودؓ کی ہے۔
مَامِنْ نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ۔ (مسلم)
یعنی سُنّتِ الٰہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھوڑ جاتا ہے۔ یہ جماعت نبی کی سُنّت کو قائم رکھتی ہے اور ٹھیک ٹھیک اسکی پیروی کرتی ہے یعنی شریعتِ الٰہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہے اس کو بعینہٖ محفوظ رکھتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے لیکن اسکے بعد شر وفتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طریقۂ نبی سے ہٹ جاتے ہیں۔ انکا فعل ان کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے اور اُن کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حُکم نہیں دیا۔ سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیامِ حق وسُنّت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے کام لیا وہ مؤمن ہے، اور جو ایسا نہ کر سکا مگر زبان سے کام لیا وہ بھی مؤمن ہے اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیّت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لایا وہ بھی مؤمن ہے، لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پر ایمان کی سرحد ختم ہو جاتی ہے، حتّٰی کہ اب رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔
اس کام کی اہمیّت اور ضرورت کو امام غزالیؒ نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔
"اس میں کچھ شک نہیں کہ اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کا ایسا زبردست رُکن ہے

جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اس کو انجام دینے کے لیئے حق تعالیٰ نے تمام انبیاءِ کرام کو مبعُوث فرمایا۔ اگر خدانخواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم وعمل کو ترک کر دیا جائے تو اَلْعِیَاذُ بِاللہِ نبوّت کا بیکار ہونا لازم آئے گا۔ دیانت جو شرافتِ انسانی کا خاصّہ ہے، مضمحل اور افسردہ ہو جائے گی، کاہلی اور سُستی عام ہو جائے گی، گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی، جہالت عالمگیر ہو جائے گی، تمام کاموں میں خرابی آجائے گی، آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی، آبادیاں خراب ہو جائیں گی، مخلوق تباہ و برباد ہو جائے گی اور اس تباہی و بربادی کی اس وقت خبر ہو گی جب روزِ محشر خدائے بالا و برتر کے سامنے پیشی اور بازپُرس ہو گی۔

افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا، جو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ لیا۔

"کَانَ اَمْرُ اللہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۝ فَاِنَّا لِلہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

اس سرسبز سُتون کے علم وعمل کے نشانات مِٹ چکے، اس کی حقیقت و رسوم کی برکتیں نیست و نابُود ہو گئیں، لوگوں کی تحقیر و تذلیل کا سکّہ قلوب پر جم گیا، خدائے پاک کے ساتھ کا قلبی تعلق مِٹ چُکا اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں جانوروں کی طرح بے پاک ہو گئے، روئے زمین پر ایسے صادق مومن کا مِلنا دُشوار و کمیاب ہی نہیں، بلکہ معدوم ہو گیا جو اظہارِ حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے۔

اگر کوئی مردِ مومن اس تباہی اور بربادی کے اِزالہ میں سعی کرے اور اس سُنّت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مُبارک بوجھ کو لے کر کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سُنّت کے زندہ کرنے کے لئے میدان میں آئے تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہو گا۔"

امام غزالیؒ نے جن الفاظ میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے وہ ہماری تنبیہ اور بیداری کے لئے کافی ہیں۔

ہمارے اس قدر اہم فریضہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں:۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فریضہ کو علماء کے ساتھ خاص کر لیا حالانکہ خطاباتِ قرآنی عام ہیں جو اُمّتِ محمّدیہ کے ہر ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابۂ کرامؓ اور خیرُ القرون کی زندگی اس کے لئے شاہدِ عدل ہے۔

فریضۂ تبلیغ اور اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر کا علماء کے ساتھ خاص کر لینا اور پھر ان کے بھروسہ پر اہم کام کو چھوڑ دینا ہماری سخت نادانی ہے۔ علماء کا کام راہِ حق بتلانا اور سیدھا راستہ دِکھلانا ہے، پھر ان کے موافق عمل کرانا اور مخلوقِ خدا کو اس پر چلانا یہ دوسرے لوگوں کا کام ہے۔ اس کی جانب اس حدیث شریف میں تنبیہ کی گئی ہے۔

اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ فَالْاَمِیْرُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ عَلَیْھِمْ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْھُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰۤی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْھُمْ وَالْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ بَعْلِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ۔ (بخاری و مسلم)

بیشک تم سب کے سب نگہبان ہو اور تم سب اپنے رعیّت کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے پس بادشاہ لوگوں پر نگہبان ہے وہ اپنی رعیّت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور پھر مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد پر نگہبان ہے وہ ان کے بارے میں سوال کی جاوے گی اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جاوے گا پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعیّت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا۔

اور اسی کو واضح طور پر اس طرح بیان فرمایا ہے۔

قَالَ الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ ۔ (مسلم)

حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا دین سراسر نصیحت ہے۔ (صحابہ ؓ نے) عرض کیا کس کے لئے؟ فرمایا اللہ کے لئے اور اللہ کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے مقتداؤں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔

اگر بفرضِ مُحال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی اس وقت فضاءِ زمانہ کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہر شخص اس کام میں لگ جائے اور اعلاءِ کلمۃُ اللہ اور حفاظت دینِ متین کے لئے کمربستہ ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر ہم خود اپنے ایمان میں پختہ ہیں تو دوسروں کی گمراہی ہمارے لئے نقصان دہ نہیں جیسا کہ اس آیتِ شریفہ کا مفہوم ہے۔

یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ج لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ ط

(مائدہ۔ ع ۱۴)

اے ایمان والو! اپنی فکر، جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

(بیان القرآن)

لیکن در حقیقت آیت سے یہ مقصود نہیں جو ظاہر میں سمجھا جا رہا ہے اس لئے کہ یہ معنی حکمتِ خداوندیہ اور تعلیماتِ شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ شریعتِ اسلامی نے اجتماعی زندگی اور اجتماعی اصلاح اور اجتماعی ترقی کو اصل تبلایا ہے اور اُمّتِ مُسلمہ کو بمنزلہ ایک جسم کے قرار دیا ہے کہ اگر ایک عُضو میں درد ہو جائے تو تمام جسم بے چین ہو جاتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ بنی نوع انسان خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور کمال کو پہنچ جاوے، اس میں ایسے لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو سیدھے راستے کو چھوڑ کر گمراہی میں مُبتلا ہوں تو آیت میں مُومنوں کے لئے تسلّی ہے کہ جب تم ہدایت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو تو تم کو ان لوگوں سے مضرت کا اندیشہ نہیں جنہوں نے بھٹک کر سیدھا راستہ چھوڑ دیا۔

نیز اصل ہدایت یہ ہے کہ انسان شریعتِ محمّدیہ کو مع تمام اَحکام کے قبول کرے اور منجملہ احکامِ خداوندی کے ایک اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رض قَالَ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ ط

حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت "یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ" پیش کرتے ہو

فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَأَوُا الْمُنْکَرَ فَلَمْ یُغَیِّرُوْہُ اَوْشَکَ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابِہٖ۔

اور میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب لوگ خلافِ شرع کسی چیز کو دیکھیں اور اس میں تغیُّر نہ کریں تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے عمومی عذاب میں مُبتلا فرمادیتے۔

عُلماء محققین نے بھی آیت کے یہی معنی لئے ہیں۔ امام نَوَوِیؒ شرح مُسلم میں فرماتے ہیں:

"علماء مُحققین کا صحیح مذہب اس آیت کے معنی میں یہ ہے کہ جب تم اس چیز کو اَدا کردو جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہے تو تمہارے غیر کی کوتاہی تمہیں مُضرَّت نہ پہنچائے گی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" اور جب ایسا ہے تو منجُملہ ان اشیاء کے جن کا حکم دیا گیا امر بالمعروف ونہی عن المُنکر ہے پس جب کسی شخص نے اس حکم کو پورا کردیا اور مخاطب نے اسکی تعمیل نہ کی تو اب ناصح پر کوئی عتاب اور سرزنش نہیں، اس لئے کہ جو کچھ اس کے ذِمّہ واجب تھا (اور وہ اَمر ونہی ہے) اس نے اس کو اَدا کردیا، دوسرے کا قبول کرنا اس کے ذِمّے نہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ"

تیسری وجہ یہ ہے کہ عوام وخواص، عالم وجاہل ہر شخص اصلاح سے مایوس ہوگیا اور انہیں یقین ہوگیا کہ اب مُسلمانوں کی ترقی اور ان کا عروج ناممکن اور دُشوار ہے۔ جب کسی شخص کے سامنے کوئی اصلاحی نظام پیش کیا جاتا ہے تو جواب یہی ملتا ہے کہ مُسلمانوں کی ترقی اب کیسے ہوسکتی ہے جب کہ ان کے پاس نہ سلطنت وحکومت ہے، نہ مال وزر اور نہ سامانِ حرب اور نہ مرکزی حیثیت، نہ قوتِ بازو اور نہ باہمی اتفاق واتحاد۔

بالخصوص دیندار طبقہ تو بزعم خود یہ طے کرچکا ہے کہ اب چودھویں صدی ہے، زمانۂ رسالت کو بُعد ہوچکا، اب اسلام اور مُسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شے ہے۔ پس اُس کے لئے جدّوجُہد کرنا عبث اور بیکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس قدر مشکوٰۃِ نبوّت سے بُعد ہوتا جائے گا حقیقی اسلام کی شعاعیں ماند پڑتی جائیں گی لیکن اس کا یہ

مطلب ہرگز نہیں کہ بقاء شریعت اور حفاظت دینِ محمدیؐ کے لئے جدّ و جُہد اور سعی نہ کی جائے، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا اور ہمارے اسلاف بھی خدانخواستہ یہی سمجھ لیتے تو آج ہم تک اس دین کے پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی، البتہ جب کہ زمانہ ناموافق ہے تو رفتارِ زمانہ کو دیکھتے ہوئے زیادہ ہمّت اور استقلال کے ساتھ اس کام کو لے کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔

تعجّب ہے کہ جو مذہب سراسر عمل اور جدّ و جُہد پر مبنی تھا آج اس کے پیرو عمل سے یکسر خالی ہیں، حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جُہد کا سبق پڑھایا اور بتلایا ہے کہ ایک عبادت گذار تمام رات نفل پڑھنے والا، دن بھر روزہ رکھنے والا، اللہ اللہ کرنے والا ہرگز اس شخص کے برابر نہیں ہوسکتا جو دوسروں کی اصلاح اور ہدایت کی فکر میں بے چین ہو۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ کی تاکید کی اور مجاہد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں کیا۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (نساء۔ ع ۱۳)

برابر نہیں وہ مُسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بُلند کیا ہے جو اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں کے۔ اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالےٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے اجرِ عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت، اللہ بڑی مغفرت، رحمت والے ہیں۔

اگرچہ آیت میں جہاد سے مراد کُفّار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونا ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور کفر و شرک مغلوب و مقہور ہو لیکن اگر بدقسمتی سے آج ہم اس

سعادتِ عظمیٰ سے محروم ہیں تو اس مقصد کے لئے جس قدر جدّ و جُہد ہماری مقدرت اور استطاعت میں ہے اس میں تو ہرگز کوتاہی نہ کرنی چاہیئے پھر ہماری یہی معمولی حرکت عمل اور جدّ و جُہد ہمیں کشاں کشاں آگے بڑھائے گی۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ یعنی جو لوگ ہمارے دین کے لئے کوشش کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دینِ محمدیؐ کی بقاء اور تحفّظ کا حق تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے لیکن اسکے عروج و ترقی کے لئے ہمارا عمل اور سعی مطلوب ہے۔ صحابۂ کرامؓ تے اس کے لئے جس قدر انتھک کوشش کی اُسی قدر ثمرات بھی مُشاہدہ کئے اور غیبی نصرت سے سرفراز ہوئے۔ ہم بھی ان کے نام لیوا ہیں اگر اب بھی ہم اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور اِعلاء کلِمۃُ اللہ اور اشاعتِ اسلام کے لئے کمربستہ ہو جائیں تو یقیناً ہم بھی نصرت خداوندی اور امدادِ غیبی سے سرفراز ہوں گے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ یعنی اگر خدا کے دین کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم خود ان باتوں کے پابند نہیں اور اس منصب کے اہل نہیں تو دوسروں کو کس مُنہ سے نصیحت کریں لیکن یہ نفس کا صریح دھوکہ ہے۔ جب ایک کام کرنے کا ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہم اس کے مامور ہیں تو پھر ہمیں اس میں پس و پیش کی گنجائش نہیں۔ ہمیں خدا کا حکم سمجھ کر کام شروع کر دینا چاہیئے، پھر انشاء اللہ یہی جدّ و جُہد ہماری پختگی، استحکام اور استقامت کا باعث ہو گی اور اسی طرح کرتے کرتے ایک دن تقرّب خداوندی کی سعادت نصیب ہو جائے گی۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ ہم حق تعالیٰ کے کام میں جدّ و جُہد کریں اور وہ رحمٰن و رحیم ہماری طرف نظرِ کرم نہ فرمائے۔ میرے اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا نَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ حَتّٰى نَعْمَلَ بِهٖ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم بھلائیوں کا حکم

عہ سورۂ محمّد۔ ع ۱

كُلِّهِ وَلَا تَنْهَىٰ عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّىٰ تَجْتَنِبَهُ كُلَّهُ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ اِنْ لَّمْ تَعْمَلُوْا بِهٖ كُلِّهٖ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاِنْ لَّمْ تَجْتَنِبُوْهُ كُلَّهٗ۔ (رواه الطبرانی فی الصغیر الاوسط)

نہ کریں جب تک خود تمام پر عمل نہ کریں اور برائیوں سے منع نہ کریں جب تک خود تمام برائیوں سے نہ بچیں. حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ نہیں بلکہ تم بھلی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم خود ان سب کے پابند نہ ہو اور برائیوں سے منع کرو اگرچہ تم خود ان سب سے نہ بچ رہے ہو۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھ رہے کہ جگہ جگہ مدارسِ دینیہ کا قائم ہونا، علماء کا وعظ و نصیحت کرنا، خانقاہوں کا آباد ہونا، مذہبی کتابوں کا تصنیف ہونا، رسالوں کا جاری ہونا۔ یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شعبے ہیں اور ان کے ذریعہ اس فریضہ کی ادائیگی ہو رہی ہے. اس میں شک نہیں کہ ان سب اداروں کا قیام اور بقاء بہت ضروری ہے اور انکی جانب اعتنا، اہم امور سے ہے اس لئے کہ دین کی جو کچھ تھوڑی بہت جھلک دکھائی دے رہی ہے وہ انہی اداروں کے مبارک آثار ہیں، لیکن پھر بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری موجودہ ضرورت کے لئے یہ ادارے کافی نہیں اور ان پر اکتفا کرنا ہماری کھلی غلطی ہے اس لئے کہ ان اداروں سے ہم اس وقت منتفع ہو سکتے ہیں جب ہم میں دین کا شوق اور طلب ہو اور مذہب کی وقعت اور عظمت ہو. اب سے پچاس سال پہلے ہم میں شوق وطلب موجود تھا اور ایمانی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ اس لئے ان اداروں کا قیام ہمارے لئے کافی تھا لیکن آج غیر اقوام کی انتھک کوششوں نے ہمارے اسلامی جذبات بالکل فنا کر دیئے اور طلب و رغبت کے بجائے آج ہم مذہب سے متنفر اور بیزار نظر آتے ہیں ایسی حالت میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مستقل کوئی تحریک ایسی شروع کریں جس سے عوام میں دین کے ساتھ تعلق اور شوق و رغبت پیدا ہو اور ان کے سوئے ہوئے جذبات بیدار ہوں، پھر ہم ان اداروں سے انکی شان کے مطابق منتفع ہو سکتے ہیں، ورنہ اگر اسی طرح دین سے بے رغبتی اور بے اعتنائی بڑھتی گئی، تو ان اداروں سے انتفاع تو درکنار ان کا بقاء بھی دشوار نظر آتا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اس کام کو لے کر دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بُری طرح پیش آتے ہیں اور سختی سے جواب دیتے ہیں اور ہماری توہین وتذلیل کرتے ہیں، لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ کام انبیاءِ کرامؑ کی نیابت ہے اور ان مصائب اور مشقتوں میں مبتلا ہونا اس کام کا خاصّہ ہے اور یہ سب مصائب و تکالیف بلکہ اس سے بھی زائد انبیاءِ کرامؑ نے اس راہ میں برداشت کیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ○ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (حجر۔ ع ۱)

ہم بھیج چکے ہیں رسول تم سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں اور انکے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا مگر یہ اسکی ہنسی اڑاتے رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ دعوتِ حق کی راہ میں جس قدر مجھ کو اذیت اور تکلیف میں مبتلا کیا گیا ہے کسی نبی اور رسول کو نہیں کیا گیا۔

پس جب سردارِ دو عالمؐ اور ہمارے آقا و مولیٰ نے ان مصائب اور مشقتوں کو تحمل اور بردباری کے ساتھ برداشت کیا تو ہم بھی ان کے پیرو ہیں اور انہی کا کام لے کر کھڑے ہوئے ہیں، ہمیں بھی ان مصائب سے پریشان نہ ہونا چاہیئے اور تحمل اور بُردباری کے ساتھ ان کو برداشت کرنا چاہیئے۔

ما سبق سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ ہمارا اصل مرض روحِ اسلامی اور حقیقتِ ایمانی کا ضعف اور اضمحلال ہے۔ ہمارے اسلامی جذبات فنا ہو چکے اور ہماری ایمانی قوت زائل ہو چکی اور جب اصل شے میں انحطاط آگیا تو اس کے ساتھ جتنی خوبیاں اور بھلائیاں وابستہ تھیں، ان کا انحطاط پذیر ہونا بھی لابدی اور ضروری تھا اور اس ضعف و انحطاط کا سبب اس اصل شے کا چھوڑ دینا ہے جس پر تمام دین کا بقا اور دار و مدار ہے اور وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اسکے افراد خوبیوں اور کمالات سے آراستہ نہ ہوں۔

پس ہمارا علاج صرف یہ ہے کہ ہم فریضۂ تبلیغ کو ایسی طرح لے کر کھڑے

ہوں جس سے ہم میں قوتِ ایمانی بڑھے اور اسلامی جذبات اُبھریں، ہم خدا اور رسول کو پہچانیں اور احکامِ خداوندی کے سامنے سرنگوں ہوں اور اس کے لئے ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جو سیدالانبیاء والمرسلین ؐ نے مشرکینِ عرب کی اصلاح کے لئے اختیار فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (احزاب ۳)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھی پیروی ہے۔

اسی کی جانب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اشارہ فرماتے ہیں۔ لَنْ يُّصْلِحَ اٰخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا اَصْلَحَ اَوَّلَهَا یعنی اس اُمّتِ محمدیہ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس نے ابتداء میں اصلاح کی ہے۔

جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعوتِ حق لے کر کھڑے ہوئے، آپؐ تنہا تھے، کوئی آپ کا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا، دُنیوی کوئی طاقت آپ کو حاصل نہ تھی۔ آپؐ کی قوم میں خودسری اور خودرائی انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی تھی، اُن میں سے کوئی حق بات سُننے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا بالخصوص جس کلمہ حق کی آپ تبلیغ کرنے کھڑے ہوئے تھے اس سے تمام قوم کے قلوب مُتنفّر اور بیزار تھے، ان حالات میں کونسی طاقت تھی جس سے ایک مُفلس ونادار، بے یارومددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا۔ اب غور کیجئے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جسکی طرف آپ نے مخلوق کو بُلایا اور جس شخص نے اس چیز کو پالیا وہ پھر ہمیشہ کے لئے آپ کا ہورہا۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ صرف ایک سبق تھا جو آپ کا مطمحِ نظر اور مقصودِ اصلی تھا جس کو آپ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (آلِ عمران ع ۷)

بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو ربّ نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔

اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا ہر شے کی عبادت اور اطاعت اور فرمان

برادری کی ممانعت کی اور اغیار کے تمام بندھنوں اور علاقوں کو توڑ کر ایک نظامِ عمل مقرر کردیا اور بتلادیا کہ اس سے ہٹ کر کسی دوسری رُخ نہ کرنا۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ط (اعراف۔ ع ۱)

تم لوگ اسکا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کا اتباع مت کرو۔

یہی وہ اصل تعلیم تھی جس کی اشاعت کا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حکم دیا گیا۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (نحل ع ۱۶)

اے محمدؐ! بلاؤ لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور نیک نصیحت سے اور انکے ساتھ بحث کرو جس طرح بہتر ہو۔ بیشک تمہارا ربّ ہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو گمراہ ہوا اسکی راہ سے، وہی خوب جانتا ہے راہ چلنے والوں کو۔

اور یہی وہ شاہراہ تھی جو آپؐ کے لئے اور آپؐ کے ہر پیرو کے لئے مقرر کی گئی۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (یوسف۔ ع ۱۲)

کہہ دو یہ ہے میرا راستہ، بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر، اور جتنے میرے تابع ہیں وہ بھی، اور اللہ پاک ہے، اور میں شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (حٰم سجدہ۔ ع ۴)

اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف بُلائے اور نیک عمل کرے اور کہے میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف اسکی مخلوق کو بُلانا، بھٹکے ہوؤں کو راہِ حق دِکھلانا، گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دِکھلانا نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وظیفۂ حیات اور آپؐ کا مقصدِ اصلی تھا اور اسی مقصد کی نشو ونما اور آبیاری کے لئے ہزاروں نبی

اور رسول بھیجے گئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ (الانبیاء - ع ٢)

اور ہم نے نہیں بھیجا تم سے پہلے کوئی رسول مگر اس کی جانب یہی وحی بھیجتے تھے کہ کوئی معبود نہیں بجز میرے، پس میری بندگی کرو۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیاتِ طیبہ اور دیگر انبیاءِ کرام ؑ کے مقدس لمحاتِ زندگی پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مقصد اور نصبُ العین صرف ایک ہے، اور وہ اللّٰہ ربُّ العٰلمین وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کی ذات و صفات کا یقین کرنا، یہی ایمان اور اسلام کا مفہوم ہے اور اسی لئے انسان کو دُنیا بھیجا گیا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ○ یعنی ہم نے جنّات اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ بندہ بن کر زندگی بسر کریں۔ اب جب کہ مقصدِ زندگی واضح ہوگیا اور اصل مرض اور اس کے مُعالجہ کی نوعیّت معلوم ہوگئی تو طریقِ علاج کی تجویز میں زیادہ دُشواری پیش نہ آئے گی اور اس نظریے کے ماتحت جو بھی علاج کا طریقہ اختیار کیا جائے گا انشاء اللّٰہ نافع اور سُودمند ہوگا۔

ہم نے اپنے نارسا فہم کے مطابق مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک نظامِ عمل تجویز کیا ہے جس کو فی الحقیقت اسلامی زندگی یا اسلاف کی زندگی کا نمونہ کہا جا سکتا ہے جس کا اجمالی نقشہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

سب سے اہم اور پہلی چیز یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام اغراض و مقاصدِ دُنیوی سے قطع نظر کرکے اعلاءِ کلمۃُ اللّٰہ اِشاعتِ اسلام احکامِ خداوندی کے رواج اور سرسبزی کو اپنا نصبُ العین بنا دے اور اس بات کا پختہ عہد کرے کہ حق تعالیٰ کے ہر حکم کو مانوں گا اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا اور کبھی خداوند کریم کی نافرمانی نہ کروں گا اور اس نصبُ العین کی تکمیل کے لئے اس دَستُورُ العمل پر کاربند ہو:-

(١) کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا صحتِ الفاظ کے ساتھ یاد کرنا اور اس کے معنی اور مفہوم کو سمجھنا اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرنا اور

اور اپنی پوری زندگی کو اسکے موافق بنانے کی فکر کرنا۔

(۲) نماز کا پابند ہونا، اسکے آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرنا اور ہر ہر رُکن میں خداوند کریم کی عظمت و بزرگی اور اپنی بندگی اور بیچارگی کا دھیان کرنا، غرض اس کوشش میں لگے رہنا کہ نماز اس طرح ادا ہو جو اس ربُّ العزّت کی بارگاہ کی حاضری کے شایانِ شان ہو۔ ایسی نماز کی کوشش کرتا رہے اور حق تعالیٰ سے اسکی توفیق طلب کرے۔ اگر نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو اسکو سیکھے اور نماز میں پڑھنے کی تمام چیزوں کو یاد کرے۔

(۳) قرآن کریم کے ساتھ وابستگی اور دِل بستگی پیدا کرنا، جسکے دو طریقے ہیں۔

(الف) کچھ وقت روزانہ ادب و احترام کے ساتھ معنی و مفہوم کا دھیان کرتے ہوئے تلاوت کرنا، اگر عالِم نہ ہو اور معنی و مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہو تب بھی معنی سمجھے کلام ربّانی کی تلاوت کرے، اور سمجھے کہ میری فلاح و بہبود اسی میں مُضمَر ہے محض الفاظ کا پڑھنا بھی سعادتِ عظمٰی ہے اور موجب خیر و برکت ہے اور اگر الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا تو تھوڑا وقت روزانہ قرآنِ مجید کی تعلیم میں صرف کرنا۔

(ب) اپنے بچوّں اور اپنے محلہ اور گاؤں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کی فکر کرنا اور ہر کام پر اس کو مُقدّم رکھنا۔

(۴) کچھ وقت یادِ الٰہی اور ذکر و فکر میں گذارنا۔ پڑھنے کے لئے کوئی چیز کسی شیخ طریقت، مُتبع سُنّت سے دریافت کرے ورنہ کلمۂ سوم سُبحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۝ اور دُرود و اِستغفار کی تسبیح ایک صبح اور ایک شام معنی کا دھیان کرتے ہوئے، جی لگا کر اطمینانِ قلب کے ساتھ پڑھے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

(۵) ہر مُسلمان کو اپنا بھائی سمجھنا، اسکے ساتھ ہمدردی اور غم گساری کا برتاؤ کرنا صفتِ اسلام کی وجہ سے اسکا ادب و احترام کرنا، ایسی باتوں سے بچنا جو کسی مُسلمان بھائی کی تکلیف واذِیّت کا باعث ہوں۔

ان باتوں کا خود بھی پابند بنے اور کوشش کرے کہ ہر مسلمان ان کا پابند بن جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ خود بھی اپنا کچھ وقت دین کی خدمت کے لئے فارغ کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے کر دین کی خدمت اور اشاعتِ اسلام کے لیے آمادہ کرے۔

جس دین کی اشاعت کے لئے انبیاءِ کرام ؑ نے مشقتیں برداشت کیں، طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے۔ صحابۂ کرام ؓ اور ہمارے اسلاف نے اپنی عمروں کو اس میں صرف کیا اور اس کی خاطر راہِ خدا میں اپنی جانوں کو قربان کیا، اِس دین کی ترویج اور بقاء کے لئے تھوڑا وقت نہ نکالنا بڑی بدنصیبی اور خسران ہے اور یہی وہ اہم فریضہ ہے جس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آج ہم تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔

پہلے مسلمان ہونے کا مفہوم یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنا جان و مال، عزت و آبرو، اِشاعتِ اسلام اور اِعلاءِ کَلِمَۃُ اللّٰہ کی راہ میں صرف کرے اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا تھا وہ بڑا نادان سمجھا جاتا تھا۔ لیکن افسوس کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور دین کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے مِٹتا ہوا دیکھ رہے ہیں، پھر بھی اس دین کی ترویج اور بقا کے لئے کوشش کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ غرض اعلاءِ کَلِمَۃُ اللّٰہ اور اِشاعتِ دینِ متین جو مُسلمان کا مقصدِ زندگی اور اصلی کام تھا اور جس کے ساتھ ہماری دونوں جہان کی فلاح و ترقی وابستہ تھی اور جس کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

اب پھر ہمیں اپنے اصلی مقصد کو اختیار کرنا چاہیئے اور اس کام کو اپنا جُزوِ زندگی اور حقیقی مشغلہ بنانا چاہیئے تاکہ پھر رحمتِ خداوندی جوش میں آوے اور ہمیں دنیا اور آخرت کی سُرخ روئی اور شادابی نصیب ہو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر بالکل اسی کام میں لگ جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسا اور دُنیوی ضروریات ان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور ان کو انجام دیا جاتا ہے، اس کام کو بھی ضروری اور اہم سمجھ کر اسکے لئے وقت نِکالا جائے جب چند آدمی اس مقصد کے لئے تیار ہو جائیں تو ہفتہ میں چند گھنٹے اپنے محلّے، اور مہینہ میں تین دن قرب و جوار کے مَواضِعات میں، اور سال میں ایک چلّہ دُور کے مَواضِعات میں اس کام کو کریں اور کوشش کریں کہ ہر مُسلمان امیر ہو یا غریب، تاجر ہو یا مُلازم، زمیندار ہو یا

کاشتکار، عالم ہو یا جاہل، اس کام میں شریک ہو جائے اور امور کا پابند بن جائے۔

کام کرنے کا طریقہ

کم از کم دس آدمیوں کی جماعت تبلیغ کے لئے نکلے۔ اوّل اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنا دے اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کریں (بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو) بعد نماز مل کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اِلتجا کریں اور نُصرت و کامیابی اور تائید خداوندی اور توفیقِ الٰہی کو طلب کریں اور اپنے ثبات اور استقلال کی دُعا مانگیں۔ دُعا کے بعد سکون و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوں اور فضول بات نہ کریں۔ جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دُعا مانگیں اور تمام محلہ یا گاؤں میں گشت کر کے لوگوں کو جمع کریں اوّل اُن کو نماز پڑھوائیں اور پھر ان اُمور کی پابندی کا عہد لیں اور اس طریقہ پر کام کرنے کے لئے آمادہ کریں اور ان لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازوں پر جا کر عورتوں سے بھی نماز پڑھوائیں اور ان کی پابندی کی تاکید کریں۔

جو لوگ اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جائیں انکی ایک جماعت بنا دی جائے اور ان میں سے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نگرانی میں ان سے کام شروع کرا دیا جائے اور ان کے کام کی نگرانی کی جائے۔ ہر تبلیغ کرنے والے کو چاہیئے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے اور امیر کو چاہیئے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمت گذاری اور راحت رسائی، ہمت افزائی اور ہمدردی میں کمی نہ کرے اور قابلِ مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اسکے مُوافق عمل کرے۔

تبلیغ کے آداب

یہ کام حق تعالیٰ کی ایک اہم عبادت اور سعادتِ عظمٰی ہے اور انبیاء کرامؑ کی نیابت ہے۔ کام جس قدر بڑا ہوتا ہے اسی قدر آداب کو چاہتا ہے۔ اس کام سے مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ خود اپنی اصلاح اور عبدیت کا اظہار اور حکمِ خداوندی کی بجا آوری اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی ہے پس چاہیے کہ اُمورِ مندرجہ کو

اچھی طرح ذہن نشین کرے اور انکی پابندی کرے۔

(۱) اپنا تمام خرچ کھانے پینے، کرایہ وغیرہ کا حتیّٰ الوُسع خود برداشت کرے اور اگر گنجائش اور وسعت ہو تو اپنے نادار ساتھیوں پر بھی خرچ کرے۔

(۲) اپنے ساتھیوں اور اس مُقدّس کام کرنے والوں کی خدمت گزاری اور ہمّت افزائی کو اپنی سعادت سمجھے اور انکے ادب واحترام میں کمی نہ کرے۔

(۳) عام مُسلمانوں کے ساتھ نہایت تواضع اور انکساری کا برتاؤ رکھے۔ بات کرنے میں نرم لہجہ اور خوشامد کا پہلو اختیار کرے۔کسی مسلمان کو حقارت اور نفرت کی نظر سے نہ دیکھے۔ بالخصوص علماءِ دین کی عزّت وعظمت میں کوتاہی نہ کرے۔ جس طرح ہم پر قرآن وحدیث کی عزّت وعظمت، ادب واحترام واجب اور ضروری ہے اسی طرح ان مُقدّس ہستیوں کی عزّت وعظمت، ادب واحترام بھی ضروری ہے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ علماءِ حق کی توہین دین کی توہین کے مُترادف ہے، جو خدا کے غیظ وغضب کا مُوجب ہے۔

(۴) فرصت کے خالی وقتوں کو بجائے جھوٹ، غیبت، لڑائی، فساد، کھیل تماشے کے، مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور مذہب کے پابند لوگوں کے پاس بیٹھنے میں گزارے جس سے خدا اور رسولؐ کی باتیں معلوم ہوں، خصوصًا ایامِ تبلیغ میں فضول باتوں اور فضول کاموں سے بچنے اور اپنے فارغ اوقات کو یادِ الٰہی اور ذکر و فکر اور درود واستغفار اور تعلیم وتعلّم میں گزارے۔

(۵) جائز طریقوں سے حلال روزی حاصل کرے اور کفایت شعاری کے ساتھ اسکو خرچ کرے، اور اپنے اہل وعیال اور دیگر اقرباء کے شرعی حقوق کو ادا کرے۔

(۶) کسی نزاعی مسئلہ اور فروعی بات کو نہ چھیڑے بلکہ صرف اصلِ توحید کی طرف دعوت دے، اور ارکانِ اسلام کی تبلیغ کرے۔

(۷) اپنے تمام افعال واقوال کو خلوصِ نیّت کے ساتھ مُزیّن اور آراستہ کرے کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی موجب خیر وبرکت اور باعث ثمراتِ حسنہ ہوتا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا ہی میں کوئی ثمرہ نکلتا ہے نہ آخرت میں اجرو ثواب ملتا ہے حضرت معاذؓ کو جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے یمن کا حاکم

بنا کر بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دین کے کاموں میں اِخلاص کا اِہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ (تھوڑا) عمل بھی کافی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ "حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کے لئے کیا گیا ہو۔" دوسری جگہ ارشاد ہے۔ "حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔" پس سب سے اہم اصل شے یہ ہے کہ اس کام کو خلوص کے ساتھ کیا جائے، ریا و نمود کو اس میں دخل نہ ہو۔ جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر کام میں ترقی اور سرسبزی ہوگی۔ اس دُستور العمل کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے آگیا اور اسکی ضرورت اور اہمیت پر بھی کافی روشنی پڑ گئی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ کشمکش اور اضطراب و بے چینی میں یہ طریق کار کس حد تک ہماری رہبری کر سکتا ہے؟ اور کہاں تک ہماری مُشکلات کو دُور کر سکتا ہے؟ اس کے لئے پھر ہمیں قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ قرآن کریم نے ہماری اس جِدّ و جُہد کو ایک سود مند تجارت سے تعبیر کیا ہے اور اسکی جانب اس طرح رغبت دلائی ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مال و جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عُمدہ مکانوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے، اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (صف۔ ع۲) کو پسند کرتے ہو، اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی۔ اور آپ مؤمنین کو بشارت دے دیجئے۔

اس آیت میں ایک تجارت کا تذکرہ ہے جس کا پہلا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عذابِ الیم سے نجات دلانے والی ہے۔ وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدا اور اسکے رسولؐ پر ایمان لاویں اور خدا کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں۔ یہ وہ کام ہے جو ہمارے لئے سراسر خیر ہے، اگر ہم میں کچھ بھی عقل نہ فہم ہو۔ اس معمولی کام پر ہمیں کیا منافع ملے گا؟ ہماری تمام لغزشوں اور کوتاہیوں کو ایک دم معاف کر دیا جائے گا اور آخرت میں بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔ یہی بہت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہے مگر اس پر بس نہیں بلکہ ہماری چاہتی چیز بھی ہمیں دے دی جائے گی اور وہ دنیا کی سرسبزی اور نصرت و کامیابی اور دشمنوں پر غلبہ و حکمرانی ہے۔

حق تعالیٰ نے ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کیا۔ اوّل یہ کہ ہم خدا اور اسکے رسولؐ پر ایمان لاویں۔ دوسرے یہ کہ اپنے جان، مال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں اور اسکے بدلے میں دو چیزوں کی ہم سے ضمانت کی۔ آخرت میں جنّت اور ابدی چین اور راحت اور دُنیا میں نُصرت و کامیابی۔ پہلی چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ ایمان ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے اس طریق کا منشا بھی یہی ہے کہ ہمیں حقیقی ایمان کی دولت نصیب ہو۔ دوسری چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ جہاد ہے۔ جہاد کی اصل اگرچہ کفّار کے ساتھ جنگ، اور مقابلہ ہے مگر درحقیقت جہاد کا منشاء بھی اِعلاءِ کَلِمَۃُ اللہ اور احکام خداوندی کا نفاد اور اجراء ہے اور یہی ہماری تحریک کا مقصد اصلی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جیسا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا خوشگوار ہونا اور جنّت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا، خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جِدّو جُہد کرنے پر مَوقُوف ہے۔ ایسا ہی دنیاوی زندگی کی خوشگواری اور دنیا کی نعمتوں سے مُنتفع ہونا بھی اس پر مَوقوف ہے کہ ہم خدا اور رسولؐ پر ایمان لاویں اور اپنی تمام جِدّو جُہد کو اسکی راہ میں صرف کریں۔

اور جب ہم اس کام کو انجام دے لیں گے یعنی خدا اور رسولؐ پر ایمان لے آویں گے اور اسکی راہ میں جِدّو جُہد کر کے اپنے اَعمالِ صالحہ سے آراستہ بنالیں گے

تو پھر ہم روئے زمین کی بادشاہت اور خلافت کے مستحق ہو جائیں گے اور سلطنت و حکومت ہمیں دے دی جائے گی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط (نور۔ع ۷)

تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور انکے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دیگا بشرطیکہ میری بندگی کرتے رہیں۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

اس آیت میں تمام اُمت سے وعدہ ہے ایمان و عمل صالح پر حکومت دینے کا، جس کا ظہور عہدِ نبویؐ سے شروع ہو کر خلافتِ راشدہ تک مُتصلاً مُمتدّ رہا۔ چنانچہ جزیرۂ عرب آپؐ کے زمانے میں اور دیگر ممالک زمانۂ خلفاء راشدین میں فتح ہو گئے، اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو، دوسرے صلحاء ملوک و خلفاء کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○ ونحوہ (بیان القرآن)

پس معلوم ہوا کہ اس دُنیا میں چین و راحت اور اطمینان و سُکون اور عزت و آبرو کی زندگی بسر کرنے کی اسکے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ ہم اس طریق پر مضبوطی کے ساتھ کاربند ہوں اور اپنی اجتماعی اور انفرادی ہر قسم کی قوت اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقف کریں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (آلِ عمران ۱۱)

تم دین کو مضبوط پکڑو اور ٹکڑے ٹکڑے مت بنو۔

یہ ایک مختصر "نظامِ عمل" ہے جو درحقیقت اسلامی زندگی اور اسلاف کی زندگی کا نمونہ ہے۔ مُلکِ میوات میں ایک عرصہ سے اس طرز پر کام کرنے کی کوشش کی

جارہی ہے، اور اس ناتمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قوم روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے۔ اس کام کے وہ برکات وثمرات اس قوم میں مشاہدہ کئے گئے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان اجتماعی طور پر اس طریق زندگی کو اختیار کریں تو حق تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان کے تمام مصائب اور مشکلات دُور ہو جائیں گی اور وہ عزت وآبرو اور اطمینان وسکون کی زندگی پالیں گے اور اپنے کھوئے ہوئے دبدبے اور وقار کو پھر حاصل کرلیں گے۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (منافقون: ۸)

ہر چند میں نے اپنے مقصد کو سُلجھانے کی کوشش کی لیکن یہ چند تجاویز کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک عملی نظام کا خاکہ ہے جس کو اللہ کا برگزیدہ بندہ (سیدی ومولائی مخدومی ومخدوم العالم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ) لے کر کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کو اس مقدس کام کے لئے وقف کیا۔ اس لئے آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان بے ربط سطور کے پڑھنے اور سمجھنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اس کام کو سیکھیں اور اس نظام کا عملی نمونہ دیکھ کر اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اسی جانب متوجہ کرنا میرا مقصود ہے اور بس۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ط

ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ
محمد رفیق کرار ایکسیلنٹ گرافکس
Mob: 0321-7585485